شہادتِ حسین بن منصور حلّاج رحمہ اللہ تحقیق کے آئینے میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حُرفِ آغاز

اس تحریر کے آغاز سے پہلے میں قارئین کرام کو یہ باور کروانا چاہتا ہوں کہ اس تحریر کے لکھنے سے نہ تو مجھے کوئی مالی نفع حاصل ہو گا اور نہ ہی دنیاوی شان و شوکت حاصل ہوگی بلکہ عین ممکن ہے کہ اس تحریر کے منظرعام پر آجانے کے بعد آج کے لاعلم مسلمان حسین بن منصور حلّاجؒ اور ان کی تائید میں کتابیں لکھنے والے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کی طرح مجھ پر بھی لعن طعن کرتے ہوئے کافروزندیق ہونے کے فتوے لگائیں۔ لیکن جو لوگ دلائل کے ساتھ حق بات کو سمجھنے اور قبول کرنے والے ہیں وہ میری اس تحریر سے ضرور استفادہ حاصل کریں گے انشاء اللہ۔

کسی بھی شخص کو کافر یا زندیق کہنا بہت آسان ہے جس کے لیے صرف دو الفاظ اور ایک لمحہ ہی کافی ہوتا ہے۔ لیکن کسی ایسے شخص کو جس پر کافروزندیق ہونے کا الزام لگا کر قتل کیا گیا ہو، دلائل کے ساتھ مومن مسلمان اور ولی اللہ ثابت کرنا کوئی آسان کام نہیں بلکہ بڑی جرٲت اور حوصلے کا کام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ دور کے لاعلم اور کم علم و کم فہم علماء بنا تحقیق کیئے بڑی آسانی کے ساتھ حسین بن منصور حلّاجؒ کو کافروزندیق کہہ کر اپنی جان چھڑا لیتے ہیں اور اس مسئلے میں عام اور لاعلم مسلمانوں کو بے وقوف بنا رہے ہیں اور اہل اللہ سے بدگمان کر رہے ہیں۔ لیکن ہر دور میں جہاں علماءِ سُو مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں مشغول رہے ہیں وہیں علماءِ حق بھی مسلمانوں کی اصلاح و رہنمائی کرنے میں ہر دور میں کوشاں رہے ہیں۔ ان ہی علماءِ اہل حق میں سے قابل ذکر نام حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور ان کے شاگردِ خاص حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کا ہے جنھوں نے حسین بن منصور حلّاجؒ پر لگائے گئے الزامات کے مدلل، علمی اور تحقیقی جوابات اپنی کتاب "القول المنصور فی ابن منصور – سیرت منصور حلّاج" میں دیکر عام اور لاعلم مسلمانوں کو گمراہ ہونے اور اہل اللہ سے بدگمان ہونے سے بچایا ہے۔

میری اس تحریر کا اصل مقصد ان لوگوں کی رہنمائی کرنا ہے جو لاعلمی کے سبب چند لوگوں کے پیش کردہ نہایت قلیل اور یک طرفہ دلائل پڑھ کر ولی اللہ اور بزرگ ہستیوں پر لعن طعن کرتے ہیں اور انہیں کافروزندیق کہہ کر اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں اور قرآن مجید کی اس آیت کا مصداق بنتے ہیں۔ "وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا۔" "اور جو ایمان دار مردوں اور عورتوں کو ناکردہ گناہوں پر ستاتے ہیں سو وہ اپنے سر بہتان اور صریح گناہ لیتے ہیں"۔ [سورۃ الاحزاب:۵۸]

اور ساتھ ہی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے فرمان کا مصداق قرار پاتے ہیں: ”حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ ، عَنِ الْحُسَيْنِ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَعْمَرَ ، أَنَّ أَبَا الأَسْوَدِ الدِّيلِيَّ ، حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي ذَرٍّ ـ رضى الله عنه ـ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ "لاَ يَرْمِي رَجُلٌ رَجُلاً بِالْفُسُوقِ ، وَلاَ يَرْمِيهِ بِالْكُفْرِ ، إِلاَّ ارْتَدَّتْ عَلَيْهِ ، إِنْ لَمْ يَكُنْ صَاحِبُهُ كَذَلِكَ"“۔”حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی شخص کو کافر یا فاسق کہے اور وہ در حقیقت کافر یا فاسق نہ ہو تو خود کہنے والا فاسق اور کافر ہو جائے گا“۔(صحیح البخاری: کتاب الأدب، باب مَا يُنْهَى مِنَ السِّبَابِ وَاللَّعْنِ، جلد نمبر ۸، رقم الحدیث ۶۰۴۵)

٦٠٤٥- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنِ الْحُسَيْنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَعْمَرَ أَنَّ أَبَا الأَسْوَدِ الدِّيلِيَّ حَدَّثَهُ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ

(۶۰۴۵) ہم سے ابو معمر عبداللہ بن عمرو نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا' ان سے حسین بن ذکوان معلم نے بیان کیا' ان سے عبداللہ بن بریدہ نے بیان کیا' انہوں نے کہا مجھ سے یحییٰ بن یعمر نے بیان کیا' ان سے ابوالاسود دیلی نے بیان کیا اور ان

اخلاق کا بیان

454

اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((لاَ يَرْمِي رَجُلٌ رَجُلاً بِالْفُسُوقِ، وَلاَ يَرْمِيهِ بِالْكُفْرِ إِلاَّ ارْتَدَّتْ عَلَيْهِ إِنْ لَمْ يَكُنْ صَاحِبُهُ كَذَلِكَ)). [راجع: ٣٥٠٨]

سے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی شخص کو کافر یا فاسق کہے اور وہ در حقیقت کافر یا فاسق نہ ہو تو خود کہنے والا فاسق اور کافر ہو جائے گا۔

امام ابوداوُدؒ روایت کرتے ہیں کہ: ”حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ، حَدَّثَنَا الأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ ، عَنِ الأَعْمَشِ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جُرَيْجٍ ، عَنْ أَبِي بَرْزَةَ الأَسْلَمِيِّ ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم "يَا مَعْشَرَ مَنْ آمَنَ بِلِسَانِهِ وَلَمْ يَدْخُلِ الإِيمَانُ قَلْبَهُ لاَ تَغْتَابُوا الْمُسْلِمِينَ وَلاَ تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ فَإِنَّهُ مَنِ اتَّبَعَ عَوْرَاتِهِمْ يَتَّبِعِ اللَّهُ عَوْرَتَهُ وَمَنْ يَتَّبِعِ اللَّهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ فِي بَيْتِهِ"“۔”حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے وہ لوگو جو اپنی زبان سے ایمان لائے ہو مگر ایمان ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے! مسلمانوں کی غیبت نہ کرو اور ان کے عیوب کے پیچھے نہ پڑو، اس لیے کہ جو ان کے عیوب کے پیچھے پڑے گا، اللہ اس کے عیب کے پیچھے پڑے گا، اور اللہ جس کے عیب کے پیچھے پڑے گا، اسے اسی کے گھر میں ذلیل ورسوا کر دے گا"“۔(صحیح سنن ابی داوٗد: کتاب الأدب، باب فِي الْغِيبَةِ، ج۳، ص۱۹۷، رقم الحدیث ۴۸۸۰؛ قال الشیخ الألبانی: حسن صحیح)

صَحِيحُ سُنَنِ أَبِي دَاوُدَ

لِلإِمَامِ الحَافِظِ سُلَيْمَانَ بْنِ الأَشْعَثِ السِّجِسْتَانِي
المتوفى سنة ٢٧٥هـ رحمه الله

تأليف
محمد ناصر الدين الألباني

المجلد الثالث

مكتبة المعارف للنشر والتوزيع
لصاحبها سعد بن عبد الرحمن الراشد
الرياض

٤٨٧٦ - عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :

« إِنَّ مِنْ أَرْبَى الرِّبَا الاسْتِطَالَةَ فِي عِرْضِ الْمُسْلِمِ بِغَيْرِ حَقٍّ » .

- صحيح : «المشكاة» (٥٠٤٥) / التحقيق الثاني ، «الصحيحة» (١٤٣٣ و ١٨٧١) .

٤٨٧٨ - عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ :

« لَمَّا عُرِجَ بِي ، مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَهُمْ أَظْفَارٌ مِنْ نُحَاسٍ يَخْمُشُونَ وُجُوهَهُمْ وَصُدُورَهُمْ ، فَقُلْتُ : مَنْ هَؤُلاءِ يَا جِبْرِيلُ ؟ قَالَ : هَؤُلاءِ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ لُحُومَ النَّاسِ ، وَيَقَعُونَ فِي أَعْرَاضِهِمْ » .

- صحيح : «الصحيحة» (٥٣٣) .

٤٨٨٠ - عَنْ أَبِي بَرْزَةَ الأَسْلَمِيِّ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ :

« يَا مَعْشَرَ مَنْ آمَنَ بِلِسَانِهِ وَلَمْ يَدْخُلِ الإِيمَانُ قَلْبَهُ ! لا تَغْتَابُوا الْمُسْلِمِينَ ، وَلا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ ، فَإِنَّهُ مَنِ اتَّبَعَ عَوْرَاتِهِمْ ، يَتَّبِعِ اللهُ عَوْرَتَهُ ، وَمَنْ يَتَّبِعِ اللهُ عَوْرَتَهُ ، يَفْضَحْهُ فِي بَيْتِهِ » .

- حسن صحيح : «المشكاة» (٥٠٤٤) / التحقيق الثاني ، «التعليق الرغيب» (٣ / ١٧٧)

٤٨٨١ - عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ :

امام ابو داوٗدؒ روایت کرتے ہیں کہ: ”حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ رَاشِدٍ، قَالَ جَلَسْنَا لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ فَخَرَجَ إِلَيْنَا فَجَلَسَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ "مَنْ حَالَتْ شَفَاعَتُهُ دُونَ حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللَّهِ فَقَدْ ضَادَّ اللَّهَ وَمَنْ خَاصَمَ فِي بَاطِلٍ وَهُوَ يَعْلَمُهُ لَمْ يَزَلْ فِي سَخَطِ اللَّهِ حَتَّى يَنْزِعَ عَنْهُ وَمَنْ قَالَ فِي مُؤْمِنٍ مَا لَيْسَ فِيهِ أَسْكَنَهُ اللَّهُ رَدْغَةَ الْخَبَالِ حَتَّى يَخْرُجَ مِمَّا قَالَ"۔“یحیٰی بن راشد کہتے ہیں کہ ہم عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے انتظار میں بیٹھے تھے، وہ ہمارے پاس آکر بیٹھے پھر کہنے لگے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے "جس نے اللہ کے حدود میں سے کسی حد کو روکنے کی سفارش کی تو گویا اس نے اللہ کی مخالفت کی، اور جو جانتے ہوئے کسی باطل امر کے لیے جھگڑے تو وہ برابر اللہ کی ناراضگی میں رہے گا یہاں تک کہ اس جھگڑے سے دستبردار ہو جائے، اور جس نے کسی مؤمن کے بارے میں کوئی ایسی بات کہی جو اس میں نہیں تھی تو اللہ اس کا ٹھکانہ جہنمیوں میں بنائے گا یہاں تک کہ اپنی کہی ہوئی بات سے توبہ کرلے"“۔(صحیح سنن ابی داوٗد: کتاب الأقضية، باب فِیمَن یُعِینُ عَلَی خُصُومَةٍ مِن غَیرِ أَن یَعلَمَ أَمرَهَا، ج ۲، ص ۳۹۶، رقم الحدیث ۳۵۹۷؛ قال الشیخ الألبانی: حسن صحیح)

صحيح سنن أبي داود

للإمام الحافظ سليمان بن الأشعث السجستاني

المتوفى سنة ٢٧٥هـ رحمه الله

تأليف

محمد ناصر الدين الألباني

المجلد الثاني

مكتبة المعارف للنشر والتوزيع

لصاحبها سعد بن عبد الرحمن الراشد

الرياض

١٣ - باب في الشَّهادَاتِ

٣٥٩٦ - عن زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الجُهَنِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ، قَالَ:

« ألا أُخبِرُكُمْ بِخَيْرِ الشُّهَدَاءِ ؟ الَّذِي يَأْتِي بِشَهَادَتِهِ ، - أَوْ - يُخْبِرُ بِشَهَادَتِهِ ، قَبْلَ أنْ يُسْأَلَهَا ».

- صحيح : م نحوه.

قَالَ مَالِكٌ[راويه]: الَّذِي يُخْبِرُ بِشَهَادَتِهِ وَلَا يَعْلَمُ بِهَا الَّذِي هِيَ لَهُ .

وقيل: وَيَرْفَعُهَا إِلَى السُّلْطَانِ .

وقيل: أَوْ يَأْتِي بِهَا الإِمَامَ .

١٤ - باب فِيمَنْ يُعِينُ عَلَى خُصُومَةٍ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَعْلَمَ أَمْرَهَا

٣٥٩٧ - عَنْ يَحْيَى بْنِ رَاشِدٍ ، قَالَ : جَلَسْنَا لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، فَخَرَجَ إِلَيْنَا ، فَجَلَسَ ، فَقَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، يَقُولُ:

« مَنْ حَالَتْ شَفَاعَتُهُ دُونَ حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللَّهِ ، فَقَدْ ضَادَّ اللَّهَ ، وَمَنْ خَاصَمَ فِي بَاطِلٍ وَهُوَ يَعْلَمُهُ ، لَمْ يَزَلْ فِي سَخَطِ اللَّهِ حَتَّى يَنْزِعَ عَنْهُ ، وَمَنْ قَالَ فِي مُؤْمِنٍ مَا لَيْسَ فِيهِ ، أَسْكَنَهُ اللَّهُ رَدْغَةَ الخَبَالِ ، حَتَّى يَخْرُجَ مِمَّا قَالَ ».

- صحيح : «الصحيحة» (٤٣٨).

١٦ - باب مَنْ تُرَدُّ شَهَادَتُهُ

٣٦٠٠ - عن عبدالله بن عمرو بن العاص ،أنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَدَّ شَهَادَةَ

مندرجہ بالا آیت واحادیث کی روشنی میں آئمہ احناف کا مؤقف یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کی زبان سے کوئی ایسا کلمہ کفر نکل جائے جس سے صحیح اور غلط دونوں معنیٰ مراد لیئے جاسکتے ہوں تو ایسی صورت میں وہی معنیٰ مراد لینا چاہیئے جو صحیح ہو، خصوصاًجب دوسرے قرائن اور شواہد اس کی تصدیق کرتے ہوں۔

میری اس تحریر سے ہرگز ہرگز یہ تاثر بھی نہ لیا جائے کہ میری یہ تحریر حسین بن منصور حلاّجؒ کی حمایت میں اوراس دور کے قاضی اور مفتیان کرامؒ کی مخالفت میں لکھی گئی ہے جنہوں نے حسین بن منصور حلاّجؒ کے قتل کے فتویٰ پر دستخط کیئے۔ کیونکہ شریعت کے قوانیں ظاہری اعمال وشواہد کی بنیاد پر لاگو ہوتے ہیں، باطنی اعمال پر نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم ظاہر کے مکلف ہیں باطن کے نہیں، لہٰذا جب کوئی عمل شواہد کی بنیاد پر واضح طور پر ثابت ہو جائے تو شریعت کا حکم اس ظاہری عمل پر عائد ہوتا ہے بھلے اس انسان کا باطن کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو۔ اس دور کے علماء ومفتیان کرامؒ نے بھی حسین بن منصور حلاّجؒ کے ظاہری عمل اور شواہد کی بنا پر فتویٰ صادر کیا تھا باطن پر نہیں، بھلے ان کا باطن کتنا ہی اچھا کیوں نہ تھا، اس لئے کہ شریعت ظاہری دلائل کے قبول کرنے کی پابند ہے جبکہ کسی انسان کے باطن پر کسی بھی قسم کی دلیل قائم نہیں کی جاسکتی۔ اس کی مثال کچھ اس طرح سے سمجھی جاسکتی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اکھٹی تین طلاقین دیدے اور بعد میں کہے کہ میری نیت ایک طلاق کی تھی تو شریعت میں اس کی نیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور طلاق واقع ہو جائے گی بھلے حقیقت میں اس کی نیت ایک ہی طلاق کی کیوں نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اس دور کے علماء ومفتیان کرامؒ کے اس فیصلے کو شریعت کے خلاف نہیں سمجھتے کیونکہ انہوں نے ان ہی شواہد پر فتویٰ دیا جو شواہد ان کے سامنے رکھے گئے اور ان ناکافی شواہد پر فتویٰ دینے کے لئے انہیں مجبور کیا گیا۔

آج کے اِس پُر فتن دور میں اس فتویٰ کی بنیاد پر عام اور لا علم مسلمانوں کو گمراہ کیا جا رہا ہے اور ان بزرگ ہستیوں سے بد ظن کر کے ان پر لعن طعن کیا جا رہا ہے اور ان پر ایسے ایسے الزامات لگائے جا رہے ہیں جن کے وہ کبھی بھی حقدار نہ تھے۔ میری اس تحریر کا حقیقی مقصد ایسے ہی لوگوں کا رد کرنا ہے جو عام اور لا علم مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں اور ساتھ ہی عام مسلمانوں کو یہ پیغام بھی پہنچانا ہے کہ اس مسئلہ میں خاموشی اختیار کی جائے اور ان بزرگ ہستیوں کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جائے اور ان کے تمام معاملات کو اللہ تبارک و تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے کیونکہ وہ دلوں کے بھید بہتر جاننے والا ہے۔

مقدمہ

اہل اَللہ متبولین کی آزمائش مختلف طریقوں سے ہر دور میں ہوتی رہی ہیں، انبیاء علیہم السلام کی آزمائش و امتحان تو انتہائی اعلیٰ درجہ و معیار پر ہوئیں ہیں۔ جیسا کہ ہمارے پیارے نبی رسول اللہ ﷺ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی آزمائشوں کی گواہی قرآن و حدیث کے مطالعہ سے واضح ہو کر سامنے آچکی ہے۔ امت مسلمہ میں ہر دور میں ایسے بیشتر افراد موجود رہے ہیں جن کو آزمائش کی ان منزلوں سے گزرنا پڑا ہے جہاں بڑے بڑوں کی پتہ پانی ہو جاتا ہے۔ دورِ صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے واقعاتِ عشق الٰہی سے قطع نظر بعد کے ادوار پر سر سری نظر ڈالی جائے تو بھی امتحانات و آزمائشوں کی فہرست بہت طویل ہو جاتی ہے۔ اسی طویل فہرست میں حسین بن منصور حلاّجؒ "انا الحق" کا اسم گرامی بھی سنہرے حروف سے لکھا گیا ہے۔

حسین بن منصور حلاّجؒ کی آزمائش کی ایک نمایاں خصوصیت یہ بھی ہے کہ چوتھی صدی ہجری کے آغاز سے چودھویں صدی کے نصف تک امت مسلمہ کے بڑے بڑے ائمہ اور اکابرین میں ان کی عظمت و شان سے قطع نظر ان کی دیانت و امانت کے بارے میں عجیب قسم کے شکوک و شبہات موجود رہے ہیں۔ اس لئے کہ تاریخی روایات میں روایتی تساہل نے اپنی رنگ آمیزی خوب خوب طریقے سے کی ہے۔ تاہم چیدہ چیدہ علماء دین اور عارفین نے روایاتِ تاریخ کو تحقیق کی سان پر پرکھ کر حسین ابن منصورؒ کو عارف باللہ اور فنافی اللہ کے بلند مقام پر فائز پایا ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے انہی تحقیقات پر روشنی ڈالی تو حسین بن منصورؒ کی آزمائش کو امت مسلمہ کے عظیم محسن امام احمد بن حنبلؒ کی آزمائش کی مماثل بتایا ہے۔ اس حقیقت کی وضاحت کی غرض سے حکیم الامتؒ نے حسین بن منصورؒ کے بارے میں جس قدر مواد و تاریخی روایات اور تحقیقی اشارات کی صورت میں جو کچھ صحیح سند سے میسر آسکا سب کو جمع کیا اور اپنے خادمِ خاص حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کو اس جمع شدہ مواد کی روشنی میں شیخ فنافی اللہ حسین بن منصور حلاّجؒ کی ایسی مکمل سوانح حیات مرتب کرنے کا حکم فرمایا جس میں حسین بن منصور حلاّجؒ کی جلالت و شان اور عرفان و عشقِ الٰہی کے مقام بلند کی وضاحت کے ساتھ ساتھ الزامات و اعتراضات اور شکوک و شبہات کا بھی پردہ چاک ہو جائے۔ سوانح حسین بن منصورؒ کی تکمیل ہونے کے بعد حکیم الامتؒ نے خود ہی اس سوانح کا نام "القول المنصور فی ابن منصور" تجویز فرمایا۔ اس تحریر کا تاریخی مواد اور روایات و اشارات کتاب "القول المنصور فی ابن منصور-سیرت

منصور حلّاج‘‘ سے لیا گیا ہے اور قارئین کے اطمینان کے لئے اُن اصل کتابوں کے حوالہ جات اور اسکین صفحات بھی پیش کیئے گئے ہیں جن کتابوں سے حکیم الامتؒ نے استفادہ کیا ہے۔

اولیاء اللہ کی باتوں کو سمجھنا ہر کسی کے بس کا کام نہیں

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں: ’’کسی غیر مقبول کے ساتھ حسنِ ظن رکھنا مضر نہیں، اور مقبول سے بالاوجہ بدگمانی کرنا مضر ہے اسکی ایسی مثال ہے کہ کسی رذیل (یعنی بے حیا، بے شرم، بے غیرت، کم ذات) کے ساتھ شریفوں جیسا معاملہ کرنا بُرا نہیں لیکن کسی شریف کے ساتھ رذیلوں جیسا برتاؤ بہت ہی بُرا ہے‘‘۔(القول المنصور فی ابن منصور-سیرت منصور حلّاج: ص ۱۷)

الإمام أبي المواهب عبد الوهاب بن أحمد بن علي الأنصاری الشافعي المشهور بالشعرانیؒ فرماتے ہیں کہ:

’’وكان الشيخ محيي الدين رضي الله عنه يقول: كثيراً مايهب على قلوب العارفين نفحات إلهية، فإن نطقوا ا جهلهم كمل العارفين وردها عليهم أصحاب الأدلة من أهل الظاهر، وغاب عن هؤلاء أن الله تعالى كماعطى أولياءه الكرامات التي هي فرع المعجزات، فلا بد أن ينطق ألسنتهم بالعبارات التي تعجز العلماء عن فهمها۔

قلت: ومن شك في هذا القول: فلينظر في كتاب المشاهد للشيخ محيي الدين؛ أو كتاب الشعائر لسيدي محمد، أو في كتاب خلع النعلين لابن قسي، أوكتاب عنقاء مغرب لابن العربي، فإن أكبر العلماء لا يكاد يفهم منه معنى مقصوداً لقائله أصلاً، بل خاص بمن دخل مع ذلك المتكلم حضرة القدس، فإنهلسان قدسي لا يعرفه إلا الملائكة، أو من تجرد عن هيكل البشرية، أو أصحاب الكشف الصحيح‘‘۔ ’’شیخ محی الدینؒ(ابن عربی) کا ارشاد ہے کہ بسا اوقات قلوب عارفین پر تجلیاتِ الٰہیہ کی ہوائیں چلتی ہیں۔ اگر وہ ان کو زبان سے بیان کردیں تو بعض دفعہ عارفین کاملین بھی انکو نہیں سمجھتے اور اہل ظاہر تو ردہی کردیتے ہیں۔ مگر ان لوگوں کے ذہن سے یہ بات اس وقت غائب ہوجاتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو کرامات عطا فرمائی ہیں جو معجزات کی فرع ہیں تو اس میں کیا تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ انکی زبانوں کو ایسی عبارات بھی عطا فرمائیں جن کے سمجھنے سے علماء عاجز ہوجائیں، انتہیٰ جس کو اس قول میں شک ہو وہ شیخ ابن عربی کی کتاب المشاھد یا سیدی محمدی کی کتاب الشعائر یا ابن قسی کی کتاب خلع النعلین یا شیخ ابن عربی کی کتاب عنقاء مغرب مطالعہ کرے، کہ بڑے بڑے علماء ان کا مطلب نہیں سمجھ سکتے، ان کا مطلب وہی سمجھ سکتا ہے جو اس متکلم کے ساتھ بارگاہِ قدس میں داخل ہوا ہو کیونکہ یہ قدسی زبان ہے جسکو ملائکہ ہی سمجھ سکتے ہیں یا وہ جو بشریت کی قید سے خلاصی پاچکے، یا وہ جن کو کشفِ صحیح عطا ہوا ہے‘‘۔(الطبقات الکبریٰ اللشعرانی: ج ۱، ص ۲۹-۲۸)

يستدعي معرفة جميع طرق أهل اللسان من سائر قبائل العرب في حقائقها ومجازاتها واستعاراتها، ومعرفة دقائق التوحيد وغوامضه إلى غير ذلك مما هو متعذر جدا على أكابر علماء عصرنا فضلاً عن غيرهم.

وإذا كان الإنسان يعجز عن تحرير معتقده في عبارة، فكيف يحرر اعتقاد غيره من عبارته فما بقي الحكم بالتكفير إلا لمن صرح بالكفر واختاره دينا، وجحد الشهادتين وخرج عن دين الإسلام جملة وهذا نادر وقوعه، فالأدب الوقوف عن تكفير أهل الأهواء والبدع والتسليم للقوم في كل شيء قالوه مما يخالف صريح النصوص. اهـ. كلام السبكي.

قلت: وقد أخبرني شيخنا الشيخ أمين الدين إمام جامع الغمري بمصر المحروسة أن شخصا وقع في عبارة موهمة للتكفير فأفتى علماء مصر بتكفيره.

فلما أرادوا قتله قال السلطان جقمق هل بقي أحد من العلماء لم يحضر؟

فقالوا نعم الشيخ جلال الدين المحلي شارح المنهاج.

فأرسل وراءه فحضر فوجد الرجل في الحديد بين يدي السلطان.

فقال الشيخ ما لهذا؟ فقالوا كفر.

فقال ما مستند من أفتى بتكفيره فبادر الشيخ صالح البلقيني وقال قد أفتى والدي شيخ الإسلام الشيخ سراج الدين في مثل ذلك بالتكفير.

فقال الشيخ جلال الدين رضي الله عنه: يا ولدي أتريد أن تقتل رجلاً مسلما موحدا يحب الله ورسوله بفتوى أبيك خلوا عنه الحديد فجردوه وأخذه الشيخ جلال الدين بيده وخرج والسلطان ينظر فما تجرأ أحد يتبعه رضي الله عنه.

وكان الشيخ محيي الدين رضي الله عنه يقول كثيرا: ما يهب على قلوب العارفين نفحات إلهية، فإن نطقوا بها جهلهم كمل العارفين، وردها عليهم أصحاب الأدلة من أهل الظاهر وغاب عن هؤلاء أن الله تعالى كما أعطى أولياءه الكرامات التي هي فرع المعجزات فلا بدع أن ينطق ألسنتهم بالعبارات التي يعجز العلماء عن فهمها. اهـ.

قلت: ومن شك في هذا القول فلينظر في كتاب المشاهد للشيخ محيي الدين، أو كتاب الشعائر لسيدي محمد، أو في كتاب خلع النعلين لابن قسي، أو كتاب عنقاء

- ٢٩ -

مغرب لابن العربي فإن أكبر العلماء لا يكاد يفهم منه معنى مقصودا لقائله أصلا بل خاص بمن دخل مع ذلك التكلم حضرة القدس فإنه لسان قدسي لا يعرفه إلا الملائكة أو من تجرد عن هيكل البشرية أو أصحاب الكشف الصحيح.

وكان الشيخ عز الدين بن عبد السلام رضي الله عنه يقول بعد اجتماعه على الشيخ أبي الحسن الشاذلي، وتسليمه للقوم: من أعظم الدليل على أن طائفة الصوفية قعدوا على أعظم أساس الدين ما يقع على أيديهم من الكرامات والخوارق ولا يقع شيء من ذلك قط لفقيه إلا أن سلك مسلكهم كما هو مشاهد.

وكان الشيخ عز الدين رضي الله عنه قبل ذلك ينكر على القوم ويقول هل لنا طريق غير الكتاب والسنة؟ فلما ذاق مذاقهم وقطع السلسلة الحديد بكراسة الورق صار يمدحهم كل المدح. ولما اجتمع الأولياء والعلماء في وقعة الإفرنج بالمنصورة، قريبا من ثغر دمياط جلس والشيخ عز الدين مكين الدين الأسمر. والشيخ تقي الدين بن دقيق العيد وأضرابهم وقرأت عليهم رسالة القشيري وصار كل واحد يتكلم إذ جاء الشيخ أبو الحسن الشاذلي رضي الله عنه فقالوا له نريد أن تسمعنا شيئا من معاني هذا الكلام.

فقال أنتم مشايخ الإسلام وكبراء الزمان وقد تكلمتم فما بقي لكلام مثلي موضع فقالوا له لا بل تكلم، فحمد الله وأثنى عليه وشرع يتكلم فصاح الشيخ عز الدين من داخل الخيمة وخرج ينادي بأعلى صوته هلموا إلى هذا الكلام القريب العهد من الله تعالى فاسمعوه.

قال اليافعي رضي الله عنه في كتابه (روض الرياحين): والعجب كل العجب ممن ينكر كرامات الأولياء، وقد جاءت في الآيات الكريمات والأحاديث الصحيحات والآثار المشهورات والحكايات المستفيضات حتى بلغت في الكثرة مبلغا يخرج عن الحصر

ثم قال رضي الله عنه: والناس في إنكار الكرامات على أقسام: منهم من ينكرها مطلقا وهم أهل مذهب معروفون وعن التقوى مصروفون قال بعضهم هم المجسمة. ومنهم من يصدق بكرامات من مضى ويكذب بكرامات أهل زمانه فهؤلاء كما قال سيدي أبو الحسن الشاذلي رضي الله عنه كبني إسرائيل صدقوا بموسى حين لم يروه وكذبوا بمحمد ﷺ حين رأوه، مع أن محمدا ﷺ أعظم من موسى وإنما ذلك حسدا منهم وعدوانا وشقاء منهم.

"ہمارے زمانے میں حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ کی کتاب آب حیات کا مطالعہ کرنے کے باوجود اردو زبان میں ہونیکے بڑے بڑے علماء اسکے سمجھنے سے قاصر ہیں نیز حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب دہلویؒ شہید کی کتاب عتقات اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی کتاب تفہیماتِ الٰہیہ کا مطالعہ کیا جائے کہ اکثر اہل علم انکے بہت سے مقامات نہیں سمجھ سکتے"۔ (القول المنصور فی ابن منصور- سیرت منصور حلّاج: ص ۱۷)

اہل علم کے مندرجہ بالا اقوال سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اولیاء اللہ کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات کو سمجھنا ہر انسان کے بس کا کام نہیں ہے۔ اور اسی ناسمجھی کے سبب اولیاء اللہ و جماعت صوفیہ پر لعن وطعن ہر دور میں ہوئی ہے۔ ذوالنون مصریؒ اور ابویزید بسطامیؒ کے وقت سے آج تک ہر زمانے میں یہ لعن طعن برابر ہوتی رہی ہے، بلکہ سیدی ابراہیم دسوقیؒ نے نقل کیا ہے کہ بعض لوگوں نے تو صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت پر طعن کیا ہے۔ کسی کو ریاء کار کہا، کسی کو منافق۔ چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نماز بہت خشوع سے پڑھتے تھے، تو بعض لوگ ان کو معاذ اللہ ریاء کار کہتے تھے۔ یعنی ہر دور میں ایسے کم فہم لوگ رہے ہیں جنہوں نے اہل اللہ کی مخالفت کی ہے، جس کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے: "وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً أَتَصْبِرُونَ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيرًا"۔ "اور ہم نے تمہیں ایک دوسرے کے لیے آزمائش بنایا، کیا تم ثابت قدم رہتے ہو، اور تیرا رب سب کچھ دیکھنے والا ہے"۔ [سورۃ الفرقان: ۲۰]

الإمام أبي المواهب عبد الوهاب بن أحمد بن علي الأنصاري الشافعي الشعرانیؒ نے اپنی کتاب الطبقات الکبریٰ للشعرانی میں ان واقعات کو تفصیل سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

۱۔ سہل بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو ان کے وطن سے نکالا گیا۔ انکی طرف بہت سی بُری بُری باتیں منسوب کی گئیں۔ کافر تک کہا گیا۔ چنانچہ وہ اپنے وطن سے بصرہ آئے اور مرتے دم تک وہیں رہے، حالانکہ علم و معرفت و مجاہدات میں بڑے درجہ پر تھے۔

۲۔ شیخ ابو الحسن حصری رضی اللہ عنہ پر بھی کفر کا حکم لگایا گیا۔ ان کے کچھ الفاظ ایک محضر میں لکھ کر قاضی القضاۃ کے سامنے پیش کیئے گئے۔ قاضی نے ان کو بلایا اور ان سے گفتگو کی، نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو جامع مسجد میں بیٹھنے (اور حلقہ قائم کرنے) سے روک دیا گیا۔

۳۔ امام غزالیؒ کی بھی تکفیر کی گئی اور انکی کتاب احیاء کو جلایا گیا، امام غزالیؒ پر انکار کرنے اور کتاب کے جلانے کا فتویٰ دینے والوں میں قاضی عیاض اور ابن رشدؒ بھی تھے۔

۴۔ ابویزید بسطامیؒ کو سات مرتبہ ان کے شہر سے جلاء وطن کیا گیا۔

۵۔ اسی طرح علماء اخمیم نے ذوالنون مصریؒ کے خلاف شور و شغب کیا اور کشتی میں سوار ہو کر سلطان مصر کی طرف چلے، تاکہ ذوالنونؒ کے کفر پر شہادت دیں، اُن کو اسکا علم ہوا، تو فرمایا اے اللہ اگر یہ لوگ جھوٹے ہوں، تو انہیں غرق کر دیجیئے، چنانچہ کشتی لوٹ گئی اور لوگوں کی نظروں کے سامنے سب غرق ہوگئے۔ ذوالنون مصریؒ کی شکایت بعض حکام تک پہنچائی گئی، تو ان کو بغداد تک اس صورت سے لایا گیا کہ گلے میں طوق تھا اور پیروں میں بیڑیاں، جب خلیفہ نے ان سے گفتگو کی تو ان کے کلام کی صولت و شوکت سے متاثر ہو کر بے ساختہ کہنے لگا۔ اگر یہ زندیق ہے تو روئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں۔

۶۔ سمنون محب کو بھی بڑی مصیبت کا سامنا ہوا تھا۔ خلیفہ نے ان کی اور ان کے اصحاب کی گردن مارنے کا حکم دیا تھا، جسکی وجہ سے یہ حضرات برسوں روپوش رہے۔

۷۔ علماء نے شیخ ابو سعید فرازؒ کی بعض الفاظ کی بناء پر جو ان کے مکتوبات میں پائے گئے تھے تکفیر کی۔

۸۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے علم توحید پر تقریر کی تو لوگوں نے ان کے خلاف شہادت دی پھر انھوں نے فقہ میں (مشغولی اختیار کرکے) اپنے کو چھپایا، حالانکہ ان کا درجۂ علم وجلالت مقام معلوم ہے۔

۹۔ شیخ ابن ابی جمرہؒ نے جب یہ فرمایا کہ مجھے بیداری میں رسول اللہ ﷺ سے شرفِ اجتماع حاصل ہوتا ہے۔لوگوں نے ان کے خلاف ایک مجلس منعقد کی جسکے بعد وہ اپنے گھر سے باہر نہیں نکلتے تھے۔ صرف جمعہ کے لئے گھر سے باہر آتے تھے اور مرتے دم تک یہی حال رہا۔

۱۰۔ مقام رے کے زہاد وصوفیہ نے شیخ یوسف بن الحسین پر انکار کیا اور ان کو عظائم امور سے متہم کیا، مگر انھوں نے کسی کی پرواہ نہ کی کیونکہ وہ اپنی حالت میں متمکن تھے۔

۱۱۔ امام سبکیؒ کے متعلق بارہا کفر کی شہادت قائم کی گئی۔ باوجودیکہ ان کا علم و عمل بہت کامل تھا۔ بڑے مجاہدہ کرنے والے اور کامل متبع سنت تھے۔

۱۲۔ اسی طرح بہت سے علماء صوفیہ کو ابتلاء پیش آیا ہے۔ آئمہ اربعہ امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ وغیرہم کے ابتلاءات مشہور اور کتب مناقب میں مسطور ہیں۔ (الطبقات الکبریٰ اللشعرانی: ج۱، ص۳۵-۳۰؛ اردو ترجمہ: ص۷۵-۷۰)

- ٢٠ -

ومنهم من يصدق بأن لله تعالى أولياء من أهل زمانه ولكن لا يصدق بأحد معين فهذا محروم من الإمدادات، لأن من لم يسلم لأحد معين لا ينتفع بأحد أبدا نسأل الله العافية قال فإن قيل إن هذه الكرامات تشبه السحر فإن سماع الإنسان الهواتف في الهواء وسماع النداء في بطنه، وطي الأرض له، وقلب الأعيان، ونحو ذلك غير معهود في الحس أنه صحيح إنما يظهر ذلك من أهل السيمياء والنار نجات فالجواب ما أجاب به المشايخ العارفون والعلماء المحققون في الفرق بين الكرامة والسحر، أن السحر يظهر على أيدي الفساق والزنادقة والكفار الذين هم على غير شريعة.

وأما الأولياء ﷺ فإنما وصلوا إلى ذلك بكثرة اجتهادهم واتباعهم للسنة حتى بلغوا فيها الدرجة العليا فافترقا، قال رضي الله تعالى عنه: ثم إن كثيرا من المنكرين لو رأوا أحدا من الأولياء والصالحين يطير في الهواء لقالوا هذا سحر واستخدامات للجن والشياطين ولا شك أن من حرم التوفيق كذب بالحق عيانا وحسا فكيف حال هذا في تصديقه بالغيبات التي أمر الله تعالى بالإيمان بها فربما زلت به القدم فخسر الدارين لأنه إذا أنكر المحسوسات فبالحقيق إنكاره للغيبات.

وقد كان الإمام الشافعي ﷺ يقول الإنكار فرع من النفاق.

قلت: وذلك لأن المنافقين لو لم ينكروا على محمد ﷺ لآمنوا به ظاهرا وباطنا ثم قال اليافعي ﷺ فواعجبا كيف ينسب السحر وفعل الشياطين إلى الأولياء المقربين والأبرار الصالحين المتطهرين من الصفات المذمومة المتحلين بالصفات المحمودة المعرضين عن كل شيء يشغلهم عن ربهم ﷻ.

فإياك يا أخي بعد إطلاعك على ما بينته لك في هذه المقدمة من علو شأن الله ﷻ من أهل عصرك وغيرهم أن يقوم بك داء الحسد ولا تذعن للانقياد لهم وتسمع من بعض المنكرين عليهم ما يقولونه في حقهم فيفوتك منهم خير كثير كما فاتك الخير في عدم علمك بكلامهم الذي هو كله نصح لك حين وزنته بميزان عقلك الجائر، فإن الكلام لم يزل في هذه الطائفة من عصر ذي النون المصري وأبي يزيد البسطامي إلى وقتنا هذا.

بل نقل سيدي إبراهيم الدسوقي ﷺ أنهم تكلموا في جماعة من الصحابة ونسبوهم إلى الرياء والنفاق، منهم الزبير ﷺ كان كثير الخشوع في الصلاة وكان

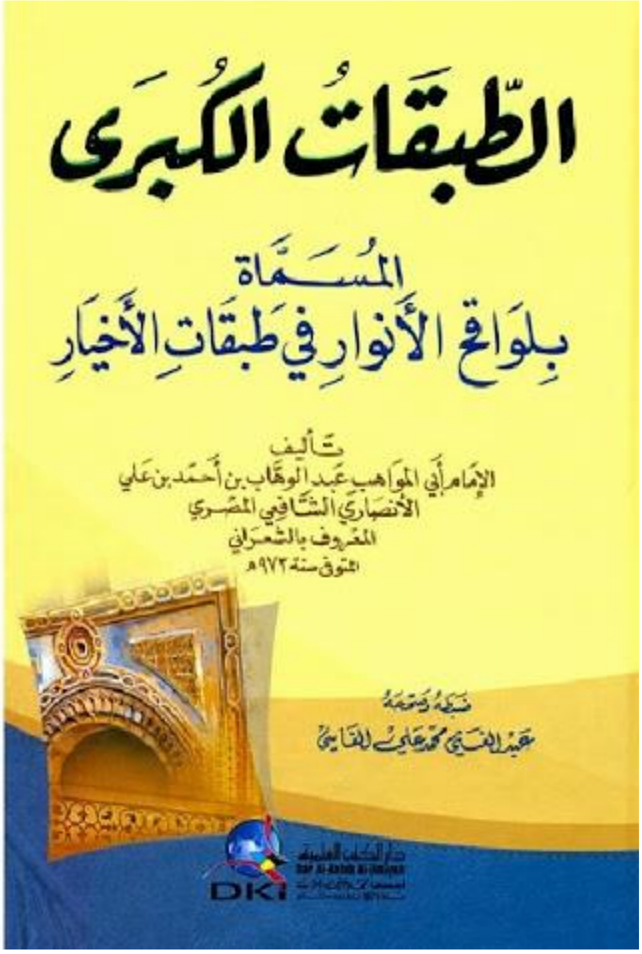

بعضهم يقول إنما هو مراء فبينما الزبير رضي الله عنه ساجد إذ صبوا على وجهه ورأسه ماء حارًا فكشط وجهه وهو لا يشعر فلما فرغ من صلاته وصحا قال ما هذا فأخبروه فقال رضي الله عنه غفر الله تعالى لهم ما فعلوا ومكث زمانا يتألم من وجهه.

قلت: ودليل هذا كله قوله تعالى: ﴿ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً أَتَصْبِرُونَ ۗ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيرًا ﴾ (1) وكل ولي له من تلك الفتنة الحظ الوافر وذلك لأن الابتلاء لما كان شرفًا جمع الله تعالى لخواص هذه الأمة من البلايا والمحن جميع ما كان متفرقًا في الأمم السالفة لعلو درجتهم عنده.

ونقل الثقات عن أبي يزيد البسطامي رضي الله عنه أنهم نفوه من بلده سبع مرات فإنه لما رجع إلى بسطام من سفرته وتكلم بعلوم لا عهد لأهل بلده بها من مقامات الأنبياء والأولياء، أنكر ذلك الحسين بن عيسى البسطامي إمام ناحيته والمدرس بها في علم الظاهر، وأمر أهل بلده أن يخرجوا أبا يزيد من بسطام فأخرجوه ولم يعد إليها إلا بعد موت حسين المذكور.

ثم بعد ذلك ألفه الناس وعظموه وتبركوا به ثم لم يزل يقوم له قائم بعد قائم وهو ينفي ثم استقر أمره على تعظيم الناس له والتبرك به إلى وقتنا هذا وكذلك وقع لذي النون المصري رضي الله عنه أنهم وشوا به إلى بعض الحكام وحملوه من مصر إلى بغداد مغلولاً مقيدا فكلم الخليفة فأعجبه فقال إن كان هذا زنديقا فما على وجه الأرض مسلم كما سيأتي في ترجمته.

وكذلك وقع لسمنون المحب رضي الله عنه محنة عظيمة وادعت عليه امرأة كانت تهواه وهو يأبى أنه يأتيها في الحرام هو وجماعة من الصوفية وامتلأت المدينة بذلك ثم إن الخليفة أمر بضرب عنق سمنون وأصحابه فمنهم من هرب ومنهم من توارى سنين حتى كف الله عنهم ذلك.

وكذلك وقع أنهم رموا أبا سعيد الخراز وأفتى العلماء بتكفيره بألفاظ وجدوها في كتبه منها لو قلت من أين وإلى أين لم يكن جوابي غير الله مع ألفاظ أخر. وتعصب مرة فقهاء أخميم على ذي النون المصري رضي الله عنه ونزلوا في زورق ليمضوا إلى السلطان بمصر ليشهدوا عليه بالكفر فأعلموه بذلك فقال اللهم إن كانوا كاذبين فأغرقهم

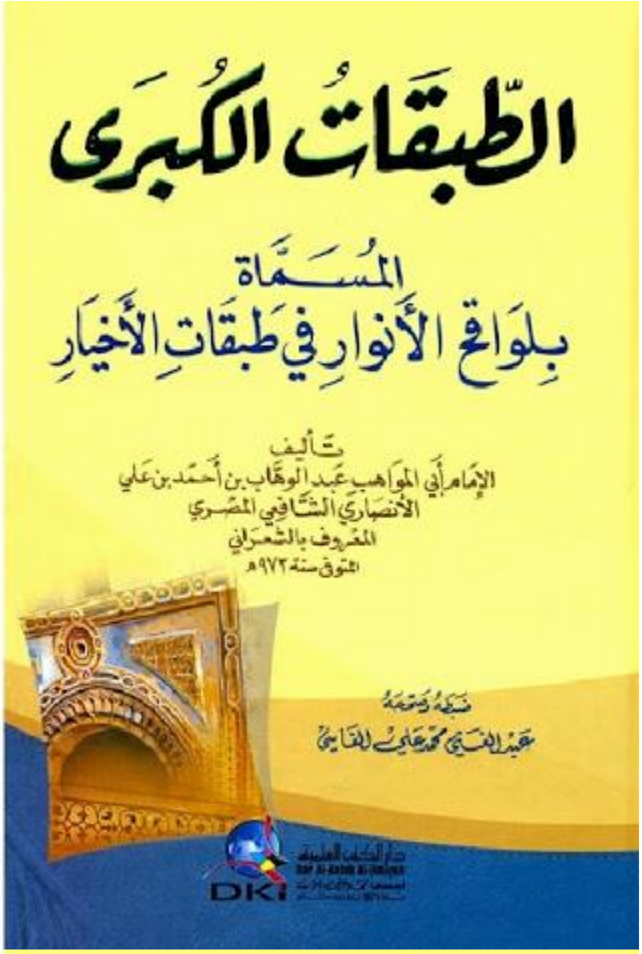

فانقلب الزورق والناس ينظرون فغرقوا حتى رئيس المركب فقيل له ما بال الرئيس؟ فقال قد حمل الفساق.

وأخرجوا سهل بن عبد الله رضي الله عنه من بلده إلى البصرة ونسبوه إلى قبائح وكفروه ولم يزل بالبصرة إلى أن مات بها هذا مع علمه ومعرفته واجتهاده وذلك أنه كان يقول التوبة فرض على العبد في كل نفس فتعصب عليه الفقهاء في ذلك لا غير. وقتل حسين الحلاج بدعوة عمرو بن عثمان المكي وذلك أنه كان عنده جزء فيه علوم الخاصة من القوم فأخذه الحسين فقال عمرو من أخذ هذا الكتاب قطعت يداه ورجلاه فكان كذلك وإنما كان بتكفيره تسترا على دعوة عمرو كما سيأتي عن ابن خلكان.

وشهدوا على الجنيد رضي الله عنه حين كان يقرر في علم التوحيد ثم إنه تستر بالفقه واختفى مع علمه وجلالته وأخرجوا محمد بن الفضيل البلخي رضي الله عنه بسبب المذهب كما سيأتي في ترجمته وذلك أن مذهب أصحاب الحديث فقالوا له لا يجوز لك أن تسكن في بلدنا فقال لا أخرج حتى تجعلوا في عنقي حبلاً وتمروا بي على أسواق المدينة وتقولوا هذا مبتدع نريد أن نخرجه، ففعلوا به كذلك وأخرجوه.

فالتفت إليهم وقال نزع الله تعالى من قلوبكم معرفته فلم يخرج بعد دعائه قط من بلخ صوفي مع كونها كانت أكثر بلاد الله تعالى صوفية، وعقدوا للشيخ عبد الله بن أبي جمرة رضي الله عنه مجلسا في الرد عليه حين قال أنا اجتمع بالنبي ﷺ يقظة فلزم بيته فلم يخرج إلا للجمعة حتى مات، وأخرجوا الحكيم الترمذي رضي الله عنه إلى بلخ حين صنف كتاب علل الشريعة وكتاب ختم الأولياء وأنكروا عليه بسبب هذين الكتابين وقالوا فضلت الأولياء على الأنبياء وأغلظوا عليه فجمع كتبه كلها وألقاها في البحر فابتلعتها سمكة سنين ثم لفظتها، وانتفع الناس بها وأنكر زهاد الراز وصوفيتها على يوسف بن الحسين وتكلموا فيه ورموه بالعظائم إلى أن مات لكنه لم يبال بهم لتمكنه رضي الله عنه.

وأخرجوا أبا الحسن البوشنجي وأنكروا عليه وطردوه إلى نيسابور فلم يزل بها إلى أن مات، وأخرجوا أبا عثمان المغربي من مكة مع مجاهداته وتمام علمه وحاله وطاف به العلوية على جمل في أسواق مكة بعد ضربه على رأسه ومنكبيه فأقام ببغداد ولم يزل بها إلى أن مات. وشهدوا على السبكي بالكفر مرارًا مع تمام علمه وكثرة

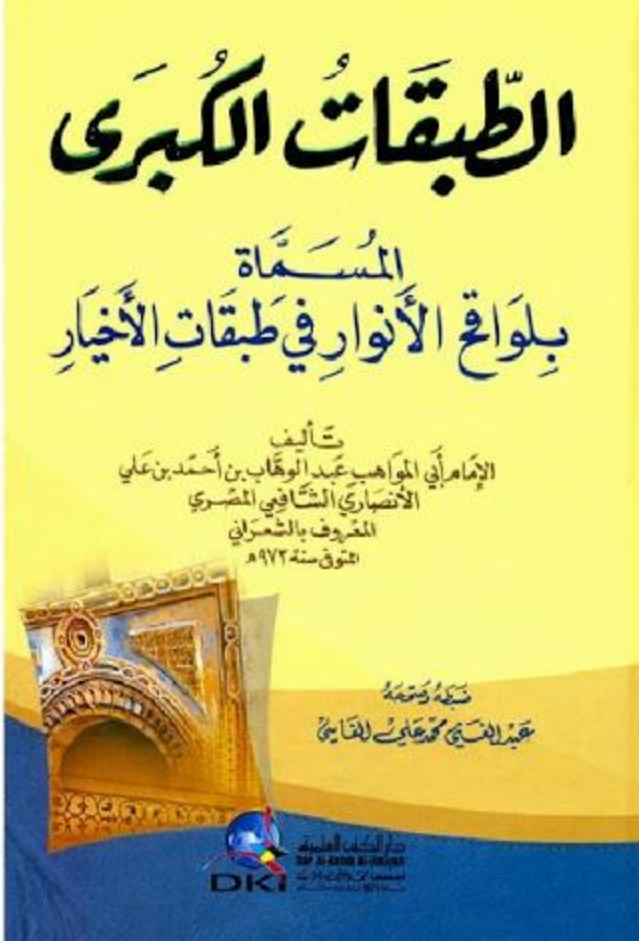

مجاهداته واتباعه للسنة إلى حين وفاته حتى إن من كان يحبه شهد عليه بالجنون طريقًا لخلاصه فأدخلوه البيمارستان.

وقال فيه أبو الحسن الخوارزمي أحد مشايخ بغداد إن لم يكن لله جهنم فإنه يخلق جهنمًا بسبب السبكي أي يخلقها الله للذين آذوه وأنكروا عليه وكفروه بالباطل هذا معنى قول أبي الحسن بدليل قوله عقب ذلك وإن لم يدخل السبكي الجنة فمن يدخلها.

وقال أهل المغرب على الإمام أبي بكر النابلسي مع فضله وعلمه وزهده واستقامة طريقه وتصدره للأمر بالمعروف والنهي عن المنكر فأخرجوه من المغرب مقيدًا إلى مصر وشهدوا عليه عند السلطان ولم يرجع عن قوله فأخذ وسلخ وهو حي وقيل إنه سلخ وهو منكوس وهو يقرأ القرآن فكاد أن يفتتن به الناس فرفعوا الأمر إلى السلطان فقال اقتلوه ثم اسلخوه. وأخرجوا الشيخ أبا مدين المغربي ﷺ من بجاية كما سيأتي في ترجمته وأخرجوا أبا القاسم النصراباذي ﷺ من البصرة وأنكروا عليه كلامه وأحواله فلم يزل بالحرم إلى أن مات مع صلاحه وزهده وورعه وإتباعه للسنة.

وأخرجوا أبا عبد الله الشجري صاحب أبي حفص الحداد قام عليه أبو عثمان الحيري وهجره وأمر الناس بهجره حين رفع الناس قدره على أبي عثمان وأقبلوا عليه وشهدوا على أبي الحسن الحصري ﷺ بالكفر وحكوا عنه ألفاظًا كتبت في درج وحمل إلى أبي الحسن قاضي القضاة فاستحضره القاضي وناظره في ذلك ومنعه من القعود في الجامع حتى مات وتكلموا في ابن سمنون وغيره بالكلام الفاحش حتى مات ثم لم يحضروا له جنازة مع علمه وجلالته وتكلموا في الإمام أبي القاسم بن جميل العطائم إلى أن مات ولم يتزلزل عما هو عليه من الاشتغال بالعلم والحديث وصيام الدهر وقيام الليل وزهده في الدنيا حتى لبس الحصير ﷺ.

وكان أبو بكر التلمساني يقول كان أبو دانيال يحط على الجنيد وعلى رويم وسمنون وابن عطاء ومشايخ العراق وكان إذا سمع أحدًا يذكرهم بخير تغيظ وتغير.

ما الحلاج فإنه كان من القوم وهو الصحيح فلا يخفى محنته وإن كان من غير الف فلا كلام لنا فيه وقد اختلف الناس فيه اختلافًا كثيرًا قال ابن خلكان في ن وإنما سمي بالحلاج لأنه جلس على دكان حلاج وبها مخزن قطن غير محلوج

فذهب صاحب الدكان في حاجته فرجع فوجد القطن كله محلوجا فسمي حلاجا وكان ﷺ يأتي بفاكهة الصيف في الشتاء وعكسه ويمد يده في الهواء فيردها مملوءة دراهم يسميها دراهم القدرة.

قال ابن خلكان: وأما سبب قتله لم يكن عن أمر موجب للقتل إنما عمل عليه الوزير حين أحضروه إلى مجلس الحكم مرات ولم يظهر منه ما يخالف الشريعة فقال لجماعة هل له مصنفات؟ فقالوا نعم فذكروا أنهم وجدوا له كتابًا فيه أن الإنسان إذا عجز عن الحج فليعمد إلى غرفة من بيته فيطهرها ويطيبها ويطوف بها ويكون كمن حج البيت والله أعلم إن كان هذا القول عنه صحيحًا فطلبه القاضي فقال هذا الكتاب تصنيفك؟، فقال نعم، فقال له أخذته عمن؟ فقال عن الحسن البصري ولا يعلم الحلاج ما دسوه عليه، فقال له القاضي كذبت يا مراق الدم ليس في كتب الحسن البصري شيء من ذلك.

فلما قال القاضي: يا مراق الدم مسك الوزير هذه الكلمة على القاضي قال: هذا فرع عن حكمك بكفره. وقال للقاضي: أكتب خطك بالتكفير فامتنع القاضي فألزمه الوزير بذلك فكتب فقامت العامة على الوزير فخاف الوزير على نفسه فكلم الخليفة بذلك فأمر بالحلاج وضرب ألف سوط فلم يتأوه وقطعت يداه ورجلاه وصلب ثم أحرق بالنار ووقع الاختلاف فيه بين الناس أهو الذي صلب أم رفع كما وقع في عيسى عليه الصلاة والسلام.

وأفتوا بتكفير الإمام الغزالي ﷺ وأحرقوا كتابه الإحياء ثم نصره الله تعالى عليهم وكتبوه بماء الذهب، وكان من جملة من أنكر على الغزالي وأفتى بتحريق كتابه القاضي عياض وابن رشد. فلما بلغ الغزالي ذلك دعا على القاضي فمات فجأة في الحمام يوم الدعاء عليه. وقيل إن المهدي هو الذي أمر بقتله بعد أن ادعى عليه أهل بلده بأنه يهودي لأنه كان لا يخرج يوم السبت لكونه كان يصنف في كتاب الشفاء يوم السبت فقتله المهدي لأجل دعوة الغزالي.

وأخرجوا أبا الحسن الشاذلي ﷺ من بلاد المغرب بجماعته ثم كاتبوا نائب الإسكندرية بأنه سيقدم عليكم مغربي زنديق وقد أخرجناه من بلادنا فالحذر من الاجتماع عليه، فجاء الشيخ إلى الإسكندرية فوجد أهلها كلهم يسبونه ثم وشوا به إلى

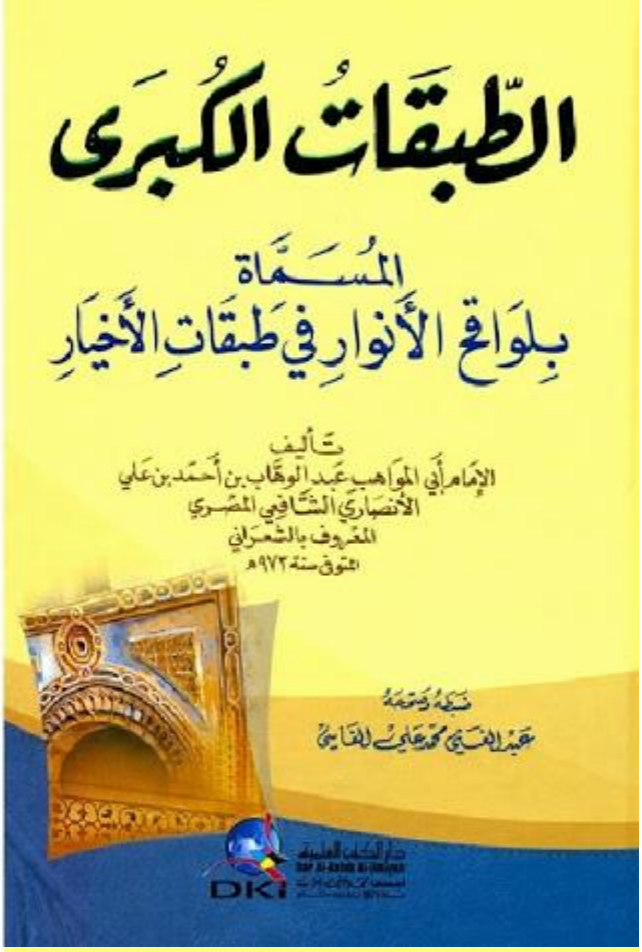

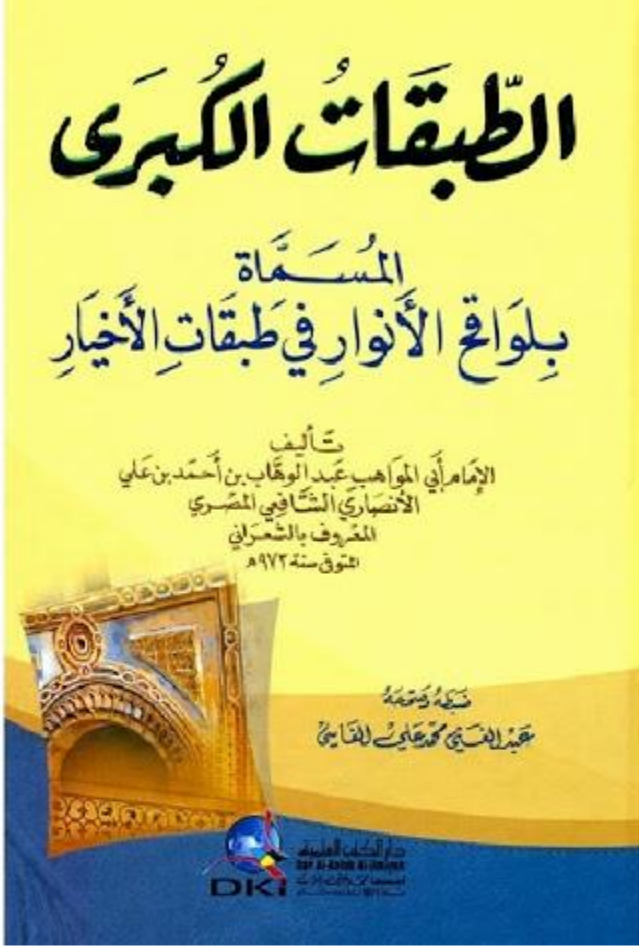

السلطان ولم يزل في الأذى حتى حج بالناس في سنين كان الحج فيها قد قطع من كثرة القطاع في طريقه فاعتقده الناس.

ورموا الشيخ أحمد بن الرفاعي بالزندقة والإلحاد وتحليل المحرمات كما سيأتي في ترجمته. وقتلوا الإمام أبا القسم بن قسي وابن برجان والخولي والرجاني، مع كونهم أئمة يقتدى بهم وقام الحساد عليهم فشهدوا عليهم بالكفر، فلم يقتلوا فعملوا عليهم الحيلة، وقالوا للسلطان إن البلاد قد خطبت لابن برجان في نحو مائة بلدة وثلاثين فأرسل له من قتله وقتل جماعته.

وأما الشيخ محيي الدين بن العربي، وسيدي عمر بن الفارض رضي الله عنهما فلم يزل المنكرون ينكرون عليهما إلى وقتنا هذا. وعقدوا للشيخ عز الدين بن عبد السلام مجلسا في كلمة قالها في العقائد وحرضوا السلطان عليه، ثم حصل له اللطف.

وحسدوا شيخ الإسلام تقي الدين ابن بنت الأعز وزوروا عليه كلاما للسلطان فرسم بشنقه ثم تداركه اللطف وذلك أن الملك الظاهر بيبرس قد كان انقاد له انقيادا كليا حتى كان لا يفعل شيئا إلا بمشاورته فمشى الحساد بينهما بالكلام حتى زينوا للسلطان في مسألة يقول فيها الحنفية إنها صواب وما عليه الشافعية خطأ فعارضه الشيخ تقي الدين فانتصر بعض الحساد للسلطان ونصروه على الشيخ وكان لا يحكم في مصر في ذلك الزمان إلا بقول الشافعي ﷺ فولى السلطان بيبرس القضاة الأربعة من تلك الوقعة فلم يزالوا إلى عصرنا هذا.

وانكروا على الشيخ عبد الحق بن سبعين وأخرجوه من بلاد المغرب وارسلوا نجابا بدرج مكتوب أمامه يحذرون أهل مصر منه وكتبوا فيه أنه يقول أنا هو وهو أنا. ومحن الأئمة كأبي حنيفة ومالك والشافعي وأحمد وأضرابهم مشهورة في كتب المناقب.

فانظر يا أخي ما جرى لهؤلاء الأئمة من المتقدمين والمتأخرين وخذ لنفسك أسوة فيما تقع فيه من المحن والله أعلم. ولنشرع الآن في مقصود الكتاب فنقول وبالله التوفيق.

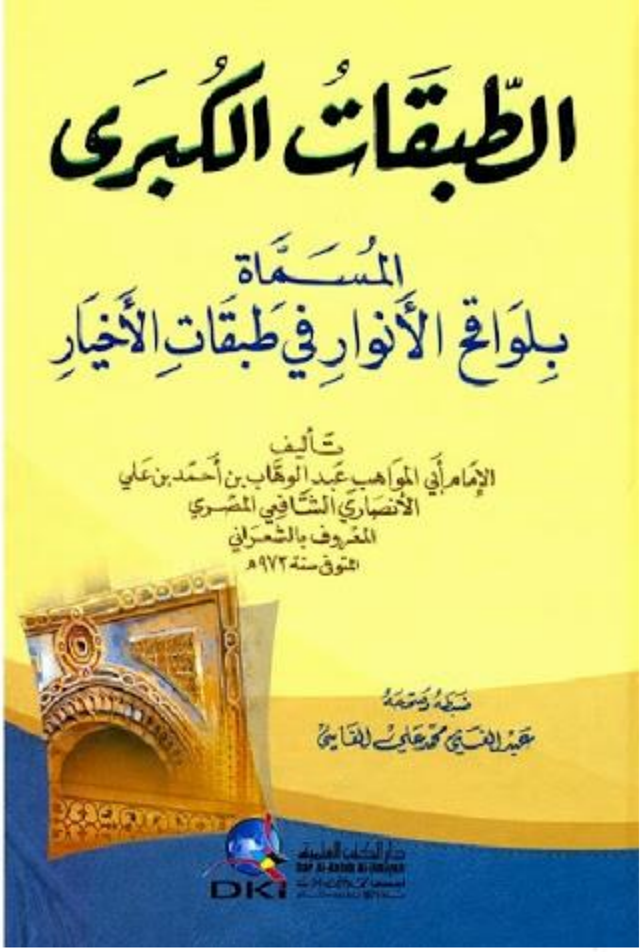

کرامت اور جادو کے فرق میں دیا ہے اور وہ یہ کہ جادو تو فاسقوں بے دینوں اور کافروں کے ہاتھوں ظاہر ہوتا ہے جو کہ شریعت سے محروم ہیں۔ رہے اولیاء اللہ رضی اللہ عنہم تو وہ اس مقام تک اپنے مجاہدوں کی کثرت اور سنت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی وجہ سے پہنچے یہاں تک کہ وہ بہت اونچے مقام پر فائز ہوئے پس دونوں میں بہت فرق ہے۔

امام یافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر بہت سے منکرین اگر اولیاء اللہ میں سے کسی کو ہوا میں پرواز کرتا ہوا بھی دیکھ لیں تو کہیں گے کہ یہ جادو ہے اور جنوں اور شیطانوں سے کام لیا گیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جو توفیق الٰہی سے محروم ہو وہ آنکھوں کے سامنے موجود ہونے کے باوجود حق کی تکذیب کرتا ہے۔ تو اس کا ان غیبوں کی تصدیق کے بارے میں کیا حال ہوگا جن پر ایمان لانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے تو اکثر اس کے قدم پھسلتے ہیں اور وہ دونوں جہانوں میں خائب و خاسر رہتا ہے کیونکہ جب اس نے محسوسات کا انکار کر دیا تو غائب حقائق کا انکار بطریق اولیٰ کرے گا۔

انکار منافقت کی شاخ ہے

امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ انکار کرنا منافقت کی شاخ ہے اس کی وضاحت میں میں کہتا ہوں کہ یہ اس لئے کہ منافقین اگر حضور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض و انکار نہ کرتے تو آپ پر ظاہراً باطناً ایمان لے آتے۔

پھر امام یافعی نے فرمایا کس قدر حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ جادو اور شیاطین کے کاموں کو مقربین بارگاہ اولیاء اللہ بری صفات سے پاک صاف نیکو کاروں عند اللہ پسندیدہ صفات سے مزین لوگوں اور اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے والی ہر شے سے منہ موڑنے والے اہل اللہ کی طرف کس دیدہ دلیری سے منسوب کیا جاتا ہے۔ تو اے میرے بھائی! اس مقدمے میں میں نے تیرے سامنے تیرے ہم عصر اور دوسرے اہل اللہ کی بلند و بالا شان کا ذکر کیا ہے اس سے آگاہی حاصل کرنے کے بعد اپنے آپ کو حسد سے بچا۔ ان کے حضور سر تسلیم خم کر اور ان اہل اللہ پر اعتراض کرنے والوں کی گفتگو ہرگز نہ سننا ورنہ تو ان کی طرف سے حاصل ہونے والی خیر کثیر سے محروم رہے گا جیسا کہ تجھے ان کی کلام کا علم حاصل نہ ہونے کی وجہ سے خیر سے محرومی رہی جب کہ ان کی تمام گفتگو جب تو اپنی نفع بخش عقل کی ترازو پر تولے گا سب کی سب تیری خیر خواہی پر مبنی ہے۔ کیونکہ حضرت ذی النون مصری اور حضرت ابو یزید بسطامی کے زمانے سے لے کر ہمارے زمانے تک ان اکابر کے بارے میں لوگ باتیں کرتے رہے ہیں۔ بلکہ سیدی ابراہیم الدسوقی رضی اللہ عنہ نے نقل فرمایا کہ لوگوں نے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں بھی باتیں کی ہیں اور انہیں (معاذ اللہ) ریاء کاری اور نفاق کی طرف منسوب کیا ہے مثلاً حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نماز میں انتہائی خشوع فرماتے اور بعض لوگ کہتے کہ یہ تو ریاکار ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ سجدے میں تھے کہ لوگوں نے آپ کے چہرے اور سر پر انتہائی گرم پانی ڈال دیا۔ آپ کے چہرے کی کھال اتر گئی لیکن آپ کو معلوم تک نہ ہوا جب نماز سے فارغ ہوئے اور توجہ کی تو فرمایا یہ کیا ہے؟ پس آپ کو بتایا گیا تو آپ نے ان لوگوں کے متعلق فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کا یہ جرم معاف فرمائے اور آپ کافی عرصہ چہرے کے درد میں مبتلا رہے۔

اہل اللہ کی ابتلاء کی دلیل اور اس کے واقعات

میں کہتا ہوں کہ اس سب کی دلیل اللہ تعالیٰ کا وہ ارشاد ہے "وجعلنا بعضكم لبعض فتنة اتصبرون وكان ربك

اولیاء و صوفیائے کرام کے احوال و ملفوظات کی روشنی میں سلوک و تصوف پر مفصل تذکرہ

برکاتِ روحانی

اردو ترجمہ

طبقاتِ امام شعرانی قدس سرہ النورانی

تصنیفِ لطیف:

قطب ربانی، ہیکل صمدانی، عارف باللہ تعالیٰ

سیدی عبد الوہاب الشعرانی قدس سرہ النورانی

مترجم:

رئیس المتکلمین عالم باعمل پیر طریقت حضرت علامہ مولانا الحاج

صاحبزادہ پیر سید محمد محفوظ الحق شاہ صاحب چشتی صابری قادری

تحریک: صاحبزادہ سید محمد محمود الحق شاہ صاحب

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

١١۔ گنج بخش روڈ ۔ لاہور

بصیرا'' اور ہم نے تمہیں ایک دوسرے کے لئے آزمائش بنا دیا۔ کیا تم صبر کرو گے؟ اور آپ کا رب سب کچھ دیکھ رہا ہے اور جو ولی کو اس آزمائش کے کافی مراحل سے گذرنا پڑتا ہے اور یہ اس لئے کہ چونکہ آزمائش ایک شرف ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس امت کے خواص کے لئے وہ مصائب' تکالیف جو کہ پچھلی امتوں میں متفرق تھیں سب جمع فرما دیں کیونکہ عند اللہ ان کے درجات بہت بلند ہیں۔ اور ذمہ دار حضرات نے حضرت ابو یزید بسطامی رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا کہ لوگوں نے آپ کو آپ کے شہر سے سات مرتبہ نکالا۔ کیونکہ اپنے سفر سے جب آپ بسطام کو لوٹے تو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کے مقامات کے متعلق ان علوم کی روشنی میں گفتگو فرماتے جن کا ان لوگوں کو ادنیٰ تعارف بھی نہ تھا تو اس علاقے کے امام اور علم ظاہر کے مدرس حسین بن عیسیٰ البسطامی نے ان کا انکار کیا اور اس نے اپنے شہر والوں کو حکم دیا کہ بایزید کو بسطام سے نکال دو انہوں نے آپ کو باہر نکال دیا اور پھر آپ حسین بن عیسیٰ مذکور کے مرنے کے بعد ہی واپس لوٹے۔ بعد ازاں لوگ آپ سے مانوس ہوئے اور آپ کی تعظیم کرنے لگے اور آپ کی برکات سے مستفید ہونے لگے۔ پھر آپ کو حادثے پر حادثے پیش آتے رہے اور آپ کو شہر بدر کیا جاتا رہا آخر الامر معاملہ آپ کی تعظیم اور آپ سے برکات حاصل کرنے پر رکا اور آج تک جاری ہے۔

اسی طرح ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کے ساتھ سلوک کیا گیا۔ لوگوں نے بعض حکام کے پاس آپ کی چغلیاں کیں اور آپ کو طوق اور بیڑیاں ڈال کر مصر سے بغداد لایا گیا۔ خلیفہ وقت سے گفتگو ہوئی وہ بہت متاثر ہوا اور اس نے کہا کہ اگر یہ شخص زندیق ہے تو پھر روئے زمین پر کوئی مسلمان ہے ہی نہیں جیسا کہ آپ کے تعارف میں آئے گا۔

اسی طرح سمنون المحب رضی اللہ عنہ کو ایک سخت تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ پر ایک عورت نے دعویٰ کر دیا جو کہ آپ سے برائی چاہتی تھی لیکن آپ ہمیشہ پاک دامن رہے کہ (معاذ اللہ) آپ اور صوفیاء کی ایک جماعت اس کے ساتھ حرام کا ارتکاب کرتے ہیں۔ شہر میں اس کی شہرت عام ہو گئی۔ پھر خلیفہ از وقت نے حضرت سمنون اور آپ کے ساتھیوں کی گردنیں اڑانے کا حکم دے دیا۔ کوئی تو بھاگ گیا کوئی کئی سال چھپا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ شہران سے دور کیا۔

اسی طرح حضرت ابو سعید الخراز کو تہمت لگائی گئی اور علماء نے ان پر ان کی کتابوں میں مذکور الفاظ کی وجہ سے کفر کا فتویٰ دے دیا مثلاً ''اگر تو کہے کہ کہاں سے اور کدھر تو میرا جواب اللہ کے سوا کچھ نہیں ہو گا چند ایک اور الفاظ بھی تھے۔

اور ایک دفعہ اخمیم کے فقہاء نے تعصب کی وجہ سے ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک سکیم بنائی اور ایک کشتی میں بیٹھ کر سلطان مصر کی طرف چلے تاکہ اس کے پاس ان کے کفر کی گواہی دیں۔ آپ کو اس کی خبر دی گئی تو آپ نے دعا مانگی اے میرے اللہ اگر وہ جھوٹے ہیں تو انہیں دگرگوں کر دے۔ لوگوں کے دیکھتے دیکھتے کشتی الٹ گئی اور وہ کشتی کے ناخدا سمیت سب غرق ہو گئے آپ سے عرض کی گئی کہ ناخدا کا کیا جرم؟ فرمایا اس نے فاسقوں کو کشتی میں سوار کیا۔

اور سہل بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو ان کے شہر سے بصرہ کی طرف نکال دیا گیا اور کئی قباحتیں منسوب کی گئیں اور تکفیر کی گئی اور آپ ہمیشہ بصرہ میں ہی رہے یہاں تک کہ وہیں آپ کا وصال ہوا۔ اور یہ سب کچھ ان کے علم معرفت اور مجاہدے کے باوجود پیش آیا اور یہ اس وجہ سے کہ آپ فرماتے تھے کہ بندے پر ہر سانس کے ساتھ توبہ فرض ہے اور اسی بات پر فقہاء آپ سے تعصب کرنے لگے۔

حسین حلاج کی سزا کی مخفی وجہ

اور حسین حلاج کو عمرو بن عثمان المکی کی دعا کی وجہ سے قتل کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ آپ کے پاس ایک رسالہ تھا جس میں صوفیاء کے خاص علوم تھے۔ وہ رسالہ حسین حلاج کے ہاتھ لگ گیا۔ تو عمرو بن عثمان نے بددعا کی کہ جس نے یہ کتاب لی ہے اس کے ہاتھ اور پاؤں کٹ جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ان کی تکفیر کا واقعہ تو عمرو بن عثمان کی بددعا کو چھپانے کے لئے تھا جیسا کہ ابن خلکان کے حوالے سے آگے آئے گا۔

اور جنید بغدادی رضی اللہ عنہ پر اسی قسم کی گواہی دی گئی جب کہ آپ علم توحید میں تقریر فرماتے تھے پھر آپ نے علم فقہ کا پردہ کھڑا کر لیا اور اپنے علم اور جلالت شان کے باوجود مخفی رہے۔

محمد بن فضیل بلخی رضی اللہ عنہ کو ان کے مسلک کی وجہ سے نکال دیا گیا۔ جیسا کہ ان کے تعارف میں آئے گا اور وہ یہ کہ آپ کا مذہب محدثین کا مذہب تھا تو انہیں کہا گیا کہ آپ کا ہمارے شہر میں رہنا جائز نہیں۔ آپ نے فرمایا میں نہیں نکلوں گا یہاں تک کہ تم میری گردن میں رسی ڈالو اور مجھے شہر کے بازاروں میں گھماؤ اور یہ کہتے جاؤ کہ یہ بدعتی ہے ہم اسے نکالنا چاہتے ہیں تو لوگوں نے ان کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کیا اور انہیں نکال دیا پس آپ نے ان کی طرف منہ کر کے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں سے اپنی معرفت نکال دے۔ ان کی دعا کے بعد بلخ سے کوئی صوفی ظاہر نہیں ہوا۔ باوجودیکہ سب شہروں سے زیادہ صوفیاء یہیں ہوتے تھے۔

شیخ عبد اللہ بن ابو جمرہ رضی اللہ عنہ کی تردید کے لئے ایک محفل منعقد کی گئی جب کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے بیداری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوتا ہے پس آپ اپنے گھر میں گوشہ نشین ہو گئے اور سوائے جمعہ کے باہر نہیں آتے تھے حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

حکیم الترمذی رضی اللہ عنہ کو اس وقت بلخ کی طرف نکال دیا گیا جب آپ نے دو کتابیں علل الشریعۃ اور ختم الاولیاء لکھیں اور انہیں دو کتابوں کی وجہ سے آپ پر انکار کیا گیا اور آپ سے کہا گیا کہ تو نے اولیاء کو انبیاء پر فضیلت دے دی اور آپ پر سختی کی گئی آپ نے اپنی سب کتابیں جمع کر کے دریا میں ڈال دیں تو ایک مچھلی نے کئی سال تک انہیں نگلے رکھا۔ پھر انہیں باہر ڈال دیا اور لوگوں نے ان سے نفع حاصل کیا۔

اور راز کے زاہدوں اور صوفیوں نے یوسف بن حسین پر انکار کیا اور ان کے خلاف باتیں کرنے لگے اور انہیں بڑی زبردست خرابیوں کی تہمت لگائی یہاں تک آپ کا وصال ہو گیا لیکن آپ نے ان کی کوئی پرواہ نہ کی کیونکہ آپ کا موقف مضبوط تھا۔

ابو الحسن البوشنجی کو نکال دیا گیا آپ کا انکار کیا گیا اور انہیں نیشاپور کی طرف نکال دیا گیا۔ اپنے وصال تک آپ وہیں رہے۔ شیخ ابو عثمان مغربی کو آپ کے مجاہدات اور کمال علم و روحانیت کے باوجود مکہ معظمہ سے نکال دیا گیا اور علویوں نے آپ کو سر اور کندھوں پر ضربیں لگانے کے بعد اونٹ پر بٹھا کر مکہ شریف کے بازاروں میں گھمایا۔ آپ بغداد میں اقامت گزیں ہوئے اور وہیں آپ کا وصال ہوا۔

اور امام سبکی پر ان کے کمال علم' کثرت مجاہدات اور اتباع سنت کے باوجود آپ کی وفات تک کئی بار کفر کی گواہی دی گئی یہاں

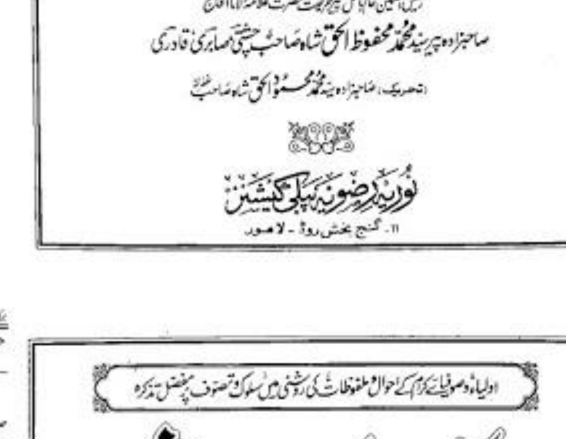
اولیاءِ صوفیائے کرام کے احوال و ملفوظات کی روشنی میں سلوک و تصوف پر مفصل تذکرہ
برکاتِ روحانی
اردو ترجمہ
طبقاتِ امام شعرانی
قدس سرہ النورانی
تصنیف لطیف :
قطب ربانی ہیکل صمدانی عارف باللہ تعالیٰ
سیدی عبد الوہاب الشعرانی قدس سرہ النورانی
مترجم :
رئیس المتکلمین عالم باعمل پیر طریقت حضرت علامہ مولانا الحاج
صاحبزادہ پیر سید محمد محفوظ الحق شاہ صاحب چشتی صابری قادری
(تحریک : صاحبزادہ سید محمد محمود الحق شاہ صاحب)
نوریہ رضویہ پبلی کیشنز
۱۱۔ گنج بخش روڈ - لاہور

تک کہ جو شخص آپ سے محبت کرتا تھا اس نے آپ کی خلاصی کی راہ نکالنے کو آپ کے جنون کی گواہی دی پس آپ کو ہسپتال میں داخل کر دیا گیا اور آپ کے متعلق ابوالحسن الخوارزمی نے کہا جو کہ بغداد کے مشائخ میں سے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کا جہنم نہیں ہے تو وہ سکی کی وجہ سے ایک جہنم پیدا کرے گا یعنی ان لوگوں کے لئے جنہوں نے آپ کو ستایا انکار کیا اور غلط طور پر ان کی تکفیر کی اور ابوالحسن کے قول کے اس معنی کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے اس کے بعد فرمایا کہ اگر سکی جنت میں داخل نہیں ہوگا تو پھر اس میں کون داخل ہو گا۔

اور اہل مغرب نے امام ابوبکر النابلسی کی فضیلت، علم، زہد، استقامت مسلک اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی مسند صدارت پر فائز ہونے کے باوجود آپ کے خلاف بے سروپا باتیں کیں آپ کو مغرب سے قید کر کے مصر بھیجا گیا اور بادشاہ کے ہاں آپ کے خلاف گواہیاں دیں آپ نے اپنی بات سے رجوع نہ فرمایا۔ پس آپ کو پکڑا گیا اور آپ کی کھال کھینچی گئی حالانکہ آپ زندہ تھے یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی کھال کھینچی گئی جب کہ آپ الٹے پڑے تھے اور قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے تھے قریب تھا کہ لوگ آپ کی وجہ سے فتنہ میں پڑ جائیں پس معاملہ بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے کہا پہلے قتل کرو پھر کھال کھینچو۔ شیخ ابومدین مغربی کو بجایہ سے نکالا گیا جیسا کہ ان کے تعارف میں آئے گا۔

ابوالقاسم نصر آبادی رضی اللہ عنہ کو آپ کی عظیم صلاحیتوں، زہد، پرہیزگاری اور اتباع سنت کے باوجود بصرہ سے نکالا گیا۔ آپ کی کلام اور احوال کا انکار کیا گیا۔ آپ ہمیشہ حرم میں رہے وہیں آپ کا وصال ہوا۔ ابوعبداللہ الشجری صاحب ابی حفص الحداد کو نکالا گیا ان کے خلاف پروگرام ابوعثمان الحیری نے مرتب کیا اور ان کا بائیکاٹ کیا اور لوگوں کو ان سے قطع تعلق کرنے کا حکم دیا اور ایسا اس وقت کیا جب لوگ ابوعثمان سے زیادہ ان کی قدر کرنے لگے اور ان کی طرف زیادہ مائل ہوئے۔

اور ابوالحسن الحصری رضی اللہ عنہ پر لوگوں نے کسی کتاب میں درج الفاظ کی ان کی طرف سے حکایت کر کے ان کے خلاف کفر کی گواہی دی اور قاضی القضاۃ ابوالحسن کے پاس استغاثہ دائر کیا گیا۔ قاضی نے آپ کو حاضر ہونے کا حکم دیا اور اس بارے میں آپ سے مناظرہ کیا اور آپ کو جامع مسجد میں بیٹھنے سے روک دیا حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

ابن سمنون کے متعلق انتہائی بری باتیں کی گئیں حتیٰ کہ آپ فوت ہو گئے لیکن آپ کے علم اور جلالت کے باوجود جنازہ میں کسی نے شمولیت نہ کی۔

امام ابوالقاسم بن جمیل کے بارے میں انتہائی غیر شائستہ باتیں کی گئیں یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا اور اپنی مصروفیت علم، حدیث، صیام وہجر، قیام لیل اور دنیا سے بے رغبتی پر ہمیشہ قائم رہے یہاں تک کہ آپ نے بوریا پہنا۔

ابوبکر التکسانی فرماتے تھے کہ ابودانیال، حضرت جنید کی اور رویم، سمنون، ابن عطاء اور مشائخ عراق کی بدگوئی کرتا اور جب کسی کو ان بزرگوں کا اچھے لفظوں میں ذکر کرتے ہوئے سنتا تو پھٹ پڑتا اور بگڑ جاتا۔

حلاج کون ہیں اور وجہ تسمیہ

رہا حلاج کا معاملہ تو وہ اسی قوم صوفیاء میں سے تھے اور یہی صحیح ہے۔ تو ان کی مصیبت ڈھکی چھپی نہیں اور اگر اس قوم سے نہ

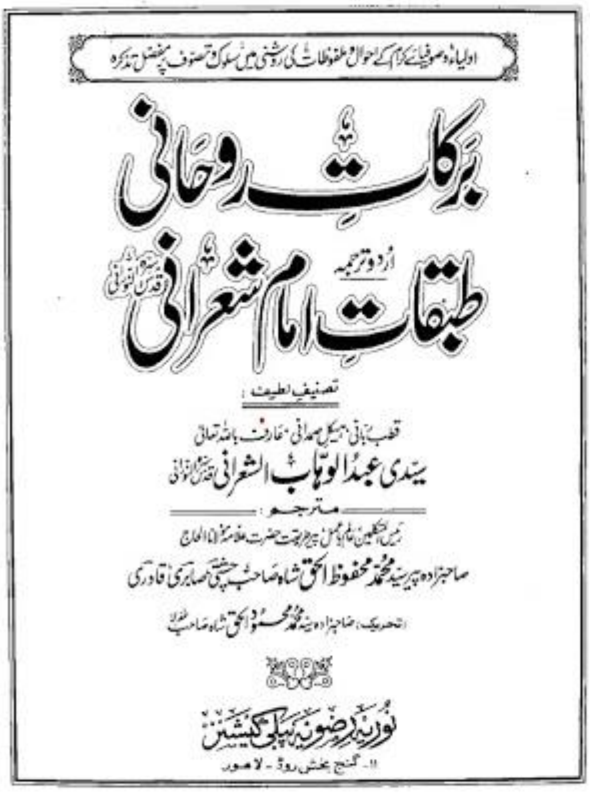

ہوتے تو ہمیں گفتگو کی ضرورت ہی نہیں تھی اور لوگوں نے ان کے بارے بہت اختلاف کیا ہے ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں فرمایا کہ انہیں حلاج اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ کپاس بیلنے والے کی دکان پر بیٹھے تھے اور وہاں بیلے بغیر کپاس کا سٹاک تھا دکاندار کسی کام کے لئے چلا گیا جب واپس آیا تو دیکھا کہ تمام کپاس بیلی ہوئی ہے اسی وجہ سے آپ کا نام حلاج پڑ گیا آپ موسم گرما کے پھل موسم سرما میں اور اس کے برعکس پیش کیا کرتے اپنا ہاتھ ہوا میں پھیلاتے اور واپس لاتے تو دراہم سے بھرا ہوتا آپ انہیں دراہم قدرت کا نام دیتے۔

حلاج کے قتل کا سبب اور واقعہ

آپ کا قتل کسی ایسے امر کی وجہ سے نہ تھا جو کہ قتل کا موجب ہو صرف وزیر نے آپ کے خلاف سازش کی جب آپ کو کمرہ عدالت میں کئی بار لایا گیا اور آپ سے خلاف شرع کچھ بھی ثابت نہ ہوا تو اس نے کہا کہ کیا اس کی تصنیفات ہیں کہا گیا کہ ہیں پس انہوں نے ذکر کیا کہ انہوں نے اس کی ایک کتاب دیکھی ہے جس میں یہ لکھا ہے کہ انسان جب حج کرنے سے عاجز ہو جائے تو چاہیے کہ اپنے گھر کا ایک بالا خانہ پاک صاف کر کے اس کا طواف کرے گویا اس نے حج کر لیا اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس کا یہ قول صحیح ہے یا کیا۔ پس قاضی نے آپ کو طلب کیا اور کہا کہ یہ کتاب آپ کی تصنیف ہے؟ فرمایا ہاں اس نے کہا کہ آپ نے اسے کس سے لیا ہے فرمایا حسن بصری سے اور حلاج کو یہ معلوم نہیں کہ ان کی کتاب میں جعل سازی کی گئی ہے تو قاضی نے کہا کہ اے خون گرائے جانے کے لائق انسان! تو نے جھوٹ کہا حسن بصری کی کتابوں میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جب قاضی نے آپ کو مراق الدم یعنی خون گرائے جانے کے لائق کہہ کر خطاب کیا تو وزیر نے قاضی پر اس کلمہ سے دلیل قائم کی کہا کہ یہ کلمہ اس بات کا نتیجہ ہے کہ آپ نے اس پر کفر کا فیصلہ کیا ہے اور قاضی سے کہا کہ اپنی قلم سے تکفیر کا حکم لکھ دیں لیکن قاضی نے ایسا لکھنے سے انکار کیا۔ لیکن وزیر نے دباؤ ڈالا تو اسے لکھ دیا۔ پس عوام اس وزیر کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے وزیر کو اپنی جان کا خطرہ پڑ گیا۔ اس نے اس مسئلہ میں خلیفہ سے بات کی تو اس نے حلاج کو سزا دینے کا حکم دیا اور ہزار کوڑا مارا گیا آپ نے ہائے تک نہ کی آپ کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹ دیئے گئے پھانسی پر لٹکایا گیا پھر آگ میں جلا دیا گیا اور لوگوں میں آپ کے بارے میں اختلاف پڑ گیا کہ کیا یہ وہی ہے جسے پھانسی دی گئی یا اسے اٹھا لیا گیا جس طرح کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق واقعہ رونما ہوا۔

اور امام غزالی رضی اللہ عنہ کی تکفیر کا فتویٰ دیا گیا اور آپ کی کتاب الاحیاء کو جلا دیا گیا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے خلاف آپ کی مدد فرمائی اور کتاب "الاحیاء" کو سونے کے پانی سے لکھا گیا اور امام غزالی پر انکار اور اعتراض کرنے والوں اور آپ کی کتاب کو جلانے کا فتویٰ دینے والوں میں سے قاضی عیاض اور ابن رشید ہیں تو جب غزالی تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے قاضی عیاض کے لئے بددعا فرمائی اور جس دن بددعا کی اسی دن قاضی عیاض حمام کے اندر اچانک فوت ہو گئے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ خلیفہ مہدی نے آپ کے قتل کا حکم صادر کیا کیونکہ آپ کے شہر والوں نے دعویٰ کیا کہ یہ یہودی ہے کیونکہ آپ ہفتہ کے دن باہر نہیں نکلتے تھے کیونکہ آپ کتاب الشفاء کی تصنیف ہفتے کے دن کرتے تھے تو امام غزالی کی دعا کی وجہ سے قاضی عیاض کو مہدی نے قتل کرا دیا۔ اور ابوالحسن الشاذلی رضی اللہ عنہ کو آپ کے رفقاء سمیت بلاد مغرب سے نکال دیا گیا۔ پھر انہوں نے اسکندریہ کے نائب کو لکھا کہ تمہارے پاس

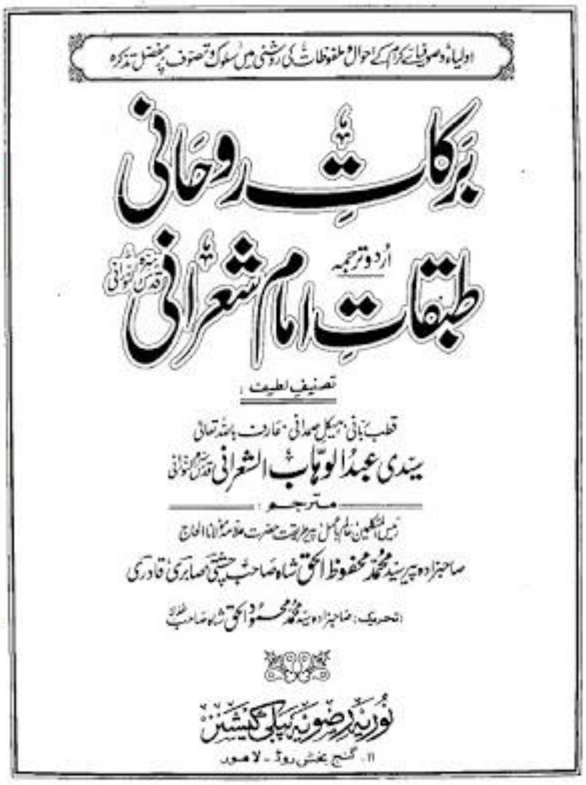

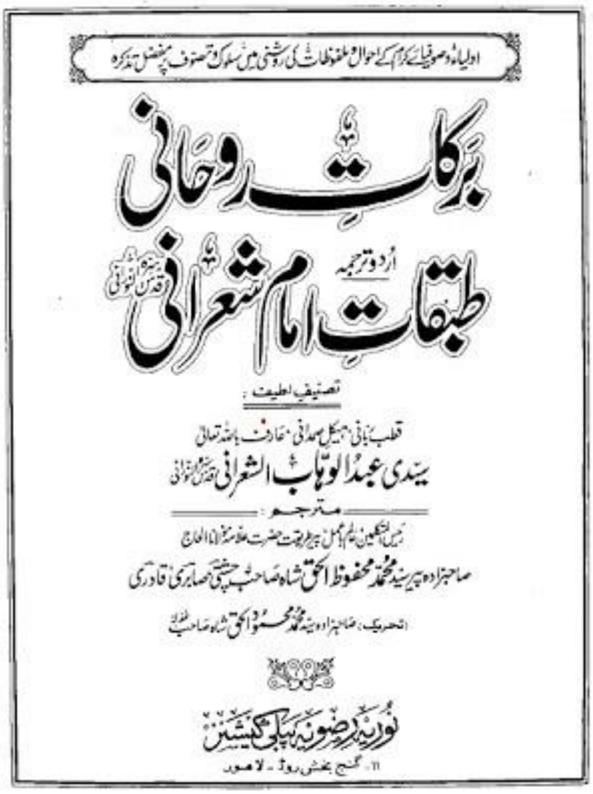

طبقات امام شعرانی ﴿۷۵﴾ برکات روحانی (اردو ترجمہ)

ایک مغربی زندیق آ رہا ہے جبکہ ہم نے اسے اپنے علاقے سے نکال دیا ہے پس اس کی ملاقات سے بچنا۔ جب شیخ اسکندریہ پہنچے تو وہاں کے تمام لوگوں کو آپ نے برا بھلا کہتے پایا۔ پھر انہوں نے بادشاہ کے ہاں آپ کی شکایت کر دی۔ اور آپ انتہائی تکلیف میں رہے یہاں تک کہ آپ نے لوگوں کو ان سالوں میں حج کرایا جن میں ڈاکوؤں کی وجہ سے سلسلہ منقطع ہو چکا تھا۔ یوں لوگ آپ کے معتقد ہوئے۔ شیخ احمد رفاعی رضی اللہ عنہ پر زندیق اور بے دین ہونے کی تہمت لگائی گئی۔ اور یہ کہ آپ حرام چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں۔" جیسا کہ ان کے تعارف میں آئے گا۔ اور امام ابوالقاسم بن قسی۔ ابن برجان - حوالی اور مرجانی کو قتل کیا گیا حالانکہ یہ حضرات امام تھے اور ان کی اقتداء کی جاتی تھی۔ ان کے خلاف حاسدوں نے کفر کی گواہی دی۔ انہیں قتل نہ کیا گیا۔ حاسدوں نے ایک حیلہ کیا اور بادشاہ سے کہا کہ ابن برجان کے لئے ایک سو تیس شہروں میں خطبہ پڑھا جاتا ہے۔ تو اس نے آدمی بھیج کر آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو قتل کرا دیا۔

رہے شیخ محی الدین ابن العربی اور سیدی عمرو بن الفارض رضی اللہ عنہما تو آج تک انکار کرنے والے ان پر انکار اور اعتراض کر رہے ہیں اور شیخ عزالدین بن عبدالسلام کے متعلق ایک بات کی بابت محفل منعقد کی گئی جو آپ نے عقائد میں کہی اور آپ کے خلاف بادشاہ کو ابھارا گیا پھر آپ پر نرمی کی گئی۔

شیخ الاسلام تقی الدین ابن بنت الاعز سے حسد کیا گیا اور آپ پر جھوٹ باندھا گیا اور بادشاہ کے ہاں پیش کیا گیا اور آپ کو پھانسی پر لٹکانے کا فیصلہ کیا گیا دیر بعد آپ کو رہائی ملی اور یہ اس طرح ہوا کہ ظاہر بادشاہ آپ کا انتہائی تابع فرمان تھا یہاں تک کہ آپ کے مشورے کے بغیر کچھ نہیں کرتا تھا دونوں کے درمیان حاسدوں نے چغلیاں شروع کر دیں یہاں تک کہ بادشاہ کے سامنے ایک مسئلہ اہم بنا دیا جس کے متعلق حنفیہ کہتے ہیں درست ہے اور شافعیہ کا موقف درست نہیں۔ پس شیخ تقی الدین نے اس سے معارضہ فرمایا بعض حاسدوں نے شیخ کے خلاف بادشاہ کی مدد کی اور اس زمانے کے مصر میں فیصلہ صرف امام شافعی رضی اللہ عنہ کے فتویٰ پر ہوتا تھا پس ظاہر بادشاہ نے اس واقعہ کے بعد چار قاضی مقرر کر دیے اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔

اور شیخ عبدالحق بن سبعین پر انکار کیا گیا اور آپ کو بغداد مغرب سے نکال دیا گیا اور آپ کے پہنچنے سے پہلے ایک رقعہ لکھ بھیجا جس میں اہل مصر کو آپ سے بچنے کی تاکید کی گئی اور اس میں لکھا یہ شخص کہتا ہے کہ "میں وہ ہوں اور میں وہ ہوں"

اور ائمہ کرام امام ابوحنیفہ امام مالک امام شافعی اور امام احمد اور ان جیسے دیگر اکابر کے مصائب و تکالیف کتب مناقب میں مشہور ہیں پس اے میرے عزیز! تو ان اگلے اور پچھلے اکابر اسلام کو پیش آنے والے حالات پر نظر رکھ اور اپنے لئے نمونہ حاصل کر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اب ہم اس کتاب کے اصل مقصد کا آغاز کرتے ہیں پس ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتے ہیں کہ سب اول ہیں۔

حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا نام عبداللہ بن ابوقحافہ عثمان ابن عامر بن عمرو بن کعب بن تیم بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب قرشی تیمی ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرۃ بن کعب میں ملتے ہیں اور آپ کے مناقب گنتی سے باہر ہیں۔

پس کسی شخص کے متعلق اس کے بعض معاصرین کے سخت کلمات یا بعض مورخین کی ضعیف روایات یا بعض علماء کے تکفیری فتاوجات کسی امام یا ولی اللہ کے مردود ہونے کی دلیل نہیں ہوسکتے ورنہ کوئی بڑے سے بڑا عالم یا ولی اللہ بھی مقبول نہ رہ سکے گا۔ کیونکہ اس قسم کے ابتلاءات سے بہت کم لوگ بچے ہیں، بلکہ یہ دیکھنا چاہیئے کہ موافقین و مخالفین کے اقوال میں غلبہ اور بقاء کس جانب کو ہوا ہے۔ اگر اہل اسلام کے قلوب میں اس شخص کی مقبولیت اور ولایت کا اعتقاد باقی رہا اور مخالفین کی باتوں کا کچھ اثر نہ رہا تو وہ مقبول اور ولی اللہ ہے۔ اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو تو مقبول اور ولی اللہ نہیں کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس طرح دین اسلام کے مقابلے میں کسی باطل دین کو پنپنے نہیں دیا بالکل اسی طرح اولیاء اللہ کے مقابلے میں کسی باطل شخص کو مقبول ہونے نہیں دیا۔ اس کی دلیل اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ: "وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ"۔ "اور اسی طرح ہم نے تمہیں برگزیدہ امت بنایا تاکہ تم اور لوگوں پر گواہ ہو اور رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم تم پر گواہ ہو"۔ [سورۃ البقرۃ:۱۴۳]

اسی طرح حدیث شریف میں آتا ہے: "أَنْتُمْ شُهَدَائُ اللهِ فِي الْأَرْضِ"۔ "کہ تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو"۔

حسین بن منصور حلّاجؒ پر لگائے گئے الزامات کی اصل حقیقت جاننے سے پہلے ان کا ایک مختصر تعارف عوام الناس کے سامنے پیش کرنا نہایت ضروری ہے تاکہ عام عوام جو ابھی تک تصویر کا ایک رُخ دیکھتی رہی ہے اور حسین بن منصور حلّاجؒ پر لعن طعن کرتی رہی ہے اس کے سامنے تصویر کا دوسرا اور حقیقی رُخ پیش کر کے ان کی اصلاح کی جاسکے۔

حسین بن منصور حلّاجؒ کا مختصر تعارف وحالات زندگی

ان کا اصل نام حسین بن منصور ہے۔ دادا کا نام محمی ہے جو مجوسی تھا اور مقام بیضاء کا باشندہ تھا جو فارس کا ایک شہر ہے۔ ان کے والد کا نام منصور ہے جن کے حالات معلوم نہیں ہوسکے۔ حسین بن منصور کی کنیت ابو مغیث ہے، اور بعض کے نزدیک ابو عبداللہ۔(بحوالہ تاریخ مدینۃ السلام، الأمام خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص ۶۸۹-۶۸۸)

حسین بن منصورؒ کے صاحبزادے احمد بن حسین سے خطیب بغدادیؒ نے تاریخ بغداد میں روایت کیا ہے کہ: "میرے والد حسین بن منصور بیضاء فارس کے ایک موضع میں جس کا نام طور ہے پیدا ہوئے۔ نشو ونما تستر میں ہوا۔ وہیں سہل بن عبداللہ تستریؒ کی صحبت میں دوسال رہے۔ پھر بغداد کی طرف چلے گئے، کبھی تو وہ ٹاٹ پہنتے تھے کبھی دوبے سلے رنگین کپڑوں میں رہتے۔ بعض اوقات دراعہ (لمبا کرتا) اور عمامہ استعمال کرتے اور کبھی سپاہیوں کے طریقے پر قباء پہن کر چلتے پھرتے تھے۔ جب تستر سے اپنا پہلا سفر بصرہ کی طرف کیا تو ان کی عمر ۱۸ سال تھی۔ اس وقت دوبے سلے رنگین کپڑے پہن کر عمرو ابن عثمان مکیؒ اور جنید بن محمدؒ کے پاس تشریف لے گئے۔ اُم الحسین بنت ابي یعقوب اقطع سے نکاح کیا۔ عمرو بن عثمانؒ اس نکاح سے بگڑ گئے اور جس کی وجہ سے ابو یعقوب اور عمرو بن عثمانؒ کے درمیان وحشت و نفرت بڑھ گئی۔ پھر حضرت جنید بن محمدؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے اس کلف واذیت کو ظاہر کیا جو ابو یعقوب اور عمرو بن عثمانؒ کے درمیان چل جانے سے ان کو پہنچی تھی۔ جنیدؒ نے سکون وصبر کا امر کیا اور فرمایا کہ دونوں کی خاطر داری کرتے رہو۔ ایک مدّت تک اس حالت پر صبر کیا پھر مکہ چلے گئے۔ ایک سال مجاور مکہ رہ کر اس حال میں بغداد واپس آگئے کہ فقراء صوفیہ کی ایک جماعت ان کے ساتھ تھی (گویا اجازت سے پہلے ہی شیخ بن گئے) پھر جنیدؒ کے پاس پہنچے اور ان سے کوئی مسئلہ (جو غالباً تصوف کا تھا) پوچھا تو جنیدؒ نے کچھ جواب نہیں دیا اور بعد میں انکی نسبت یہ فرمایا کہ وہ اس سوال میں (درپردہ) مدعی تھے (طالب علم نہ تھے)۔ اب وہ جنیدؒ سے بھی متوحش ہوگئے اور اپنی زوجہ کو لے کر تستر واپس چلے گئے۔ ایک سال تک وہیں رہے، اس وقت لوگوں میں ان کو بڑی مقبولیت حاصل ہوگئی تھی، یہاں تک کہ اس زمانے کے سب لوگ ان سے حسد کرنے لگے، اور عمر بن عثمانؒ تو ان کے بارے میں خورسنان والوں کو برابر خطوط لکھتے رہتے تھے۔ جن میں ان کے متعلق بڑی بڑی باتیں ہوتی تھیں۔ پھر اچانک ان میں ایک تبدیلی رونما ہوئی یہاں تک کہ انہوں نے صوفیانہ لباس اتار پھینکا اور (اہل طریق سے) الگ ہوگئے اور (سپاہیانہ) قباء پہن کر اہل دنیا کی صحبت میں رہنے لگے۔ پھر تستر سے روانہ ہوگئے اور پانچ سال تک غائب رہے۔ پھر فارس واپس آئے اور لوگوں کے سامنے (عارفانہ وصوفیانہ) کلام کرنے لگے۔ مجلس منعقد کرتے اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے تھے۔ فارس میں ابو عبداللہ زاہد کے لقب سے مشہور تھے۔ اس زمانے میں چند کتابیں بھی تصنیف کیں"۔ (بحوالہ تاریخ مدینۃ السلام، الأمام خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص ۶۹۰-۶۸۸)

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء

من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت

الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن

تليد - الحسين

٣٥٣٥ - ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

كتبَ إليَّ أبو محمد عبدالرحمن بن عُثمان الدِّمشقي يذكر أن خَيْثَمة بن سُليمان أخبرهم. ثم أخبرنا أبو الحُسين محمد بن مَكِّي المصري قراءةً عليه بدمشق، قال: أخبرنا عليّ بن محمد بن إسحاق القاضي الحَلَبي، قال: حدثنا خَيْثَمة بن سُليمان بن حَيدرة القُرشي، قال: حدثنا أبو عليّ الحُسين بن منصور البَغدادي، قال: حدثنا أبو الجَوّاب، قال: حدثنا عَمّار بن رُزَيق عن منصور، عن الشَّعبي، عن وَرّاد كاتب المُغيرة، عن المُغيرة بن شُعبة، عن النبيِّ ﷺ، قال: «إنَّ الله ينهاكم عن قيل وقال، وإضاعة المال، وكَثْرة السؤال»[1].

٤١٨٥ - الحُسين بن منصور الحَلّاج، يُكْنَى أبا مُغيث، وقيل: أبا عبدالله[2].

وكان جده مجوسيًا اسمه مَحْمى من أهل بيضاء فارس[3]. نشأ الحُسين

(١) حديث صحيح، وهذا إسناد فيه صاحب الترجمة، وهو مقبول كما حررناه في «التحرير التقريب»، ولم يتابع، وأبو الجواب، الأحوص بن جواب، صدوق كما حررناه أيضًا. غير أن الحديث قد صح من غير هذا الطريق عن منصور، به.

أخرجه عبدالرزاق (١٩٦٣٨)، وأحمد ٤/ ٢٤١ و٢٤٩ و٢٥٠ و٢٥٤ و٢٥٥، وعبد ابن حميد (٣٩١)، والدارمي(٢٧٥٤)، والبخاري ٢/ ١٥٣ و٣/ ١٥٧و٨/ ٤و١٢٤ و٩/ ١١٧، وفي الأدب المفرد (١٦) و(٢٩٧) و(٤٦٠)، ومسلم ٥/ ١٣٠ و١٣١، والنسائي في الكبرى كما في التحفة ٨/ ٢٠١ حديث (١١٥٣٦)، وابن خزيمة (٧٤٢)، والطحاوي في شرح المشكل (٣١٩٧)، والخرائطي في مساوىء الأخلاق (٢٤٩)، وابن حبان (٥٥٥٥) و(٥٥٥٦)، والطبراني في الكبير ٢٠/ (٩٠١) و(٩٠٣) و(٩٠٤) و(٩٠٩) و(٩١٣) و(٩٤٣)، وفي الأوسط (٧٤٨٠)، والقضاعي (١٠٨٨)، والبيهقي ٦/ ٦٣، والبغوي (٣٤٢٦). وانظر المسند الجامع ١٥/ ٤١٥ حديث (١١٧٦٦).

(٢) اقتبس من هذه الترجمة الرائقة عُظْم الذين ترجموا للحلاج بعد الخطيب، ومنهم: السمعاني في «الحلاج» من الأنساب، وابن الجوزي في المنتظم ٦/ ١٦٠، والذهبي في وفيات سنة (٣٠٩) من تاريخ الإسلام، وفي السير ١٤/ ٣١٣ وغيرهما من كتبه. ونشر المستشرق ماسينيون ديوانه، ثم أعاد نشره مع إضافات الدكتور كامل مصطفى الشيبي ببغداد سنة ١٩٧٤، فاعتمدنا طبعته الثانية للإحالة عليها.

(٣) تبعد عن شيراز قرابة ثلاثين كيلومترًا.

بواسط، وقيل: بتُسْتَر، وقدمَ بغدادَ، فخالط الصُّوفية، وصَحِبَ من مَشْيَختهم الجُنيد بن محمد، وأبا الحُسين النُّوري، وعَمرو المكي. والصُّوفية مختلفون فيه، فأكثرهم نفى الحَلّاج أن يكون منهم، وأبَى أن يَعُدَّه فيهم، وقبله من مُتَقدِّميهم أبو العباس بن عطاء البَغْدادي، ومحمد بن خَفِيف الشِّيرازي، وإبراهيم بن محمد النَّصراباذي النَّيسابوري، وصححوا له حاله، ودَوَّنوا كلامه، حتى قال ابن خفيف: الحُسين بن منصور عالم ربّاني[1].

ومن نفاه عن الصُّوفية نَسَبَه إلى الشَّعْبذة في فعله، وإلى الزَّنْدقة في عقده، وله إلى الآن أصحابٌ يُنسَبون إليه، ويَغْلون فيه.

وكان للحَلّاج حُسْنُ عِبارة، وحَلاوة مَنطق، وشعرٌ على طريقة التَّصوُّف، وأنا أسوق أخباره على تَفاوُت اختلاف القَول فيه.

حدثني أبو سعيد مسعود بن ناصر بن أبي زيد السِّجِستاني، قال: أخبرنا أبو عبدالله محمد بن عبدالله بن عُبيدالله بن باكو[2] الشِّيرازي بنَيسابور، قال: أخبرني حَمْد[3] بن الحُسين بن منصور بتُسْتَر، قال: مَولدُ والدي الحُسين بن منصور بالبَيضاء في مَوضع يقال له: الطُّور، ونشأ بتُسْتَر، وتَلْمذَ لسَهْل بن عبدالله التُّستري سَنَتين، ثم صَعد إلى بغداد. وكان بالأوقات يَلْبس المُسوح، وبالأوقات يمشي بخِرْقَتين مُصَبَّغ، ويلبس بالأوقات الدُّرّاعة والعِمامة، ويمشي بالقَباء أيضًا على زي الجُند، وأول ما سافر من تُسْتر إلى البَصْرة كان له ثمان عشرة سنة، ثم خرجَ بخِرْقتين إلى عَمرو بن عُثمان المكي، وإلى الجُنيد بن محمد، وأقامَ مع عَمرو المكي ثمانية عشر شهرًا، ثم تَزَوَّج بوالدتي أم الحُسين بنت أبي يعقوب الأقطع، وتَغَيَّر عَمرو بن عُثمان من تزويجه، وجَرى بين عَمرو وبين أبي يعقوب وَحْشةٌ عظيمةٌ بذلك السَّبب. ثم اختلف والدي إلى الجُنيد بن محمد وعَرَض عليه ما فيه من الأذية لأجل ما يجري بين أبي يعقوب وبين

(١) هذا كله كلام السلمي في طبقات الصوفية ٣٠٧-٣٠٨.

(٢) هكذا رسمه في النسخ، وهو باكويه.

(٣) في م: «أحمد»، محرف.

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء

من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت

الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن

تليد - الحسين

٣٥٣٥ - ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن

تليد - الحسين

٣٥٣٥ - ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

عمرو، فأمره بالسكون والمراعاة، فصبر على ذلك مدة، ثم خرج إلى مكة وجاور سنة، ورجع إلى بغداد مع جماعة من الفقراء الصوفية، فقصد الجنيد ابن محمد، وسأله عن مسألة فلم يجبه، ونسبه إلى أنه مدع فيما يسأله، فاستوحش وأخذ والدتي ورجع إلى تستر، وأقام نحو سنة[1]. ووقع له عند الناس قبول عظيم حتى حسده جميع من في وقته، ولم يزل عمرو بن عثمان يكتب الكتب في بابه إلى خوزستان، ويتكلم فيه بالعظائم حتى حرد[2] ورمى بثياب الصوفية، ولبس قباء، وأخذ في صحبة أبناء الدنيا. ثم خرج وغاب عنا خمس سنين بلغ إلى خراسان، وما وراء النهر، ودخل إلى سجستان، وكرمان، ثم رجع إلى فارس. فأخذ يتكلم على الناس، ويتخذ المجلس، ويدعو الخلق إلى الله. وكان يعرف بفارس بأبي عبدالله الزاهد، وصنف لهم تصانيف، ثم صعد من فارس إلى الأهواز، وأنفذ من حملني إلى عنده، وتكلم على الناس، وقبله الخاص والعام. وكان يتكلم على أسرار الناس وما في قلوبهم، ويخبر عنها فسمي بذلك حلاج الأسرار، فصار الحلاج لقبه. ثم خرج إلى البصرة وأقام مدة يسيرة وخلفني بالأهواز عند أصحابه. وخرج ثانيا إلى مكة، ولبس المرقعة والفوطة، وخرج معه في تلك السفرة خلق كثير، وحسده أبو يعقوب النهرجوري، فتكلم فيه بما تكلم فرجع إلى البصرة وأقام شهرا واحدا. وجاء إلى الأهواز وحمل والدتي وحمل جماعة من كبار الأهواز إلى بغداد، وأقام ببغداد سنة واحدة، ثم قال لبعض أصحابه: احفظ ولدي حمد إلى أن أعود أنا، فإني قد وقع لي أن أدخل إلى بلاد الشرك وأدعو الخلق إلى الله عز وجل. وخرج، فسمعت بخبره أنه قصد إلى الهند، ثم قصد خراسان ثانيا ودخل ما وراء النهر، وتركستان، وإلى ماصين، ودعا الخلق إلى الله تعالى،

(١) في م: «نحوا من سنة»، وأثبتنا ما في النسخ.

(٢) في م: «جرده بالجيم، مصحفة، وحرد: غضب، وكذا هي، فيما نقله الذهبي في السير ١٤/٣١٥.

لقب حلّاج کی وجہ

”خطیب بغدادیؒ نے تاریخ بغداد میں ابوعبدالرحمٰن بن حسین السلمیٰ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حسین بن منصورؒ کو حلّاج اس لئے کہا جاتا تھا کہ وہ ایک بار واسط میں ایک دُھنے کی دکان پر پہنچے اور اسے کسی کام کو بھیجنا چاہا، اس نے کہا! میں اپنے کام میں مشغول ہوں، ابن منصور نے کہا تو میرا کام کر دے میں تیرا کام کر دوں گا۔ چنانچہ وہ چلا گیا، جب (کام کر کے) واپس آیا تو دکان کی روئی کا سارا ذخیرہ دُھنا ہوا پایا (جس کا ایک مدّت میں بھی دُھنا دشوار تھا) اس وجہ سے ان کا لقب حلّاج پڑ گیا۔

بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ وہ اپنی ابتدائی حالت میں لوگوں کے اسرار پر ان کے دل کا حال بیان کر دیا کرتے تھے اور مریدوں کے چھپے ہوئے بھید ظاہر کر دیتے تھے۔ اسی وجہ سے لوگ ان کو حلّاج الاسرار کہنے لگے۔ پھر حلّاج لقب مشہور ہو گیا“۔ (بحوالہ تاریخ مدینۃ السلام، الامام خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص۶۹۱)

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ ھ

المجلد الثامن

تليد - الحسين

٣٥٣٥ - ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

وصَنَّفَ لهم كُتُبًا لم تقع إليّ، إلاّ أنه لما رَجَع كانوا يُكاتِبونه من الهند، بالمُغيث، ومن بلاد ماصين وتُركستان، بالمُقيت، ومن خُراسان، بالمميز، ومن فارس، بأبي عبدالله الزَّاهد، ومن خُوزستان، بالشَّيخ حَلاَّج الأسرار، وكان ببغداد قومٌ يُسَمُّونه المصطَلَم، وبالبَصْرة قوم يُسمُّونه المُحَيِّر. ثم كَثُرت الأقاويل عليه بعدَ رُجوعه مِن هذه السَّفْرة، فقامَ وحجَّ ثالثًا، وجاور سنتين ثم رَجَع وتَغَيَّر عما كان عليه في الأول، واقتَنَى العَقار ببغداد، وبَنَى دارًا ودعا النامَ إلى معنىً لم أقف إلاّ على شَطْر منه حتى خرجَ عليه محمد بن داود، وجماعة من أهل العلم، وقَبَّحوا صورتَه، ووَقَعَ بين عليّ بن عيسى وبينه لأجل نَصْر القُشوري، ووَقَع بينه وبين الشّبلي، وغيره من مشايخ الصُّوفية، فكان يقول قوم: إنه ساحر. وقوم يقولون: مجنون. وقوم يقولون: له الكرامات وإجابة السُّؤال، واختلفت الألسن في أمره حتى أخذه السُّلطان وحَبَسه.

أخبرنا إسماعيل بن أحمد الحِيري، قال: أخبرنا أبو عبدالرحمن محمد ابن الحُسين السُّلَمي، قال: الحُسين بن منصور، قيل: إنما سُمِّي الحَلاَّج لأنه دخلَ واسطًا فتقدَّم إلى حَلاَّج وبعثه في شُغل له، فقال له الحَلاَّج: أنا مشغول بصَنْعتي، فقال: اذهب أنت في شُغلي حتى أعينَكَ في شُغلك، فذهبَ الرجلُ فلما رَجَع وجد كل قُطن في حانوته محلوجًا، فسُمِّيَ بذلك الحَلاَّج!

وقيل: إنه كان يتكلَّم في ابتداء أمره قبل[1] أن يُنسب إلى ما نُسِبَ إليه، على الأسرار، ويكشِفُ عن أسرار المُريدين ويُخبِرُ عنها، فسُمِّي بذلك حَلاَّج الأسرار، فغلَبَ عليه اسم الحَلاَّج. وقيل: إنَّ أباه كان حلاَّجًا فنُسِب إليه.

أخبرني أبو عليّ عبدالرحمن بن محمد بن أحمد بن فَضالة النَّيسابوري بالرَّي، قال: أخبرنا أبو منصور محمد بن أحمد بن علي النَّهاوندي، قال: حدثنا أحمد بن محمد بن سلامة المَرْوَزي، قال: سمعتُ فارسًا البغدادي يقول: قال رجل للحُسين بن منصور: أوصِني. قال: عليك بنفسِكَ إن لم

(١) في م: «من قبل»، وأثبتنا ما في النسخ.

٦٩١

ریاضت ومجاہدات

خطیب بغدادیؒ تاریخ بغداد میں محمد بن علی بن الفتح کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ حسین بن منصورؒ اپنی بدایت حال میں مکہ پہنچے تو ہم نے کوشش کر کے ان کی پیوندزدہ گدڑی کو دیکھا اس میں سے ایک جُوں پکڑی، پھر اس کو وزن کیا تو نصف دانگ کے برابر تھی۔ کثرت ریاضت اور شدّت مجاہدات کی وجہ سے (ان کی گدڑی میں ایسی بڑی بڑی جُوئیں ہوگئی تھیں اور ان کو اپنے شغل سے) اتنی فرصت نہ تھی کہ کپڑوں کو صاف کریں یا جُوں ماریں۔ (بحوالہ تاریخ مدینۃ السلام، الأمام خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص۶۹۶)

خطیب بغدادیؒ نے تاریخ بغداد میں ابویعقوب نہرجوری کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حسین بن منصورؒ پہلی مرتبہ مکہ معظمہ میں آئے تو سال بھر تک (مسجد حرام) کے صحن میں بیٹھے رہے، وضو اور طواف کے سوا کسی وقت اپنی جگہ سے نہ ہٹتے تھے۔ نہ بارش کی پرواہ تھی، نہ دھوپ کی، شام کے وقت ان کے واسطے مکہ کی روٹیوں میں سے ایک روٹی اور ایک کوزہ میں پانی لایا جاتا تھا تو وہ روٹی کے چار طرف ایک ایک دفعہ منہ مارتے (اور چار لقمہ کھالیتے) پانی کے دو گھونٹ پیتے۔ ایک گھونٹ کھانے سے پہلے اور ایک گھونٹ کھانے کے بعد، پھر باقی ماندہ روٹی کو کوزہ کے اوپر رکھ دیتے جو ان کے پاس سے اٹھالی جاتی تھی۔ (بحوالہ تاریخ مدینۃ السلام، الأمام خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص۶۹۶)

فلما رآني بكى وأنشأ يقول [من الطويل]:

متى سَهِرَت عيني لغيرِكَ أو بَكَت فــلا بَلَغــت مــا أمَّلَــت وتَمَنَّــتِ

وإن أضمرت نفسي سواكَ فلا رَعَت ريـاضَ المُنَـى مـن وَجْنَتَيـك وجُنَّـتِ

ثم قال: يا علي النَّجاء، أرجو أن يجمعَ اللهُ بيننا إن شاءَ اللهُ.

أخبرنا محمد بن عليّ بن الفَتْح، قال: أخبرنا محمد بن الحُسين بن موسى النَّيسابوري، قال: سمعتُ محمد بن عبدالله بن شاذان يقول: سمعت محمد بن عليّ الكَتَّاني يقول: دخلَ الحُسين بن منصور مكَّةَ في ابتداء أمرِه، فَجهِدنا حتى أخذنا مُرَقَّعَته، قال السُّوسي: أخذنا منها قَملةً فوزناها فإذا فيها نصفُ دانقٍ من كَثرة رياضته، وشِدَّة مُجاهدته.

حدثني مسعود بن ناصر، قال: حدثنا ابن باكو الشِّيرازي، قال: سمعتُ أبا عبدالله الحُسين بن محمد المزاري يقول: سمعتُ أبا يعقوب النَّهرَجُوري يقول: دخلَ الحُسين بن منصور إلى مكة وكان أول دخلته، فجلسَ في صَحْن المَسجد سنةً لا يبرحُ من مَوضِعِه إلاّ للطَّهارة أو للطَّواف، ولا يُبالي بالشَّمس ولا بالمَطَر، وكان يُحمَلُ إليه كل عَشيةٍ كوزُ ماءٍ للشُّرب، وقُرصٌ من أقراص مكَّة، فيأخذُ القُرصَ ويَعَضُّ أربع عَضَّات من جوانبه، ويشربُ شربَتَين من الماء شربة قبلَ الطَّعام، وشربة بعدَه، ثم يضعُ باقي القُرصِ على رأسِ الكوزِ فيُحمَل من عنده.

وقال ابن باكو: حدثنا أبو الفَوارس الجوزقاني، قال: حدثنا إبراهيم بن شَيبان، قال: سَلَّم أُستاذي، يعني أبا عبدالله المغربي، على عَمرو بن عثمان المَكّي، فجاراه في مسألةٍ فجرَى في عَرَض الكلامِ أن قال عَمرو بن عُثمان: ههنا شابٌ على أبي قُبَيس، فلما خَرَجْنا من عند عَمرو صَعدنا إليه، وكان وقتُ الهاجرة، فدَخَلنا عليه، وإذا هو جالسٌ على صَخرة من أبي قبيس في الشَّمس، والعَرَقُ يسيلُ منه على تلك الصَّخرة، فلما نظرَ إليه أبو عبدالله المغربي رَجَع

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء

من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت

الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن

تليد - الحسين

٣٥٣٥ - ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

خطیب بغدادیؒ نے تاریخ بغداد میں ابوعبدالرحمٰن بن حسین السلمیؒ سے روایت کیا ہے کہ فارس بغدادی سے میں نے سنا کہ جب حسین بن منصور حلاجؒ کو قید کیا گیا تو ٹخنوں سے گھٹنوں تک تیرہ بیڑیاں (لوہے کی) ان کے پیروں میں ڈالی گئیں اس کے باوجود بھی وہ رات دن میں ایک ہزار رکعتیں پڑھتے تھے۔ (بحوالہ تاریخ مدینۃ السلام، الأمام خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص۷۱۰)

سمعتُ محمد بن أحمد بن الحسن الوَرَّاق يقول: سمعتُ أبا إسحاق إبراهيم ابن محمد القلانسي الرَّازي يقول: لمَّا صُلِب الحُسين بن منصور، وقفتُ عليه وهو مَصلوبٌ، فقال: إلهي[(١)] أصبحتُ في دار الرَّغائب أنظرُ إلى العَجائب، إلهي إنكَ تتودَّدُ إلى من يُؤذيكَ، فكيفَ لا تتودَّدُ إلى من يؤذَى فيك.

وقال السُّلمي: سمعتُ عبدالواحد بن عليّ يقول: سمعتُ فارسًا البغدادي يقول: لما حُبِس الحَلاَّج قُيِّد من كَعْبِه إلى ركبتِه بثلاثة عشر قَيْدًا، وكان يصلِّي مع ذلك في كلِّ يومٍ وليلة ألف ركعة!

قال: وسمعتُ فارسًا يقول: قُطعت أعضاؤه يوم قُتِلَ عُضوًا عُضوًا وما تَغيَّر لونُه.

وقال السُّلمي: سمعتُ أبا عبدالله الرَّازي يقول: سمعتُ أبا بكر العَطُوفي يقول: كنتُ أقربَ الناس من الحَلاَّج، فضُربَ كذا وكذا سوطًا، وقُطِّعت يداه ورجلاه فما نَطَق!

أخبرنا ابن الفَتْح، قال: أخبرنا محمد بن الحُسين، قال: سمعتُ الحُسين ابن أحمد يعني الرَّازي يقول: سمعت أبا العباس بن عبدالعزيز يقول: كنتُ أقربَ الناس من الحَلاَّج حين ضُربَ وكان يقولُ مع كلِّ صَوت: أحدٌ، أحد.

حدثنا عُبيدالله بن أحمد بن عُثمان الصَّيْرفي، قال: قال لنا أبو عُمر بن حَيُّويه: لما أُخرج حُسين الحَلاَّج ليُقتَل مَضَيتُ في جُملة الناس، ولم أزل أُزاحِم حتى رأيتُهُ، فقال لأصحابه: لا يَهولَنَّكم هذا، فإني عائدٌ إليكم بعد ثلاثين يومًا، ثم قُتِل.

أخبرنا محمد بن أحمد بن عبدالله الأَرْدَستاني بمكة، قال: أخبرنا أبو عبدالرحمن محمد بن الحُسين السُّلمي بنَيسابور، قال: سمعتُ أبا العباس الرَّزَّاز يقول: كان أخي خادمًا للحُسين بن منصور، فسمعتُهُ يقول: لما كانت الليلة التي وُعِدَ من الغَدِ قَتْله، قلت له: يا سيدي أوصني، فقال لي: عليك

(١) في م: «إلهي إلهي»، مكررة، وليست في النسخ.

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء

من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت

الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن

تليد - الحسين

٣٥٣٥ - ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

ابن منصورؒ کی کرامات

خطیب بغدادیؒ نے تاریخ بغداد میں ابو عبد الرحمٰن بن حسین السلمیٰ کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ حسین بن منصورؒ کو حلّاج اس لئے کہا جاتا تھا کہ وہ ایک بار واسط میں ایک دُھنے کی دکان پر پہنچے اور اسے کسی کام کو بھیجنا چاہا، اس نے کہا! میں اپنے کام میں مشغول ہوں، ابن منصور نے کہا تو میرا کام کر دے میں تیرا کام کر دوں گا۔ چنانچہ وہ چلا گیا، جب (کام کر کے) واپس آیا تو دکان کی روئی کا سارا ذخیرہ دُھنا ہوا پایا (جس کا ایک مدّت میں بھی دُھنا دشوار تھا) اس وجہ سے ان کا لقب حلّاج پڑ گیا۔ (بحوالہ تاریخ مدینۃ السلام، الأمام خطیب بغدادیؒ: ج ۸، ص ٦٩١)

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء

من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت

الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن

تليد - الحسين

٣٥٣٥ - ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

وصَنَّفَ لهم كُتبًا لم تقع إليّ، إلاّ أنه لما رَجَع كانوا يُكاتِبونه من الهند، بالمُغيث، ومن بلاد ماصين وتُركستان، بالمُقيت، ومن خُراسان، بالمميز، ومن فارس، بأبي عبدالله الزّاهد، ومن خُوزستان، بالشَّيخ حَلاّج الأسرار، وكان ببغداد قومٌ يُسَمُّونه المصطَلَم، وبالبَصْرة قوم يُسمُّونه المُحَيَّر. ثم كَثُرت الأقاويل عليه بعدَ رُجوعه مِن هذه السَّفْرة، فقامَ وحجَّ ثالثًا، وجاور سنتين ثم رَجَع وتَغَيَّر عما كان عليه في الأول، واقْتَنَى العَقار ببغداد، وبَنَى دارًا ودعا النّاسَ إلى معنىً لم أقف إلاّ على شَطْر منه حتى خرجَ عليه محمد بن داود، وجماعة من أهل العلم، وقَبَّحوا صورتَهُ، ووَقَعَ بين عليّ بن عيسى وبينه لأجل نَصْر القُشوري، ووَقَع بينه وبين الشِّبلي، وغيره من مشايخ الصُّوفية، فكان يقول قوم: إنه ساحر. وقوم يقولون: مجنون. وقوم يقولون: له الكرامات وإجابة السُّؤال، واختلفت الألسن في أمره حتى أخذه السُّلطان وحَبَسه.

أخبرنا إسماعيل بن أحمد الحِيري، قال: أخبرنا أبو عبدالرحمن محمد ابن الحُسين السُّلَمي، قال: الحُسين بن منصور، قيل: إنما سُمِّي الحَلاّج لأنه دخلَ واسطًا فتقدّم إلى حَلاّج وبعثه في شُغل له، فقال له الحَلاّج: أنا مشغول بِصَنْعتي، فقال: اذهب أنت في شُغلي حتى أعينَكَ في شُغلك، فذهبَ الرجلُ فلما رَجَع وجد كل قُطن في حانوته محلوجًا، فسُمِّيَ بذلك الحَلاّج!

وقيل: إنه كان يتكلّم في ابتداء أمره قبل[١] أن يُنسب إلى ما نُسِبَ إليه، على الأسرار، ويَكشِفُ عن أسرار المُريدين ويُخبِرُ عنها، فسُمّي بذلك حَلاّج الأسرار، فغلَبَ عليه اسم الحَلاّج. وقيل: إنَّ أباه كان حلاّجًا فنُسِب إليه.

أخبرني أبو عليّ عبدالرحمن بن محمد بن أحمد بن فَضالة النَّيسابوري بالرَّي، قال: أخبرنا أبو منصور محمد بن أحمد بن علي النَّهاوندي، قال: حدثنا أحمد بن محمد بن سلامة المَرْوَزي، قال: سمعتُ فارسًا البغدادي يقول: قال رجل للحُسين بن منصور: أوصِني. قال: عليك بنفسِكَ إن لم

(١) في م: «من قبل»، وأثبتنا ما في النسخ.

٦٩١

امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبریؒ تاریخ الطبری میں روایت کرتے ہیں کہ بنت سمری نے کہا کہ ابن منصور نے ایک دن مجھے بلایا اور اپنا ہاتھ آستین کے اندر ڈال کر نکالا تو وہ مشک سے بھرا ہوا تھا، وہ مشک مجھے دی، دوبارہ پھر آستین میں ہاتھ ڈالا اور مشک سے بھرا ہوا نکالا، وہ بھی مجھے دی۔ اسی طرح چند بار کیا اور کہا اس کو اپنی خوشبو میں ڈال لے، کیونکہ عورت جب مرد کے پاس پہنچتی ہے تو اسے خوشبو کی حاجت ہوتی ہے۔ پھر ایک دن وہ اپنے کمرہ میں بوریوں پر بیٹھے تھے، مجھے بلایا اور کہا! فلاں جگہ سے بوریہ اٹھاؤ اور اسکے نیچے سے جتنا چاہو لے لو۔ میں نے اس جگہ سے بوریہ اٹھایا تو اس کے نیچے تمام گھر میں دینار بچھے ہوئے دیکھے جس سے میری آنکھوں میں چکا چوند ہونے لگی۔ (بحوالہ تاریخ الطبری، الأبی جعفر محمد بن جریز الطبری: ج ۱۱، ص ۸۱)

٨١ سنة ٣٠٩

من آل محمد ، ويُظهر أنه سنّى لمن كان من أهل السنّة ، وشيعى لمن كان مذهبه التشيّع ،

قالت: وأصبحتُ يوماً وأنا أنزل من السطح إلى الدار ، ومعى ابنته ، وكان قد نزل هو ، فلمّا صرنا على الدَّرج بحيث يرانا ونراه قالت لى ابنته : اسجدى له فقلت : أو يسجد أحد لغير الله ! قالت : فسمع كلامى لها فقال : نعم إله فى السماء وإله فى الأرض ، لا إله إلا الله وحده .

قالت: ودعانى إليه يوماً وأدخل يده فى كمه وأخرجها مملوءة مسكاً ، ودفعه إلىّ ثم أعادها ثانية إلى كمه وأخرجها مملوءة مسكاً ، ودفعه إلىّ ، وفعل ذلك مرات ثم قال : اجعلى هذا فى طيبك فإنّ المرأة إذا حصلت عند الرجال ، احتاجت إلى الطِّيب .

قالت : ثم دعانى وهو جالس فى بيت ، على بوارىّ ، فقال : ارفعى جانب البارية[1] من ذلك الموضع ، وخذى مما تحته ما أردت، وأومى إلى زاوية البيت ، فجئت إليها ، ورفعتُ البارية فوجدتُ تحتها الدنانير مفروشة ملء البيت ، فبهرنى ما رأيتُ من ذلك .

فأقيمت المرأة ، وحصلت فى دار حامد إلى أن قُتِل الحلّاج ، وجدّ حامد فى طلب أصحاب الحلّاج ، وأذكى العيون عليهم ، وحصل فى يده منهم حيدرة والسّمّرى ومحمد بن على القُنّائى والمعروف بأبى المُغيث الهاشمى . واستتر ابنُ حماد وكُبس دار له ، فأخذت منه دفاتر كثيرة ، وكذلك من منزل القنّائى فكانت مكتوبة فى ورق صينىّ وبعضها مكتوب بماء الذهب مبطّنة بالدّيباج والحرير ، مجلّدة بالأدَم الجيّد . ووجد فى أسماء أصحابه ابن بشر وشاكر[2] . فسأل حامد : مَنْ حصل فى يده من أصحاب الحلّاج عنهما ؟ فذكروا أنهما داعيان له بخراسان .

قال أبو القاسم بن زنجى : فكتبنا فى حملهما إلى الحضرة أكثر من عشرين كتاباً ، فلم يَرِد جوابُ أكثرها . وقيل فيما أجيب عنه منها: إنهما يُطلبان، ومتى حصلا حُملا ، ولم يُحملا إلى هذه الغاية . وكان فى الكتب الموجودة له عجائب من مكاتبات أصحابه النافذين إلى النواحى ، وتوصيته إياهم بما يدْعون إليه الناس ، وما يأمرهم

---

(١) البارية : نوع من الحصر .
(٢) شاكر الصول خادم الحلاج .

روائع التراث العربي

تاريخ الطبري

تاريخ الأمم والملوك

لأبي جعفر محمد بن جرير الطبري

٢٢٤ - ٣١٠ هـ

الجزء الحادي عشر

تحقيق

محمد أبو الفضل إبراهيم

دار سويدان

بيروت - لبنان

عریب بن سعد قرطبی دنبالہ تاریخ الطبری میں نقل کرتے ہیں کہ ابن نصر قشوری بیمار ہوا تو طبیب نے اس کے لئے سیب تجویز کیا۔ ہر چند تلاش کیا گیا، نہیں ملا تو حلّاج نے ہوا کی طرف ہاتھ کا اشارہ کیا اور لوگوں کے سامنے سیب رکھ دیا۔ سب کو تعجب ہوا تو پوچھا، یہ تم کو کہاں سے ملا؟ کہا جنت سے۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا کہ جنت کے پھل میں تغیر نہیں ہوتا اور اس میں تو کیڑا ہے، کہا چونکہ یہ دار بقا سے دار فنا میں آگیا ہے اس لئے اس میں ایک جزو یہاں کی بلاء کا آگیا۔ لوگوں نے اس جواب کو ان کے فعل سے بھی زیادہ عجیب سمجھا۔(بحوالہ دنبالہ تاریخ الطبری از عریب بن سعد قرطبی:۸۸۲ء)

حاشیه ۶۸۸۲

«وای از دلم ودستاورد دلم.
«ای که بیماری را برمن انداخته‌ای
«مرا در قبال بیماری یاری کن.»

و چنان بود که ابن‌نصر قشوری بیمار شده بود، طبیب برای وی سیب تجویز کرد که یافت نشد، حلاج به دست خویش به هوا اشاره کرد وسیبی به آنها داد که از این شگفتی کردند و گفتند: «این را از کجا آوردی؟»

گفت: «از بهشت.»

یکی از حاضران بدو گفت: «میوهٔ بهشت تغییرپذیر نیست، اما دراین‌سیب کرمی‌هست.»

گفت: «از آنرو که از خانهٔ بقا به خانهٔفنا آمده‌وچیزی از بلابر آن افتاده.» که پاسخ وی را ازکارش نکوترشمردند.

حکایت کنند که شبلی به زندان به نزدحلاج‌درآمد،دیدش که نشسته بود وبر خاک‌خطمی کشید. پیش‌روی وی‌بنشست‌چندان که‌ملول‌شد آنگاه‌حلاج‌چشم به‌آسمان برداشت و گفت: «خدایا هرحقی را حقیقتی هست وهرخلقی را طریقتی وهرپیمانی راوثیقتی.» سپس گفت: «ای شبلی، چگونه می‌بینی کسی راکه مولایش اورا از خویشتن گرفته وبه‌بساط انس خویش‌رسانیده.»

شبلی گفت: «این چگونه باشد؟»

گفت: «وی را از خویشتن گرفته وبه قلبش بازپس داده که از خویشتن مأخوذ است وبه قلب خویش مرجوع. گرفتنش از خویشتن عذاب‌دادن‌است وبازبردنش به قلبش، به‌قرب رسانیدن، خوشا آنکس که اطاعت وی کند و خورشید حقیقت از قلب وی طالع باشد.» آنگاه چنین خواند:

«خورشید دوستدار تو شبانگاه برآمد

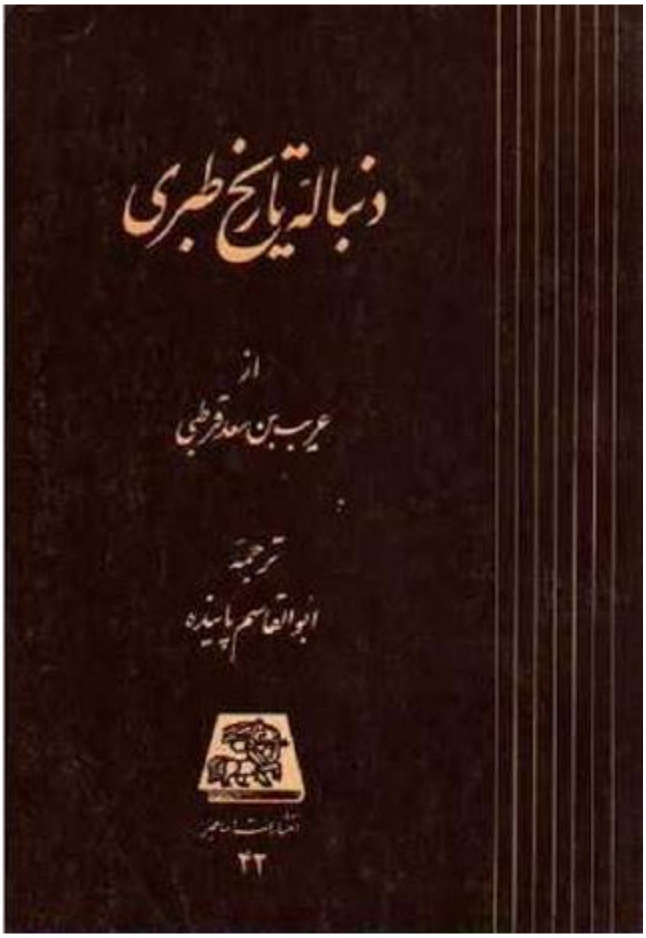

شیخ یوسف بن اسماعیل النبہانیؒ نے اپنی کتاب جامع کراماتِ اولیاء میں نقل کیا ہے کہ حسین بن منصور حلاجؒ کی کرامات میں سے ایک کرامت یہ بھی ہے کہ ابن خفیف (جیل خانہ) میں انکے پاس گئے اور پوچھا کس حال میں ہو؟ کہا اللہ تعالیٰ کی نعمتیں میرے اوپر (نازل) ہیں ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی۔ پھر ابن خفیف نے کہا میں تم سے تین مسئلہ (تصوف کے) پوچھنا چاہتا ہوں۔ ابن منصورؒ نے کہا پوچھو! ابن خفیف نے کہا! صبر کسے کہتے ہیں؟ ابن منصورؒ نے کہا، صبر یہ ہے کہ میں ان بیڑیوں کی طرف نظر کروں تو یہ ٹوٹ جائیں۔ ابن خفیف کہتے ہیں کہا ابن منصور نے یہ کہہ کر ان بیڑیوں کی طرف نگاہ کی تو سب ٹوٹ کر کھل گئیں (باوجود اس قدرت تصرف کے رات دن پیروں میں بیڑیاں ڈالے رکھتے تھے، تصرف کے زریعے انکو الگ نہ کرتے تھے) اور دیوار (جیل خانہ کی طرف نظر کی تو دیوار) پھٹ کر کھل گئی اور دفعۃً ہم دجلہ کے کنارے پہنچ گئے (مگر بایں ہمہ وقت جیل خانہ میں ہی رہتے تھے) اور کہا یہ صبر ہے۔ ابن خفیف نے کہا فقر کیا ہے؟ تو ایک پتھر پر نگاہ ڈالی، وہ فوراً سونا اور چاندی بن گیا، کہا یہ فقر ہے۔ کہ باوجود اس (تصرف) کے میں ایک پیسے تک کا محتاج ہوتا ہوں جس سے (گھر میں جلانے) کا تیل خریدوں۔ ابن خفیف نے کہا! فتوت (مردانگی) کسے کہتے ہیں؟ ابن منصورؒ نے کہا کل رات تم اس کو دیکھ لوگے۔ ابن خفیف کہتے ہیں جب رات آئی تو میں نے (خواب) میں دیکھا گویا قیامت قائم ہے، اور ایک منادی پکار رہا ہے، حسین بن منصور حلّاج کہاں ہے؟ چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کے آگے کھڑے کیئے گئے، ان سے کہا گیا جو تجھ سے محبت رکھے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو تجھ سے بغض رکھے گا وہ دوزخ میں جائے گا۔ حلّاج نے کہا (نہیں) یارب بلکہ سب کو بخش دیجیئے۔ پھر میری (ابن خفیف) طرف متوجہ ہوئے اور کہا یہ "فتوت" (مردانگی) ہے۔ (جامع کراماتِ اولیاء: ج۲، ص ۴۴-۴۳)

(الشيخ حسن أبو حلاوة الغزى) المقيم فى القدس ، اجتمعت به فيها سنة ١٣٠٥ مرارا كثيرة حينما كنت رئيسا فى محكمتها الجزئية ، وقد ذكرت فى آخر أفضل الصلوات سهوا أنى اجتمعت به سنة ١٢٩٦ ، وكان مقعدا مقيما فى حجرة فى مدرسة فى جوار المسجد الأقصى ، ملقى على تخت من خشب يصلى صلواته بالإيماء لعدم اقتداره على القيام والركوع والسجود . قال لى رحمه الله ورضى عنه : قد مضى لى سبع سنوات إلى الآن وأنا فى هذه الحالة ، ولاأعلم سببها سوى أن رجلا من أولياء الله تعالى جاء إلىّ ووقف هنا وأشار إلى باب الحجرة وقال لى اقعد لاتخرج من هذه الحجرة ، فأقعدت وبقيت هكذا إلى الآن . ولايخفى أن بعض الأولياء يتصرف فى بعض بأنواع التصرف لأسباب هم يعلمونها . وكان الشيخ حسن هذا من أولياء القدس الذين وقع الاتفاق هناك على ولايتهم وكثرة كراماته ، فكانت حجرته لاتخلو من الزائرين ، وكل واحد يشكو إليه حاجته ويسأله عن أمر من أمور دنياه وآخرته ، فيجيبه بما تظهر فائدته وصحته بعد ذلك ، من شفاء مريض ، ورجوع مسافر ، وقضاء حاجة تعسرت على صاحبها وما أشبهذلك . وكان رحمه الله تعالى يقبل علىّ إقبالا مخصوصا ويلتفت إلىّ كثيرا ، ويميزنى بالمحبة والرعاية عن كثير من الناس ، وقد شكوت له ماكنت فيه من القبض ، فإنى لم أسرّ بتوظيفى فى القدس بتلك الوظيفة وأحببت الانتقال منها ، فبشرنى بأنى أنتقل منها إلى وظيفة أعلى من تلك الوظيفة وقال لى : فى هذه الليلة قل قبل منامك يانور يانور ، وكرر ذلك إلى أن تنام وانظر ماذا تراه فى نومك ، ففعلت فرأيت فى منامى كأنه وضع على رأسى عمامة أكبر من عمامتى التى كانت على ، فلم تمض مدة أشهر حتى وظفونى فى بيروت بدون علم منى ولاسعى فى رياسة محكمة الحقوق ، ولم أزل فيها إلى الآن نحو ثمان عشرة سنة متوالية ، والله يعلم مايكون فى المستقبل ، وأسأله سبحانه وتعالى بجاه نبيه الأعظم صلى الله عليه وسلم ، أن ييسر لى الإقامة على أحسن الأحوال فى جواره عليه الصلاة والسلام فى المدينة المنورة ، ويرزقنى فيها حسن الختام . وقد أجازنى الشيخ حسن المذكور بفائدة لتفريج الكروب وجربتها فصحت ، وهى تكرار هذه الصيغة : اللهم صل على سيدنا محمد الحبيب المحبوب ، شافى العلل ومفرج الكروب . وأجازنى بالطريقة العلية القادرية ، فهو من جملة أشياخى رضى الله عنه . وكانت وفاته فى القدس بعد خروجى منها بسنوات قليلة قبل سنة ١٣١٠ .

(الحسين بن منصور الحلاج) من كراماته : أنه دخل عليه ابن خفيف فقال له : كيف تجدك ؟ فقال : نعم الله على ظاهرة وباطنة ، فقال له : أسألك عن

ثلاث مسائل ، فقال قل ، فقال له : ما الصبر ؟ فقال : أن أنظر إلى هذه الأغلال ففكك ، قال ابن خفيف : فنظر إليها فتفككت ، وانشق الحائط وإذا نحن على شاطئ الدجلة ، فقال لى : هذا من الصبر ، فقلت له : ما الفقر؟ فنظر إلى حجارة هناك فصارت ذهبا وفضة ، فقال : هذا من الفقر ، وإنى مع ذلك لأحتاج الفلس أشترى به زيتا ، قال فقلت له : ماالفتوة ؟ فقال : غدا تراها ، قال ابن خفيف : فلما كان الليل رأيت كأن القيامة قد قامت ومناديا ينادى أين الحسين بن منصور الحلاج ، فأوقف بين يدى الله عز وجل ، فقيل له : من أحبك دخل الجنة ، ومن أبغضك دخل النار ، فقال الحلاج : بل اغفر يارب للجميع ، ثم التفت إلىّ وقال لى : هذه الفتوة اهـ ، قاله الشعرانى فى المنن .

قال المناوى : الحسين بن منصور الحلاج البيضاوى ثم الواسطى الصوفى الشهير صحب الجنيد والنورى وغيرهما ، وسبب تسميته بالحلاج أنه قعد على دكان حلاج وبها مخزن قطن غير محلوج ، وذهب صاحب الدكان لحاجة ثم رجع فوجد القطن كله محلوجا فاشتهر بذلك .

ومن كراماته : أنه كان يخرج للناس فاكهة الشتاء فى الصيف وعكسه ، ويمد يده فى الهواء ويعيدها مملوءة دراهم مكتوبا عليها قل هو الله أحد ، ويسميها دراهم القدرة .

ومنها : أنه كان يخبر الناس بما أكلوه ومافعلوا فى بيوتهم ويتكلم بما فى ضمائرهم

ومنها : ما حكاه ابن خفيف قال : دخلت عليه السجن فسلمت ، فرد وقال : ما يقول الخليفة فىّ ؟ قلت : يقول غدا نقتله ، فتبسم وقال : إلى خمسة عشر يوما يكون من أمرى كذا وكذا ، ثم قام فتوضأ ، وكان بالسجن حبل ممدود وعليه خرقة فرأيتها فى يده ينشف بها وجهه ، وكان بينه وبينها نحوا أربعين ذراعا فلا أدرى أطارت الخرقة إليه أم مد يده فأخذها ، ثم أشار بيده إلى الحائط فانفرج فرأيت دجلة الناس قيام على جانبها ، قتل ببغداد سنة ٣٠٩ .

(أبو عبد الله الحسين بن على بن عمر الحميرى اليمنى) كان فقيها عارفا عالما عاملا ، تفقه بأبيه وغيره ثم غلب عليه النسك والعبادة ، وكان فى أيام تفقهه قد ترتب فى بعض المدارس ، فاتفق أنه باع شيئا من جامكيته بدراهم وربطها فى ثوبه ثم بدت له حاجة إلى أخذ شىء منها ، ففتحها فإذا هى كلها عقارب ، ففزع

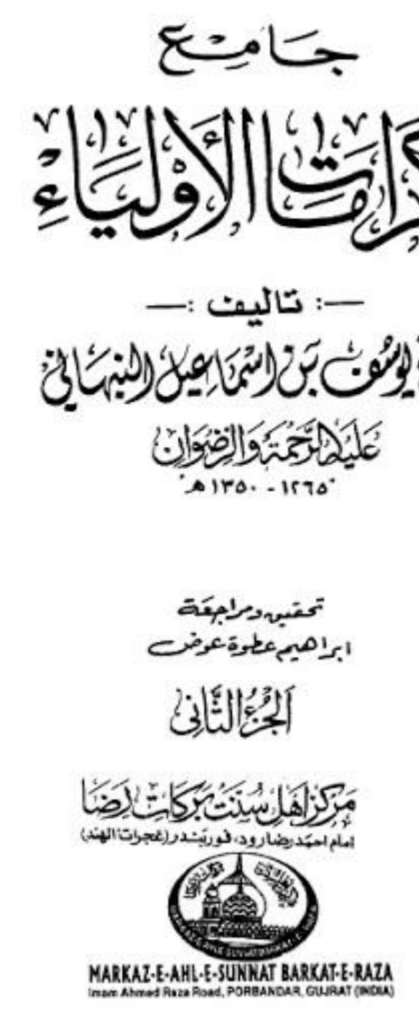

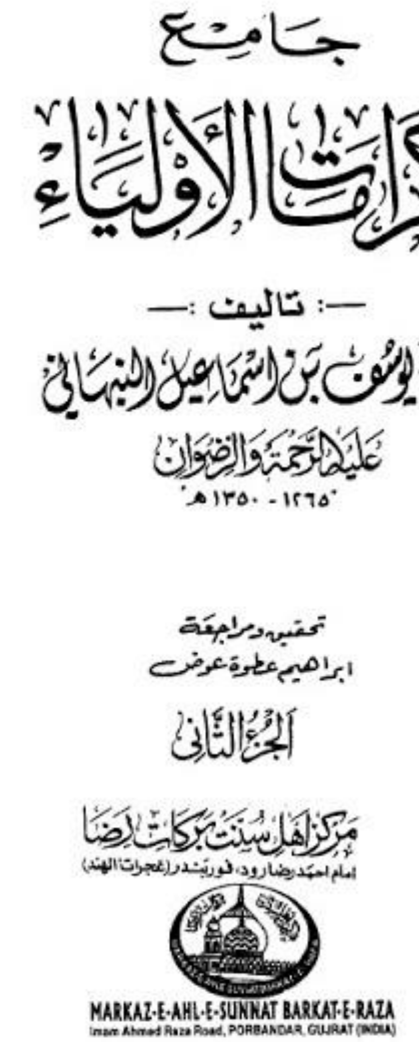

اگر حسین بن منصور حلّاجؒ ساحر و زندیق ہوتے تو باوجود اس تصرف کے جیل خانہ میں قید کیوں رہتے؟ ہر وقت پیروں میں بیڑیاں کیوں ڈالے رکھتے؟ ساحر و زندیق کا صبر و فقر سے کیا واسطہ؟ جس انسان کو ایسا تصرف حاصل ہو تو یقیناً جیل خانہ سے بھاگ جائے اور ایسی جگہ روپوش ہو کہ کسی کو بھی پتہ نہ چلے۔

حسین بن منصورؒ پر لگائے گئے الزامات اور جوازِ قتل کا فتویٰ کس طرح حاصل کیا گیا

خطیب بغدادیؒ تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں کہ:

حسین بن منصور حلّاجؒ جب واپس بغداد آئے تو کسی نے وزیر حامد بن عباس کو اطلاع دی کہ حلّاج کہتا ہے کہ میں نے بہت سے لوگوں کو زندہ کیا ہے اور میں مُردوں کو زندہ کر سکتا ہوں اور بہت سے جنات میرے تابع ہیں اور میں جو چاہوں میرے پاس لا کر حاضر کر دیتے ہیں۔ نیز یہ کہ بہت سے اہل کار میرے گرویدہ ہو گئے ہیں۔ نصر حاجب سرکاری دفاتر کا نگران بھی میری طرف مائل ہو گیا ہے اور اس کے علاوہ کئی بڑے بڑے لوگ حلقہ بگوش ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر وزیر حامد بن عباس نے خلیفہ سے درخواست کی کہ حلّاج کا معاملہ اس کے سپرد کر دیا جائے لیکن نصر حاجب آڑے آیا۔ جب وزیر نے اصرار کیا تو خلیفہ مقتدر باللہ نے ابن منصور اور اس کے مریدوں کا معاملہ وزیر حامد بن عباس کے سپرد کر دیا۔ وزیر حامد بن عباس نے علماء سے اس کے قتل کا فتویٰ طلب کیا تو علماء اور فقہاء نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ثبوت کافی نہیں۔

وزیر حامد بن عباس نے بہت سے طریقوں اور کوششوں کے ذریعہ حسین بن منصورؒ کو ۸ سال سات مہینے آٹھ دن قید میں رکھنے کے بعد ان کے ایک مرید کو سرکاری گواہ بنالیا مگر وہ اس کوشش میں تھا کہ ابن منصورؒ کی زبان سے کوئی ایسی بات نکل جائے جس پر گرفت کر کے علماء سے قتل کا فتویٰ حاصل کر لے، چنانچہ حامد نے علماء کے سامنے حلاج کی ایک کتاب پیش کی، جس میں لکھا تھا کہ: "اگر کوئی شخص حج نہ کر سکے تو ایک صاف ستھری کوٹھی کو لیپ پوت کر حج کے ارکان اس کے سامنے ادا کرے۔ پھر تین یتیموں کو بلوا کر انہیں عمدہ کھانا کھلائے، عمدہ کپڑے پہنائے اور سات سات درہم ان کے حوالے کر دے، تو اس کو حج کا ثواب مل جائے گا"۔

حامد بن عباس نے جب یہ فقرے قاضی ابو عمر کو سنائے تو اس نے حلّاج کو بُلا کر پوچھا کہ: تجھے یہ مضمون کہاں سے پہنچا؟ حلّاج نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الاخلاص: کتاب السنۃ" کا حوالہ دیا۔ جس پر قاضی القضاۃ غضب ناک ہو گیا اور قاضی ابو عمر کی زبان سے ابن منصورؒ کے لئے "یا حلال الدم" نکل گیا اور وزیر حامد نے قاضی کے اس لفظ کو پکڑ لیا اور کہا اس لفظ کو لکھ دیجئے۔ قاضی ابو عمر حلّاج سے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھ کر اس بات کو ٹالنے لگے مگر حامد اس بات کے لکھنے کا مطالبہ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ حامد نے دوات اپنے آگے سے بڑھا کر قاضی کے سامنے رکھ دی اور کاغذ منگا کر اس کے حوالے کر دیا اور بہت سختی کے ساتھ اس بات کے لکھنے کا مطالبہ کیا جس کے بعد قاضی مخالفت نہ کر سکا اور ابن منصورؒ کے جوازِ قتل کا فتویٰ لکھ دیا۔ ان کے بعد دوسرے علماء نے بھی اس پر دستخط کر دیئے، پھر خلیفہ نے بھی علماء کے فتوے پر قتل کی اجازت دے دی۔

حسین بن منصور حلّاجؒ نے جب یہ صورت دیکھی تو کہا کہ: ”میری پشت (شرعاً) ممنوع و محفوظ ہے (یعنی مجھے سزائے تازیانہ بھی نہیں دی جاسکتی) اور میرا خون بہانا حرام ہے، تم کو ہرگز یہ جائز نہیں کہ گھڑ گھڑا کہ میرے جواز قتل کا فتویٰ دو، حالانکہ میرا اعتقاد اسلام (کے موافق) ہے، میرا مذہب سنت ہے، اور میں حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ وعثمانؓ وحضرت علیؓ وطلحہؓ وزبیرؓ وسعدؓ وسعیدؓ اور عبد الرحمٰن بن عوفؓ اور ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم کی تفضیل کا قائل ہوں اور سنت (کے بیان) میں میری کتابیں کتب فروشوں کے پاس موجود ہیں۔ پس میرے خون کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو“۔

وہ بار بار اسی بات کو دہراتے رہے اور لوگ برابر دستخط کر رہے، یہاں تک کہ حسب منشاء فتوے کی تکمیل کرلی گئی تو یہ لوگ مجلس میں اُٹھ کھڑے ہوئے اور حلّاج کو اسی جگہ بھیج دیا گیا جہاں وہ پہلے قید تھے۔ (تاریخ مدینۃ السلام، خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص۷۱۸-۷۱۷)

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن

تليد - الحسين

٣٥٣٥ - ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

ولم يُحادِثه، فهو في ذاك إذ جاء غُلام حامد الذي كان مُوكَّلاً بالحَلّاج، وأومأ إلى هارون بن عِمْران أن يَخرُجَ إليه، فنهَضَ عن المجلس مُسرعًا ونحنُ لا ندري ما السَّبَب، فغابَ عنا قليلاً ثم عادَ وهو مُتغيِّر اللَّون جدًا، فأنكرَ أبي ما رآه منه وسألهُ عنه، فقال: دعاني الغُلام المُوَكَّل بالحَلّاج فخرجتُ إليه فأعلَمَني أنه دَخَل إليه ومعه الطَّبق الذي رُسِمَ أن يقدِّمه إليه في كلِّ يوم، فوجَدَه مَلأ البيتَ من سَقْفه إلى أرضِه، ومَلأ جَوانِبَه فهالَهُ ما رأى من ذلك ورَمَى بالطَّبَق من يَدِه وخَرج من البيت مُسرعًا، وأن الغُلامَ ارتعَدَ وانتفَضَ وحُمَّ!، وبَقِيَ هارون يتَعَجَّب من ذلك.

وبلَغ حامدًا عن بعض أصحاب الحَلّاج أنه ذكر أنه دخلَ إليه إلى المَوضع الذي هو فيه وخاطَبه بما أرادَهُ فأنكرَ ذلك كلَّ الإنكار، وتقدَّمَ بمسألة الحُجّاب والبَوّابين عنه وقد كان رسم أن لا يدْخُلَ إليه أحدٌ، وضربَ بعض البَوّابين فَحلفوا بالأيمان المُغَلَّظة أنهم ما أدخلوا أحدًا من أصحاب الحَلّاج إليه ولا اجتازَ بهم، وتقدَّم بافتقاد السُّطوح وجَوانِبَ الحيطان، فافتقدوا ذلك أجمع، ولم يُوجد له أثرٌ ولا خَلَل، فسأل الحَلّاج عن دخولِ من دَخَل إليه، فقال: من القُدْرة نَزَل، ومن المَوضع الذي وَصَل إليَّ منه خَرَج، وكان يُخرجُ إلى حامد في كلِّ يومٍ دفاترَ مما حُمِلَ من دور أصحابِ الحَلّاج، ويجعلُ بينَ يدَيه فيدفَعُها إلى أبي، ويتقدَّم إليه بأن يقرأها عليه، فكانَ يفعلُ ذلك دائمًا، فقرأ عليه في بعض الأيام من كتب الحَلّاج والقاضي أبو عُمر حاضر والقاضي أبو الحُسين ابن الأُشناني كتابًا حكى فيه أنَّ الإنسان إذا أرادَ الحَجَّ ولم يمكنه أفردَ في داره بيتًا لا يَلحَقُه شيءٌ من النَّجاسة، ولا يدخُلُه أحدٌ، ومنعَ من تطرقه فإذا حَضَرت أيامُ الحجِّ طافَ حولَهُ طوافَهُ حول البَيت الحَرام، فإذا انقضَى ذلك، وقضَى من المناسك ما يُقْضَى بمكة مثله، جمعَ ثلاثين يتيمًا وعَملَ لهم أمرأ ما يُمْكنه من الطَّعام وأحْضَرهم إلى ذلك البيت، وقدَّم إليهم ذلك الطَّعام وتولَّى خِدمَتَهم بنفسه، فإذا فَرَغوا من أكلهم وغَسَل أيديهم كسَا كلَّ واحدٍ منهم قميصًا ودفع إليه سبعةَ دراهم، أو ثلاثة، الشك مني، فإذا فعلَ ذلك قامَ له مقام

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت

الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن

تليد - الحسين

٣٥٣٥ - ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

الحجّ، فلما قرأ أبي هذا الفصل التفتَ أبو عُمر القاضي إلى الحَلّاج وقال له: من أينَ لكَ هذا؟ قال: من كتاب «الإخلاص» للحسن البَصْري. فقال له أبو عُمر: كذبتَ يا حلالَ الدّم، قد سمعنا كتاب «الإخلاص» للحسن البَصْري بمكة وليسَ فيه شيءٌ مما ذكرتَهُ فلما قال أبو عُمر كذبتَ يا حلال الدّم، قال له حامد: اكتُب بهذا، فتشاغلَ أبو عُمر بخطاب الحَلّاج، فأقبلَ حامد يُطالِبُه بالكِتاب بما قالَهُ، وهو يُدافِعُ ويَتشاغل إلى أن مدَّ حامد الدَّواة من بين يَدَيه إلى أبي عُمر، ودعا بدُرْج فدفَعَه إليه وألَحّ عليه حامد بالمُطالبة بالكتاب إلحاحًا لم يمكنه معه المُخالفة، فكتَبَ بإحلال دَمِه، وكتَبَ بعدَه من حَضَر المجلسَ، ولمّا تبيّن الحَلّاج الصُّورة قال: ظهري حِمًى ودمي حرامٌ، وما يَحِلُّ لكم أن تتأوّلوا عليَّ بما يُبيحه، واعتقادي الإسلام، ومَذهبي السُّنة وتَفضِيلُ أبي بكر وعُمر وعُثمان وعليّ وطَلْحة والزُّبير وسعد وسعيد وعبدالرحمن بن عَوْف وأبي عُبيدة ابن الجَرّاح، ولِيَ كتبٌ في السُّنة موجودةٌ في الوَرّاقين، فالله الله في دمي، ولم يزل يُرَدِّد هذا القول والقوم يكتُبون خطوطَهُم إلى أن استكمَلُوا ما احتاجوا إليه، ونَهَضُوا عن المجلس. ورُدَّ الحَلّاج إلى موضعِهِ الذي كان فيه، ودفعَ حامد ذلك المَحضر إلى والدي وتقدَّمَ إليه أن يكتب إلى المُقتدر بالله بخبر المَجلس وما جَرى فيه، وينفذ الفتوى(١) درج الرقعة ويستأذنه في قتله، ويكتب رقعة إلى نصر الحاجب يسأله فيها إيصال الرقعة إلى المقتدر بالله، وتَنَجُّز الجوابِ عنها، فكَتَبَ الرُّقعتَين وأنفَذَ الفَتوى درج الرُّقعة إلى المُقتدر بالله، وأبطأ الجوابُ يومَين، فغَلُظ ذلك على حامد ولَحِقَه ندمٌ على ما كتب به، وتَخَوَّف أن يكون قد وقعَ غير مَوقِعِه، ولم يجد بُدًّا من نُصْرة ما عَمِلَه فكتبَ بخطّ والدي رُقعةً إلى المُقتدر بالله في اليوم الثالث يقتَضي فيها ما تَضَمَّنته الأولى ويقول: إنَّ ما جَرَى في المَجلس قد شاعَ وانتشرَ، ومتى لم يتبعه قتل الحَلّاج افتَتَنَ الناسُ به، ولم يَختلف عليه اثنان، ويَستأذن في ذلك، وأنفَذَ

(١) من هنا إلى قوله «وتنجز» سقط كله من م.

٧١٨

اس فتوے کی بنیاد پر چوتھی صدی ہجری کے آغاز یعنی ۱۸ ذیقعد ۳۰۹ھ کو حسین بن نصور حلّاجؒ کے ہاتھ پاؤں کاٹنے کے بعد سولی دی گئی اور پھر گردن کاٹ کر ان کی نعش کو جلا کر دریا دجلہ میں بہادیا گیا، سر کو دو دن تک بغداد کے پُل پر نصب کیا گیا پھر خراسان بھیج دیا گیا اور اطراف واکناف میں گھمایا گیا اور عام عوام کے سامنے یہ مشہور کر دیا گیا کہ حسین بن منصور حلّاجؒ "انا الحق" "میں حق ہوں" کا نعرہ لگایا کرتے تھے۔ اور انہوں نے مبینہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا حتیٰ کہ وہ اس سے بھی اوپر چلے گئے اور پھر وہ یہ دعویٰ کرنے لگے کہ وہی اللہ ہے (نعوذ باللہ)۔

تذکرۃ الاولیا میں مرقوم ہے کہ "حلّاج کے کان، ناک کاٹ دیئے گئے اس کے آخری کلام کے بعد اس کی زبان کاٹ دی گئی پھر نماز شام کے وقت اس کا سر تن سے جدا کر دیا گیا"۔ ایک اور روایت جو کچھ یوں ہے کہ "حلّاج نے اپنے دونوں کٹے ہوئے خون آلود بازو اپنے چہرے پر ملے ان کا چہرہ خون سے دمکنے لگا جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ ایسا کیوں کر رہے ہو، کہنے لگے میرے جسم کا بہت خون بہہ چکا ہے جس سے میرا چہرہ زرد پڑ گیا ہوگا میں نے اپنے چہرے کو سرخ اس لئے کیا تاکہ لوگ یہ نہ سمجھیں میرا چہرہ کسی ڈر یا خوف سے پیلا پڑ گیا ہوگا۔ پھر لوگوں نے سوال کیا آپ نے چہرہ تو سرخ کر لیا مگر اپنی کلائیوں کو خون سے تر کیوں کیا۔ جواب دیا کہ وضو کیلئے۔ عشق میں دو رکعت کی نماز ہے جس کا وضو صرف خون سے ہی ہوتا ہے۔ جب منصور کے ہاتھ، پاؤں، بازو کاٹے جا چکے تھے اور آنکھیں نکال دی گئی تھیں جلاد نے ان کی زبان کاٹنے کیلئے اپنا ہاتھ بڑھایا تو منصور نے کہا ٹھہر میں ایک بات کہہ لوں پھر آسمان کی طرف منہ اٹھا کے بولے یا الٰہی اس تکلیف پر جو یہ مجھ پر تیرے لئے روا رکھے ہیں انہیں محروم نہ رکھنا۔ میں تیرے دیدار کیلئے آ رہا ہوں، پھر جلاد نے وزیر حامد العباس کے کہنے پر اس کا سر

کاٹنے کیلئے اپنا ہاتھ اٹھایا ساتھ ہی حلّاج نے یہ کلمات ادا کئے "واجد کیلئے اتنا کافی ہے کہ وہ تیرے ساتھ ایک ہو جائے۔ میں تیرے دیدار کو آرہا ہوں"۔ حلّاج کا کٹا ہوا سر نیچے آن گرا اس کے جسم کو تیل سے تر کر دیا گیا اور پھر آگ لگا دی خاکستر کو ایک مینار سے دریائے دجلہ میں پھینک دیا گیا۔

علامہ حضرت زکریا قزوینی لکھتے ہیں:"" جب انہیں پھانسی دینے کے لیے لے جانے لگے تو انہوں نے ایک حاجب کو بلایا اور کہا کہ جب مجھے جلایا جانے لگے تو دجلہ کا پانی چڑھنا شروع ہو جائے گا اور قریب ہو گا کہ پانی بغداد کو غرق کر دے جب تم یہ منظر دیکھو تو میری راکھ پانی میں ڈال دینا تاکہ پانی ساکت ہو جائے۔ جب انہیں پھانسی دی گئی اور جلایا گیا تو دجلہ میں طغیانی آگئی حتی کہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ بغداد غرق ہو جائے گا تو خلیفہ نے کہا کیا تمہیں پتہ ہے کہ منصور حلّاج نے اس بارے میں کچھ کہا تھا۔ حاجب نے کہا ہاں امیر المومنین اس نے اسی طرح کہا تھا تب اس نے حکم دیا جیسا اس نے کہا تھا ویسا ہی کرو پھر انہوں نے راکھ پانی میں پھینک دی"۔ موت سے عین پہلے منصور حلّاجؒ نے آخری بات یہ کہی "اے رب اگر تو ان لوگوں کو بھی وہی کچھ دکھا دیتا جو میں دیکھ رہا ہوں تو یہ مجھے کبھی سزا نہ دیتے اور اگر مجھ سے وہ چیز چھپا لیتا جو ان سے چھپا رکھی ہے تو میں کبھی اناالحق کا نعرہ نہ لگاتا۔ اے اللہ میرے قاتلوں کو معاف کر دے" واللہ اعلم"۔

(آثارالبلادواخبارالعباد: ص۱۶۸)

آثار البلاد وأخبار العباد

تصنيف الإمام العالم

زكريا بن محمد بن محمود القزويني

دار صادر
بيروت

وَأنْتَ عِندي كَرُوحي بَلْ أنْتَ مِنْهَا أحَبُّ
وَأنْتَ للعَيْنِ عَيْنٌ وَأنْتَ لِلقَلْبِ قَلْبُ
حَتى مِنَ الحُبِّ إني لِمَا تُحِبُّ أُحِبُّ

وحكي أن حبسه كان في عهد المقتدر بالله ، وكان الوزير حامد بن العبّاس سيء الظنّ فيه ، فأحضر عند الوزير وقاضي القضاة أبي عمرو وقالوا له : بلغنا أنّك قلت : من كان له مال يتصدّق به على الفقراء خير من أن يحجّ به ! فقال الحسين : نعم ! أنا قلت ذلك ! فقالوا له : من أين قلت هذا ؟ فقال : من الكتاب الفلاني ! فقال القاضي : كذبت يا زنديق ! ذلك الكتاب سمعناه فما وجدنا فيه هذا ! فقال الوزير للقاضي : اكتب انّه زنديق ! فأخذ خط القاضي وبعث إلى الخليفة فأمر الخليفة بصلبه ، ولمّا أخرج استدعى بعض الحجّاب وقال : إني إذا أحرقت يأخذ ماء دجلة في الزيادة حتّى تكاد تغرق بغداد ، فإذا رأيتم ذلك فخذوا شيئاً من رمادي واطرحوه في الماء ليسكن ! وكان ينشد هذين البيتين :

اقْتُلُوني يا ثِقَاتي ، إنّ في مَوْتي حَيَاتي وَمَمَاتي في حَيَاتي ، وَحَيَاتي في مَمَاتي
وَالذي حيّ قديمٌ غيرُ مَفقودِ الصِّفَاتِ وَأنا مِنهُ رَضِيعٌ في حُجُورِ المُرْضِعاتِ

وحكي أن بعض من كان ينكره لمّا صُلب وقف بإزائه يقول : الحمد لله الذي جعلك نكالاً للعالمين وعبرة للناظرين ! فإذا هو بالحسين ورآه واضعاً يديه على منكبيه يقول : ما قتلوه وما صلبوه ولكن شبّه لهم !

فلمّا صُلبَ وأحرق أخذ الماء في الزيادة حتى كادت تغرق بغداد ! فقال الخليفة : هل سمعتم من الحلاّج فيه شيئاً ؟ قال الحاجب : نعم يا أمير المؤمنين إنّه قال كذا وكذا . فقال : بادروا إلى ما قال ! فطرحوا رماده في الماء فصار رماده على وجه الماء على شكل الله مكتوباً وسكن الماء . وكان ذلك في سنة تسع وثلاثمائة ، والله الموفق .

١٦٨

جو دنیا کو پہچان لے گا وہ زاہد ہو جائے گا، اور جو اللہ تعالیٰ کو پہچان لے گا وہ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کو ہر چیز پر مقدم رکھے گا، اور جو اپنے ہی کو نہ پہچانے گا وہ تو زبردست غرور اور دھوکہ میں مبتلا رہے گا۔

ابن منصور کا عقیدہ توحید اور کلمہ أنا الحق کی توجیہہ

امام ابو القاسم القشیریؒ (متوفی ۴۶۵ھ) اپنی کتاب رسالۃ القشیریۃ میں روایت نقل کرتے ہیں کہ: "ہم کو شیخ ابو عبد الرحمٰن سلمیؒ نے خبر دی کہ میں نے محمد بن غالب سے سنا کہ انہوں نے ابو نصر احمد ابن سعید الاسفنجابی سے سنا کہ حسین بن منصور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لئے حدوث لازم کر دیا ہے کیونکہ قدیم ہونا اس کے لئے مخصوص ہے۔ پس جس چیز کا ظہور جسم سے ہے اس کے لئے عرض لازم ہے اور جو چیز آلات واسباب سے مجتمع ہوئی ہے اس کی قوتیں اس کو تھامے ہوئے ہیں (یعنی وہ ان قوتوں کی محتاج ہے) اور جس چیز کو ایک وقت مجتمع کرتا ہے دوسرا وقت اسکو متفرق کر دیتا ہے جسکو اس کا غیر قائم کرتا ہے۔ اس کو دوسرے کی احتیاج ہے جس پر وہم کی دسترس ہو سکتی ہے، تصویر خیالی اس تک پہنچ سکتی ہے۔

اور جس کو محل اور مکان اپنے اندر لئے ہوئے ہے اس کو کیفیت مکانی محیط ہے جو کسی جنس کے تحت میں ہے اس کے لئے مکیف اور ممیّز ہونا لازم ہے۔ کیونکہ جنس کے تحت میں انواع ہوتی ہیں اور ہر نوع دوسری نوع سے کسی فصل کے ذریعہ ممتاز ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ پر نہ کوئی مکان فوق سایہ فگن ہے، نہ کوئی مکان تحت اس کو اٹھائے ہوئے ہے، کوئی حد اس کے سامنے نہیں اور کوئی قریب ونزدیک اس کا مزاحم نہیں (یعنی اسکے نزدیک کوئی نہیں جو مزاحمت کا استعمال ہوسکے) نہ کوئی اس کو اپنے پیچھے لے سکتا ہے نہ سامنے ہو کر اس کو محدود کر سکتا ہے، نہ اولیّت نے اس کو ظاہر کیا نہ بعدیت نے اس کی نفی کی، نہ لفظ کل نے اس کو اپنے اندر لیا (کیونکہ نہ وہ کسی کل کا جزو ہے نہ کلی کا فرد ہے) نہ لفظ کان نے اس کو ایجاد کیا نہ لیس نے اس کو مفقود کیا (یعنی جب یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے اور ایسا نہیں ہے تو یہ مطلب نہیں کہ تمہارے بیان کے بعد وہ ایسا ہو گیا اور تمہاری تزیہ کے بعد وہ ایسا نہیں رہا، بلکہ جن صفاتِ کمال سے وہ موصوف ہے ہمیشہ سے موصوف ہے اور جن عیوب سے وہ منزہ ہے ہمیشہ سے منزہ ہے)۔

اس کے وصف کے لئے کوئی تعبیر نہیں (اور جو تعبیر ہے بھی وہ ناقص ہے) اسکے فعل کی کوئی علت نہیں، اسکے وجود کی کوئی نہایت نہیں (نہ ماضی میں نہ مستقبل میں کیونکہ وہ ازلی بھی ہے اور ابدی بھی)۔

وہ اپنی مخلوق کے احوال (وکیفیات) سے منزہ ہے اس کو اپنی مخلوق سے کسی قسم کا امتزاج (واختلاط) نہیں، نہ اس کے فعل میں آلات واسباب کی احتیاج، وہ اپنی قدامت کے سبب مخلوق سے الگ ہے، جیسا مخلوق اپنے حدوث کے سبب اس سے الگ ہے (پس خالق مخلوق کے اندر نہ حلول کر سکتا ہے نہ اس کے ساتھ متحد ہو سکتا ہے)۔

اگر تم کہو کہ وہ کب ہوا؟ تو اس کا وجود وقت (اور زمانہ سے) سابق ہے اگر تم ھو کہو (یعنی اس کی طرف ھو یا وہ کہہ کر اشارہ کرو) تو ہا اور واؤ اسی کے پیدا کیئے ہوئے ہیں اور مخلوق سے خالق پر اشارہ نہیں ہو سکتا محض یاد کے درجے ہیں یا تمام تصور ہو سکتا ہے۔ اگر تم کہو وہ کہاں ہے؟ تو ہر مکان سے اس کا وجود مقدم ہے، حرف اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں)۔

اور اس کا وجود ہی خود اس کا مثبت ہے اور اس کی معرفت یہ ہے کہ اس کو واحد جانو۔ اور توحید یہ ہے کہ مخلوق سے اس کو ممتاز (اور الگ) سمجھو، جو کچھ وہم کے تصور میں آتا ہے وہ اس کے غیر کا ہے۔

اور جو چیز اس (کے پیدا کرنے) سے پیدا ہوئی وہ اس میں کیونکر حلول کر سکتی ہے کیونکہ حال و محل میں اتحاد ہوتا ہے اور حادث قدیم کے ساتھ متحد نہیں ہو سکتا، اور جس چیز کو اس نے نشو و نما دیا اس کی طرف کیونکر پہنچ سکتی ہے۔ آنکھیں اپنے اندر اس کو نہیں لے سکتیں اور گمان اس کے پاس تک نہیں پہنچ سکتا۔

اس کا قرب یہ ہے کہ مکرم بناوے، اور بعد یہ ہے کہ ذلیل کر دے۔

اسکی بلندی چڑھائی کے ساتھ نہیں، اس کا آنا بدون انتقال کے ہے۔

وہ اوّل بھی ہے اور آخر بھی، ظاہر بھی ہے اور باطن بھی ہے، قریب بھی ہے اور بعید بھی، اسکی مثال مثل کوئی شئے نہیں، وہی سننے والا دیکھنے والا ہے"۔ (الرسالۃ القشیریۃ الامام ابو القاسم القشیری: ص ۲۸-۲۷)

"محمد بن احمد اصفہانیؒ نے بتایا کہ ایک شخص حضرت حسین بن منصورؒ کے قریب آکھڑا ہوا اور کہنے لگا، وہ حق کون ہے جس کی طرف صوفیہ اشارہ کرتے رہتے ہیں؟ فرمایا جو سب کو بنا دینے والا ہے مگر اسے بنانے والا کوئی نہیں جسے اس کی علت قرار دیا جائے"۔ (الرسالۃ القشیریۃ الامام ابو القاسم القشیری: ص ۴۹۶)

خطیب بغدادیؒ نے ابو الطیب محمد بن الفرخان کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ: "میں نے حسین بن منصور سے سنا وہ فرماتے تھے کہ اولین وآخرین کے علوم کا خلاصہ چار باتوں میں ہے۔ (۱) رب جلیل کی محبت (۲) متاع قلیل (یعنی دنیا) سے نفرت (۳) کتاب منزل کا اتباع (۴) تغیّر حال کا خوف"۔ (تاریخ مدینۃ السلام، الامام خطیب بغدادیؒ: ج ۸، ص ۶۹۲)

تَشْغَلها بالحقّ، شَغَلتك عن الحقّ. وقال له آخر: عِظْني، فقال له: كن مع الحقّ بحكم ما أوْجَب.

أخبرنا محمد بن عيسى بن عبدالعزيز البَزّاز بهَمَذان، قال: حدثنا عليّ بن الحسن الصَّيْقلي، قال: سمعتُ أبا الطَّيب محمد بن الفَرُّخان يقول: سمعتُ الحُسين بن منصور الحَلاَّج يقول: علم الأولين والآخرين مَرجِعهُ إلى أربع كلمات: حبُّ الجَليل، وبُغض القليل، واتِّباع التَّنزيل، وخَوف التَّحويل.

حدثنا عبدالعزيز بن عليّ الوَرَّاق، قال: سمعتُ عليّ بن عبدالله بن جَهْضَم يقول: كتبَ الحُسين بن منصور إلى أحمد بن عطاء: أطالَ الله لي حياتَكَ، وأعدَمَني وفاتَكَ، على أحسن ما جَرَى به قدرٌ، أو نَطَقَ به خبرٌ، مع ما أنَّ لك في قلبي من لواهج(١) أسرار مَحبَّتِكَ، وأفانينَ ذَخائِر مَوَدَّتِكَ، ما لا يُتَرجِمهُ كتابٌ، ولا يُحصيه حسابٌ، ولا يُفنيه عتابٌ، وفي ذلك أقول(٢) [من الطويل]:

كتبتُ ولم أكتب إليكَ وإنما ... كتبتُ إلى رُوحي بغير كتابِ
وذلك أنَّ الرُّوح لا فَرْقَ بينها ... وبين مُحِبِّيها بفَصْلِ خطابِ
فكُلُّ كتابٍ صادرٍ منك واردٌ ... إليكَ بما رَدُّ الجواب جوابي

أنشدنا محمد بن الحسن بن أحمد الأهوازي، قال: أنشدنا أبو حاتم الطَّبَري للحُسين بن منصور(٣) [من الرمل]:

جُبِلت روحُكَ في روحي كما ... يُجبَلُ العَنبرُ بالمِسكِ الفَتِق(٤)
فإذا مَسَّك شيءٌ مَسَّني ... فإذا أنتَ أنا لا نَفْتَرِق

(١) في م: «لواعج»، وأثبتنا ما في النسخ.
(٢) ديوانه ٣١.
(٣) ديوانه ٦٧.
(٤) في م: «الفَتِق»، وفي الديوان: «الفتق»، وما أثبتناه مجود التقييد في النسخ العتيقة، وهو بمعنى الفتق.

٦٩٢

تاريخ مدينة السلام
وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء
من غير أهلها ووارديها

تأليف
الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت
الخطيب البغدادي
٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن
تليد - الحسين
٣٥٣٥ - ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه
الدكتور بشار عواد معروف

یہ ہے حسین بن منصورؒ کا عقیدۂ توحید جسکا ہر لفظ کتاب و سنت اور مذہب سلف صالحین کی پُر شوکت تفسیر ہے۔ جس میں صاف تصریح ہے کہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی قسم کا اختلاط و امتزاج نہیں ہو سکتا، نہ حلولاً نہ اتحاداً۔ ”حسین بن منصورؒ اللہ تعالیٰ سے اپنی محبت کا اظہار یوں فرماتے ہیں کہ: محبوب سے تمہاری محبت یہ ہے کہ اس کے سامنے اپنے تمام اوصاف بالائے طاق رکھ دو“۔ (الرسالۃ القشیریۃ الامام ابو القاسم القشیری: ص ۵۲۳)

مولانا جلال الدین رومیؒ فرماتے ہیں کہ:

چون "انا الحق" گفت شیخ و پیش بُرد	پس گلوی جملہ کوران را افشرد
جب شیخ نے انا الحق کہا اور آگے بڑھ گئے	تو تمام اندھوں کے گلے کو دبا دیا
بود انا الحق در لب منصور نور	بود انا اللہ در لب فرعون زور
”انا الحق“ منصور کے لب پر نور تھا	”میں خدا ہوں“ فرعون کے لب پر جھوٹ تھا
آن انا منصور، را رحمت بُدہ	ایں انا فرعون، را لعنت بُدہ
وہ انا منصور کے لئے (باعث) رحمت تھا	یہ انا فرعون کے لئے (موجب) لعنت تھا
گفت فرعونے "انا الحق"، گشت پست	گفت منصورے "انا الحق" و برَست
کسی فرعون نے انا الحق کہا وہ پست ہوا	کسی منصور نے انا الحق کہا وہ بالا ہے
آن انا را لعنہ اللہ، در عقب	ویں انا را رحمہ اللہ، اے محب
اس انا کے لئے اللہ تعالیٰ کی لعنت درپے ہے	اور یہ انا اے دوست! اللہ کی رحمت ہے

لیک اندر چشمِ کنعاں موئے رُت — نوحؑ و کشتی را بہشت و کوہ جست

کوہ و کنعاں را فرو بُرد آں زماں — نیم موجے تا بقعرِ امتہاں

مہ فشاند نور و سگ وع وع کند — سگ ز نورِ ماہ کے مرتع کند

شبروان و ہمرہانِ مہ بتگ — ترکِ فتن کے کنند از بانگِ سگ

جزو سوئے کل رواں مانندِ تیر — کے کند وقف از پئے ہر گندہ پیر

جانِ شرع و جانِ تقویٰ عارفست — معرفت محصولِ زہدِ سالفست

زہد اندر کاشتن کوشیدن ست — معرفت آں کشت را رُوئیدن ست

پس چو تن باشد جہاد و اعتقاد — جانِ ایں کشتن نبات ست و حصاد

امر معروف اُو و ہم معروف اوست — کاشفِ اسرار و ہم مکشوف اوست

شاہِ امروزینہ و فردائے ماست — پوست بندہ مغزِ نغزش دا ماست

چوں انا الحق گفت شیخ و پیش بُرد — پس گلوئے جملہ کوراں را فشرد

جب شیخ نے انا الحق کہا اور آگے بڑھ گئے — تو تمام اندھوں کے گلے کو دبا دیا

چوں انائے بندہ لاشد از وجود — پس چہ ماند تو بیندیش اے جحود

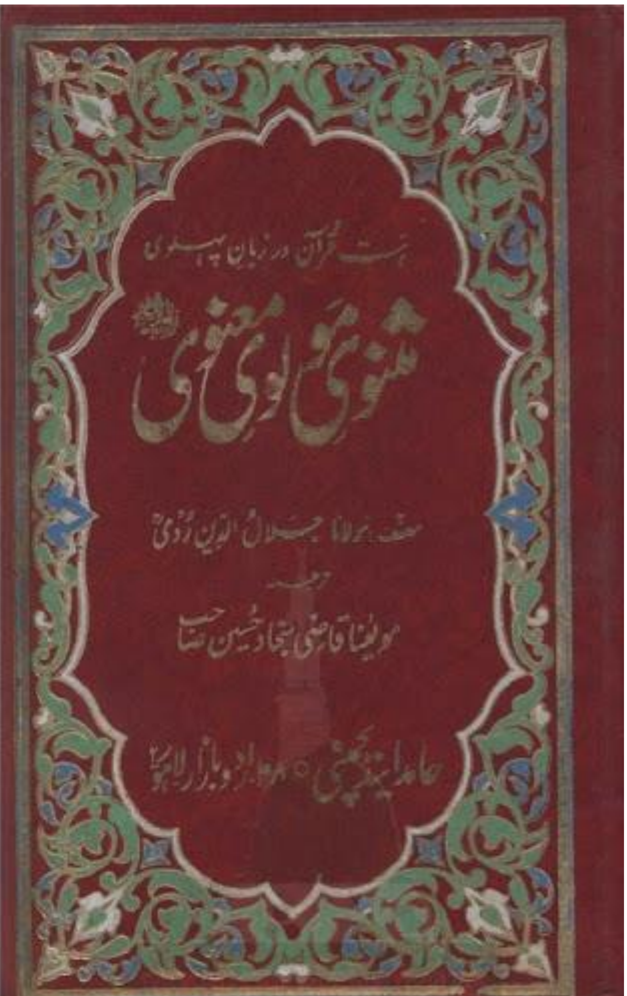

ہر عبارت خود نشانِ حالتیست — حال چوں دست و عبارت آلتیست

ہر عبارت ایک حالت کی علامت ہے — حال بمنزلہ ہاتھ کے اور عبارت بمنزلہ آلہ کے ہے

آلتِ زرگر بدستِ کفش گر — ہمچو دانہ کشت کردہ ریگ در

والتِ اسکاف پیشِ برزگر — پیشِ سگ کہ استخواں در پیشِ خر

بود انا الحق در لبِ منصور نور — بود انا اللہ در لبِ فرعون زور

انا الحق منصور کے لب پر نور تھا — "میں خدا ہوں" فرعون کے لب پر جھوٹ تھا

شد عصا اندر کفِ موسیٰؑ گوا — شد عصا اندر کفِ ساحر ہبا

زیں سبب عیسیٰؑ بداں ہمراہِ خود — در نیاموزید آں اسمِ احد

کو نداند نقص بر آلت نہد — سنگ بر گِل زن تو آتش کے جہد

دست و آلت ہمچو سنگ و آہن ست — جفت باید جفت شرطِ زادن ست

آنکہ بے جفت ست و بے آلت یکیست — در عدد شک ست و آں یک بے شکیست

آنکہ دو گفت و سہ گفت و بیش ازیں — متفق باشند در واحد یقیں

احولی چوں دفع شد یکساں شوند — آں دو سہ گویاں یکے گویاں شوند

گر یکے گوئی تو در میدانِ او — گرد بر میگرد از چوگانِ او

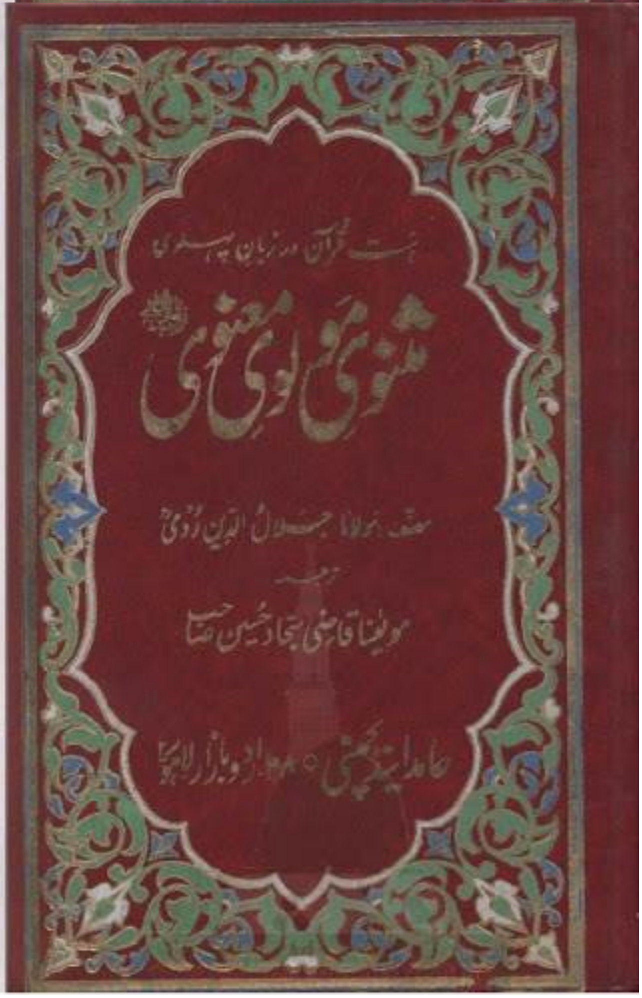

زانکہ گر او ہیچ بیند خویش را — مہلک و ناسور بیند ریش را

درد خیزد زیں چنیں دیدن درون — درد او را از حجاب آرد بروں

تانگیرد مادراں را دردِ زہ — طفل در زادن نیابد ہیچ رہ

ایں امانت در دل و جاں حاملہ است — وایں نصیحتہا مثالِ قابلہ است

قابلہ گوید کہ زن را درد نیست — درد باید درد کودک را رہ است

آنکہ او بیدرد باشد رہزن است — زانکہ بیدردی انا الحق گفتن است

آں انا بیوقت گفتن لعنت است — ویں انا در وقت گفتن رحمت است

آں انا منصور را رحمت بُدہ — ایں انا فرعون را لعنت بُدہ

لاجرم ہر مرغِ بے ہنگام را — سر بُریدن واجب است اعلام را

سر بُریدن چیست کشتن نفس را — در جہاد و ترک گفتن لمس را

آنچناں کز نیش کژدم برکنی — تاکہ یابد او ز کشتن ایمنی

گفت فرعونے انا الحق گشت پست — گفت منصورے انا الحق و برَست

آں انا را لعنۃ اللہ در عقب — ویں انا را رحمۃ اللہ اے محب

زانکہ او سنگِ سیہ بُد ایں عقیق — آں عدوئے نور بُود و ایں عشیق

ایں انا ہو بُود در سِر اے فضول — ز اتحادِ نور نز راہِ حلول

جہد کن تا سنگیت کمتر شود — تا بلعلی سنگ تو انور شود

صبر کن اندر جہاد و در عنا — دمبدم می بیں بقا اندر فنا

وصفِ سنگی ہر زماں کم میشود — وصفِ لعلی در تو محکم میشود

وصفِ ہستی میرود از پیکرت — وصفِ مستی میفزاید در سرت

سمع شو یکبارگی تو گوشوار — تا ز حلقہ لعل یابی گوشوار

ہمچو چہ کن خاک می کن گر کسی — زیں تنِ خاکی کہ در آبے رسی

گر رسد جذبِ خدا آبِ معیں — چاہ ناکندہ بجوشد از زمیں

کار می کن تو بکارِ آں مباش — اندک اندک خاک چہ را میتراش

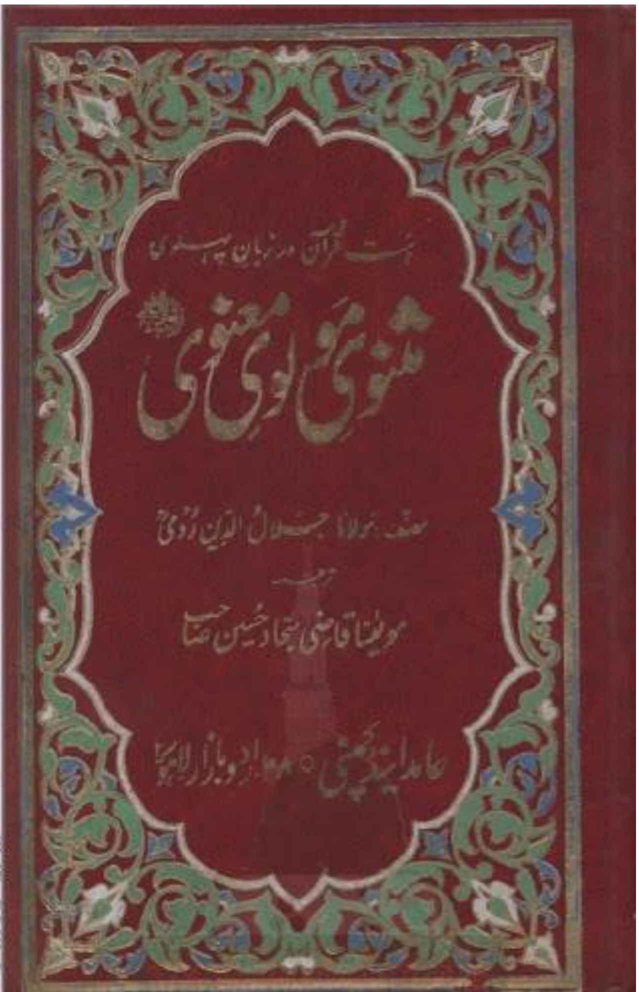

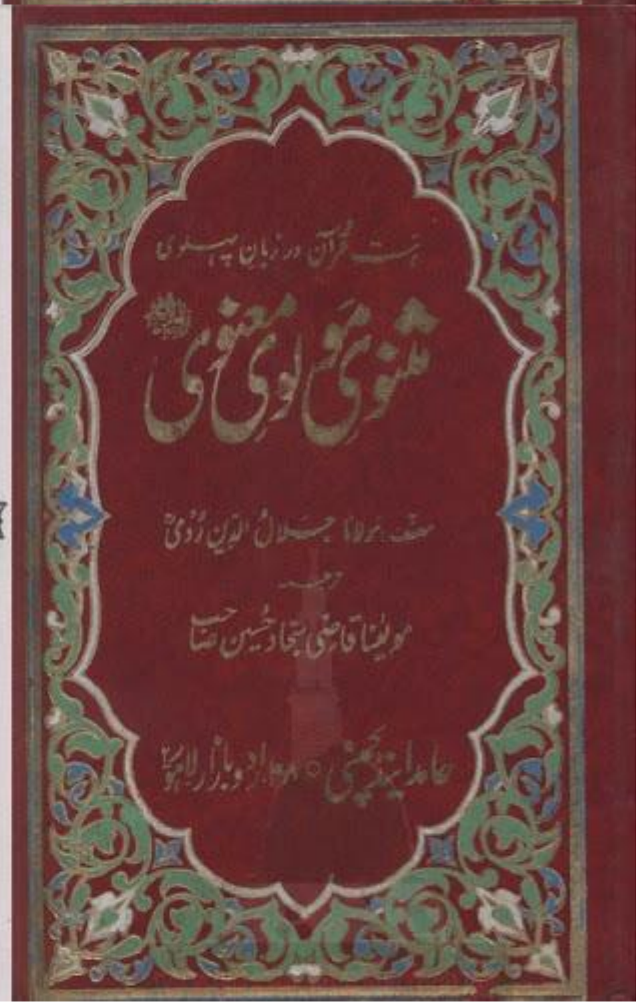

پس اگر ایسے شخص کی زبان سے اگر کسی وقت "أنا الحق" نکل گیا ہو تو اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنے آپ کو خدا کہتا تھا۔ کیونکہ انسان کا حادث ہونا ظاہر اور یقینی ہے۔ اور ابن منصورؒ کے عقیدہ میں وہ خود اس بات کا اعتراف کر رہے ہیں کہ حادث محتاج قدیم سے متحد نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا چند ضعیف روایات کی بنیاد پر ان پر لگائے گئے اس الزام کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو بھی اس قول کی تاویل ضروری ہے۔ ابن منصورؒ کے عقیدۂ توحید کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کے اس قول کی صحیح تاویل یہ ہو سکتی ہے کہ اس وقت ابن منصورؒ کی زبان کلام حق کی ترجمان تھی۔ ان کی زبان سے اسی طرح "أنا الحق" نکلا تھا جیسا کہ شجرۂ موسیٰ سے "إِنِّي أَ نا الله ربُّ العالمين" کی آواز آئی تھی۔ ظاہر ہے کہ درخت نے اپنے کو اللہ رب العالمین نہیں کہا تھا، بلکہ اس وقت وہ کلام الٰہی کا ترجمان تھا۔ اسی طرح ابنِ منصور کے متعلق بھی خیال کیا جا سکتا ہے اور غلبہ حالات و واردات میں بار ہا ایسا ہوتا ہے کہ عارف کی زبان سے اللہ تعالیٰ تکلم فرماتے ہیں، جس کو سالکین اصحابِ حال سمجھ سکتے ہیں۔ پس یہ تو مسلم ہو سکتا ہے کہ ابنِ منصور کی زبان سے "أنا الحق" نکلا ہو، مگر یہ مسلم نہیں کہ ابن منصور نے خود "أنا الحق" کہا تھا۔

صحیح مسلم کی درج ذیل حدیث سے بھی اس بات کی واضح دلیل ملتی ہے کہ عشق الٰہی و غلبہ محبت سے سرشار ہو کر کسی مسلمان کی زبان سے غیر دانستہ طور پر کبھی ایسے کلمات نکل جاتے ہیں لیکن اسکا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ وہ مسلمان اپنے آپ کو خدا سمجھنے اور کہنے لگا ہو۔ ممکن ہے حسین بن منصورؒ کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی معاملہ پیش آیا ہو لہٰذا ان کے اس کلام کی تاویل نہایت ضروری ہے جو کہ ہم نے قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کی۔

"حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ، وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، قَالاَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، - وَهُوَ عَمُّهُ - قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَلَّهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ حِينَ يَتُوبُ إِلَيْهِ مِنْ أَحَدِكُمْ كَانَ عَلَى رَاحِلَتِهِ بِأَرْضِ فَلاَةٍ فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ وَعَلَيْهَا طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ فَأَيِسَ مِنْهَا فَأَتَى شَجَرَةً فَاضْطَجَعَ فِي ظِلِّهَا قَدْ أَيِسَ مِنْ رَاحِلَتِهِ فَبَيْنَا هُوَ كَذَلِكَ إِذَا هُوَ بِهَا قَائِمَةً عِنْدَهُ فَأَخَذَ بِخِطَامِهَا ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ اللَّهُمَّ أَنْتَ عَبْدِي وَأَنَا رَبُّكَ. أَخْطَأَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ"". "حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی توبہ سے (جبکہ وہ اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہے) اُس سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں جتنی خوشی تم میں سے کسی مسافر کو اپنے اُس (سواری کے) اونٹ کے مل جانے سے ہوتی ہے جس پر وہ چٹیل بیابان میں سفر کر رہا ہو، اُسی پر اس کے کھانے پینے کا سامان بندھا ہو اور (اتفاق سے) وہ اونٹ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر بھاگ جائے اور وہ (اس کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے) مایوس ہو جائے اور اسی مایوسی کے عالم میں (تھکا ہارا بھوکا پیاسا) کسی درخت کے سایہ کے نیچے لیٹ جائے اور اسی حالت میں (اس کی آنکھ لگ جائے اور جب آنکھ کھلے تو) اچانک اس اونٹ کو اپنے پاس کھڑا ہوا پائے اور (جلدی سے) اس کی نکیل پکڑ لے اور خوشی کے جوش میں (زبان اس کے قابو میں نہ رہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی غرض سے) کہنے لگے! اے اللہ! تو میرا بندہ اور میں تیرا رب ہوں۔ (خوشی کے مارے اسے پتہ بھی نہ چلے کہ میں کیا کہہ گیا)۔ (صحیح مسلم: کتاب التوبہ، باب فی الحض علی التوبۃ والفرح بہا، رقم الحدیث ۶۹۶۰)

صحیح مسلم شریف جلد ششم — توبہ کے مسائل

٦٩٦٠- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَهُوَ عَمُّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((لَلّٰهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ حِينَ يَتُوبُ إِلَيْهِ مِنْ أَحَدِكُمْ كَانَ عَلَى رَاحِلَتِهِ بِأَرْضِ فَلَاةٍ فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ وَعَلَيْهَا طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ فَأَيِسَ مِنْهَا فَأَتَى شَجَرَةً فَاضْطَجَعَ فِي ظِلِّهَا قَدْ أَيِسَ مِنْ رَاحِلَتِهِ فَبَيْنَا هُوَ كَذَلِكَ إِذَا هُوَ بِهَا قَائِمَةً عِنْدَهُ فَأَخَذَ بِخِطَامِهَا ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ اللَّهُمَّ أَنْتَ عَبْدِي وَأَنَا رَبُّكَ أَخْطَأَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ)).

٦٩٦٠- انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا البتہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ خوشی ہوتی ہے اپنے بندہ کی توبہ سے جب وہ توبہ کرتا ہے تم میں سے اس شخص سے جو اپنے اونٹ پر سوار ہو ایک صاف بے آب ودانہ جنگل میں پھر وہ اونٹ نکل بھاگے اسی پر اس کا کھانا اور پانی ہو آخر وہ اس سے ناامید ہو کر ایک درخت کے تلے آکر لیٹ رہے اس کے سایہ میں اور اونٹ سے بالکل ناامید ہو گیا ہو وہ اسی حال میں ہو کہ یکایک اونٹ اس کے سامنے آکر کھڑا ہو جائے اور وہ اس کی نکیل تھام لیوے پھر خوشی کے مارے بھول کر غلطی سے کہنے لگے یا اللہ تو میرا بندہ ہے میں تیرا رب ہوں خوشی کے سبب سے ایسی غلطی کرے

تحقیق مسئلہ وحدۃ الوجود

حسین بن منصور حلّاجؒ کے حالات کو جاننے کے لئے سب سے پہلے مسئلہ وحدۃ الوجود کی حقیقت کو واضح کرنا ہو گا جسکے غلط عنوان سے مخالفین اسلام نے ایک شور برپا کیا اور عام اور لا علم مسلمانوں کو بہت بہکایا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ ابن منصور حلّاجؒ اور ابن عربیؒ کو اس مسئلے میں بہت زیادہ بدنام کیا جاتا ہے۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ وہ خالق و مخلوق میں اتحاد مانتے ہیں، کبھی کہا جاتا ہے کہ وہ مخلوق میں خدا کے حلول کے قائل ہیں، اور اس مغالطہ کا اصل منشاء مسئلہ وحدۃ الوجود کی حقیقت سے بیخبری ہے۔ اس لئے مختصر اً عرض ہے کہ یہ مسئلہ نہ مقاصد تصوف سے ہے، نہ مقامات سلوک میں اسکا شمار ہے۔ چنانچہ سلف میں اس کا مفصل تذکرہ تحریراً یا تقریراً نہ تھا، صرف ابہام کے درجہ میں کہیں کہیں اس کے آثار کا ظہور ہو جاتا تھا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ معنون تھا، عنوان نہ تھا، پھر خلف میں اس کا عنوان ظاہر ہوا، اور مختلف تعبیرات سے ظاہر ہوا۔ اسی لئے بعض لوگ غلطی میں پڑ گئے اور دوسروں کو مغالطہ دینے لگے۔

اس مسئلہ کی حقیقت معلوم کرنے سے پہلے یہ امر اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ اسلام کے تمام فرقے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر کامل یقین اور اتفاق رکھتے ہیں۔ اسلام میں توحید کی جیسی سادہ، بے تکلف اور صاف تعلیم ہے۔ جس کی نظیر کوئی مذہب پیش نہیں کر سکتا۔ محققین کے نزدیک اسلام کی سرعت اشاعت کا بڑا سبب یہی ہے کہ توحید کی تعلیم جیسی اسلام میں ہے کسی اور مذہب میں نہیں ہے۔ خصوصیت کے ساتھ صوفیہ کرام سب سے زیادہ عقیدۂ توحید کے علمبردار ہیں کیونکہ دوسروں کے نزدیک تو یہ مسئلہ محض عقلی و نقلی ہے۔ مگر صوفیہ کرامؒ کے نزدیک کشفی اور بدیہی بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیہ کرامؒ کے کلام میں توحید کا ذکر دوسروں کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔ پس ان کی طرف کسی ایسی بات کی نسبت کرنا جو توحید اسلامی کے خلاف یا کسی درجے میں بھی اس کے منافی ہو بہت بڑا ظلم ہے۔ حضرات

صوفیہ نے غلبۂ حال میں جن مختلف عنوانات سے اپنے ذوق کو تعبیر کرنا چاہا۔ بعض لوگوں نے اس کے سمجھنے میں غلطی کی اور غلطی کے ازالہ کا جو طریقہ تھا ان کے اس کلام کی طرف رجوع کیا جاتا جو حالتِ صحو میں انھوں نے فرمایا ہے، اس سے کام نہیں لیا گیا۔

وحدۃ الوجود کا صحیح مطلب

امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن القشیریؒ (متوفی: ۴۶۵) لکھتے ہیں: ”کہا جاتا ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو افعال ہوتے دیکھتے ہیں، واقعات ان کے سامنے ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں جن پر حقیقت کھل جاتی ہے تو وہ اللہ کے سوا ہر چیز کو محسوس کرنے سے عاری ہو جاتے ہیں چنانچہ وہ اپنے دل میں سب کو باطنی طور پر ایک ہی جگہ اکھٹے دیکھتے ہیں اور جب انہی چیزوں کو دنیا میں دیکھتے ہیں تو ہر چیز کا ایک الگ وجود نظر آرہا ہوتا ہے“۔ (الرسالۃ القشیریۃ الامام ابو القاسم القشیری: ص ۴۹۷)

عقیدۂ وحدۃ الوجود بزبان حضرت جنید بغدادیؒ: ”حضرت جنیدؒ سے کسی نے توحید کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ میں نے کسی شاعر سے اس بارے میں یہ سنا تھا۔

"میرے دل میں ایک آرزو گنگنانے لگی (کہ توحید کیا ہے؟) تو میں نے بھی یہی گنگنانا شروع کر دیا چنانچہ جہاں وہ (توحید سے واقف) تھے، ہم بھی وہاں تھے اور جب وہ وہاں تھے ہم بھی اسی وقت میں تھے۔"

یہ سن کر اس قائل نے پوچھا کہ قرآن و حدیث ختم ہو گئے؟ آپ نے فرمایا: نہیں، موحد ایک ادنیٰ اور آسان طریقے سے بھی توحید کا بلند مقام تلاش کر لیتا ہے“۔ (الرسالۃ القشیریۃ الامام ابو القاسم القشیری: ص ۴۹۸)

مولانا تقی عثمانی حفظ اللہ فرماتے ہیں: ”وحدۃ الوجود کا صحیح مطلب یہ ہے کہ اس کائنات میں حقیقی اور مکمل وجود صرف ذات باری تعالیٰ کی ہے، اس کے سوا ہر وجود بے ثبات، فانی اور نامکمل ہے۔ ایک تو اس لئے کہ وہ ایک نہ ایک دن فنا ہو جائے گا، دوسرے اس لئے کہ ہر شئی اپنے وجود میں ذاتِ باری تعالیٰ کی محتاج ہے، لہٰذا جتنی اشیاء ہمیں اس کائنات میں نظر آتی ہیں، انہیں اگرچہ وجود حاصل ہے لیکن اللہ کے وجود کے سامنے اس وجود کی کوئی حقیقت نہیں، اس لئے وہ کالعدم ہے۔

اس کی نظیر یوں سمجھئے جیسے دن کے وقت آسمان پر سورج کے موجود ہونے کی وجہ سے ستارے نظر نہیں آتے، وہ اگرچہ موجود ہیں، لیکن سورج کا وجود ان پر اس طرح غالب ہو جاتا ہے کہ ان کا وجود نظر نہیں آتا۔

اسی طرح جس شخص کو اللہ نے حقیقت شناس نگاہ دی ہو وہ جب اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے وجود کی معرفت حاصل کرتا ہے تو تمام وجود اسے ہیچ، ماند، بلکہ کالعدم نظر آتے ہیں“۔ (فتاویٰ عثمانی: جلد اوّل، کتاب الایمان والعقائد: ص ٦٦)

وحدت الوجود کا مطلب

مسئلہ عصمت انبیاء علیہم السلام

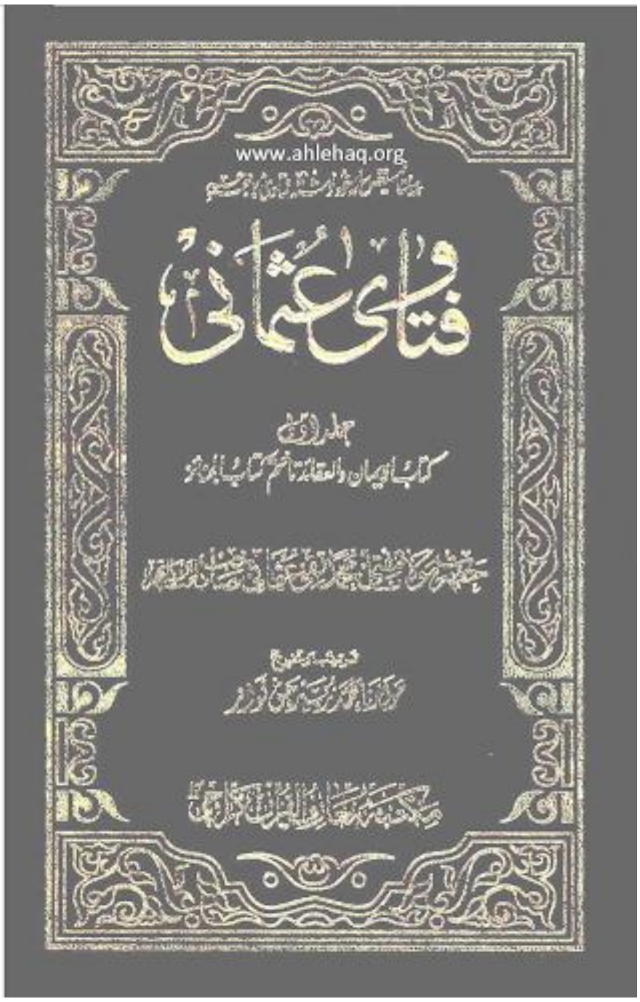

”حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ اللہ کی توحید بیان کرتے وقت سب سے بہترین بات جو ہم کہہ سکتے ہیں، وہ ہے جسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا تھا:

"پاک ہے وہ ذات کہ جس نے اپنی مخلوق کو اپنی پہچان کا راستہ نہیں دیا بلکہ اپنی ذات کی پہچان سے عاجز کر دیا ہے۔"

استاذ ابو القاسم القشیریؒ نے فرمایا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فرمان کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی پہچان ممکن ہی نہیں کیونکہ ہر ایک کو یہ بات معلوم ہے کسی شئے سے عجز تبھی ہوتا ہے جب وہ موجود ہو اور معدوم نہ ہو جیسے ایک اپاہج اپنے عمل دخل سے بیٹھ تو سکتا نہیں لیکن اگر وہ صحیح ہو جائے تو اس میں بیٹھنے کی صفت موجود ہے بالکل یونہی اللہ کا عارف یعنی اس کی پہچان کرنے والا، اس کی پہچان سے عاجز ہوتا ہے حالانکہ پہچان کر لینے کی صفت اس میں موجود ہوتی ہے کیونکہ عارف میں معرفت ہو تو عارف ہو گا لیکن صوفیہ کے ہاں انتہاء میں معرفت کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے چنانچہ ابتداء میں کسبی معرفت اگرچہ حقیقۃً معرفت ہی کہلاتی ہے لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ضروری معرفت کے مقابلے میں اسے اہمیت نہیں دی جیسے روشن سورج کے سامنے ایک جلتے چراغ کی روشنی کی حیثیت نہیں ہوتی“۔(الرسالۃ القشیریۃ الامام ابو القاسم القشیری: ص ۴۹۵)

مشہور غیر مقلد عالم حافظ عبد اللہ محدث روپڑی فتویٰ اہلحدیث میں توحید کی چار اقسام بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ”یہ چار قسمیں توحید کی صوفیاء کے ہاں مشہور ہیں۔ اخیر کی دو وہی ہیں جن کے متعلق آپ نے سوال کیا ہے یعنی توحید حالی وحدۃ الشہود ہے اور توحید الٰہی وحدۃ الوجود ہے۔ یہ اصطلاحات زیادہ تر متاخرین صوفیاء (ابن عربی وغیرہ) کی کتب میں پائی جاتی ہیں۔ متقدمین کی کتب میں نہیں۔ ہاں مراد ان

کی صحیح ہے، توحید ایمانی اور توحید علمی تو ظاہر ہے توحید حالی کا ذکر اس حدیث میں ہے:"ان تعبدالله كانک تراه فان لم تكن تراه فانه يراک"۔"یعنی خدا کی اس طرح عبادت کر گویا کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے پس اگر تو نہ دیکھے تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے"۔

یہ حالت چونکہ اکثر طور پر ریاضیت اور مجاہدہ سے تعلق رکھتی ہے، اس لیے یہ عقل سے سمجھنے کی شئے نہیں ہاں اس کی مثال عاشق و معشوق سے دی جاتی ہے۔ عاشق جس پر معشوق کا تخیل اتنا غالب ہوتا ہے کہ تمام اشیاء اس کی نظر میں کالعدم ہوتی ہیں' اگر دوسری شئے کا نقشہ اس کے سامنے آتا ہے تو محبوب کا خیال اس کے دیکھنے سے حجاب ہو جاتا ہے گویا ہر جگہ اس کو محبوب ہی محبوب نظر آتا ہے خاص کر خدا کی ذات سے کسی کو عشق ہو جائے تو چونکہ تمام اشیاء اس کے آثار اور صفات کا مظہر ہیں اس لیے خدائی عاشق پر اس حالت کا زیادہ اثر ہوتا ہے یہاں تک کہ ہر شئے سے اس کو خدا نظر آتا ہے وہ شئی نظر نہیں آتی ہے جیسے شیشہ دیکھنے کے وقت چہرے پر نظر پڑتی ہے نہ کہ شیشہ پر"۔ (فتاویٰ اہلحدیث: ج۲، ص۱۵۳)

۱۵۳

یہ توحید آتی نقص و عیب سے بری ہے۔ برخلاف توحید مخلوق کے وہ بوجہ نقص وجود کے ناقص ہے۔

یہ چار قسمیں توحید کی صوفیاء کے ہاں مشہور ہیں۔ اخیر کی وو وہی ہیں جن کے متعلق آپ نے سوال کیا ہے یعنی توحید حالی وحدۃ الشہود ہے اور توحید آتی وحدۃ الوجود ہے۔ یہ اصطلاحات زیادہ تر متاخرین صوفیاء (ابن عربی وغیرہ) کی کتب میں پائی جاتی ہیں متقدمین کی کتب میں نہیں۔ ہاں مراد ان کی صحیح ہے۔ توحید ایمانی اور توحید علمی تو ظاہر ہے توحید حالی کا ذکر اس حدیث میں ہے۔ ان تعبد الله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك۔ یعنی خدا کی اس طرح عبادت کر گویا کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے۔ پس اگر تو نہ دیکھے تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے: یہ حالت چونکہ اکثر طور پر ریاضت اور مجاہدہ سے تعلق رکھتی ہے۔ اس لئے یہ عقل سے سمجھنے کی شئے نہیں ہاں اس کی مثال عاشق و معشوق سے دی جاتی ہے۔ عاشق جس پر معشوق کا تخیل اتنا غالب ہوتا ہے کہ تمام اشیاء اس کی نظر میں کالعدم ہوتی ہیں۔ اگر دوسری شئے کا نقشہ اس کے سامنے آتا ہے تو محبوب کا خیال اس کے دیکھنے سے حجاب ہو جاتا ہے گویا ہر جگہ اس کو محبوب ہی محبوب نظر آتا ہے خاص کر خدا کی ذات سے کسی کو عشق ہو جائے تو چونکہ تمام اشیاء اس کے آثار اور صفات کا مظہر ہیں اس لئے خدائی عاشق پر اس حالت کا زیادہ اثر ہوتا ہے یہاں تک کہ ہر شئے سے اس کو خدا نظر آتا ہے وہ شئی نظر نہیں آتی ہے جیسے شیشہ دیکھنے کے وقت چہرے پر نظر پڑتی ہے نہ کہ شیشہ پر۔

شیخ مخدوم علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش جن کا لاہور میں مزار مشہور ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب کشف المحجوب باب مشاہدہ میں صوفیاء کے اقوال اس قسم کے بہت لکھے ہیں جن کا خلاصہ یہی ہے جو بیان ہوا ہے کہ غلبۂ محبت اور کمال یقین کی وجہ سے ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ غیر خدا پر نظر ہی نہیں پڑتی۔ اسی طرح دوسرے بزرگوں نے اپنی تصانیف میں لکھا ہے۔ مگر یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ عموماً اس کی دو حالتیں ہیں جلوت اور خلوت۔ جلوت لوگوں سے اختلاط اور میل جول کی حالت ہے اور خلوت علیحدگی اور تنہائی کی حالت ہے جس میں ظاہراً باطناً خدا کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ جلوت میں تبلیغ کا کام ہوتا ہے اور خلوت میں نفس کی اصلاح اور دل کی صفائی ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں سورۂ مزمل کے شروع میں ان دونوں حالتوں کا بیان ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْئًا وَأَقْوَمُ قِيلًا إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا

یعنی رات کا قیام نفس کے لتاڑنے کے لئے سخت ہے اور زبان کو بہت درست رکھنے والا ہے۔ بے شک تجھے دن میں طویل شغل ہے۔"

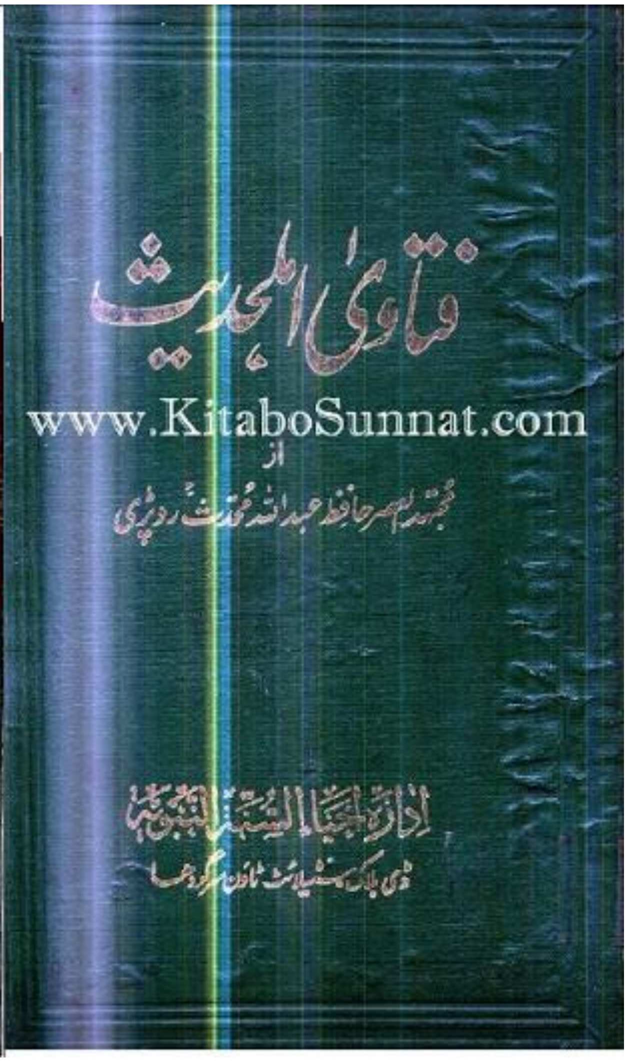

مشہور غیر مقلد عالم علامہ اسماعیل سلفی فرماتے ہیں: "مسئلہ درست تھا، اگر تعبیر ناپسند تھی تو اسے بدل دیا جاتا لیکن یہاں کوئی پرانا بغض تھا جسے نکالنا ضروری سمجھا گیا اور فتووں کی مشین تان دی گئی اور کفر کے انبار انڈیل دیئے گئے"۔ (تحریک آزادئ فکر: ص۲۹)

شہید حسین بن منصور حلّاج رحمہ اللہ تعالیٰ پر لگائے گئے الزامات (بحوالہ تاریخ بغداد و تاریخ طبری) کی اصل حقیقت قرآن وحدیث اور تاریخی شواہد کی روشنی میں

پہلا الزام: مثل قرآن بنانے کا دعویٰ

خطیب بغدادی نے ابن باکویہ شیرازی کے واسطہ سے ابوزرعۃ طبری سے روایت کیا ہے کہ لوگ حسین بن منصور کے متعلق اختلاف رکھتے ہیں۔ کوئی ان کو قبول کرتا ہے اور کوئی رد کرتا ہے۔ لیکن میں نے محمد بن یحییٰ رازی سے سنا کہ میں نے عمرو بن عثمان کو ابن منصور پر لعنت کرتے اور یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر میں اس پر قابو پاؤں تو اپنے ہاتھ سے قتل کر دوں۔ میں نے دریافت کیا کہ حضرت شیخ کو ان کی کس بات پر غصہ آیا۔ کہا! میں نے کتاب اللہ کی ایک آیت پڑھی تو کہنے لگا کہ میں بھی اس کی مثل تالیف کر سکتا ہوں۔ (تاریخ مدینۃ السلام، الامام خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص۶۹۹)

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء

من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت

الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن

تليد - الحسين

٣٥٣٥ - ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

عنه وأنتَ في بَدْء أمرك، وأما الآن وقد تأكَّدَ الحالُ بيننا، فالأمرُ فيه ما سمعتَ.

وقال محمد بن الحُسين: سمعتُ إبراهيم بن محمد النَّصراباذي، وعُوتِبَ في شيء حكى عنه، يعني عن الحَلاَّج، في الرُّوح، فقال لمن عاتبه: إن كان بعد النَّبيين والصِّدِّيقين موحِّدٌ فهو الحَلاَّج.

أخبرنا ابن الفَتْح، قال: أخبرنا محمد بن الحسين، قال: سمعت منصور ابن عبدالله يقول: سمعتُ الشِّبلي يقول: كنتُ أنا والحُسين بن منصور شيئًا واحدًا، إلاّ أنه أظهر وكتمتُ. قال: وسمعتُ منصورًا يقول: سمعتُ بعضَ أصحابِنا يقول: وَقَفَ الشِّبلي عليه وهو مصلوبٌ، فنظرَ إليه، وقال: ألم نَنْهكَ عن العالمين؟

أخبرنا إسماعيل الحِيري، قال: أخبرنا أبو عبدالرحمن السُّلَمي، قال: سمعت جعفر بن أحمد يقول: سمعتُ أبا بكر بن أبي سَعْدان يقول: الحُسين ابن منصور مُمَوِّهٌ مُمَخْرِقٌ.

قال أبو عبدالرحمن: وحُكِيَ عن عَمرو المكِّي أنه قال: كنتُ أُماشيه في بعضِ أزِقَّة مكَّة، وكنتُ أقرأُ القرآن فسمعَ قِراءتي، فقال: يمكنني أن أقولَ مثلَ هذا، فَفارَقتُهُ.

حدثني مسعود بن ناصر، قال: أخبرنا ابن باكو الشِّيرازي، قال: سمعتُ أبا زُرعة الطَّبَري يقول: الناس فيه، يعني في الحُسين بن منصور، بين قبول وردّ، ولكن سمعتُ محمد بن يحيى الرَّازي يقول: سمعتُ عَمرو بن عُثمان يَلعنُهُ ويقول: لو قَدَرتُ عليه لقَتَلْتُه بيدي، فقلت: أيش الذي وجد الشيخ عليه؟ قال: قرأتُ آيةً من كتاب الله، فقال: يُمكنني أن أؤلف مثله وأتكلَّم به.

قال: وسمعتُ أبا زُرعة الطَّبَري يقول: سمعتُ أبا يعقوب الأقطع يقول: زَوَّجتُ ابنَتي من الحُسين بن منصور لما رأيتُ من حُسنِ طَريقَتِه واجتهادِهِ، فبانَ لي بعد مدَّةٍ يسيرةٍ أنَّه ساحرٌ مُحتالٌ، خبيثٌ كافرٌ.

٦٩٩

جواب:

۱۔ اس روایت کی سند میں ابن باکویہ شیرازی ضعیف ہے اور محدثین کے نزدیک غیر ثقہ راوی ہے۔ (لسان المیزان: ج۷، ص۲۵۲)

۲۔ دوسرا راوی محمد بن یحییٰ رازی بھی حجت نہیں، یہ ثقات سے منکر احادیث روایت کرتا تھا۔ (لسان المیزان: ج۷، ص۵۷۸)

۳۔ تیسرا راوی ابوزرعہ طبری مجہول ہے۔ کتب اسماء الرجال میں اس کے حالات کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ لہٰذا یہ روایت سخت ضعیف ہے۔

قال الحاكم: انتسب إلى محمد بن أيوب، ومحمد لم يُعقِب، قال: فأتيته وزجرتُه فانزجر. توفي سنة ست وسبعين وثلاث مئة بنيسابور.

أخبرنا المسلَّم بن محمد، وجماعةٌ في كتابهم، أخبرنا الكندي، أخبرنا الشيباني، أخبرنا أبو بكر الخطيب، أخبرنا أبو علي عبد الرحمن بن محمد بن فَضَالة بالري، أخبرنا أبو بكر محمد بن عبد الله بن شاذان المذكِّر، سمعت أبا بكر الحربيَّ محمدَ بن سعيد يقول: سمعت سَرِيّاً السَّقطي يقول: مكثتُ عشرين سنةً أطوف بالساحل أطلب صادقاً، فدخلت يوماً إلى مغارة، فإذا بزَمْنَى، وعُمْيان، ومجذَّمين قعودٌ، فقلت: ما تصنعون ها هنا؟ قالوا: ننتظر شخصاً يخرج علينا، يُمِرُّ يده علينا فنُعَافَى، فجلست.

فخرج كَهْل عليه مِدْرَعة من شَعَر، فسلَّم وجلس، ثم أمَرَّ يده على الأعمى فأبصر، وأمر يده على زَمانةِ هذا فصَحّ، وأمرَّ يده على جُذام هذا فبرأ.

ثم قام موليّاً، فضربتُ يدي إليه، فقال: سَرِيّ، خَلِّ عني فإنه غيورٌ، لا يطَّلع على سِرِّك فيَرَاك وقد سكَنْتَ إلى غيره، فتسقُطَ من عينه، انتهى.

وقال الإدريسي: ليس هو في الرواية بذاك.

٧٠١٦ ــ ذ ــ محمد بن عبد الله بن عبيد الله بن باكُوْيَهْ الشِّيرازي الصوفي. ذكره عبد الغافر في «السِّياق» فقال: شيخُ الصوفية في وقته، العالمُ بطريقهم، الجامعُ لحكاياتهم وسِيرَهم... إلى أن قال: وسمع الحديث وروى، إلّا أن الثقات توقَّفوا في سماعاته، وذكروا أن خير ما يُروى عنه الحكايات.

ويُحكى عنه أنه أدرك المتنبِّي بشيراز، وسمع منه «ديوانه»، سمعه منه جدي، وأخوالي[1]. والله أعلم بذلك.

مات سنة ثمان وعشرين / وأربع مئة، ووقع لنا جُزْء من حديثه. [٥:٢٣١]

قال الإمام علي بن المديني: معرفة الرجال نصف العلم

لسان الميزان

للإمام الحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني

وُلد سنة ٧٧٣، وتوفي سنة ٨٥٢ رحمه الله تعالى

اعتنى به الشيخ العلامة

عبد الفتاح أبو غدة

وُلد سنة ١٣٣٦ وتوفي سنة ١٤١٧ رحمه الله تعالى

اعتنى بإخراجه وطباعته

سلمان عبد الفتاح أبو غدة

الجزء السابع

مكتب المطبوعات الإسلامية

الرازي، حدثنا مقدام بن داود، حدثنا محمد بن يحيى الإسكندراني، حدثنا مالك بن أنس، عن يحيى بن سعيد، عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال:

«وقف رسول الله صلَّى الله عليه وسلَّم على باب بيتٍ فيه رجال من الأنصار، فتأخَّر كل إنسان عن مجلسه، لكي يجلس فيه رسول الله صلَّى الله عليه وسلَّم، فوقف رسول الله صلَّى الله عليه وسلَّم ثم قال: الأئمة من قريش، ولي حق ولهم حق ما فعلوا ثلاثاً: إن حكموا عَدَلوا، وإن عاهدوا أَوْفَوا، وإن [٥:٤٢٤] استُرْحِموا رَحِموا، فمن لم يفعل ذلك، فعليه لعنة الله / والملائكة والناس أجمعين».

قال الخطيب: غريب من حديث مالك، لا أعلم رواه عنه إلّا محمد بن يحيى الإسكندري.

قلت: بل هو باطل من حديث مالك، ما حدَّث به قط، ولا رواه يحيى بن سعيد، وإنما يُعرف من حديث بكر الجزري عن أنس، وتابعه جماعة من وجوه غريبة، وليس تغليطُ محمد بن يحيى فيه بأولى من تغليط مقدام، والله أعلم.

قال ابن يونس: آخر من حدث عن محمد بن يحيى الإسكندراني مقدام بن داود.

٧٥٤٦ ــ محمد بن يحيى بن نصر الرازي، عن هشيم وطبقته. قال أبو الشيخ: له أحاديث مناكير عن الثقات، انتهى.

وقال أبو نعيم في «تاريخ أصبهان»: في حديثه نكارة عن قوم ثقات.

٧٥٤٦ ــ الميزان ٤: ٦٤، طبقات الأصبهانيين ٢: ٤٠٧، أخبار أصبهان ٢: ١٩٢، ضعفاء ابن الجوزي ٣: ١٠٦.

قال الإمام علي بن المديني: معرفة الرجال نصف العلم

لسان الميزان

للإمام الحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني

وُلد سنة ٧٧٣، وتوفي سنة ٨٥٢ رحمه الله تعالى

اعتنى به الشيخ العلامة

عبد الفتاح أبو غدة

وُلد سنة ١٣٣٦ وتوفي سنة ١٤١٧ رحمه الله تعالى

اعتنى بإخراجه وطباعته

سلمان عبد الفتاح أبو غدة

الجزء السابع

مكتب المطبوعات الإسلامية

شیخ الاسلام عبداللہ بن المبارک المروزیؒ (متوفی ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں کہ: "الإسناد من الدین، ولولا الإسناد لقال من شاء ماشاء"۔ "سند دین میں سے ہے، اگر سند نہ ہوتی تو جو شخص جو چاہتا کہہ دیتا"۔ (مقدمہ صحیح مسلم ترقیم دارالسلام: ۳۲ وسندہ صحیح)

ایسی ضعیف روایت کی بناء پر کسی ایسے شخص کو کافر وزندیق سمجھنا جن کو آئمہ طریق، اجلۂ علماء اور بڑے بڑے بزرگان دین نے اولیاء میں شمار کیا ہو۔ کم عقلی اور گمراہی کی نشانی ہے۔ اس طرح کی ضعیف روایت سے کسی شخص کو کافر وزندیق کہنا شروع کر دیا جائے تو پھر بڑے بڑے جلیل القدر محدثین اور ائمہ مجتہدین بھی نہ بچ پائیں گے۔

دوسرا الزام: ابن منصور کے خط کے عنوان میں "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کی جگہ "من الرحمٰن الرحیم" لکھا ہونا

خطیب بغدادیؒ نے اس واقعہ کو ابراہیم بن محمد واعظ (یعنی ابو القاسم نصر آبادیؒ) سے وہ ابو القاسم رازی کے واسطہ سے وہ ابو بکر بن حمشاد سے اس طرح نقل کرتے ہیں کہ دینور میں ایک شخص آیا، جس کے پاس ایک تھیلا تھا، جسے وہ رات دن میں کسی وقت بھی اپنے سے الگ نہ کرتا تھا۔ لوگوں نے اس تھیلے کی تلاشی لی تو اس میں حلّاج کا ایک خط نکلا جس کا عنوان یہ تھا "من الرحمٰن الرحیم الی فلان بن فلان" یہ خط رحمٰن رحیم کی طرف سے فلاں شخص کے نام ہے۔ یہ خط بغداد بھیج دیا گیا، تو حلّاج کو بلایا گیا، ان کو دکھایا گیا تو (حلّاج نے) کہا، ہاں میرا خط ہے میں نے ہی لکھا ہے۔ لوگوں نے کہا، اب تک تو نبوت ہی کے مدعی تھے، خدائی کا بھی دعویٰ کرنے لگے۔ (حلّاج نے) کہا، میں خدائی کا دعویٰ نہیں کرتا (دوسری روایت میں ہے کہ ابن منصور نے کہا! معاذاللہ، میں نہ خدائی کا دعویٰ کرتا ہوں، نہ نبوت کا، میں تو ایک آدمی ہوں، اللہ کی عبادت کرتا، نماز روزہ کی کثرت کرتا ہوں اس کے سوا کچھ نہیں جانتا)۔

پھر ابن منصور نے اسی واقعہ میں اس حقیقت کو ان الفاظ سے بیان کیا "ما أدعي الربوبیة، ولکن ھذا عین الجمع عندنا، ھل الکاتب إلا اللہ، وأنا والید فیه آلة"۔ "میں خدائی کا دعویٰ نہیں کرتا۔ لیکن یہ بات (جو میں نے لکھی) تو ہمارے نزدیک عین جمع ہے۔ اللہ کے سوا لکھنے والا کون ہے، میں اور میرا ہاتھ تو اس میں آلہ محض کے سوا کچھ نہیں"۔

ابن منصور سے کہا گیا کہ اس بات میں تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟ انہوں نے ابو العباس بن عطاء، ابو محمد جریری اور ابو بکر شبلی کا نام لیا، اور یہ بھی کہا کہ ان میں سے دو بزرگ تو اس حقیقت کو چھپاتے ہیں، اگر صاف کہہ سکتے ہیں تو ابن عطاء کہہ سکتے ہیں۔ (تاریخ مدینۃ السلام، الامام خطیب بغدادیؒ: ج ۸، ص ۷۰۶)

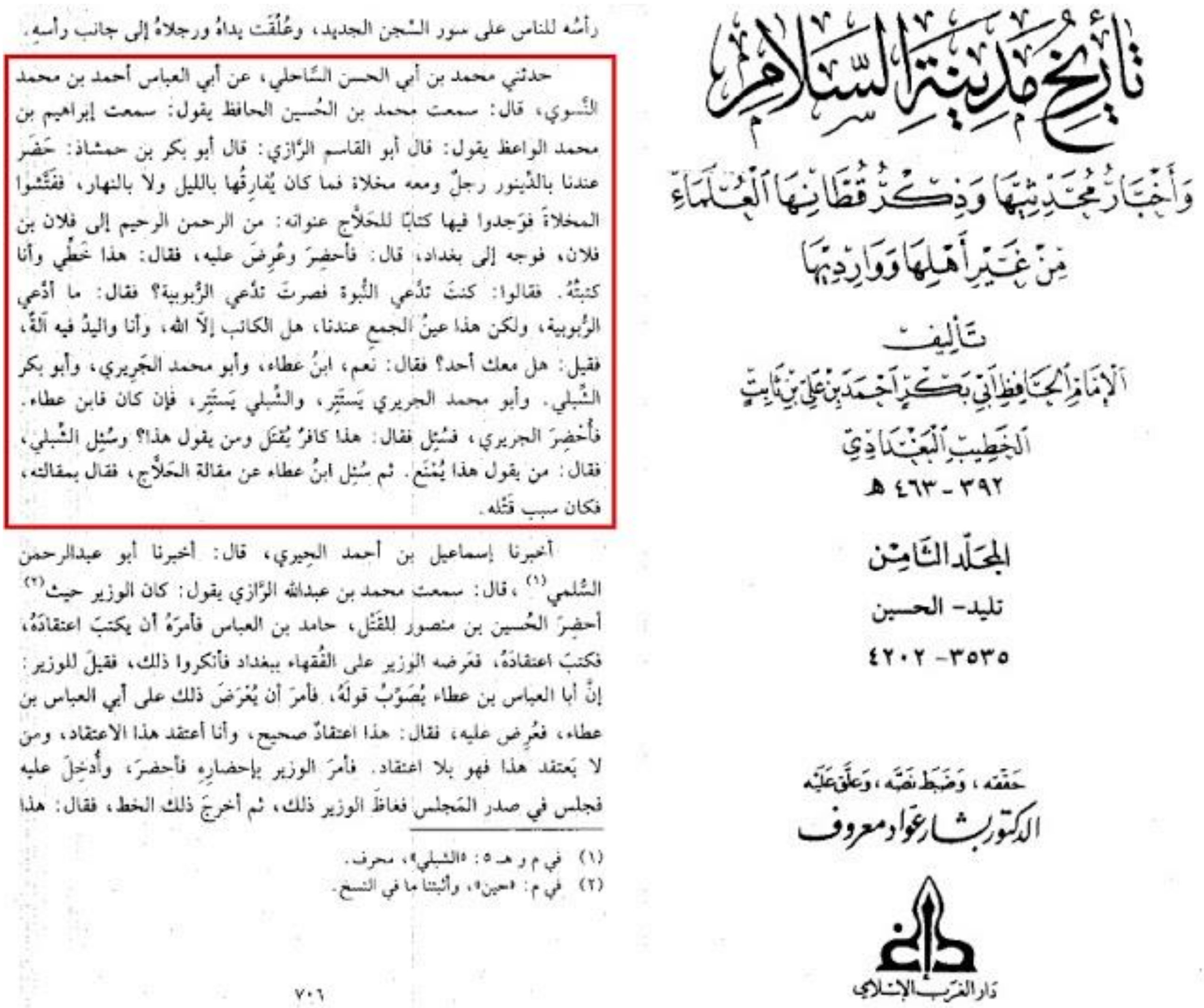

تاريخ مدينة السلام
وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء
من غير أهلها ووارديها

تأليف
الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت
الخطيب البغدادي
٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن
تليد - الحسين
٣٥٣٥ - ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه
الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

رأسُه للناس على سور السّجن الجديد، وعُلِّقَت يداهُ ورجلاهُ إلى جانب رأسِه.

حدثني محمد بن أبي الحسن السَّاحلي، عن أبي العباس أحمد بن محمد النَّسوي، قال: سمعت محمد بن الحُسين الحافظ يقول: سمعت إبراهيم بن محمد الواعظ يقول: قال أبو القاسم الرَّازي: قال أبو بكر بن حمشاذ: حَضَر عندنا بالدِّينور رجلٌ ومعه مخلاة فما كان يُفارِقُها بالليل ولا بالنهار، ففتَّشوا المخلاةَ فوَجدوا فيها كتابًا للحَلَّاج عنوانه: من الرحمن الرحيم إلى فلان بن فلان، فوجه إلى بغداد، قال: فأحضِرَ وعُرِضَ عليه، فقال: هذا خَطِّي وأنا كتبتُهُ. فقالوا: كنتَ تدَّعي النُّبوة فصرتَ تدَّعي الرُّبوبية؟ فقال: ما أدَّعي الرُّبوبية، ولكن هذا عينُ الجمعِ عندنا، هل الكاتب إلَّا الله، وأنا واليدُ فيه آلةٌ، فقيل: هل معك أحد؟ فقال: نعم، ابنُ عطاء، وأبو محمد الجَرِيري، وأبو بكر الشِّبلي. وأبو محمد الجريري يَستَتِر، والشِّبلي يَستَتِر، فإن كان فابن عطاء. فأحضِرَ الجريري، فسُئِل فقال: هذا كافرٌ يُقتَل ومن يقول هذا؟ وسُئِل الشِّبلي، فقال: من يقول هذا يُمْنَع. ثم سُئِل ابنُ عطاء عن مقالة الحَلَّاج، فقال بمقالته، فكان سبب قَتْله.

أخبرنا إسماعيل بن أحمد الحِيري، قال: أخبرنا أبو عبدالرحمن السُّلمي[1]، قال: سمعت محمد بن عبدالله الرَّازي يقول: كان الوزير حيث[2] أحضِرَ الحُسين بن منصور للقَتْل، حامد بن العباس فأمَرَهُ أن يكتبَ اعتقادَهُ، فكتبَ اعتقادَهُ، فعَرَضه الوزير على الفُقهاء ببغداد فأنكروا ذلك، فقيلَ للوزير: إنَّ أبا العباس بن عطاء يُصَوِّبُ قولَهُ، فأمرَ أن يُعْرَضَ ذلك على أبي العباس بن عطاء، فعُرِض عليه، فقال: هذا اعتقادٌ صحيح، وأنا أعتقد هذا الاعتقاد، ومن لا يَعتقد هذا فهو بلا اعتقاد. فأمرَ الوزير بإحضارِهِ فأحضرَ، وأُدخِلَ عليه فجلس في صدر المَجلس فغاظَ الوزير ذلك، ثم أخرجَ ذلك الخط، فقال: هذا

(١) في م و هـ ٥: «الشبلي»، محرف.
(٢) في م: «حين»، وأثبتنا ما في النسخ.

٧٠٦

جواب:

حسین بن منصور حلّاج رحمہ اللہ پر جب خدائی کا دعویٰ کرنے کا جھوٹا الزام لگایا گیا تو انھوں نے واضح الفاظ میں اس الزام کی نفی کرتے ہوئے فرمایا کہ: ”میں خدائی کا دعویٰ نہیں کرتا۔ لیکن یہ بات (جو میں نے لکھی) تو ہمارے نزدیک عین جمع ہے۔ اللہ کے سوا لکھنے والا کون ہے، میں اور میرا ہاتھ تو اس میں آلہ محض کے سوا کچھ نہیں“۔

حسین بن منصور حلّاج رحمہ اللہ کے اس کلام کا حقیقی اور صحیح مطلب حدیث قدسی میں موجود ہے:

”حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، حَدَّثَنِي شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِنَّ اللَّهَ قَالَ مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطُشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي لأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لأُعِيذَنَّهُ، وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَىْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِي عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ، يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ"“۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی اسے میری طرف سے اعلان جنگ ہے اور میرا بندہ جن جن عبادتوں سے میرا قرب حاصل کرتا ہے اور کوئی عبادت مجھ کو اس سے زیادہ پسند نہیں ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہے (یعنی فرائض مجھ کو بہت پسند ہیں جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) اور میرا بندہ فرض ادا کرنے کے بعد

نفل عبادتیں کر کے مجھ سے اتنا نزدیک ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں۔ پھر جب میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں اگر وہ کسی دشمن یا شیطان سے میری پناہ مانگتا ہے تو میں اسے محفوظ رکھتا ہوں اور میں جو کام کرنا چاہتا ہوں اس میں مجھے اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا کہ مجھے اپنے مومن بندے کی جان نکالنے میں ہوتا ہے۔ وہ تو موت کو بوجہ تکلیف جسمانی کے پسند نہیں کرتا اور مجھ کو بھی اسے تکلیف دینا برا لگتا ہے"۔ (صحیح البخاری: ج ۸، کتاب الرقاق، باب التَّوَاضُعِ، رقم الحدیث ۶۵۰۲)

٦٥٠٢- حدّثني مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلاَلٍ، حَدَّثَنِي شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ، عَنْ عَطَاءٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِنَّ اللهَ قَالَ: مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ، وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِي عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ يَكْرَهُ الْمَوْتَ، وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ)).

(۶۵۰۲) مجھ سے محمد بن عثمان نے بیان کیا' کہا ہم سے خالد بن مخلد نے' کہا ہم سے سلیمان بن بلال نے' ان سے شریک بن عبداللہ بن ابی نمر نے' ان سے عطاء نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی اسے میری طرف سے اعلان جنگ ہے اور میرا بندہ جن جن عبادتوں سے میرا قرب حاصل کرتا ہے اور کوئی عبادت مجھ کو اس سے زیادہ پسند نہیں ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہے (یعنی فرائض مجھ کو بہت پسند ہیں جیسے نماز' روزہ' حج' زکوۃ) اور میرا بندہ فرض ادا کرنے کے بعد نفل عبادتیں کر کے مجھ سے اتنا نزدیک ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں۔ پھر جب میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے' اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے' اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے' اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں اگر وہ کسی دشمن یا شیطان سے میری پناہ کا طالب ہوتا ہے تو میں اسے محفوظ رکھتا ہوں اور میں جو کام کرنا چاہتا ہوں اس میں مجھے اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا کہ مجھے اپنے مومن بندے کی جان نکالنے میں ہوتا ہے۔ وہ تو موت کو بوجہ تکلیف جسمانی کے پسند نہیں کرتا اور مجھ کو بھی اسے تکلیف دینا برا لگتا ہے۔

حسین بن منصور حلاجؒ کے اس کلام کا حقیقی و صحیح مطلب مندرجہ بالا حدیثِ قدسی سے واضح طور پر سمجھا جا سکتا ہے جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی اسے میری طرف سے اعلان جنگ ہے۔ اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرے اتنے قریب ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں۔ پھر جب میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ کیا کوئی شخص اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس ارشاد کا حقیقی معنیٰ و مطلب بیان کر سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے اس

ارشاد کا حقیقی معنیٰ و مطلب اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا جو حسین بن منصورؒ کی زبان سے بیان ہوا ''یعنی یہ بات (جو میں نے لکھی) تو ہمارے نزدیک عین جمع ہے۔ اللہ کے سوا لکھنے والا کون ہے، میں اور میرا ہاتھ تو اس میں آلہ محض کے سوا کچھ نہیں''۔

ابن منصورؒ نے اس کیفیت کا اظہار کیا ہے جو اولیاء اللہ کو ریاضت و مجاہدے سے حاصل ہوتی ہے۔ جن پر اللہ کی محبت کا غلبہ ہوتا ہے ان کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی چیز نظر نہیں آتی، یہ خاص کیفیت ہے جن پر گزرتی ہے وہی سمجھ سکتا ہے۔ حسین بن منصورؒ کے کلام کا یہی مطلب ہے کہ اقوال حسنہ سب اللہ ہی کی طرف سے ہیں میں تو محض آلہ اظہار ہوں۔ مجھ سے لکھوانے والا تو صرف اللہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے خط کو منجانب اللہ کی طرف منسوب کیا۔

حسین بن منصور حلّاج رحمہ اللہ کے اس جملے ''ولکن هذا عين الجمع عندنا''۔ ''لیکن یہ بات (جو میں نے لکھی) تو ہمارے نزدیک عین جمع ہے'' کو اصطلاح صوفیہ میں توحید الٰہی ''وحدة الوجود'' کہا جاتا ہے۔ توحید الٰہی ''وحدة الوجود'' کا صحیح مطلب مولانا تقی عثمانی صاحب اور مشہور غیر مقلد عالم حافظ عبد اللہ محدث روپڑی صاحب کی زبانی وضاحت سے بیان کیا جاچکا ہے۔

پھر جب ان سے اس عقیدہ ''عین جمع'' کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں ابن عطاء، محمد جریری اور امام شبلی کا نام لیا اور یہ بھی بتادیا کہ دو بزرگ تو اس عقیدہ کو راز رکھتے ہیں اگر صاف کہہ سکتے ہیں تو وہ ابن عطاءؒ ہیں۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ کیا ابن عطاءؒ نے ابن منصورؒ کی بات کی تائید کرتے ہوئے ان کے اس عقیدہ کو صحیح قرار دیا کفریہ؟

چنانچہ تینوں بزرگوں (ابن عطاءؒ، محمد جریریؒ اور امام شبلیؒ) کو بلایا گیا اور ابن منصورؒ کی پیشن گوئی کے مطابق دو بزرگوں نے تو موافقت سے انکار کیا اور ابن العباس بن عطاءؒ نے پوری تائید کی۔ وزیر حامد العباس نے کہا آپ ایسے اعتقاد کی تصویب کرتے ہیں؟ اس پر حضرت ابو العباس بن عطاءؒ نے فرمایا: ''فَقَالَ: هذا اعتقاد صحيح، وأنا أعتقد هذا الاعتقاد، ومن لا يعتقد هذا فهو بلا اعتقاد''۔ ''یہ اعتقاد صحیح ہے، میں اس کا معتقد ہوں اور جس کا یہ اعتقاد نہ ہو وہ بے اعتقاد ہے''۔

ابن عطاءؒ کے اس جواب پر وزیر حامد العباس نے انہیں اپنے غلاموں کے ذریعہ مارنا شروع کر دیا جس کے نتیجہ میں ان کے نتھنوں سے خون بہنے لگا، پھر ان کو قید میں ڈالنے کا حکم دیا۔ تو ابو العباس بن عطاءؒ نے بد دعا کی کہ اے اللہ! اس وزیر کو قتل کر اور اس کے ہاتھ پیر کٹوادے۔ اس واقعہ کے ایک ہفتہ بعد حضرت ابن عطاءؒ کا انتقال ہو گیا اور وزیر حامد بھی اسی طرح قتل کیا گیا۔ (تاریخ مدينة السلام، الأمام خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص۷۰۷-۷۰۶)

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن

تليد - الحسين

٣٥٣٥ - ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

رأسُه للناس على سور السِّجن الجديد، وعُلِّقَت يداهُ ورجلاهُ إلى جانب رأسِهِ.

حدثني محمد بن أبي الحسن السَّاحلي، عن أبي العباس أحمد بن محمد النَّسوي، قال: سمعت محمد بن الحُسين الحافظ يقول: سمعت إبراهيم بن محمد الواعظ يقول: قال أبو القاسم الرَّازي: قال أبو بكر بن حمشاذ: حَضَر عندنا بالدِّينور رجلٌ ومعه مخلاة فما كان يُفارِقُها بالليل ولا بالنهار، ففتَّشُوا المخلاةَ فوَجدوا فيها كتابًا للحَلَّاج عنوانه: من الرحمن الرحيم إلى فلان بن فلان، فوجه إلى بغداد، قال: فأحضِرَ وعُرِضَ عليه، فقال: هذا خَطِّي وأنا كتبتُهُ. فقالوا: كنتَ تدَّعي النُّبوة فصرتَ تدَّعي الرُّبوبية؟ فقال: ما أدَّعي الرُّبوبية، ولكن هذا عينُ الجمعِ عندنا، هل الكاتب إلَّا الله، وأنا واليدُ فيه آلةٌ، فقيل: هل معك أحد؟ فقال: نعم، ابنُ عطاء، وأبو محمد الجَرِيري، وأبو بكر الشِّبلي. وأبو محمد الجريري يَستَتِر، والشِّبلي يَستَتِر، فإن كان فابن عطاء. فأُحْضِرَ الجريري، فسُئِل فقال: هذا كافرٌ يُقتَل ومن يقول هذا؟ وسُئِل الشِّبلي، فقال: من يقول هذا يُمْنَع. ثم سُئِل ابنُ عطاء عن مقالة الحَلَّاج، فقال بمقالته، فكان سبب قَتْله.

أخبرنا إسماعيل بن أحمد الحِيري، قال: أخبرنا أبو عبدالرحمن السُّلمي[1]، قال: سمعت محمد بن عبدالله الرَّازي يقول: كان الوزير حيث[2] أحضِرَ الحُسين بن منصور للقَتْل، حامد بن العباس فأمرَهُ أن يكتبَ اعتقادَهُ، فكتبَ اعتقادَهُ، فعَرَضه الوزير على الفُقهاء ببغداد فأنكروا ذلك، فقيلَ للوزير: إنَّ أبا العباس بن عطاء يُصَوِّبُ قولَهُ، فأمرَ أن يُعْرَضَ ذلك على أبي العباس بن عطاء، فعُرِض عليه، فقال: هذا اعتقادٌ صحيح، وأنا أعتقد هذا الاعتقاد، ومن لا يَعتقد هذا فهو بلا اعتقاد. فأمرَ الوزير بإحضارِهِ فأحضرَ، وأُدخِلَ عليه فجلس في صدر المَجلس فغاظَ الوزير ذلك، ثم أخرجَ ذلك الخط، فقال: هذا

(١) في م و هـ ٥: «الشبلي»، محرف.

(٢) في م: «حين»، وأثبتنا ما في النسخ.

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن

تليد - الحسين

٣٥٣٥ - ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

خطُّك؟ فقال: نعم، فقال: تُصوِّب مثل هذا الاعتقاد؟ فقال: مالك ولهذا، عليكَ بما نُصِبْتَ له من أخذِ أموال النَّاس، وظُلمِهم، وقَتْلهم، مالك ولكلام هؤلاء السَّادة. فقال الوزير: فكَّيْه، فضُرِبَ فَكَّاه، فقال أبو العباس: اللهم إنك سَلَّطت هذا عليّ عقوبة لدخولي عليه. فقال الوزير: خفَّهُ يا غُلام، فنَزَع خفَّهُ فقال: دِماغَه، فما زال يضربُ رأسه حتى سال الدم من منْخريه، ثم قال: الحَبْس، فقيل: أيها الوزير يتشوشُ العامةُ لذلك، فحُمِلَ إلى منزِلِهِ. فقال أبو العباس: اللهم اقتلهُ أخبثَ قِتْلة، واقطَع يدَيْه ورِجليه. فمات أبو العباس بعدَ ذلكَ بسبعة أيام، وقُتِلَ حامد بن العباس أفظعَ قِتلة وأوحشها، بعد أن قُطعت يداه ورجلاه، وأُحرِقَ دارُهُ، وكانوا يقولون: أدرَكَتْهُ دعوةُ أبي العباس بن عطاء.

أخبرنا محمد بن عليّ بن الفَتْح، قال: أخبرنا محمد بن الحُسين النَّيسابوري، قال: سمعتُ أبا بكر بن غالب يقول: سمعتُ بعض أصحابِنا يقول: لما أرادوا قتل الحُسين بن منصور أحضِرَ لذلك الفُقهاء، والعُلماء، وأخرجوهُ، وقَدَّموه بحَضْرةِ السُّلطان، فسألوه فقالوا مسألة، فقال: هاتوا. فقالوا له: ما البُرهان؟ فقال: البُرهان شواهد يُلْبِسُها الحقُّ أهلَ الإخلاص، يجذبُ النُّفوسَ إليها جاذبُ القُبول. فقالوا بأجمعهم: هذا كلامُ أهل الزَّندقة! وأشاروا على السُّلطان بقَتْله.

قلت: قد أحالَ هذا الحاكي عن الفُقهاء بأنَّ هذا كلام أهل الزَّندقة، وهو رجلٌ مجهول، وقولُه غير مقبول، وإنما أوجب الفُقهاء قَتْله بأمر آخر.

حدثني مسعود بن ناصر، قال: أخبرنا محمد بن عبدالله بن باكو الشِّيرازي، قال: سمعتُ عيسى[1] بن بزول القَزْويني، وقد سأل أبا عبدالله بن خَفيف عن معنى هذه الأبيات[2] [من السريع]:

(١) سقطت من م.

(٢) ديوانه ٣٢.

ابن عطاءؒ کا حسین بن منصورؒ کے اس عقیدہ کی مکمل تائید کرنا اور خود کو ان کا معتقد کہنااس بات کی دلیل ہے کہ حسین بن منصورؒ کااعتقاد قرآن وسنت کے عین مطابق تھا۔ یہاں ابو العباس بن عطاءؒ کے مختصر حالات بیان کیئے دیتے ہیں تا کہ قارئین کرام کو ان کا علمی مقام ومرتبے کا علم ہو سکے۔

امام ذہبیؒ ابو العباس بن عطاءؒ کے بارے میں لکھتے ہیں: ”پرہیز گار عبادت گزار ابو العباس احمد بن محمد بن سھل بن عطاء الآدمی البغدادی۔ روزانہ پورا قرآن ختم کرتے تھے اورر مضان المبارک میں ہر دن تین بار ختم کرتے تھے، اور فہم معانی قرآن کے لئے جو ایک تلاوت شروع کی تھی اس میں چودہ برس کے اندر نصف قرآن تک بھی نہ پہنچے۔ حلّاج کا حال ان پر حاوی تھا اور اسے صحیح قرار دیتے تھے۔ سلمی فرماتے ہیں: وہ حلّاج کی حمایت کے سبب آزمائش میں مبتلا ہو گئے تھے۔ وزیر حامد نے انہیں طلب کیا اور کہا کہ آپ حلّاج کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ ابن عطاءؒ نے فرمایا! تم کو اس معاملہ سے کیا واسطہ ؟ تم لوگوں کا مال لوٹتے رہو اور خون بہاتے رہو۔ وزیر حامد کے حکم سے ابن عطاءؒ کے دانت توڑ دیئے گئے۔ ابن عطاءؒ نے چلاتے ہوئے وزیر حامد العباس کو بد دعا دی کہ اے اللہ! اس کے ہاتھ پیر کٹوادے۔ اس واقعہ کے ۱۴ دن بعد ابن عطاءؒ کی وفات ہو گئی اور زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ وزیر حامد بن العباس بھی قتل کیا گیا۔ قتل سے پہلے اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹے گئے۔ اس وقت لوگ کہتے ہیں کہ اس کو ابو العباس بن عطاءؒ کی بد دعا لگئی“۔ (سیر اعلام النبلاء: ج۱۶، ص ۲۵۵)

١٦٠ - ابنُ عَطَاء *

الزَّاهدُ العابدُ المتألّه ، أبو العبّاس ، أحمدُ بنُ محمد بن سَهل بن عطاء الأدميُّ البغداديّ .

حدَّثَ عن : يوسفَ بنِ موسى القطّان .

وعنه : محمدُ بنُ عليِّ بنِ حُبيش ، وقال : كانَ له في كلِّ يومٍ خَتمة ، وفي رمضان تسعون(1) خَتمة ، وبقيَ في خَتمة مُفردةٍ بضعَ عشرةَ سنة يتفهَّمُ ويتدبَّر .

وقال حسينُ بنُ خاقان : كانَ ينامُ في اليوم واللَّيلة ساعتَين ، ماتَ في سنةِ تسعٍ وثلاثِ مئة ، في ذي القَعْدة .

قلتُ : لكنّه راجَ عليه حالُ الحلاّج ، وصحّحه ، فقال السُّلَمي : امتُحِنَ بسبب الحلاّج ، وطَلَبه حامدُ الوزير وقال : ما الذي تقولُ في الحلاّج ؟ فقال : مالَك ولذاك ؟ عليكَ بما نُدِبتَ له من أخذ الأموال ، وسفكِ الدِّماء . فأمَرَ به ، ففُكَّتْ أسنانُه ، فصاح : قطعَ اللهُ يديكَ ورِجْلَيك . ومات بعد أربعةَ عشَرَ يوماً ، ولكنْ أُجيبَ دُعاؤُه ، فقُطِعتْ أربعةُ حامد . قال السُّلمي : سمعتُ أبا عَمْرو بنَ حمدان يذكر هذا .

قال : وكان ابنُ عَطَاء ينتمي إلى المارِسْتانيِّ إبراهيم .

وقيل : إن ابنَ عَطَاء فقدَ عقلَهُ ثمانيةَ عَشَرَ عاماً ، ثم ثَابَ إليه عقلُه .

ثبّتَ اللهُ علينا عقولَنا وإيمانَنا ، فَمَنْ تسبَّبَ في زوالِ عقلِه بجُوعٍ ورياضةٍ صَعْبَة ، وخَلْوة ، فَقَدْ عَصَى وأَثِمَ ، وضاهَى من أزال عقلَه بعضِ يومٍ بسُكر . فما أحسنَ التَّقيُّد بمتابعةِ السُّنَنِ والعِلْم .

* طبقات الصوفية : ٢٦٥ - ٢٧٢ ، حلية الأولياء : ١٠/٣٠٢ - ٣٠٥ ، تاريخ بغداد : ٥/٢٦ - ٣٠ ، الرسالة القشيرية : ٢٣ - ٢٤ ، صفة الصفوة : ٢/٤٤٤ - ٤٤٦ ، المنتظم : ٦/١٦٠ ، العبر : ٢/١٤٤ ، دول الإسلام : ١/١٨٧ ، الوافي بالوفيات : ٨/٢٤ - ٢٥ ، مرآة الجنان : ٢/٢٦١ ، البداية والنهاية : ١١/١٤٤ ، طبقات الأولياء : ٥٩ - ٦١ ، شذرات الذهب : ٢/٢٥٧ - ٢٥٨ .

(1) في الأصل: «تسعين» .

٢٥٥

سِيَرُ أعلامِ النُّبلاءِ

تصنيف

الإمام شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي

المتوفى

٧٤٨هـ - ١٣٧٤م

الجزء الرابع عشر

أشرف على تحقيق الكتاب وخرّج أحاديثه

شعيب الأرنؤوط

حقق هذا الجزء

اكرم البوشي

مؤسسة الرسالة

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں: "پرہیز گار عبادت گزار ابو العباس احمد بن محمد بن سہل بن عطاء الآدمی البغدادی۔ روزانہ پورا قرآن ختم کرتے تھے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں: وہ حلاّج کے مذہب کے حامی تھے اور اسے صحیح قرار دیتے تھے۔ سلمی فرماتے ہیں: وہ حلاّج کی حمایت کے سبب آزمائش میں مبتلا ہو گئے تھے"۔ (بیان تلبیس الجهمية: ج۲، ص۱۱۰)

المملكة العربية السعودية
وزارة الشؤون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد
مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف
الأمانة العامة

بيان تلبيس الجهمية
في تأسيس بدعهم الكلامية

تأليف شيخ الإسلام
أحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام بن تيمية الحراني
(ت ٧٢٨هـ)

الجزء الثاني

العلو - الاستواء - الحد - الجسم - الحيز - الجهة

حققه
د. رشيد حسن محمد علي

التستري(١) وعمرو بن عثمان المكي(٢) وأبي العباس بن عطاء(٣)، بـل مثـل أبـي طـالـب المكـي(٤) وأبـي عبـد الـرحمـن

(١) أبو محمد سهل بن عبد الله بن يونس بن عيسى بن عبد الله التستري: بضم المثناة الأولى وفتح الثانية نسبة إلى تستر بلدة من كُور الأهواز، صوفي مشارك في أنواع من العلوم، ولد بتستر سنة ٢٠٣هـ وتوفي بالبصرة سنة ٢٨٣هـ من آثاره: دقائق المحبين، مواعظ العارفين، تفسير القرآن العظيم، قصص الأنبياء.
انظر: [وفيات الأعيان ٢/ ٤٢٩ ـ ٤٣٠، الوافي بالوفيات ١٦/ ١٦ ـ ١٧ معجم المؤلفين ٤/ ٢٨٤].

(٢) عمرو بن عثمان بن كرب بن غُصص المكي «أبو عبد الله» الزاهد، من شيوخ الصوفية، عالم بالأصول والفقه، تتلمذ على الحلاج، وحدث وسكن بغداد، قال الذهبي: وكان ينكر على الحلاج ويذمه، مات ببغداد سنة ٢٩١ هـ وقيل غير ذلك.
انظر: [تاريخ بغداد ١٢/ ٢٢٣ ـ ٢٢٥، سير أعلام النبلاء ١٤/ ٥٧ ـ ٥٨ شذرات الذهب ٢/ ٢٢٥ ـ ٢٢٦، معجم المؤلفين ٨/ ١٠ ـ ١١].

(٣) الزاهد العابد أبو العباس أحمد بن محمد بن سهل بن عطاء الآدمي البغدادي حدث عن يوسف بن موسى القطان، وعنه محمد بن علي بن حبيش، وقال: كان له في كل يوم ختمة. قال الذهبي: راج عليه مذهب الحلاج، وصححه، وقال السلمي: امتحن بسبب الحلاج. وقيل إن ابن عطاء فقد عقله ثمانية عشر عامًا ثم ثاب إليه عقله مات في ذي القعدة سنة ٣٠٩هـ.
بتصرف من [سير أعلام النبلاء ١٤/ ٢٥٥ ـ ٢٥٦]، وانظر [الحلية ١٠/ ٣٠٢ / ٣٠٥، تاريخ بغداد ٥/ ٢٦ ـ ٣٠، طبقات الأولياء ٥٩ ـ ٦١، شذرات الذهب ٢/ ٢٥٧ ـ ٢٥٨].

(٤) هو أبو طالب محمد بن علي بن عطية الحارثي المكي، صوفي متكلم واعظ، قال ابن خلكان: ولم يكن من أهل مكة وإنما كان من أهل الجبل وسكن بمكة فنسب إليها، دخل البصرة، وقدم بغداد، قال الذهبي: كان مجتهدًا في العبادة، وقال الخطيب: صنف كتابًا سماه قوت القلوب على لسان الصوفية ذكر فيه أشياء منكرة مستشنعة في الصفات، توفي ببغداد في جمادى الآخرة سنة ٣٨٦هـ من =

١١٠

ابن ملقنؒ اپنی کتاب طبقات الاولیاء میں حضرت ابو العباس بن عطاءؒ کے بارے میں لکھتے ہیں: "وہ حضرت جنید بغدادیؒ اور ابراہیم مارستانیؒ وغیرہ کی صحبت میں رہے۔ حضرت جنید بغدادیؒ اور ابو سعید خراز کی بہت تعظیم کرتے تھے"۔ (طبقات الاولیاء: ص۵۹)

طبقات الأولياء

لابن الملقن
سراج الدين أبو حفص عمر بن على بن أحمد المصرى
٧٢٣ — ٨٠٤ هـ

بتحقيق
نور الدين شريبه
من علماء الأزهر

الناشر مكتبة الخانجي بالقاهرة

١٤ — أبو العباس بن عطاء الأدمى (*)

؟ — ٣٠٩ هـ

أبو العباس (١) أحمد بن محمد بن سهل بن عطاء الأدمىّ (٢). صحب الجنيد، وابرهيم المارستانى، وغيرهما.

وكان من أقران الجنيد وعلمائهم. وكان أبو سعيد الخراز يعظم شأنه (٣).

مات سنة تسع وثلثمائة.

من كلامه:

١ — « من ألزم نفسه آداب (٤) السّنة نوّر الله / قلبه بنور المعرفة. [١٠ـ ط]

(*) انظر ترجمة الأدمى فى: طبقات الصوفية: ٢٦٥ — ٢٧٢؛ حلية الأولياء: ١٠/ ٣٠٢—٣٠٥؛ صفة الصفوة: ٢/ ٢٥٠؛ الرسالة القشيرية: ٣١؛ طبقات الشعرانى: ١/ ١١١ — ١١٣؛ تاريخ بغداد: ٥/ ٢٦ — ٣٠؛ شذرات الذهب: ٢/ ٢٥٧؛ البداية والنهاية: ١١/ ١٤٤؛ سير أعلام النبلاء: ٩/ ٢/ ٢٠٣؛ نتائج الأفكار القدسية: ١/ ١٣٣ — ١٧٥؛ المنتظم: ٦/ ١٦٠؛ مرآة الجنان: ٢/ ٢٦١

(١) طه: أحمد بن محمد بن سهل بن عطاء الأدمى أبو العباس. من كبارهم وعلمائهم وأقران الجنيد.

(٢) الأدمى — بفتح الهمزة والدال: بعدها ميم — نسبة الى بيع الأدم وهو الجلد، ومن المنسوبين إليه كثرة منهم ابن عطاء.
اللباب: ١/ ٣٩

(٣) طه: يعظم أمره.

(٤) طه: أدب السنة.

خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں: ”(ابو العباس بن عطاءؒ) اس زمانے کے ان صوفیوں میں سے تھے جو عبادات و اجتہاد اور کثرت سے قرآن کا درس دیا کرتے تھے۔ انہوں نے یوسف بن موسیٰ القطان اور فضل بن زیاد صاحب احمد بن حنبلؒ سے احادیث روایت کی“۔ (تاریخ مدینۃ السلام، الامام خطیب بغدادیؒ: ج۶، ص۱۶۵)

٢٦٤٢- أحمد بن محمد بن سَهْل بن عطاء، أبو العباس الأَدَميُّ الصُّوفيُّ(٥).

كان أحد شيوخهم الموصوفين بالعبادة والاجتهاد، وكثرة الدَّرس للقرآن. وحدَّث بشيءٍ يسيرٍ عن يوسف بن موسى القطّان، والفَضْل بن زياد صاحب أحمد بن حنبل، ونحوهما. روى عنه محمد بن عليّ بن حُبَيْش الناقد.

أخبرنا أبو نُعيم الحافظ، قال(١): حدثنا محمد بن عليّ بن حُبَيْش، قال: حدثنا أبو العباس أحمد بن محمد بن سَهْل بن عطاء الصُّوفي، قال: حدثنا يوسف بن موسى القطّان، قال: حدثنا الحسن بن بشر البَجلي، قال: حدثنا الحكم بن عبدالملك، عن قَتادة، عن أبي مَليح، عن واثلة بن الأسقع، قال: قال رسولُ الله ﷺ: «يدخلُ الجنّة بشفاعة رجلٍ من أمتي أكثر من بني تَميم»(٢).

أخبرنا محمد بن أحمد بن رِزْق، قال: أخبرنا أبو الحُسين محمد بن علي بن حُبَيْش الناقد، قال: حدثنا أبو العباس أحمد بن محمد بن سَهْل بن عطاء الأدَمي، قال: حدثنا الفَضْل بن زياد، قال: سمعتُ هارون بن معروف يقول: أقبلتُ على الحديث وتركتُ القُرآن، قال: فرأيتُ في المنام كأن قائلاً يقول لي: مَن آثرَ الحديثَ على القُرآن عُوقِب. قال: فما حال عَليَّ الحول حتى ذهب بَصَري.

أخبرنا أبو نُعيم الحافظ، قال(٣): سمعت أبا الحُسين بن حُبَيْش وذكر أبا

= وانظر حلية الأولياء ١٠/ ٣٠٤ - ٣٠٥.

(١) حلية الأولياء ١٠/ ٣٠٤.

(٢) إسناده ضعيف، لضعف الحكم بن عبدالملك البصري. على أن متن الحديث صحيح من حديث عبدالله بن أبي الجدعاء؛ أخرجه الطيالسي (١٢٨٣)، وأحمد ٣/ ٤٦٩ و٤٧٠ و٥/ ٣٦٦، والبخاري في تاريخه الكبير ٥/ الترجمة (٤٤)، والترمذي (٢٤٣٨)، وابن ماجة (٤٣١٦)، وأبو يعلى (٦٨٦٦)، وابن خزيمة في التوحيد ص ٣١٣، وابن حبان (٧٣٧٦)، والحاكم ١/ ٧٠و٧١ و٣/ ٤٠٨، والبيهقي في الدلائل ٦/ ٣٧٨. وانظر المسند الجامع ٨/ ٢١٤ حديث (٥٧٣٧).

(٣) حلية الأولياء ١٠/ ٣٠٢.

١٦٥

حضرت ابو العباس بن عطاءؒ جیسے جلیل القدر بزرگ و محدث جن کو اولیاء اللہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ انہوں نے ابن منصورؒ کی مکمل تائید کی، ان کے حال کو صحیح قرار دیا اور ان کے لئے وزیر حامد کے مظالم کو برداشت کرتے ہوئے اپنی جان تک دیدی۔

ابن منصورؒ کا نبوت اور خدائی کے دعوے سے انکار اور اپنی عبدیت کا اقرار، حضرت ابن عطاءؒ کا ابن منصور کی تائید اور ان کے عقیدہ کے صحیح ہونے کا اقرار اور وزیر حامد العباس کے مظالم اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ابن منصورؒ پر لگائے گئے الزامات جھوٹے تھے اور وہ بے قصور تھے۔

تیسرا الزام: سحر (جادو) کی تعلیم و تعلم

خطیب بغدادیؒ نے ابن باکویہ شیرازی کے واسطہ سے ابو الحسن بن ابو توبہ سے روایت کیا ہے کہ اس نے علی بن احمد حاسب سے سنا وہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ۔ کوئی ان کو قبول کرتا ہے اور کوئی رد کرتا ہے کہ مجھے معتضد نے ہندوستان کچھ باتیں معلوم کرنے کے لئے بھیجا، جن پر وہ مطلع ہونا چاہتا تھا، میرے ساتھ کشتی میں ایک شخص تھا جس کا نام حسین بن منصور تھا۔ اس کی معاشرت بہت اچھی اور صحبت بہت پاکیزہ تھی۔ جب ہم کشتی سے کنارہ پر اترے اور مزدوروں نے سامان اتارنا شروع کیا تو میں نے اس (حسین بن منصور) سے پوچھا، تم

یہاں کس لئے آئے ہو؟ کہا جادو سیکھنے آیا ہوں تا کہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دوں۔ اسی کنارہ پر ایک جھونپڑی تھی جس میں ایک بہت بوڑھا آدمی رہتا تھا۔ حسین بن منصور نے اس سے کہا، تمہارے یہاں کوئی شخص جادو کا جاننے والا ہے؟ (اس کے جواب میں) بڈھے نے سوت کی انٹی نکالی اور اس کا ایک کنارہ حسین بن منصور کے ہاتھ میں دے کر انٹی کو ہوا میں پھینک دیا، تو اس کا ایک لمبا تار بن گیا۔ اس کے بعد بڈھا اس تار پر چڑھ گیا، پھر اتر آیا اور ابن منصور سے کہا، تم اسی کو چاہتے ہو؟ پھر مجھ میں اور ان میں جدائی ہوگئی۔ اسکے بعد میں نے بغداد ہی میں ان کو دیکھا۔ (تاریخ مدینۃ السلام، الامام خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص۲۹۸-۲۹۷)

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت

الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن

تليد - الحسين

٣٥٣٥ - ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

وأشار إليّ بيده ارجع، فخرجنا ونزلنا الوادي ودخلنا المسجد، فقال لي أبو عبدالله: إن عِشتَ ترى ما يَلقى هذا، لأن الله يبتليه بلاءً لا يُطيقه، قعد بحُمقِه يتصبّر مع الله! فسألنا عنه وإذا هو الحَلّاج.

أخبرنا عليّ بن أبي عليّ البَصْري، قال: أخبرني أبي، قال: حدثني أبو الحسن محمد بن عُمر القاضي، قال: حَملني خالي معه إلى الحُسين بن منصور الحَلّاج، وهو إذ ذاكَ في جامع البَصْرة يَتعبّدُ ويَتصوّفُ ويقرأ قبلَ أن يدّعي تلكَ الجَهالات، ويدخلُ في ذلك، وكان أمرُهُ إذ ذاك مَستورًا، إلاّ أنّ الصُّوفية تدّعي له المُعجزات من طريق التَّصوّف وما يُسمّونه مَغُوثات، لا من طريق المَذاهب. قال: فأخذَ خالي يُحادِثُه وأنا صبيٌّ جالس معهما أسمعُ ما يجري، فقال لخالي: قد عملتُ على الخُروج من البَصْرة، فقال له خالي: لِمَ؟ قال: قد صَيّرَ لي أهلُ هذا البلدِ حديثًا، فقد ضاقَ صدري وأريدُ أبعُدُ منهم، فقال له: مثل ماذا؟ قال: يَرَوني أفعلُ أشياءَ فلا يَسألوني عنها، ولا يكشِفونَها، فيَعلمون أنها ليست كما وَقَع لهم، ويَخرجونَ فيقولون: الحَلّاج مُجابُ الدَّعوة وله مَغُوثات، قد تَمّت على يده ألطافٌ، ومَن أنا حتى يكونَ لي هذا؟ بحسبك أنّ رجلاً حَمَلَ إليّ منذ أيام دراهم، وقال لي: اصرِفْها إلى الفُقَراء فلم يكن بحَضْرتي في الحال أحد، فجعلتُها تحتَ باريةٍ من بواري الجامع إلى جَنْب أسطوانة عرفتُها، وجلستُ طويلاً فلم يَجئني أحدٌ، فانصرفتُ إلى منزلي وبِتُّ ليلَتي، فلما كان من غَدٍ جئتُ إلى الأسطوانة وجعلتُ أصلّي. فاحتفَّ بي قومٌ من الفُقراء، فقطعتُ الصّلاة وشِلْتُ البارية فأعطَيْتُهم تلكَ الدَّراهم، فشَنّعوا عليّ بأن قالوا: إني إذا ضَربتُ يدي إلى التُّراب صارَ في يدي دراهم. قال: وأخذ يعَدّدُ مثل هذا، فقامَ خالي عنه وودَّعه ولم يَعد إليه، وقال: هذا مُتَمَّس وسيكون له بعدَ هذا شأنٌ، فما مضى إلاّ قليلٌ حتى خرجَ من البَصْرة وظهرَ أمرُهُ.

حدثني أبو سعيد السِّجْزي، قال: أخبرنا محمد بن عبدالله بن عُبيدالله الصُّوفي الشِّيرازي، قال: سمعتُ أبا الحسن بن أبي تَوبة يقول: سمعتُ عليّ

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء
من غير أهلها ووارديها

تأليف
الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت
الخطيب البغدادي
٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن
تليد - الحسين
٣٥٣٥ - ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه
الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

ابن أحمد الحاسب، قال: سمعتُ والدي يقول: وَجَّهني المُعتضد إلى الهند لأمورٍ أتعَرَّفُها ليَقِفَ عليها، وكان معي في السفينة رجلٌ يُعرف بالحُسين بن منصور، وكان حسنَ العِشرة طيِّبَ الصُّحبة، فلما خرجنا من المركب ونحن على الساحل والحمّالون يَنقلون الثياب من المَركبِ إلى الشَّطِّ، فقلت له: أيش جئتَ إلى هاهنا؟ قال: جئتُ لأتعلَّم السِّحرَ، وأدعو الخَلق إلى الله تعالى، قال: وكان على الشَّطِّ كوخٌ وفيه شيخٌ كبيرٌ، فسأله الحُسين بن منصور: هل عندكم من يَعرفُ شيئًا من السِّحرِ؟ قال: فأخرجَ الشيخُ كبة غَزْل وناولَ طرفَهُ الحُسين بن منصور، ثم رَمَى الكُبّة في الهواء فصارت طاقة واحدة، ثم صَعد عليها ونزلَ! وقال للحُسين بن منصور: مثل هذا تريد؟ ثم فارَقَني ولم أرَهُ بعد ذلك إلا ببغدادَ.

أخبرنا إسماعيل بن أحمد الحِيري، قال: أخبرنا أبو عبدالرحمن السُّلَمي، قال: قال المُزَيِّن: رأيتُ الحُسين بن منصور في بعضِ أسفاره، فقلت له: إلى أين؟ فقال: إلى الهند أتعلم السِّحر أدعو به الخَلق إلى الله عز وجل.

وقال أبو عبدالرحمن: سمعتُ أبا عليّ الهَمَذاني يقول: سألتُ إبراهيم بن شَيبان عن الحَلاَّج، فقال: مَن أحبَّ أن ينظُرَ إلى ثَمرات الدَّعاوَى الفاسدة، فلينظر إلى الحَلاَّج وإلى ما صارَ إليه! قال: وقال إبراهيم: ما زالت الدَّعاوَى والمعارضات مَشؤومةً على أربابها مُذ قال إبليس أنا خيرٌ منه.

أخبرنا محمد بن عليّ بن الفَتح، قال: أخبرنا محمد بن الحُسين النَّيسابوري قال: سمعتُ أبا العباس الرَّزَّاز يقول: قالَ لي بعضُ أصحابِنا: قلت لأبي العباس بن عطاء: ما تقول في الحُسين بن منصور؟ فقال: ذاك مَخدوم من الجِنّ. قال: فلما كان بعد سنةٍ سألتُهُ عنه، فقال: ذاكَ ابن[1] حق. فقلتُ: قد سألتُكَ عنه قبل هذا، فقلت: مخدوم من الجِنّ، وأنت الآن تقول هذا! فقال: نعم، ليس كلُّ مَن صَحِبَنا يبقَى معنا فيمكننا أن نشرفه على الأحوال، وسألتَ

(١) في م: «من»، وما هنا من النسخ.

جواب:

۱۔ اس روایت کی سند میں بھی وہی ابن باکویہ شیرازی راوی موجود ہے جو محدثین کے نزدیک غیر ثقہ ہے۔ (لسان المیزان: ج۷، ص ۲۵۲)

۲۔ دوسرا راوی علی بن احمد شروانی ہے جس نے حلاّجؒ کی حکایات کو جمع کیا تھا۔ اس کے متعلق محدثین فرماتے ہیں کہ "کذاب اشر" یعنی بہت جھوٹا شیخی باز ہے۔ (لسان المیزان: ج۵، ص ۴۹۹)

۳۔ اور اس (علی بن احمد شروانی) کا باپ مجہول ہے کیونکہ کتب اسماع الرجال میں اس کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔

قال الإمام علي بن المديني: معرفة الرجال نصف العلم

لسان الميزان

للإمام الحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني

وُلد سنة ٧٧٣، وتوفي سنة ٨٥٢
رحمه الله تعالى

اعتنى به الشيخ العلامة
عبد الفتاح أبو غدة
وُلد سنة ١٣٣٦ وتوفي سنة ١٤١٧
رحمه الله تعالى

اعتنى بإخراجه وطباعته
سلمان عبد الفتاح أبو غدة

الجزء السابع

مكتب المطبوعات الإسلامية

قال الحاكم: انتسب إلى محمد بن أيوب، ومحمد لم يُعْقِب، قال: فأتيته وزجرتُه فانزجر. توفي سنة ست وسبعين وثلاث مئة بنيسابور.

أخبرنا المسلَّم بن محمد، وجماعةٌ في كتابهم، أخبرنا الكندي، أخبرنا الشيباني، أخبرنا أبو بكر الخطيب، أخبرنا أبو علي عبد الرحمن بن محمد بن فَضَالة بالري، أخبرنا أبو بكر محمد بن عبد الله بن شاذان المذكِّر، سمعت أبا بكر الحربيَّ محمدَ بن سعيد يقول: سمعت سَرِيّاً السَّقَطي يقول: مكثتُ عشرين سنةً أطوف بالساحل أطلب صادقاً، فدخلت يوماً إلى مغارة، فإذا بزَمْنَى، وعُمْيان، ومجذَّمين قعودٌ، فقلت: ما تصنعون ها هنا؟ قالوا: ننتظر شخصاً يخرج علينا، يُمِرُّ يده علينا فنُعَافَى، فجلست.

فخرج كَهْل عليه مِدْرَعة من شَعَر، فسلَّم وجلس، ثم أمَرَّ يده على الأعمى فأبصر، وأمر يده على زَمانةِ هذا فصَحَّ، وأمرَّ يده على جُذام هذا فبرأ.

ثم قام مولِّياً، فضربتُ يدي إليه، فقال: سَرِيُّ، خَلِّ عني فإنه غيورٌ، لا يطَّلع على سِرِّك فيَرَاك وقد سكَنْتَ إلى غيره، فتسقُطَ من عينه، انتهى.

وقال الإدريسي: ليس هو في الرواية بذاك.

٧٠١٦ ـ ذ ـ محمد بن عبد الله بن عبيد الله بن باكُوَيْهْ الشِّيرازي الصوفي. ذكره عبد الغافر في «السِّياق» فقال: شيخُ الصوفية في وقته، العالمُ بطريقهم، الجامعُ لحكاياتهم وسِيرَهم... إلى أن قال: وسمع الحديث وروى، إلا أن الثقات توقَّفوا في سماعاته، وذكروا أن خير ما يُروى عنه الحكايات.

ويُحكى عنه أنه أدرك المتنبّي بشيراز، وسمع منه «ديوانه»، سمعه منه جدي، وأخوالي[1]. والله أعلم بذلك.

مات سنة ثمان وعشرين / وأربع مئة، ووقع لنا جُزْء من حديثه. [٥: ٢٣١]

قال الإمام علي بن المديني: معرفة الرجال نصف العلم

لسان الميزان

للإمام الحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني

وُلد سنة ٧٧٣، وتوفي سنة ٨٥٢
رحمه الله تعالى

اعتنى به الشيخ العلامة
عبد الفتاح أبو غدة
وُلد سنة ١٣٣٦ وتوفي سنة ١٤١٧
رحمه الله تعالى

اعتنى بإخراجه وطباعته
سلمان عبد الفتاح أبو غدة

الجزء الخامس

مكتب المطبوعات الإسلامية

٥٣٢٩ ـ علي بن أحمد بن علي، الواعظ ابن الفَضّاض[1] الشُّرْوَاني، مؤلف «أخبار الحَلّاج» كذّاب أشِر.

سمع السِّلَفيُّ ذلك من سليمان بن عبد الله الشُّرْوَاني، عنه، ثم لحق السلفيُّ بشروانَ المؤلفَ، فسمع منه.

قال السِّلفي: أكثرُ ما فيه من الأسانيد مُرَكَّباتٌ[2] لا أصل لها، ورواتُها مجاهيل.

٥٣٣٠ ـ علي بن إسحاق بن زَاطِيا، أبو الحسن المُخَرِّمي، عن محمد بن بكّار بن الرَّيَّان، وداود بن رُشَيد وطبقتهما. وعنه عيسى الرُّخَّجي، وأبو حفص بن الزيات[3]، والسكري.

قال ابن المُثَنّي: لا بأس به. وقال أحمد بن المنادي: لم يكن بالمحمود.

مات سنة ٣٠٦.

٥٣٢٩ ـ الميزان ٣: ١١٤، تكملة إكمال الإكمال ٣٠٩، تبصير المنتبه ٤: ١٣٨٣.

(١) هكذا في الأصول. وشكله في ص: بفتح الفاء وتشديد الضاد المعجمة. أما في «تكملة إكمال الإكمال» فسمّاه: ابن المُفَضَّض.

(٢) تحرَّف في «الميزان» إلى: من كتب.

٥٣٣٠ ـ الميزان ٣: ١١٤، تاريخ بغداد ١١: ٣٤٩، السير ١٤: ٢٥٣.

(٣) في ص ل ك: أبو حفص بن الرَّيَّان. وفي م: أبو جعفر بن الزَّيات. والصواب: أبو حفص بن الزيات، كما في ط و «تاريخ بغداد» ١١: ٢٦٠ و «سير أعلام النبلاء» ١٦: ٣٢٣.

أما أبو جعفر بن الزَّيَّات فهو محمد بن عبد الملك الوزيرُ المشهور، وهو متقدِّم الطبقة على صاحب الترجمة. توفي سنة ٢٣٣ وترجمته في «تاريخ بغداد» ٢: ٣٤٢.

شیخ الاسلام عبداللہ بن المبارک المروزیؒ (متوفی ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں کہ: ”الإسناد من الدين، ولولا الإسناد لقال من شاء ماشاء“۔ ”سند دین میں سے ہے، اگر سند نہ ہوتی تو جو شخص جو چاہتا کہہ دیتا“۔ (مقدمہ صحیح مسلم ترقیم دارالسلام: ۳۲ وسندہ صحیح)

یہ روایت بھی کسی بھی طرح قابل قبول و قابل اعتماد نہیں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وزیر حامد العباس نے جب ابن منصورؒ کو ناحق قتل کیا تو اپنے اس اقدام کو صحیح ثابت کرنے کے لئے اپنے ہمنواؤں کے ذریعہ اس قسم کے قصہ مشہور کروادیئے تاکہ عوام اس سے باغی نہ ہو جائے۔

الأبي جعفر محمد بن جریز الطبری نے تاریخ الطبری میں اس واقعہ کو ابن منصورؒ کے اصحاب سے دوسرے الفاظ میں یوں نقل کیا ہے کہ: ”میں ابن منصور کے ساتھ ایک سال تک مکہ میں رہا کیونکہ وہ حجاج عراق کی واپسی پر مکہ ہی میں مقیم ہوگئے تھے۔ تو مجھ سے فرمایا، اگر تم اپنے وطن کو واپس جانا چاہتے ہو تو لوٹ جاؤ کیونکہ میں تو یہاں سے ہندوستان کا قصد کر رہا ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ حلّاج کو سیاحت اور سفر کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ وہ ہندوستان کے ارادہ سے سمندر میں سفر کرنے لگے۔ میں بھی ہندوستان تک ان کے ساتھ رہا۔ جب وہ ہندوستان پہنچے تو ان کو ایک عورت کا پتہ دیا گیا، وہ اس کے پاس گئے، اس سے باتیں کیں، اس نے دوسرے دن آنے کو کہا۔ چنانچہ اگلے دن میں اور ابن منصور دونوں ساحل سمندر پر پہنچے۔ (وہ عورت بھی آئی) اور اس عورت کے ہاتھ میں لپٹا ہوا سوت تھا۔ جس میں کمند کی طرح گرہیں لگی ہوئی تھیں۔ تو اس نے کچھ پڑھ کر دم کیا اور تاگے کے اوپر چڑھنے لگی۔ وہ تاگے پر پاؤں رکھ کر چڑھتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ ہماری نگاہوں سے غائب ہوگئی۔ یہ دیکھ کر حلّاج واپس ہوئے اور کہا، میں اسی عورت کی وجہ سے ہندوستان آیا تھا“۔ (تاریخ الطبری، الأبي جعفر محمد بن جریز الطبری: ج ۱۱، ص ۸۳)

سنة ٣٠٩ ٨٣

الطبَّ ، وجرّب الكيميا ، فلم يزل يستعمل المخاريق حتى استهوى بها من لا تحصيل

عاد الطائر حيًّا ، فأعاده الخادم إلى المقتدر وخبّره بما رأى . فأرسل المقتدر إلى حامد ابن العباس ، وقال له : إن الحلاج فعل كذا وكذا ، فقال حامد : يا أمير المؤمنين الصوابُ قتله ، وإلّا افتتن الناس به ، فتوقّف المقتدر في قتله .

وقال بعض أصحابه : صحبته سنة إلى مكة قال : وأقام بمكة بعد رجوع الحاج إلى العراق ، وقال : إن شئت أن تعود فعُدْ ، فإنّي قد عزّلت أن أمضي من هنا إلى بلاد الهند .

قال : وكان الحلاج كثير السياحة كثير الأسفار ، قال : ثم إنه نزل في البحر يريد الهند ، قال : فصحبتُه إلى بلد الهند ، فلما وصلنا إليها استدلّ على امرأة ، ومضى إليها وتحدّث معها ووعدته إلى غدِ ذلك اليوم ، ثم خرجت معه إلى جانب البحر ، ومعها غزْل ملفوف ، وفيه عقد شبه السُّلّم ، قال : فقالت المرأة كلمات ، وصعدتْ في ذلك الخيط ، وكانت تضع رجلها في الخيط وتصعد حتى غابت عن أعيننا ، ورجع الحلاج وقال لي : لأجل هذه المرأة كان قصدي إلى الهند .

ثم وجد حامد كتاباً من كتبه فيه: إن الإنسان إذا أراد الحجّ فلم يمكنه أفرد في بيته بناء مربّعا لا يلحقه شيء من النجاسات ، ولا يتطرّقه أحد ، فإذا حضرتْ أيام الحج طاف حوْله وقضى من المناسك ما يُقْضَى بمكة . ثم يجمع ثلاثين يتيماً ، ويعمل لهم ما يمكنه من الطعام ويحضرهم ذلك البيت ، ويقدّم لهم ذلك الطعام ، ويتولّى خدمتهم بنفسه ، ثم يغسل أيديهم ، ويكسو كلَّ واحد منهم قميصاً ، ويدفع إلى كل واحد سبعة دراهم أو ثلاثة دراهم – الشك من أبي القاسم بن زنجي – وأن ذلك يقوم له مقام الحج .

قال : وكان أبي يقرأ هذا الكتاب ، فلمّا استوفى هذا الفصل التفت أبو عمر القاضي إلى الحلاّج ، وقال له : من أين لك هذا ؟ قال من كتاب الإخلاص للحسن البصريّ ، قال له أبو عمر : كذبت يا حلال الدم ، قد سمعنا كتاب الإخلاص للحسن البصريّ بمكة ، وليس فيه شيء مما ذكرت ، فكما قال أبو عمر يا حلال الدم ، قال له حامد : اكتب بما قلت « يعني حلال الدم » ، فتشاغل أبو عمر بخطاب الحلاج ، فلم يدعْهُ حامد يتشاغل ، وألحّ عليه إلحاحاً لا يمكنه معه المخالفة ، فكتب بإحلال

تاریخ بغداد اور تاریخ طبری کی دونوں روایات میں درج ذیل اختلافات واضح ہوتے ہیں:

۱۔ پہلی روایت میں بوڑھے کا ذکر ہے جبکہ دوسری روایت میں عورت کا ذکر ہے۔

۲۔ پہلی روایت میں جادو سیکھنے کا ذکر ہے جبکہ دوسری روایت میں جادو کا نام و نشان تک نہیں۔

۳۔ پہلی روایت میں بوڑھے شخص نے پہلی ہی ملاقات میں تاگے پر چڑھ کر اپنا کمال دکھایا جبکہ دوسری روایت میں عورت نے اگلے دن کی ملاقات میں اپنا کمال دکھایا۔ ان اختلافات سے بھی روایت کا ضعیف ہونا ثابت ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ پہلی روایت کی سند ابن باکویہ شیرازی، علی بن احمد شروانی اور اس کے باپ کی وجہ سے سخت ضعیف ہے، اور دونوں روایات کا اختلاف اسے اور بھی ضعیف ثابت کرتا ہے۔ بالفرض اگر یہ سند جرح سے سالم مان لی جائے تو بھی روایت میں اس بات کی بھی تصریح ہے کہ "حسين بن مَنْصُور، وكان حسن العشرة طيب الصحبة" اور یہ وہ صفت ہے جو ساحروں میں نہیں پائی جاتی۔ ساحر تو نہایت غلیظ، گندے اور ناپاک ہوتے ہیں۔ انکو حسن معاشرت و پاکیزگی سے کیا تعلق۔ اسکے بعد ان کا یہ قول کہ "وأدعو الخلق إِلَى اللّٰه تعالى" اس الزام کا رد ہے کیونکہ جادوگر لوگوں کو اللہ کی طرف نہیں بلکہ شیطان کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

خطیب بغدادیؒ نے اس مضمون کو دوسری سند سے بھی ابو عبد الرحمٰن سلمی کے واسطہ سے مزین سے روایت کیا ہے: "وہ کہتے ہیں، میں نے حسین بن منصور کو ایک سفر میں دیکھا، پوچھا کہاں جاتے ہو، کہا ہندوستان، (وہاں) سحر سیکھوں گا اور اس کے ذریعہ مخلوق کو اللہ کی طرف دعوت دوں گا"۔ (تاریخ مدینۃ السلام، الامام خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص۶۹۸)

ابن أحمد الحاسب، قال: سمعتُ والدي يقول: وَجَّهني المُعتضد إلى الهِنْد لأمورٍ أتعَرَّفُها ليَقِفَ عليها، وكان معي في السَّفينة رجلٌ يُعرف بالحُسين بن منصور، وكان حسنَ العِشْرة طَيِّب الصُّحبة، فلما خرجنا من المركب ونحن على السَّاحل والحَمَّالون يَنقلون الثِّياب من المَرْكَب إلى الشَّطِّ، فقلت له: أيش جئتَ إلى هاهنا؟ قال: جئتُ لأتعلَّم السِّحْرَ، وأدعو الخَلْق إلى الله تعالى، قال: وكان على الشَّطِّ كوخٌ وفيه شيخٌ كبيرٌ، فسأله الحُسين بن منصور: هل عندكم من يَعرفُ شيئًا من السِّحْرِ؟ قال: فأخرجَ الشيخُ كبة غَزْل وناولَ طرفَهُ الحُسين بن منصور، ثم رَمَى الكُبَّة في الهواء فصارت طاقة واحدة، ثم صَعد عليها ونزلَ! وقال للحُسين بن منصور: مثل هذا تريد؟ ثم فارَقَني ولم أرَهُ بعد ذلك إلا ببغدادَ.

أخبرنا إسماعيل بن أحمد الحِيري، قال: أخبرنا أبو عبدالرحمن السُّلَمي، قال: قال المُزَيِّن: رأيتُ الحُسين بن منصور في بعضِ أسفاره، فقلت له: إلى أين؟ فقال: إلى الهند أتعلم السِّحر أدعو به الخَلق إلى الله عز وجل.

وقال أبو عبدالرحمن: سمعتُ أبا عليٍّ الهَمَذاني يقول: سألتُ إبراهيم بن شَيبان عن الحَلاَّج، فقال: مَن أحبَّ أن ينظُرَ إلى ثَمرات الدَّعاوَى الفاسدة، فلينظر إلى الحَلاَّج وإلى ما صارَ إليه! قال: وقال إبراهيم: ما زالت الدَّعاوَى والمعارضات مَشؤومةً على أربابها مُذ قال إبليس أنا خيرٌ منه.

أخبرنا محمد بن عليِّ بن الفَتْح، قال: أخبرنا محمد بن الحُسين النَّيسابوري قال: سمعتُ أبا العباس الرَّزَّاز يقول: قالَ لي بعضُ أصحابِنا: قلت لأبي العباس بن عطاء: ما تقول في الحُسين بن منصور؟ فقال: ذاك مَخدوم من الجِنِّ. قال: فلما كان بعد سنةٍ سألتُهُ عنه، فقال: ذاكَ ابن[1] حق. فقلتُ: قد سألتُكَ عنه قبل هذا، فقلت: مخدوم من الجِنِّ، وأنت الآن تقول هذا! فقال: نعم، ليس كلُّ مَن صَحِبَنا يبقَى معنا فيمكننا أن نشرفه على الأحوال، وسألتَ

(١) في م: «من»، وما هنا من النسخ.

٦٩٨

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن

تليد - الحسين

٣٥٣٥ - ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

اس روایت کی سند میں علی بن محمد بن مزین صوفی اور ابو عبد الرحمٰن السلمی صوفی ہیں، تو سند میں بجز اسماعیل بن احمد حیری شیخ الخطیب کے اور کوئی محل نظر نہیں۔ انساب سمعانی میں ان کا بہت مختصر تذکرہ ملتا ہے جبکہ جرح و تعدیل کچھ مذکور نہیں۔ اگر اس سند کو جرح سے سالم مان لیا جائے تو پھر ابو عبد الرحمٰن السلمی صوفی کی ان تمام روایات کو بھی صحیح تسلیم کرنا پڑے گا جن سے حسین بن منصور حلاّجؒ کا توحید پرست، ولی اللہ، صاحب کرامت اور بے قصور ہونا ثابت ہوتا ہے۔

بالفرض اگر اس روایت کو بھی صحیح تسلیم کر لیا جائے تو بھی ابن منصورؒ کے اس قول سے کہ میں جادو سیکھنے آیا ہوں، سحر حرام پر محمول کرنا درست نہیں، بلکہ سحر حلال پر محمول کرنا لازم ہے۔ جس کا قرینہ اسی روایت میں ان کا یہ قول ہے کہ "وأدعو الخلق إلَى اللہ تعالى" تاکہ اللہ کی طرف لوگوں کو دین کی دعوت دوں۔ اور ظاہر ہے کہ دعوت اللہ سحر حرام نہیں ہو سکتی اور نہ ساحروں کو دعوت الی اللہ سے کچھ تعلق ہے۔ لغۃً ہر موئثر عجیب کو سحر کہا جاتا ہے، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے۔ "إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا ۔ أَوْ ۔ إِنَّ بَعْضَ الْبَيَانِ لَسِحْرٌ"۔ "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بعض تقریریں بھی جادو بھری ہوتی ہیں یا یہ فرمایا کہ بعض تقریر جادو ہوتی ہیں"۔ (صحیح البخاری: ج۷، کتاب الطب، باب مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا، رقم الحدیث ۵۷۶۷)

۵۱- باب إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا	باب اس بیان میں کہ بعض تقریریں بھی جادو بھری ہوتی ہیں
۵۷۶۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَدِمَ رَجُلاَنِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَخَطَبَا فَعَجِبَ النَّاسُ لِبَيَانِهِمَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا -أَوْ إِنَّ بَعْضَ الْبَيَانِ- سِحْرٌ)). [راجع: ٥١٤٦]	(۵۷۶۷) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبردی' انہیں زید بن اسلم نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ دو آدمی پورب کی طرف (ملک عراق) سے (سنہ ۹ھ میں) مدینہ آئے اور لوگوں کو خطاب کیا لوگ ان کی تقریر سے بہت متاثر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ بعض تقریریں بھی جادو بھری ہوتی ہیں یا یہ فرمایا کہ بعض تقریر جادو ہوتی ہے۔

اس لئے یا تو ابن منصورؒ کا مطلب یہ تھا کہ ہندوستان کے اصحاب تصرف سے ملنے آیا ہوں، تاکہ خود بھی قوت تصرف حاصل کروں اور لوگوں کو اس کے ذریعہ اللہ کے دین کی طرف دعوت دوں۔ اس لئے کہ تیسری صدی ہجری میں ہندوستان کے اندر اولیاء اللہ اور اصحاب تصرف کا موجود ہونا یقینی طور ثابت ہے کیونکہ اس وقت اطراف سندھ میں اسلامی حکومتیں قائم ہو چکی تھیں۔

چوتھا الزام: ابراہیم بن شیبان کی جرح اور اس کا جواب

خطیب بغدادیؒ نے ابو عبد الرحمٰن سلمی کے حوالے سے ابو علی ہمدانی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "میں نے ابراہیم بن شیبان سے حلّاج کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا، جو شخص بیہودہ دعووں کا ثمرہ دیکھنا چاہے وہ حلّاج اور اس کے انجام کو دیکھ لے۔ اس کے بعد ابراہیم نے فرمایا کہ دعاوی اور معارضات ہمیشہ اپنے اصحاب کے حق میں منحوس ثابت ہوئے ہیں، جب سے ابلیس نے انا خیر منہ کہا تھا"۔ (تاریخ مدینۃ السلام، الامام خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص۲۹۸)

تاریخ مدینة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت

الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن

تليد - الحسين

٣٥٣٥ - ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

ابن أحمد الحاسب، قال: سمعتُ والدي يقول: وَجَّهني المُعتضد إلى الهِنْد لأمورٍ أتَعَرَّفُها لِيَقِفَ عليها، وكان معي في السَّفينة رجلٌ يُعرف بالحُسين بن منصور، وكان حسنَ العِشْرة طَيِّبَ الصُّحبة، فلما خرجنا من المركب ونحن على السَّاحل والحَمَّالون يَنقلون الثِّياب من المَرْكَبِ إلى الشَّطِّ، فقلت له: أيش جئتَ إلى هاهنا؟ قال: جئتُ لأتعلَّم السِّحْرَ، وأدعو الخَلق إلى الله تعالى، قال: وكان على الشَّطِّ كوخٌ وفيه شيخٌ كبيرٌ، فسأله الحُسين بن منصور: هل عندكم من يَعرفُ شيئًا من السِّحْرِ؟ قال: فأخرجَ الشيخُ كبة غَزْل وناولَ طرفَهُ الحُسين بن منصور، ثم رَمَى الكُبَّة في الهواء فصارت طاقة واحدة، ثم صَعِد عليها ونزلَ! وقال للحُسين بن منصور: مثل هذا تريد؟ ثم فارَقَني ولم أرَهُ بعد ذلك إلاّ ببغدادَ.

أخبرنا إسماعيل بن أحمد الحِيري، قال: أخبرنا أبو عبدالرحمن السُّلَمي، قال: قال المُزَيِّن: رأيتُ الحُسين بن منصور في بعضِ أسفاره، فقلت له: إلى أين؟ فقال: إلى الهند أتعلم السِّحر أدعو به الخَلق إلى الله عز وجل.

وقال أبو عبدالرحمن: سمعتُ أبا عليّ الهَمَذَاني يقول: سألتُ إبراهيم بن شَيْبان عن الحَلاَّج، فقال: مَن أحبَّ أن ينظرَ إلى ثَمرات الدَّعاوَى الفاسدة، فلينظر إلى الحَلاَّج وإلى ما صارَ إليه! قال: وقال إبراهيم: ما زالت الدَّعاوَى والمعارضات مَشؤومةً على أربابها مُذ قال إبليس أنا خيرٌ منه.

أخبرنا محمد بن عليّ بن الفَتْح، قال: أخبرنا محمد بن الحُسين النَّيسابوري قال: سمعتُ أبا العباس الرَّزَّاز يقول: قالَ لي بعضُ أصحابِنا: قلت لأبي العباس بن عطاء: ما تقول في الحُسين بن منصور؟ فقال: ذاك مَخدوم من الجِنّ. قال: فلما كان بعد سنةٍ سألتُهُ عنه، فقال: ذاكَ ابن[1] حق. فقلتُ: قد سألتُكَ عنه قبل هذا، فقلت: مخدوم من الجِنّ، وأنت الآن تقول هذا! فقال: نعم، ليس كلُّ مَن صَحِبَنا يبقَى معنا فيمكننا أن نشرفه على الأحوال، وسألتَ

(١) في م: «من»، وما هنا من النسخ.

٦٩٨

جواب:

۱۔ یہ سند بھی اسماعیل بن احمد حیری شیخ الخطیب کے واسطہ سے ہے جو محل نظر ہے۔ انساب سمعانی میں ان کا بہت مختصر تذکرہ ملتا ہے جبکہ جرح وتعدیل کچھ مذکور نہیں۔

۲۔ دوسرا راوی ابو علی ہمدانی مجہول ہے کیونکہ اس کا حال بھی کتب اسماء الرجال سے معلوم نہیں ہو سکا۔

۳۔ تیسرا راوی ابو عبد الرحمٰن السلمی صوفی ہے۔ اگر اس سند کو بھی جرح سے سالم مان لیا جائے تو پھر ابو عبد الرحمٰن السلمی صوفی کی ان تمام روایات کو بھی صحیح تسلیم کرنا پڑے گا جن سے حسین بن منصور حلاّجؒ کا توحید پرست، ولی اللہ، صاحب کرامت اور بے قصور ہونا ثابت ہوتا ہے۔

شیخ الاسلام عبداللہ بن المبارک المروزیؒ (متوفی ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں کہ: "الإسناد من الدين، ولولا الإسناد لقال من شاء ماشاء"۔ "سند دین میں سے ہے، اگر سند نہ ہوتی تو جو شخص جو چاہتا کہہ دیتا"۔ (مقدمہ صحیح مسلم ترقیم دارالسلام: ۳۲ وسندہ صحیح)

اگر اس روایت کی تمام علتوں کو چھوڑ کر اسے صحیح تسلیم کر لیا جائے تو بھی ابراہیم بن شیبان کا قول مجمل و مبہم ہے کیونکہ اس میں ابن منصورؒ کے کسی دعوے کا ذکر نہیں ہے جس سے اندازہ کیا جا سکے کہ وہ دعویٰ بیہودہ تھا یا نہیں۔ ممکن ہے ان کا اشارہ دعویٰ انا الحق کی طرف ہو جو ان کے متعلق عوام میں مشہور کرا دیا گیا تھا۔ اگرچہ اس دعوے کا ثبوت بھی تاریخ میں کہیں نہیں ملتا۔ دراصل اس کلمے کا عنوان بالکل غلط

لیا جاتا ہے ورنہ دراصل یہ کلمہ ایسا ہی ہے جیسا کہ قرآن میں "وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ" اور حدیث میں "اَلْجَنَّةُ حَقٌّ والنَّارُ حَقٌّ" وارد ہوا ہے۔ اس کلمہ کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ میں حق ہوں یا میں خدا ہوں۔ اس کلمہ کے صحیح و برحق ہونے کے دلائل آگے پیش کیئے جائیں گے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ فرماتے ہیں کہ: "انا الحق کے یہ معنٰی ہرگز نہیں کہ میں حق اور خدا ہوں، بلکہ یہ مطلب ہے کہ میں نہیں ہوں صرف حق تعالیٰ موجود ہے کہ جس کی بارگاہ میں تغیر ذات و تبدل صفات وافعال کا کوئی گزر نہیں۔ (مکتوبات امام ربّانی[اردو]: دفتر اوّل، حصّہ چہارم، ٦٤١، ص ١٥١)

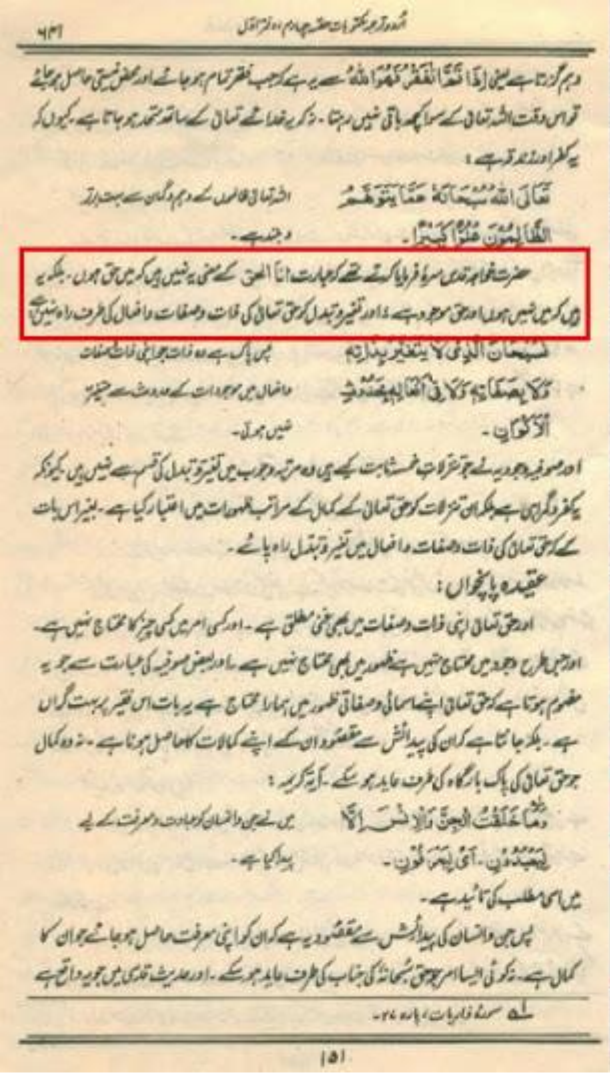

وہم گزرتا ہے یعنی اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰهُ سے یہ ہے کہ جب فقر تمام ہو جائے اور محض نیستی حاصل ہو جائے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔ ذکر یہ خدا کے تعالیٰ کے ساتھ متحد ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ کفر اور زندقہ ہے؛

تَعَالَى اللّٰهُ سُبْحَانَهُ عَمَّا يَقُولُ الظَّالِمُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا۔ — اللہ تعالیٰ ظالموں کے وہم و گمان سے بہت برتر و بلند ہے۔

حضرت خواجہ قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ عبارت انا الحق کے معنی یہ نہیں ہیں کہ میں حق ہوں۔ بلکہ یہ ہیں کہ میں نہیں ہوں اور حق موجود ہے۔ اور تغیر و تبدل کو حق تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال کی طرف راہ نہیں ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِي لَا يَتَغَيَّرُ بِذَاتِهِ وَلَا بِصِفَاتِهِ وَلَا فِي أَسْمَائِهِ بِحُدُوثِ الْأَكْوَانِ۔ — وہ پاک ہے وہ ذات جو اپنی ذات صفات و افعال میں موجودات کے حدوث سے متغیر نہیں ہوتی۔

اور صوفیہ وجودیہ نے جو تنزلات خمسہ ثابت کیے ہیں وہ مرتبہ وجوب میں تغیر و تبدل کی قسم سے نہیں ہیں کیونکہ یہ کفر و گمراہی ہے بلکہ ان تنزلات کو حق تعالیٰ کے کمال کے مراتب ظہورات میں اعتبار کیا ہے۔ بغیر اس بات کے کہ حق تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال میں تغیر و تبدل راہ پائے۔

عقیدہ پانچواں:

اور حق تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں بھی غنی مطلق ہے۔ اور کسی امر میں کسی چیز کا محتاج نہیں ہے۔ اور جس طرح وجود میں محتاج نہیں ہے ظہور میں بھی محتاج نہیں ہے۔ اور بعض صوفیہ کی عبارات سے جو یہ مفہوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے اسمائی و صفاتی ظہور میں ہمارا محتاج ہے یہ بات اس فقیر پر بہت گراں ہے۔ بلکہ جانتا ہے کہ ان کی پیدائش سے مقصود ان کے اپنے کمالات کا حاصل ہونا ہے۔ نہ وہ کمال جو حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی طرف عاید ہو سکے۔ آیۂ کریمہ:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ۔ أَيْ لِيَعْرِفُونِ۔ — میں نے جن و انسان کو عبادت و معرفت کے لیے پیدا کیا ہے۔

میں اسی مطلب کی تائید ہے۔

پس جن و انسان کی پیدائش سے مقصود یہ ہے کہ ان کو اپنی معرفت حاصل ہو جائے جو ان کا کمال ہے۔ نہ کوئی ایسا امر جو حق سبحانہ کی جناب کی طرف عاید ہو سکے۔ اور حدیث قدسی میں جو یہ واقع ہے

۱؎ سورۂ ذاریات، پارہ ۲۷۔

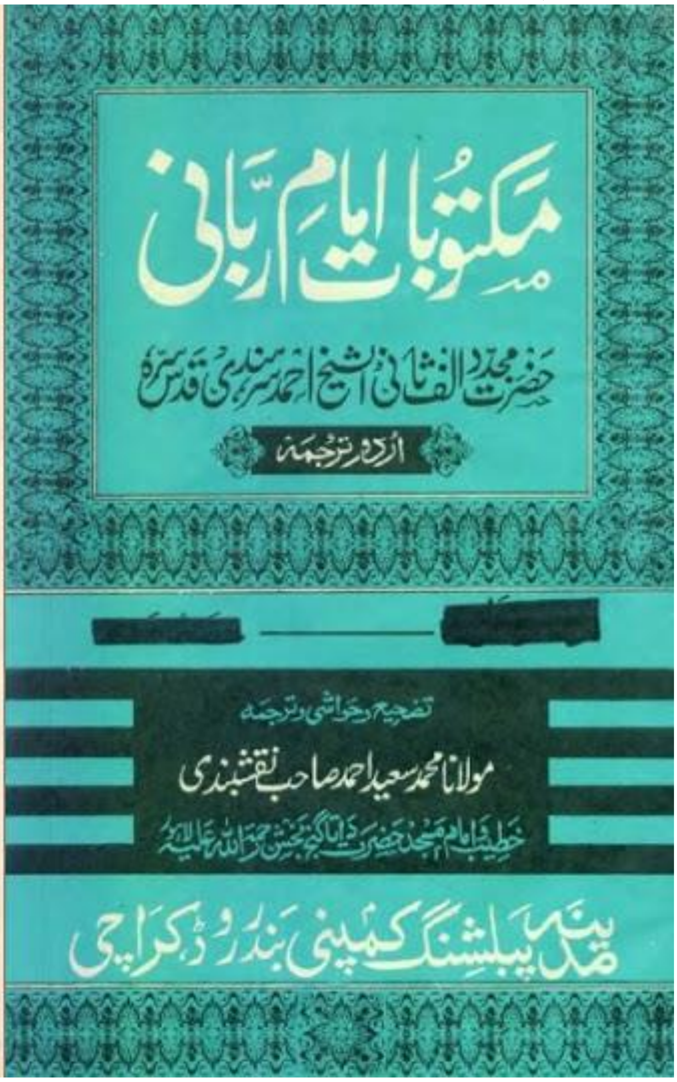

ابراہیم بن شیبان کے اعتراض کا جواب بزبان حسین بن منصور حلّاجؒ:

شیخ فریدالدین محمد عطار نیشا بوریؒ (متوفی ٥٤٠ تا ٦١٨) اپنی کتاب تذکرۃ الاولیاء میں نقل کرتے ہیں کہ "حضرت شبلی نے فرمایا کہ حسین بن منصور کو جب سولی پر چڑھایا گیا ابلیس ان کے سامنے آیا اور کہنے لگا کہ ایک انا ینت تم سے سرزد ہوئی، ایک مجھ سے۔ تم نے انا الحق کہا۔ میں نے انا خیر کہا۔ مجھے لعنت کا پھل ملا۔ اور تم کو مقعد صدق (کا درجہ ملا) اس تفاوت کی کیا وجہ؟ حلّاجؒ نے کہا۔ تو نے خودی سے انا کہا تھا اور میں نے خودی سے پاک ہو کر کہا۔ تفاوت اسی وجہ سے ہوا کہ مجھ پر رحمت ہوئی اور تجھ پر لعنت"۔ (تذکرۃ الاولیاء: ص ٥١٩)

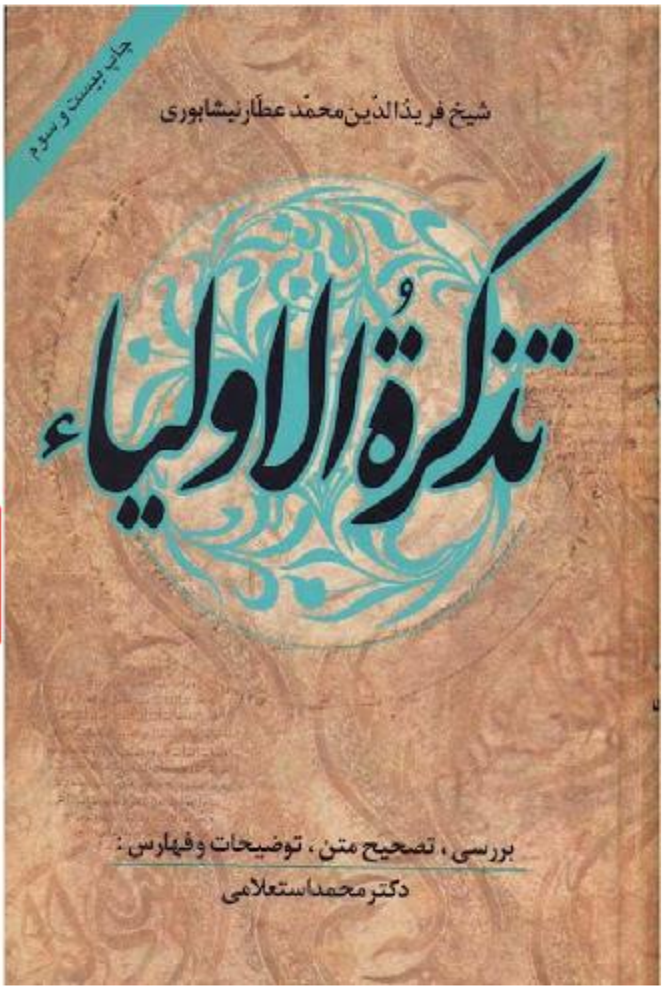

۷۲ـ حسین بن منصور حلاّج / ۵۱۹

برزند». بزرگی گفت: «آن شب تا روز زیر آن دار نماز می‌کردم. چون روز شد، هاتفی آواز داد که: **اَطْلَعْناهُ عَلیٰ سِرٍّ مِن اَسرارِنا، فَاَفْشیٰ سِرَّنا. فَهٰذا جَزاءُ مَنْ یُفْشِی سِرَّ المُلوک**». او را اطلاع دادیم بر سرّی از اسرار خود [و او فاش کرد[1]]. پس جزاءِ کسی که سرّ ملوک فاش کند، این است.

نقل است که **شبلی** گفت: «آن شب به سر تربت او شدم و تا بامداد نماز کردم. سحرگاه مناجات کردم که: الهی! این بندهٔ تو بود، مؤمن و عارف و موحّد. این بلا با او چرا کردی؟. خواب بر من غلبه کرد. قیامت را به خواب دیدم و خطاب از حق شنیدم که: این از آن با وی کردم که سرّ ما با غیر ما در میان نهاد».

نقل است که **شبلی** گفت: «او را به خواب دیدم. گفتم: خدای ـ تعالی ـ با این قوم چه کرد؟ گفت: هر دو جمع را بیامرزید. آن که بر من شفقت کرد، مرا بدانست و از بهر حق شفقت کرد؛ و آن که عداوت کرد، مرا ندانست و از بهر حق عداوت کرد. بر هر دو قوم [رحمت کرد که[2]] هر دو قوم معذور بودند».

بزرگی به خوابش دید ایستاده، جامی در دست و سر بر تن نه. [گفت: «این چیست؟»[2]] گفت: «او جام به دستِ سر بریدگان می دهد».

نقل است که چون او را بردار کردند. ابلیس آمد و او را گفت: «یکی اَنَا تو گفتی و یکی من. چون است که از آنِ تو رحمت بار آورد و از آن من لعنت؟». **حسین** گفت: «از آن که تو اَنَا به درِ خود بردی و من از درِ خود دور کردم. مرا رحمت آمد و تو را لعنت. تا بدانی که منی کردن نیکو نیست و منی از خود دور کردن به غایت نیکوست».

پایان نسخهٔ اصل چنین است:

تمّ الکتاب بحمدِالملک الوهّاب، فی الرّابع من صفر....[3]
سنةاثنتین و تسعین و ستمّائة علی یَدَیِ العبد
الضّعیف‌الرّاجی عفوالله تعالی و غفرانه محمّد بن
عبدالله بن محمّدالحافظ غفرالله له و لوالدیه
و لجمیع المؤمنین. انّه غفورٌ
رحیمٌ جوادٌ کریمٌ

۱ـ از «م» افزوده شد. ۲ـ از «ن» افزوده شد.
۳ـ دو کلمه است که در عکس نسخه خوانا نیست.

پانچواں الزام: ابو یعقوب اقطع کی جرح اور اس کا جواب

خطیب بغدادیؒ نے ابن باکویہ شیرازی کے واسطہ سے ابو ذرعہ طبری سے روایت کیا ہے کہ میں نے ابو یعقوب اقطع سے سناوہ کہتے تھے کہ میں نے اپنی بیٹی کو حسین بن منصور کے نکاح میں اس کا عمدہ طریقہ اور اچھا مجاہدہ دیکھ کر دیدیا تھا، پھر تھوڑی مدت کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ وہ تو حیلہ باز ساحر اور خبیث کافر ہے۔ (تاریخ مدینۃ السلام، الأمام خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص۲۹۹)

تاريخ مدينة السلام
وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء
من غير أهلها ووارديها

تأليف
الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت
الخطيب البغدادي
۳۹۲ - ٤٦۳ هـ

المجلد الثامن
تليد - الحسين
۳٥۳٥ - ٤۲۰۲

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه
الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

عنه وأنتَ في يَدِه أمرك، وأما الآن وقد تأكّدَ الحالُ بيننا، فالأمرُ فيه ما سمعتَ.

وقال محمد بن الحُسين: سمعتُ إبراهيم بن محمد النّصْراباذي، وعُوتِبَ في شيءٍ حكى عنه، يعني عن الحَلاّج، في الرُّوح، فقال لمن عاتبه: إن كان بعد النّبيين والصّدّيقين موحّدٌ فهو الحَلاّج.

أخبرنا ابن الفَتْح، قال: أخبرنا محمد بن الحسين، قال: سمعت منصور ابن عبدالله يقول: سمعتُ الشّبلي يقول: كنتُ أنا والحُسين بن منصور شيئًا واحدًا، إلاّ أنه أظهر وكتمتُ. قال: وسمعتُ منصورًا يقول: سمعتُ بعضَ أصحابِنا يقول: وَقَفَ الشّبلي عليه وهو مصلوبٌ، فنظرَ إليه، وقال: ألم نَنْهكَ عن العالمين؟

أخبرنا إسماعيل الحِيري، قال: أخبرنا أبو عبدالرحمن السُّلَمي، قال: سمعت جعفر بن أحمد يقول: سمعتُ أبا بكر بن أبي سَعْدان يقول: الحُسين ابن منصور مُمَوِّهٌ مُمَخْرِقٌ.

قال أبو عبدالرحمن: وحُكِي عن عَمرو المكّي أنه قال: كنتُ أُماشيه في بعضِ أزِقّةِ مكّة، وكنتُ أقرأُ القرآن فسمعَ قِراءتي، فقال: يمكنني أن أقولَ مثلَ هذا، فَفارَقتُه.

حدثني مسعود بن ناصر، قال: أخبرنا ابن باكو الشّيرازي، قال: سمعتُ أبا زُرعة الطّبَري يقول: الناس فيه، يعني في الحُسين بن منصور، بين قبول وردّ، ولكن سمعتُ محمد بن يحيى الرّازي يقول: سمعتُ عَمرو بن عُثمان يَلعنُهُ ويقول: لو قَدَرتُ عليه لقَتَلْتُه بيدي، فقلت: أيش الذي وجد الشيخ عليه؟ قال: قرأتُ آيةً من كتاب الله، فقال: يُمكنني أن أؤلف مثله وأتكلّم به.

قال: وسمعتُ أبا زُرعة الطّبَري يقول: سمعتُ أبا يعقوب الأقطع يقول: زَوّجتُ ابنَتي من الحُسين بن منصور لما رأيتُ من حُسنِ طريقَتِه واجتهادِه، فبانَ لي بعد مدّةٍ يسيرةٍ أنّه ساحرٌ مُحتالٌ، خبيثٌ كافرٌ.

٦٩٩

جواب:

۱۔ اس روایت کی سند میں بھی وہی ابن باکویہ شیرازی ہے جو محدثین کے نزدیک غیر ثقہ ہے۔ (لسان المیزان: ج۷، ص ۲۵۲)

۲۔ دوسرا راوی ابوزرعہ طبری مجہول ہے۔ کتب اسماع الرجال میں اس کے حالات کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔

۳۔ تیسرا راوی ابویعقوب اقطع بھی مجہول ہے۔ کتب اسماع الرجال میں اس کے حالات کا بھی ذکر نہیں ملتا۔ لہٰذا یہ روایت بھی ضعیف ہے۔

شیخ الاسلام عبداللہ بن المبارک المروزیؒ (متوفی ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں کہ: "الإسناد من الدين، ولولا الإسناد لقال من شاء ماشاء"۔ "سند دین میں سے ہے، اگر سند نہ ہوتی تو جو شخص جو چاہتا کہہ دیتا"۔ (مقدمہ صحیح مسلم ترقیم دارالسلام: ۳۲ وسندہ صحیح)

اگر اس روایت کو بھی تمام علتوں کے باوجود صحیح تسلیم کر لیا جائے تو بھی ابویعقوب اقطع کی جرح مبہم سے کسی ایسے شخص کو مجروح قرار نہیں دیا جا سکتا جسے بڑے بڑے اولیاء و علماء کرامؒ نے قبول کیا ہو اور ان کی تائید کی ہو۔

خطیب بغدادیؒ تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں کہ ابن منصورؒ سے ان کے شیخ اوّل عمرو بن عثمان مکیؒ ناراض تھے اور ناراضگی کی وجہ ابویعقوب اقطع کی لڑکی سے نکاح کرنا تھا۔ اس نکاح کی وجہ سے عمرو بن عثمانؒ میں اور ابویعقوب اقطع میں اختلافات چل گئے تھے۔ شیخ عمرو بن عثمان مکیؒ اپنے وقت کے امام مسلّم طریقت تھے اور امام بخاریؒ سے حدیث روایت کی ہے۔ جس شخص (ابویعقوب اقطع) نے عمرو بن عثمانؒ جیسے شیخ طریقت کی رعایت نہ کی وہ ابن منصور کو بُرا بھلا کہے تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔

ایک اور اہم نکتہ یہ ہے کہ ابویعقوب اقطع کے الفاظ ہیں کہ "پھر تھوڑی مدت کے بعد مجھے معلوم ہوا"۔ یعنی انہوں نے جو کچھ حسین بن منصورؒ کے بارے میں کہا وہ کہیں سے سن کر کہا خود سے ایسا کچھ نہیں دیکھا جو بیان کر سکتے۔

ابویعقوب اقطع کی جرح کی بہترین مثال کچھ اس طرح سے دی جا سکتی ہے کہ عکرمہ مولی ابن عباسؓ و نافع مولی ابن عمرؓ پر بعض ائمہ نے سخت جرح کی ہیں مگر دوسرے علماء کی توثیق و تعدیل سے ان کو مقبول قرار دیا گیا ہے اور جرح مبہم پر التفات نہیں کیا گیا۔ بالکل یہی معاملہ ابن منصورؒ کے ساتھ بھی کرنا چاہیئے کیونکہ ابن منصورؒ کی توثیق و تعدیل ابراہیم بن محمد نصر آبادیؒ جیسے حافظ الحدیث و متبع سنت، امام شبلیؒ جیسے امام طریق، ابوعبداللہ بن خفیفؒ جیسے شیخ طریقت اور ابوالعباس بن عطاءؒ جیسے ولی اللہ و محدث نے کر رکھی ہے۔

چھٹا الزام: حسن بصریؒ کی طرف منسوب حج کا مضمون

خطیب بغدادیؒ اور عریب بن سعد قرطبی نے بیان کیا ہے کہ وزیر حامد بن العباس کے پاس روزانہ دفتر کے دفتر حلّاج کے اصحاب (اور مریدوں کے گھر) سے لائے جاتے تھے (جن میں حلّاج کے خطوط) اور کتابیں ہوتی تھیں۔ ایک دن وزیر حامد کے سامنے حلّاج کی ایک کتاب پڑھی جا رہی تھی، جس میں یہ مضمون تھا کہ: "اگر کوئی شخص حج کا ارادہ رکھتا ہو اور قدرت نہ رکھتا ہو وہ اپنے گھر میں سے ایک کمرہ مربع (عبادت کے لئے) مخصوص کر لے اور اس کو پاک صاف رکھے، کسی قسم کی نجاست وہاں نہ پہنچ سکے، نہ اس کے سوا کوئی دوسرا وہاں جائے۔ سب کو اس کمرے سے روک دے۔ پھر ایام حج میں اس گھر کا طواف کرے جیسا کہ خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں اور جو مناسک مکہ میں ادا کیئے جاتے ہیں سب بجا لائے۔ جب یہ کر چکے تو تیس یتیموں کو جمع کر کے اس گھر کے سامنے اپنی ہمت و قدرت کے موافق

کھانا کھلائے اور بذات خود ان کی خدمت کرے جب وہ کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھ دھولیں تو ہر ایک کو ایک ایک عمدہ کپڑے پہنائے۔ پھر ہر ایک کو سات درہم یا تین درہم دے، (ابو القاسم بن زنجی کو شک ہے) یہ عمل اس کے لئے حج کا قائم مقام ہو گا"۔

جس وقت یہ کتاب پڑھی جارہی تھی وزیر حامد بن العباس کی مجلس میں قاضی ابو عمرو قاضی ابو الحسین ابن الاشانی اور ابو جعفر بن بہلول قاضی اور علماء و شہود کی ایک جماعت موجود تھی۔ قاضی ابو عمر نے حلّاج کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ یہ مضمون تجھے کہاں سے پہنچا؟ کہا! حسن بصری کی کتاب الاخلاص سے، قاضی ابو عمر نے کہا، اے حلال الدم! تو جھوٹ کہتا ہے، ہم نے مکہ میں حسن بصری کی کتاب الاخلاص سنی ہے اس میں تو یہ مضمون نہیں تھا۔ پس قاضی ابو عمر کی زبان سے یا حلال الدم نکلنا تھا کہ وزیر حامد نے اس لفظ کو پکڑ لیا اور کہا اس لفظ کو لکھ دیجئے۔ قاضی ابو عمر حلّاج سے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھ کر اس بات کو ٹالنے لگے مگر حامد اس بات کے لکھنے کا مطالبہ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ حامد نے دوات اپنے آگے سے بڑھا کر قاضی کے سامنے رکھ دی اور کاغذ منگا کر اس کے حوالے کر دیا اور بہت سختی کے ساتھ اس بات کے لکھنے کا مطالبہ کیا جس کے بعد قاضی مخالفت نہ کر سکا اور ابن منصورؒ کے جوازِ قتل کا فتویٰ لکھ دیا۔ ان کے بعد دوسرے علماء نے بھی اس پر دستخط کر دیئے، پھر خلیفہ نے بھی علماء کے فتوے پر قتل کی اجازت دے دی۔ (تاریخ مدینۃ السلام، خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص۷۱۷)

حلّاج نے جب یہ صورت دیکھی تو کہا کہ: "میری پشت (شرعاً) ممنوع و محفوظ ہے (یعنی مجھے سزائے تازیانہ بھی نہیں دی جاسکتی) اور میرا خون بہانا حرام ہے، تم کو ہر گز یہ جائز نہیں کہ گھڑ گھڑا کہ میرے جواز قتل کا فتویٰ دو، حالانکہ میرا اعتقاد اسلام (کے موافق) ہے، میرا مذہب سنت ہے، اور میں حضرت صدیق اکبرؓ، اور حضرت عمرؓ و عثمانؓ و حضرت علیؓ و طلحہؓ و زبیرؓ و سعدؓ و سعیدؓ اور عبد الرحمٰن بن عوفؓ اور ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم کی تفضیل کا قائل ہوں اور سنت (کے بیان) میں میری کتابیں کتب فروشوں کے پاس موجود ہیں۔ پس میرے خون کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو"۔

وہ بار بار اسی بات کو دہراتے رہے اور لوگ برابر دستخط کر رہے، یہاں تک کہ حسب منشاء فتوے کی تکمیل کر لی گئی تو یہ لوگ مجلس میں اُٹھ کھڑے ہوئے اور حلّاج کو اسی جگہ بھیج دیا گیا جہاں وہ پہلے قید تھے۔ (تاریخ مدینۃ السلام، خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص۷۱۸)

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء

من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت

الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن

تليد - الحسين

٣٥٣٥ - ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء

من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت

الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن

تليد - الحسين

٣٥٣٥ - ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

ولم يُحادِثْه، فهو في ذاكَ إذ جاء غُلام حامد الذي كان مُوكَّلاً بالحَلَّاج، وأومأ إلى هارون بن عِمْران أن يَخرُجَ إليه، فنهَضَ عن المجلس مُسرعًا ونحنُ لا ندري ما السَّبَب، فغابَ عنا قليلاً ثم عادَ وهو مُتغير اللَّون جدًا، فأنكرَ أبي ما رآه منه وسألهُ عنه، فقال: دعاني الغُلام المُوَكَّل بالحَلَّاج فخرجتُ إليه فأعلَمَني أنه دَخَل إليه ومعه الطَّبق الذي رُسِمَ أن يقدِّمه إليه في كلِّ يوم، فوجَدَه مَلأ البيتَ من سَقْفه إلى أرضِه، ومَلأ جَوانِبَه فهالَهُ ما رأى من ذلك ورَمَى بالطَّبَق من يَدِه وخَرج من البيت مُسرعًا، وأن الغُلامَ ارتعَدَ وانتفَضَ وحُمَّ!، وبَقِيَ هارون يتَعَجَّب من ذلك.

وبلَغ حامدًا عن بعض أصحاب الحَلَّاج أنه ذكر أنه دخلَ إليه إلى المَوضع الذي هو فيه وخاطَبه بما أرادَهُ فأنكرَ ذلك كلَّ الإنكار، وتقدَّمَ بمسألة الحُجَّاب والبَوَّابين عنه وقد كان رسم أن لا يدْخُلَ إليه أحدٌ، وضربَ بعض البَوّابين فَحلفوا بالأيمان المُغَلَّظة أنهم ما أدخلوا أحدًا من أصحاب الحَلَّاج إليه ولا اجتازَ بهم، وتقدَّم بافتقاد السُّطوح وجَوانِبَ الحيطان، فافتقدوا ذلك أجمع، ولم يُوجد له أثرٌ ولا خَلَل، فسأل الحَلَّاج عن دخولِ من دَخَل إليه، فقال: من القُدْرة نَزل، ومن المَوضع الذي وَصَل إليَّ منه خَرَج، وكان يُخرجُ إلى حامد في كلِّ يوم دفاترَ مما حُمِلَ من دور أصحاب الحَلَّاج، ويجعلُ بينَ يدَيه فيدفَعُها إلى أبي، ويتقدَّم إليه بأن يَقرأها عليه، فكانَ يفعلُ ذلك دائمًا، فقرأ عليه في بعض الأيام من كتب الحَلَّاج والقاضي أبو عُمر حاضر والقاضي أبو الحُسين ابن الأُشناني كتابًا حكى فيه أنَّ الإنسان إذا أرادَ الحَجَّ ولم يمكنه أفردَ في داره بيتًا لا يَلحَقُه شيءٌ من النَّجاسة، ولا يدخُلُه أحدٌ، ومنعَ من تطرقه فإذا حَضَرت أيامُ الحجِّ طافَ حولَهُ طوافَهُ حول البَيت الحَرام، فإذا انقضَى ذلك، وقضَى من المناسك ما يُقْضَى بمكة مثله، جمعَ ثلاثين يتيمًا وعَمِلَ لهم أمرأ ما يُمْكنه من الطَّعام وأحْضَرهم إلى ذلك البيت، وقدَّم إليهم ذلك الطَّعام وتولَّى خِدمَتَهم بنفسه، فإذا فَرغوا من أكلهم وغَسْل أيديهم كسَا كلَّ واحدٍ منهم قميصًا ودفع إليه سبعةَ دراهم، أو ثلاثة، الشك مني، فإذا فعلَ ذلك قامَ له مقام

الحجِّ، فلما قرأ أبي هذا الفصل التفتَ أبو عُمر القاضي إلى الحَلَّاج وقال له: من أينَ لكَ هذا؟ قال: من كتاب «الإخلاص» للحسن البَصْري. فقال له أبو عُمر: كذبتَ يا حلالَ الدَّم، قد سمعنا كتاب «الإخلاص» للحسن البَصْري بمكة وليسَ فيه شيءٌ مما ذكرتَهُ فلما قال أبو عُمر كذبتَ يا حلال الدَّم، قال له حامد: اكتُب بهذا، فتشاغلَ أبو عُمر بخطاب الحَلَّاج، فأقبلَ حامد يُطالِبُه بالكتاب بما قالَهُ، وهو يُدافعُ ويَتشاغل إلى أن مدَّ حامد الدَّواة من بين يَديه إلى أبي عُمر، ودعا بدُرْج فدفَعَه إليه وألَحَّ عليه حامد بالمُطالبة بالكتاب إلحاحًا لم يمكنه معه المُخالفة، فكتبَ بإحلال دَمِه، وكتبَ بعدَه من حَضَر المجلسَ، ولما تبيَّنَ الحَلَّاج الصُّورة قال: ظهري حِمًى ودمي حرامٌ، وما يَحِلُّ لكم أن تتأولوا عليَّ بما يُبيحه، واعتقادي الإسلام، ومَذهبي السُّنة وتَفضِيلُ أبي بكر وعُمر وعُثمان وعليّ وطَلْحة والزُّبَير وسعد وسعيد وعبدالرحمن بن عَوْف وأبي عُبيدة ابن الجَرَّاح، ولِيَ كتبٌ في السُّنة موجودةٌ في الوَرَّاقين، فالله الله في دمي، ولم يزل يُرَدِّد هذا القول والقوم يكتُبون خطوطَهُم إلى أن استكمَلُوا ما احتاجوا إليه، ونَهَضُوا عن المجلس. ورُدَّ الحَلَّاج إلى موضعِهِ الذي كان فيه، ودفعَ حامد ذلك المَحضر إلى والدي وتقدَّمَ إليه أن يكتب إلى المُقتدر بالله بخبر المَجلس وما جَرى فيه، وينفذ الفتوى[1] درج الرقعة ويستأذنه في قتله، ويكتب رقعة إلى نصر الحاجب يسأله فيها إيصال الرقعة إلى المقتدر بالله، وتَنَجُّز الجوابِ عنها، فكتَبَ الرُّقعتَيْن وأنفَذَ الفَتْوى درج الرُّقعة إلى المُقتدر بالله، وأبطأ الجوابَ يومَيْن، فغَلُظ ذلك على حامد ولَحِقَه ندمٌ على ما كتب به، وتَخَوَّف أن يكون قد وقعَ غير مَوقعِهِ، ولم يجد بُدًّا من نُصْرة ما عَمِلَه فكتبَ بخطِّ والدي رُقعةً إلى المُقتدر بالله في اليوم الثالث يقتَضِي فيها ما تَضَمَّنته الأولى ويقول: إنَّ ما جَرَى في المَجلس قد شاعَ وانتشرَ، ومتى لم يتبعه قتل الحَلَّاج افتَتَنَ الناسُ به، ولم يَختلف عليه اثنان، ويَستأذن في ذلك، وأنفَذَ

(١) من هنا إلى قوله «وتنجز» سقط كله من م.

جواب:

قارئین کرام! آپ نے دیکھا کہ وزیر حامد العباس نے قاضی ابو عمر سے کس طرح زبردستی فتوے پر دستخط کروایا۔ قاضی ابو عمر کی زبان سے ایک لفظ کیا نکل گیا وزیر کے نزدیک آیت وحدیث ہو گیا حالانکہ قاضی اپنی بات کو ٹالنا چاہتے تھے مگر وزیر نے خود کاغذ اور دوات آگے کر کے فتویٰ لکھنے پر اصرار کیا اور مجبور ہو کر قاضی نے جواز قتل کا فتویٰ لکھ ڈالا۔

حسین بن منصور حلّاجؒ کی کتاب میں رقم مسئلہ (ایام حج میں کسی گھر کا طواف کرنا) کی شرعی حیثیت اور حسن بصریؒ کی طرف نسبت کی وجہ

رہا یہ سوال کہ اپنے گھر کے کمرہ کا بیت اللہ کی طرح طواف کرنا کب جائز ہے اور اس بات کو حسن بصریؒ کا قول کیونکر سمجھ لیا گیا؟ جواب یہ ہے کہ بیت اللہ کے سوا کسی گھر کو بیت اللہ کے برابر سمجھنا تو حرام ہے۔ مگر تشبہ بالبیت حرام نہیں۔ جنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے بصرہ میں تعریف منقول ہے اور امام احمد بن حنبلؒ اس کے جواز کے قائل ہیں جسکا حاصل یہ ہے کہ عرفہ کے دن تمام بلاد کے مسلمان اپنے اپنے شہر سے باہر جاکر میدان میں وقوف کریں اور دن بھر دعا اور مناجات میں مشغول رہیں۔ گویا اہل عرفات کے ساتھ تشبہ کریں۔ سو ممکن ہے کہ ابن منصور نے بھی اسی تشبہ پر محمول کر کے حسن بصری کی طرف اس قول کو منسوب سمجھ لیا ہو، جسکا قرینہ یہ ہے کہ یہ صورت اس شخص کے لئے بیان کی گئی ہے جو حج سے عاجز ہو۔ اگر بالفرض یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ ابن منصور کا یہ عقیدہ تھا کہ کوئی جگہ طواف وغیرہ کے لئے مطلقاً بیت اللہ کے برابر ہو سکتی ہے تو بھی یہ ابن منصور کی ایک علمی غلطی سمجھی جا سکتی تھی، کفر اور تکفیر سے اس کا ہر گز کوئی تعلق نہیں بنتا کیونکہ کسی مکان سے صورۃً بیت اللہ جیسا معاملہ کرنا کفر نہیں۔ بہت سے بہت بدعت اور گناہ ہی ہو سکتا ہے، جبکہ نیت طواف شرعی کی ہو اور اگر طواف شرعی کی نیت نہ ہو محض صورت طواف کی ہو تو بدعت اور گناہ بھی نہیں۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "فطاف حول اعظمہ ثلثا" (رواۃ البخاری)۔ طواف کا لفظ اس حدیث میں بھی ہے اور رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے صورت طواف کا صدور بھی ہوا مگر طواف لغوی تھا طواف شرعی نہ تھا۔ اسی طرح حسین بن منصورؒ کے معاملے میں بھی یہ احتمال ہے کہ طواف سے طواف عبادت مراد نہ ہو بلکہ طواف لغوی مراد ہو۔ اور کسی عمل کو ثواب یا حصول برکات میں حج کا قائم مقام سمجھنا بھی کفر نہیں۔ بعض احادیث میں صبح کی نماز کے بعد طلوع شمس تک اسی جگہ بیٹھ کر مشغول ذکر رہنے اور اس کے بعد دو رکعت بوقت اشراق پڑھنے کا ثواب حج وعمرہ کے برابر وارد ہے۔ اگر ابن منصور نے کسی سے اس عمل کا ثواب بھی حج کے برابر سنا ہو جو انہوں نے حسن بصریؒ کی کتاب میں غلط طور پر دیکھا تھا تو اس سے کفر لازم نہیں آسکتا۔ اگر اس بات سے بالیقین کفر لازم آتا تو قاضی ابو عمر فتویٰ کفر سے اسقدر پہلو تہی نہ کرتے کہ وزیر حامد کو الحاج واصرار واحبار کی نوبت نہ آتی۔

وزیر حامد العباس نے جب حسین بن منصور حلّاجؒ کے قتل کا فتویٰ قاضی ابو عمر سے زبردستی لکھوایا تو اس فیصلے پر حسین بن منصور حلّاجؒ نے کن الفاظ کے ساتھ احتجاج کیا۔ خطیب بغدادیؒ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

حسین بن منصور حلاّجؒ نے کہا کہ ”میرا خون بہانا حرام ہے، تم کو ہر گز یہ جائز نہیں کہ میرے جواز قتل کا فتویٰ دو، حالانکہ میرا اعتقاد اسلام ہے، میرا مذہب سنت ہے، اور میں حضرت صدیق اکبرؓ، اور حضرت عمرؓ و عثمانؓ و حضرت علیؓ و طلحہؓ و زبیرؓ و سعدؓ و سعیدؓ اور عبد الرحمٰن بن عوفؓ اور ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم کی تفضیل کا قائل ہوں اور سنت (کے بیان) میں میری کتابیں کتب فروشوں کے پاس موجود ہیں۔ پس میرے خون کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو“۔ (تاریخ مدینۃ السلام، خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص۷۱۸)

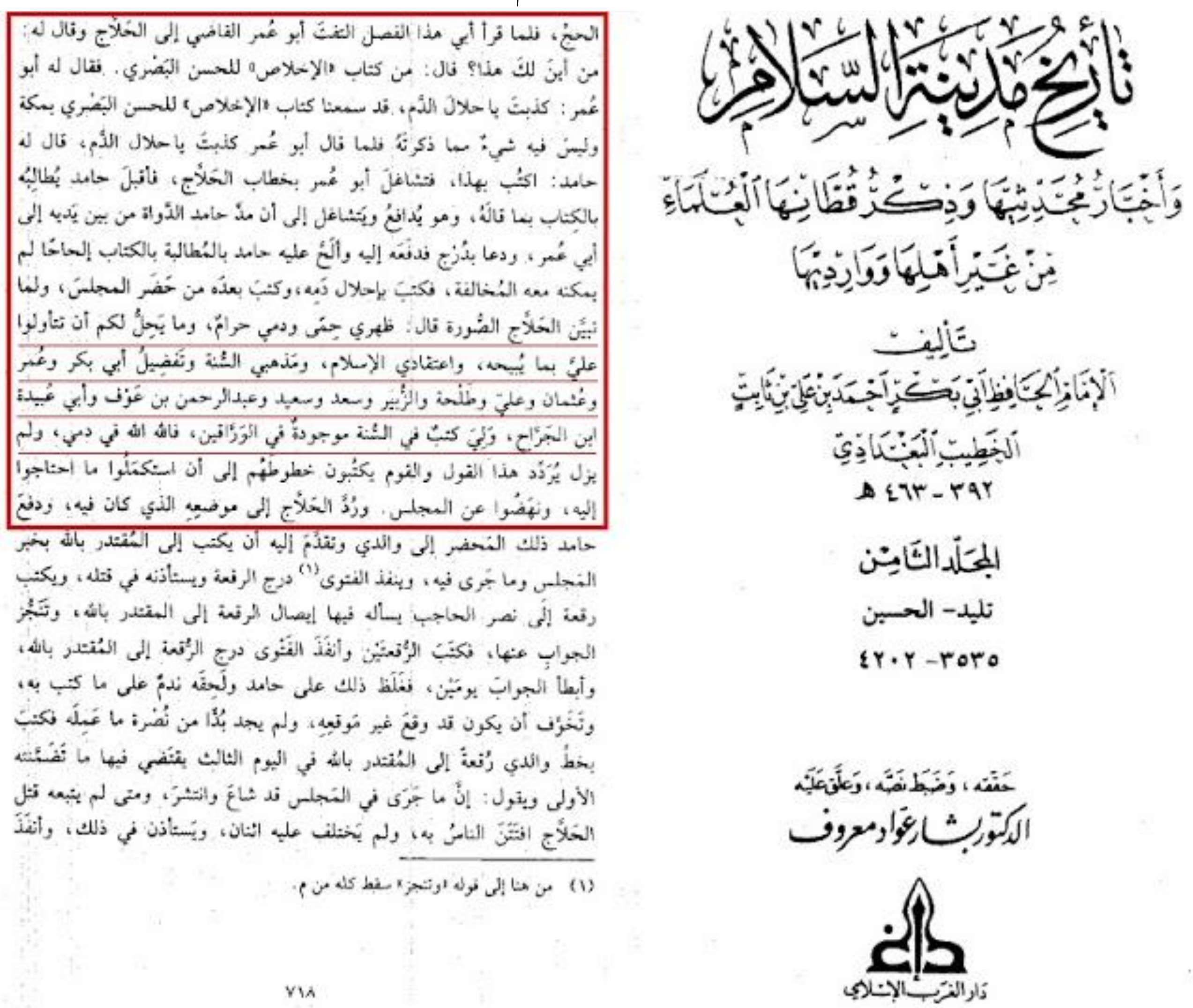

الحجّ، فلما قرأ أبي هذا الفصل التفتَ أبو عُمر القاضي إلى الحَلاّج وقال له: من أينَ لكَ هذا؟ قال: من كتاب «الإخلاص» للحسن البَصْري. فقال له أبو عُمر: كذبتَ يا حلالَ الدَّم، قد سمعنا كتاب «الإخلاص» للحسن البَصْري بمكة وليسَ فيه شيءٌ مما ذكرتَهُ فلما قال أبو عُمر كذبتَ يا حلالَ الدَّم، قال له حامد: اكتُب بهذا، فتشاغلَ أبو عُمر بخطاب الحَلاّج، فأقبلَ حامد يُطالِبُه بالكِتاب بما قالَهُ، وهو يُدافِعُ ويَتشاغلُ إلى أن مدَّ حامد الدَّواة من بين يَدَيه إلى أبي عُمر، ودعا بدُرْج فدفَعَه إليه وألَحَّ عليه حامد بالمُطالبة بالكتاب إلحاحًا لم يمكنه معه المُخالفة، فكتَبَ بإحلال دَمِه، وكتَبَ بعدَه من حَضَر المجلسَ، ولما تبيَّنَ الحَلاَّج الصُّورة قال: ظهري حِمًى ودمي حرامٌ، وما يَحِلُّ لكم أن تتأولوا عليَّ بما يُبيحه، واعتقادي الإسلام، ومَذهبي السُّنة وتَفضيلُ أبي بكر وعُمر وعُثمان وعليّ وطَلْحة والزُّبير وسعد وسعيد وعبدالرحمن بن عَوْف وأبي عُبيدة ابن الجَرّاح، ولِيَ كتبٌ في السُّنة موجودةٌ في الوَرّاقين، فالله الله في دمي، ولم يزل يُرَدِّد هذا القول والقوم يكتُبون خطوطَهُم إلى أن استكمَلوا ما احتاجوا إليه، ونَهَضُوا عن المجلس. ورُدَّ الحَلاّج إلى موضعِهِ الذي كان فيه، ودفعَ حامد ذلك المَحضر إلى والدي وتقدَّمَ إليه أن يكتبَ إلى المُقتدر بالله بخبر المَجلس وما جَرى فيه، وينفذ الفتوى(١) درج الرقعة ويستأذنه في قتله، ويكتب رقعة إلى نصر الحاجب يسأله فيها إيصال الرقعة إلى المقتدر بالله، وتَنَجُّز الجوابِ عنها، فكتَبَ الرُّقعتَيْن وأنفذَ الفَتوى درجَ الرُّقعة إلى المُقتدر بالله، وأبطأ الجوابَ يومَيْن، فغَلُظ ذلك على حامد ولَحِقَه ندمٌ على ما كتب به، وتَخَوَّف أن يكون قد وقعَ غير مَوقعِهِ، ولم يجد بُدًّا من نُصْرة ما عَمِلَه فكتبَ بخطِّ والدي رُقعةً إلى المُقتدر بالله في اليوم الثالث يقتضي فيها ما تَضَمَّنته الأولى ويقول: إنَّ ما جَرَى في المَجلس قد شاعَ وانتشرَ، ومتى لم يتبعه قتل الحَلاّج افتَتَنَ الناسُ به، ولم يَختلف عليه اثنان، ويَستأذن في ذلك، وأنفذَ

(١) من هنا إلى قوله «وتنجز» سقط كله من م.

٧١٨

میں تمام مسلمان بھائیوں اور بہنوں سے سوال کرتا ہوں کہ کیا یہ الفاظ کسی ایسے شخص کے ہوسکتے ہیں جو خدائی کا دعویدار ہویا پھر کافر وزندیق ہو؟ ہر گز نہیں۔ یہ ہے ابن منصورؒ کی بے گناہی کا واضح ثبوت۔

وزیر حامد العباس نے حسین بن منصور حلاّجؒ کے قتل کا فتویٰ قاضی ابو عمر سے زبر دستی حاصل کیا تھا۔ مشہور مورخ ابن اثیر کی شہادت:

”حافظ محدث ابن اثیر کامل فرماتے ہیں کہ اسی سال ۳۰۹ھ میں حسین بن منصور حلاّج صوفی قتل کئے گئے، جلائے گئے۔ ان کا ابتدائی حال یہ تھا کہ زہد و تصوف اور کرامات ظاہر کرتے، جاڑوں میں میوہ گرمی میں گرمی کا جاڑوں میں لوگوں کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ ہوا میں ہاتھ لمبا کر کے دراہم سے بھرا ہوا واپس لاتے جن پر قل ھو اللہ احد لکھی ہوئی تھی۔ ان کو وہ دراہم قدرت کہتے تھے۔ لوگ جو کچھ کھاتے پیتے،

گھروں میں جو کام کرتے سب بتلا دیتے، دلوں کی باتوں کو کھول کر بیان کر دیتے۔ بہت لوگ ان کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہو گئے اور حلول کا اعتقاد کر بیٹھے۔

عرض ان کے بارے میں لوگوں نے اسی طرح مختلف باتیں کہیں۔ جیسا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بعض کہتے کہ ان میں خدائی کا ایک حصہ حلول کر آیا ہے۔ بعض انہیں کو خدا کہنے لگے، بعض کہتے ہیں کہ وہ ولی اللہ ہیں۔ اور جو خوارق ان سے ظاہر ہوتے وہ کرامات ہیں جو بزرگوں سے ظاہر ہوا کرتی ہیں۔ بعض کہتے ہیں شعبدہ باز حیلہ گر، ساحر و کذاب و کاہن ہیں، جن ان کے تابع ہیں وہی بے وقت میوہ لاتے ہیں۔

ان کے قتل کا سبب یہ ہوا کہ جب بغداد واپس آئے تو وزیر حامد بن عباس کو خبر پہنچی کہ حلّاج نے ایک جماعت کو زندہ کیا ہے، مردوں کو جلاتا ہے، جن ان کی خدمت کرتے ہیں اور جو چاہتا ہے حاضر کرتے ہیں۔ اس نے خلیفہ کے چشم خدم کو بہلالیا ہے۔ نصر حاجب اس کی طرف مائل ہے۔ حامد نے خلیفہ مقتدر باللہ سے درخواست کی کہ حلّاج اور اس کی جماعت کو اس کے حوالے کر دے۔ نصر حاجب نے اس درخواست کو ٹالنا چاہا تو وزیر نے اصرار کیا چنانچہ مقتدر نے حلّاج کو اس کے حوالہ کرنے کا حکم دے دیا۔ اس نے حلّاج اور اس کے ایک آدمی کو جو سمری نام سے مشہور تھا اور دوسروں کو بھی گرفتار کیا۔ لوگوں نے کہا، یہ اس کو خدا کہتے ہیں۔ حامد نے ان سے گفتگو کی تو اقرار کر لیا کہ واقعی وہ سچ مچ ان کے نزدیک خدا ہے، مردوں کو زندہ کرتا ہے۔

حلّاج کے سامنے یہ بات پیش کی گئی تو اس نے اس سے انکار کیا اور کہا اعوذ باللہ میں خدائی اور نبوت کا دعویٰ کیوں کرتا میں تو ایک معمولی آدمی ہوں اللہ عزوجل کی عبادت کرتا ہوں۔

حامد نے قاضی ابو عمرو قاضی ابو جعفر بن بہلول اور بڑے بڑے فقہاء اور شہود کو جمع کر کے ان سے فتویٰ پوچھا۔ سب نے کہا جب تک ہمارے سامنے اس کی کوئی بات پایہ ثبوت کو نہ پہنچ جائے جو موجب قتل ہو اس وقت تک اس کے متعلق فتویٰ نہیں دیا جا سکتا اور لوگوں نے جن باتوں کا دعویٰ ان کی طرف منسوب کیا ہے بدون بینہ یا اقرار کے قبول نہیں کی جا سکتیں۔ حامد ان کو اپنی مجلس میں برابر طلب کرتا اور گفتگو کرتا تھا مگر ان سے کوئی بات ایسی ظاہر نہ ہوئی تھی جو شرعاً ناپسندیدہ ہو۔ ایک مدت دراز اسی حال میں گزر گئی اور حامد ان کے بارے میں (تلاش جرم کے لئے) کوشش کرتا رہا۔ حامد کے ساتھ حلّاج کو بہت واقعات پیش آئے جن کی تفصیل بہت طویل ہے۔

بالآخر وزیر کو ان کی ایک کتاب ملی جس میں لکھا تھا کہ انسان جب حج کا ارادہ کرے اور قدرت نہ پائے الخ۔ جب یہ مضمون وزیر کے سامنے پڑھا گیا تو قاضی ابو عمر نے حلّاج سے پوچھا، یہ مضمون تم کو کہاں سے ملا؟ کہا، حسن بصری کی کتاب الاخلاص سے، قاضی نے کہا اے حلال الدم تو جھوٹا ہے۔ بس ان کی زبان سے حلال الدم نکلنا تھا کہ وزیر نے سن لیا اور کہا، یہ بات لکھ دیجئے، قاضی ابو عمر نے اس کو ٹالنا چاہا مگر وزیر نے مجبور کیا۔ تو انہوں نے (مجبور ہو کر) حلّاج کے خون حلال ہونے کا فتویٰ لکھ دیا۔ ان کے بعد دوسرے فقہاء و علماء نے بھی اس پر دستخط کر دیئے۔

حلّاج نے جب یہ بات سنی تو فرمایا تم کو میرا خون (بہانا) جائز نہیں۔ جب کہ میرا اعتقاد اسلام ہے اور مذہب سنت (کے موافق) اس بارہ میں میری بہت سی کتابیں موجود ہیں۔ میرے خون کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو۔ اس پر لوگ منتشر ہوگئے‘‘۔ (الکامل فی التاریخ الا ابن اثیر: ج۵، ص۶۷۳-۶۷۰)

الكامل
في التاريخ

تأليف
المؤرخ عز الدين أبي الحسن علي بن أبي الكرم محمد بن محمد
أبي عبد الكريم بن عبد الواحد الشيباني
المعروف بابن الأثير
(٥٥٥ - ٦٣٠ هـ)

حققه واعتنى به
الدكتور عمر عبد السلام تدمري
أستاذ التاريخ الإسلامي في الجامعة اللبنانية
عضو الهيئة العربية العليا لإعادة كتابة تاريخ الامة
في اتحاد المؤرخين العرب

الجزء السادس
العصر العباسي الثاني
(عصر النفوذ التركي)
من خلافة المعتصم حتى سنة ٣٢١ من خلافة القاهر بالله
(من سنة ٢١٨ - الى سنة ٣٢١ هـ)

الناشر
دار الكتاب العربي
بيروت - لبنان

ليلى، ومضى ليلى منهزماً[١]، فدخل (ليلى سكّة)[٢] لم يكن له فيها مخرج، ولحقه بُغرا فيها، فلم يقدر ليلى على الهرب، فنزل وتوارى في دار، فقبض عليه بُغرا[٣]، وأنفذ إلى خُمُرْتَيْه فأعلمه بذلك، فأنفذ من قطع رأس ليلى، ونصبه على رمح، فلمّا رآه أصحابه طلبوا الأمان فأُمِنوا[٤].

ثمّ قال خُمُرْتَيْه للجُنْد[٥]: قد مكّنكم الله من شياطين الجيل[٦] والديلم، فأبيدوهم[٧] واستريحوا منهم أبد الدهر؛ فلم يفعلوا، وحامى كلّ قائد جماعة، فخرج منهم من خرج بعد ذلك.

وكان قتل ليلى في ربيع الأوّل سنة تسعٍ وثلاثمائة، وحُمل رأسه إلى بغداذ، وبقي بارس غلام قُراتكين بجُرجان.

وقيل: إنّ خُمُرْتَيْه لمّا سار إلى قتال ليلى قيل له: إنّ ليلى يستبطئك في قصده؛ فقال: إنّي ألبس أحدَ خُفّيّ للحرب العامَ، والآخرَ في العام المقبل؛ فبلغ قوله ليلى، فقال: لكنّي ألبس أحد خُفّيّ للحرب قاعداً، والثاني قائماً وراكباً؛ فلمّا قُتل قال خُمُرْتَيْه: هكذا مَن تعجّل إلى الحرب[٨].

ذكر قتل الحسين الحلّاج[٩]

في هذه السنة قُتل الحسين بن منصور[١٠] الحلّاج الصوفيّ وأُحرق، وكان ابتداء حاله أنّه كان يُظهر الزُّهد والتصوّف، ويُظهر الكرامات، ويُخرج للناس فاكهة الشتاء في

(١) من البارسية ونسخة Berol.
(٢) في (أ): «ميلة»، والمثبت من (ي) و(ب).
(٣) من (أ) و(ب).
(٤) في (أ) و(ي): «فأمنوهم».
(٥) من (ي).
(٦) في البارسية و(ي) ونسخة Berol «الجيل»، وفي (أ) و(ب): «الجند».
(٧) في الأوربية: «فأسروهم».
(٨) الخبر في سطر واحد في: تجارب الأمم ١/٧٦.
(٩) أنظر عن (قتل الحلّاج) في:
تكلمة تاريخ الطبري ٢٤، ٢٥، وتجارب الأمم ١/٨٠ - ٨٢، ونشوار المحاضرة ٦/٨٧ - ٩١، وصلة تاريخ الطبري ٧٩ - ٩٤، والعيون والحدائق ج٤ ق١/٣٠١، ٣٠٢، وتاريخ القُضاعي (مخطوط) ورقة ١٢٦ ب، وتاريخ بغداد ٨/١٢٦، ١٢٧ و١٣٨، ١٣٩، والمنتظم ٦/١٦٣، ١٦٤، وتاريخ مختصر الدول ١٥٦، والفخري ٢٦١، وآثار البلا وأخبار العبادة ١٦٥ - ١٦٨، ووفيات الأعيان ٢/١٤٣ - ١٤٥، ونهاية الأرب ٢٣/٥٩، ٦٠، والمختصر في أخبار البشر ٢/٧١، وتاريخ الإسلام (٣٠١ - ٣٢٠ هـ) ص٣٣ - ٤٨، وأنظر ص٢٥٢، ٢٥٣، رقم٤٢٥ وفيه حشدت مصادر أخرى لترجمته.
(١٠) في (ي): «نصر».

٦٧٠

الصيف، وفاكهة الصيف في الشتاء، ويمدّ يده إلى الهواء فيعيدها مملوءة دراهم عليها مكتوب: ﴿قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ﴾[١]، ويسمّيها: دراهم القدرة، ويخبر الناس بما أكلوه، وما صنعوه في بيوتهم[٢]، ويتكلّم بما في ضمائرهم، فافتتن به خلق كثير واعتقدوا فيه الحلول، وبالجملة فإنّ الناس اختلفوا فيه اختلافهم في المسيح، عليه السلام.

فمِنْ قائل: إنّه حلّ فيه جزء[٣] إلهيّ، ويدّعي فيه الربوبيّة.
ومن قائل: إنّه وليّ الله تعالى، وإنّ الذي يظهر منه من جملة كرامات الصالحين.
ومن قائل: إنّه مشعبذ، وممخرق[٤]، وساحر كذّاب، ومتكهّن، والجنّ تطيعه فتأتيه بالفاكهة في غير أوانها[٥].

وكان قدم من خُراسان إلى العراق وسار إلى مكّة فأقام بها سنة في الحِجْر لا يستظلّ تحت سقف شتاءً ولا صيفاً، وكان يصوم الدهر، فإذا جاء[٦] العشاء أحضر له القوّام كوز ماء، وقرصاً، فيشربه، ويعضّ من القرص ثلاث عضّات (من جوانبه)[٧]، فيأكلها ويترك الباقي فيأخذونه، ولا يأكل شيئاً آخر إلى الغد آخر النهار.

وكان شيخ الصوفيّة يومئذ بمكّة عبد الله المغربيّ، فأخذ أصحابه ومشى[٨] إلى زيارة الحلّاج، فلم يجده في الحِجْر، وقيل له[٩]: قد صعد إلى جبل أبي قُبيس؛ فصعد إليه، فرآه على صخرة حافياً، مكشوف الرأس، والعَرَق يجري منه إلى الأرض، فأخذ أصحابه وعاد ولم يكلّمه، فقال: هذا[١٠] يتصبّر ويتقوّى على قضاء الله، سوف يبتليه الله بما يعجز عنه (صبره وقدرته؛ وعاد الحسين إلى بغداذ.

وأمّا سبب قتله فإنّه نُقل عنه)[١١] عند عَوده[١٢] إلى بغداذ إلى الوزير حامد بن العبّاس أنّه أحيا جماعة، وأنّه يحيي الموتى، وأنّ الجنّ يخدمونه، وأنّهم يُحضرون عنده

(١) أول سورة الإخلاص.
(٢) في (أ) ونسخة Berol «يومهم».
(٣) في نسخة Berol «جرم».
(٤) في (ي): «مخرق».
(٥) في (أ) و(ب): «وقتها».
(٦) في (أ) زيادة: «وقت».
(٧) من (أ) و(ب).
(٨) من (أ).
(٩) من (ي).
(١٠) البارسية: «هوذا»، وفي (ي) زيادة: «لو ذا».
(١١) من (أ).
(١٢) في (ي): «عودته».

٦٧١

الكامل
في التاريخ

تأليف
المؤرخ عز الدين أبي الحسن علي بن أبي الكرم محمد بن محمد
أبي عبد الكريم بن عبد الواحد الشيباني
المعروف بابن الأثير
(٥٥٥ - ٦٣٠ هـ)

حققه واعتنى به
الدكتور عمر عبد السلام تدمري
أستاذ التاريخ الإسلامي في الجامعة اللبنانية
عضو الهيئة العربية العليا لإعادة كتابة تاريخ الامة
في اتحاد المؤرخين العرب

الجزء السادس
العصر العباسي الثاني
(عصر النفوذ التركي)
من خلافة المعتصم حتى سنة ٣٢١ من خلافة القاهر بالله
(من سنة ٢١٨ - الى سنة ٣٢١ هـ)

الناشر
دار الكتاب العربي
بيروت - لبنان

الكامل في التاريخ

تأليف
المؤرخ عز الدين أبي الحسن علي بن أبي الكرم محمد بن محمد
أبي عبد الكريم بن عبد الواحد الشيباني
المعروف بابن الأثير
(٥٥٥ - ٦٣٠ هـ)

حققه وأعتنى به
الدكتور عمر عبد السلام تدمري
أستاذ التاريخ الإسلامي في الجامعة اللبنانية
عضو الهيئة العربية العليا لإعادة كتابة تاريخ الامة
في اتحاد المؤرخين العرب

الجزء السادس
العصر العباسي الثاني
(عصر النفوذ التركي)
من خلافة المعتصم حتى سنة ٣٢١ من خلافة القاهر بالله
(من سنة ٢١٨ - الى سنة ٣٢١ هـ)

الناشر
دار الكتاب العربي
بيروت - لبنان

ما يشتهي، وأنّه قد موّه على(١) جماعة من حواشي الخليفة، وأنّ نصراً الحاجب قد مال إليه وغيره، فالتمس حامد الوزير من المقتدر بالله أن يسلّم إليه الحلّاج وأصحابه، فدفع عنه نصر الحاجب، فألحّ الوزير، فأمر المقتدر بتسليمه إليه، فأخذه، وأخذ معه إنسان يعرف بالشمريّ(٢)، وغيره، قيل إنّهم يعتقدون أنّه إلهٌ، فقرّرهم، فاعترفوا أنّهم(٣) قد صحّ عندهم أنّه إلهٌ، وأنّه يحيي الموتى، وقابلوا الحلّاج على ذلك، فأنكره وقال: أعوذ بالله أن ادّعي الربوبيّة، (أو النبوّة)(٤)، وإنّما أنا رجل أعبد الله، عزّ وجلّ! فأحضر حامد القاضي أبا عُمرو، والقاضي أبا جعفر بن البُهْلول، وجماعة من وجوه الفقهاء، والشهود، فاستفتاهم، فقالوا: لا يُفْتى(٥) في أمره بشيء، إلّا أن يصحّ عندنا ما يوجب قتله، ولا يجوز قبول قول (٦) مَن يدّعي عليه ما ادّعاه إلّا ببيّنة أو إقرار.

وكان حامد يُخرج الحلّاج إلى(٧) مجلسه(٨)، ويستنطقه(٩)، فلا يظهر منه ما تكرهه الشريعة المطهّرة(١٠).

وطال الأمر على ذلك وحامد الوزير مُجِدّ(١١) في أمره، وجرى له معه قصص يطول شرحها، وفي آخرها أنّ(١٢) الوزير رأى له كتاباً حكى فيه أنّ الإنسان إذا أراد الحجّ، ولم يمكنه، أفرد من داره بيتاً لا يلحقه شيء من النجاسات، ولا يدخله أحد، فإذا حضرت(١٣) أيّام الحجّ طاف حوله، وفعل ما يفعله الحاجّ(١٤) بمكّة، ثمّ يجمع ثلاثين يتيماً، ويعمل أجود طَعام(١٥) يمكنه، ويُطعمُهُم في ذلك البيت، ويَخدُمهم(١٦) بنفسه، فإذا فرغوا كساهم، وأعْطى كل واحد منهم سبعة دراهم، فإذا (فعل ذلك كان كمَنْ حجّ)(١٧).

(١) في الباريسية و(ي): «إلى».
(٢) في (أ) و(ب) ونسخة Berol «بالسميري»، وفي الباريسية: «بالسمري».
(٣) في (أ) و(ب): «عنه أنه».
(٤) من (أ) و(ب).
(٥) في (أ) ونسخة Berol «نفت»، وفي (ي): «مفتى».
(٦) من (أ) ونسخة Berol.
(٧) من (ي).
(٨) في (ي): «محبسه».
(٩) في (أ): «ويستعطفه».
(١٠) من (أ) و(ب).
(١١) في (أ) و(ب): «يجده».
(١٢) من (أ) و(ب).
(١٣) في (ي): «دخلت».
(١٤) في الباريسية: «الحجاج».
(١٥) في الأوروبية: «الطعام».
(١٦) في الأوروبية: «وخدمهم».
(١٧) من الباريسية ونسخة Berol.

الكامل في التاريخ

تأليف
المؤرخ عز الدين أبي الحسن علي بن أبي الكرم محمد بن محمد
أبي عبد الكريم بن عبد الواحد الشيباني
المعروف بابن الأثير
(٥٥٥ - ٦٣٠ هـ)

حققه وأعتنى به
الدكتور عمر عبد السلام تدمري
أستاذ التاريخ الإسلامي في الجامعة اللبنانية
عضو الهيئة العربية العليا لإعادة كتابة تاريخ الامة
في اتحاد المؤرخين العرب

الجزء السادس
العصر العباسي الثاني
(عصر النفوذ التركي)
من خلافة المعتصم حتى سنة ٣٢١ من خلافة القاهر بالله
(من سنة ٢١٨ - الى سنة ٣٢١ هـ)

الناشر
دار الكتاب العربي
بيروت - لبنان

فلمّا قُرِىء هذا على الوزير قال القاضي أبو عُمرو للحلّاج: من أين لك هذا؟

قال: من كتاب «الإخلاص للحَسَن البصريّ».

قال له القاضي (١): كذبتَ يا حلالَ الدم! (قد سمعناه بمكّة وليس فيه هذا.

فلمّا قال له: يا حَلَالَ الدم) (٢)، وسمعها الوزير قال له: اكتب بهذا؛ فدافعه أبو عُمرو، فألزمه حامد (٣)، فكتب بإباحة دمه، وكتب بعده من حضر المجلس.

ولمّا سمع الحلّاج ذلك قال: ما يحلّ لكم دمي، واعتقادي الإسلام، ومذهبي السُّنّة، ولي فيها كتب موجودة، فالله الله في دمي! (وتفرّق الناس)(٤).

وكتب الوزير إلى الخليفة يستأذنه في قتله، وأرسل الفتاوى إليه، فأذِن في قتله، فسلّمه الوزير(٥) إلى صاحب الشُّرطة، فضربه ألف سوط فما تأوّه، ثمّ قطع يده، ثم رِجْله، ثمّ يده، ثمّ رِجْله، ثمّ قُتل(٦) وأُحرق بالنار، فلمّا صار رماداً أُلقي في دجلة، ونُصب الرأس ببغداد، وأُرسل إلى خُراسان لأنّه كان له بها أصحاب، فأقبل بعض أصحابه يقولون: إنّه لم يُقتل، وإنّما أُلقي شبهه على دابّة، وإنّه يجيء بعد أربعين يوماً؛ وبعضهم يقول: لقيتُهُ على حمارٍ بطريق النُّهروان، وإنّه قال لهم(٧): لا تكونوا مثل هؤلاء البقر(٨) الذين يظنّون أنّي ضُربت(٩) وقُتلتُ(١٠).

ذكر عدّة حوادث

وفيها، في ربيع الأوّل، وقع حريق كبير(١١) في الكرخ، فاحترق فيه بشر كثير(١٢).

وفيها استعمل المقتدر على حرب الموصل ومعونتها محمّد بن نصر الحاجب، في

(١) من (أ).
(٢) من (ي) و(أ).
(٣) من (ي).
(٤) من (ي). وانظر: وفيات الأعيان ٢/١٤٣.
(٥) في (أ) و(ب): «الحاجب».
(٦) في (أ): «وصلب».
(٧) من (أ) و(ب).
(٨) في (أ): «النفر».
(٩) من (ي).
(١٠) تكلمة تاريخ الطبري ٢٥، نشوار المحاضرة ٦/٩١، ٩٢، تاريخ بغداد ٨/١٤١، وفيات الأعيان ٢/١٤٥، نهاية الأرب ٢٣/٦٠، تاريخ الإسلام (٣٠١ - ٣٢٠ هـ) ص ٤٠.
(١١) في الباريسية و(ب): «كثير».
(١٢) المنتظم ٦/١٥٩.

وزیر حامد العباس نے حسین بن منصور حلّاجؒ کے قتل کا فتویٰ قاضی ابو عمر سے زبردستی حاصل کیا تھا۔ مشہور مورخ ابن خلکان کی شہادت:

" قاضی ابن خلکان نے (اپنی تاریخ میں) لکھا ہے کہ ابن منصور کے قتل کا سبب کوئی ایسی بات نہ تھی جو شرعاً موجب قتل ہو۔ صرف وزیر نے ان کے خلاف مقدمہ بنالیا تھا۔ جب ان کو مجلس قضاء میں بار بار طلب کیا گیا تو ان پر کوئی ایسی بات ثابت نہیں ہوئی جو خلاف شریعت ہو۔ اس وقت وزیر نے اپنی جماعت سے کہا کہ ابن منصور کی لکھی ہوئی کچھ کتابیں بھی ہیں؟ لوگوں نے کہا، ہاں موجود ہیں۔ پھر انہوں نے بتلایا کہ اس کی ایک کتاب میں یہ مضمون ملا ہے کہ جب انسان حج سے عاجز ہو جائے تو اپنے گھر کے کمرے کو پاک صاف کر کے خوشبو میں بسائے، اس کا طواف کرے تو یہ عمل بیت اللہ کے مثل ہو گا۔ واللہ اعلم۔ یہ قول ان کی طرف منسوب کرنا صحیح تھا یا نہیں؟ اس پر قاضی نے ان کو طلب کیا اور کہا کہ یہ کتاب تمہاری تصنیف کردہ ہے؟ کہا، ہاں۔ پھر پوچھا، تم نے اس کے مضامین کو کہاں سے لیا؟ کہا حسن بصری سے۔ اور حلّاج کو یہ معلوم نہ تھا کہ لوگوں نے اس میں کچھ اپنی طرف سے بھی ملا دیا ہے۔ تو قاضی نے کہا، اے حلال الدم! تو تو جھوٹا ہے۔ حسن بصری کی کتابوں میں اس قسم کی کوئی بات نہیں۔ جیسے ہی قاضی کے منہ سے حلال الدم کا لفظ نکلا، وزیر نے فوراً اس کو پکڑ لیا اور کہا، یہ اس کی فرع ہے کہ تم نے اس کے کفر کا حکم دے دیا ہے (کیونکہ مسلمان یا تو کفر سے حلال الدم ہوتا ہے یا زنا بعد الاحصان سے، یا قتل ناحق سے اور یہاں زنا اور قتل کا کوئی قصہ نہیں، تو بجز کفر وارتداد کے اور کوئی سبب حلال الدم ہونے کا نہیں ہو سکتا) اور قاضی سے کہا، کہ تکفیر کا فتویٰ اپنے دستخط سے لکھ دو۔ قاضی نے اس سے بچنے کی کوشش کی مگر وزیر نے اس کو مجبور کیا، چنانچہ قاضی نے (مجبور ہو کر) لکھ دیا، اس پر عم لوگ وزیر سے بگڑ گئے اور اسے اپنی جان کا خطرہ ہو گیا تو خلیفہ نے گفتگو کی اور بارگاہ خلافت سے ابن منصور کو ایک ہزار کوڑے لگائے جانے اور ہاتھ پیر کاٹے جانے اور سولی دیئے جانے کا حکم حاصل کر لیا"۔ (الطبقات الکبریٰ الامام عبد الوھاب الشعرانی: ج ۱، ص ۳۴)

- ٣٤ -

فذهب صاحب الدكان في حاجته فرجع فوجد القطن كله محلوجا فسمي حلاجا وكان ﷺ يأتي بفاكهة الصيف في الشتاء وعكسه ويمد يده في الهواء فيردها مملوءة دراهم يسميها دراهم القدرة.

قال ابن خلكان: وأما سبب قتله لم يكن عن أمر موجب للقتل إنما عمل عليه الوزير حين أحضروه إلى مجلس الحكم مرات ولم يظهر منه ما يخالف الشريعة فقال لجماعة هل له مصنفات؟ فقالوا نعم فذكروا أنهم وجدوا له كتابا فيه أن الإنسان إذا عجز عن الحج فليعمد إلى غرفة من بيته فيطهرها ويطيبها ويطوف بها ويكون كمن حج البيت والله أعلم إن كان هذا القول عنه صحيحا فطلبه القاضي فقال هذا الكتاب تصنيفك؟، فقال نعم، فقال له أخذته عمن؟ فقال عن الحسن البصري ولا يعلم الحلاج ما دسوه عليه، فقال له القاضي كذبت يا مراق الدم ليس في كتب الحسن البصري شيء من ذلك.

فلما قال القاضي: يا مراق الدم مسك الوزير هذه الكلمة على القاضي قال: هذا فرع عن حكمك بكفره. وقال للقاضي: أكتب خطك بالتكفير فامتنع القاضي فألزمه الوزير بذلك فكتب فقامت العامة على الوزير فخاف الوزير على نفسه فكلم الخليفة بذلك فأمر بالحلاج وضرب ألف سوط فلم يتأوه وقطعت يداه ورجلاه وصلب ثم أحرق بالنار ووقع الاختلاف فيه بين الناس أهو الذي صلب أم رفع كما وقع في عيسى عليه الصلاة والسلام.

وأفتوا بتكفير الإمام الغزالي ﷺ وأحرقوا كتابه الإحياء ثم نصره الله تعالى عليهم وكتبوه بماء الذهب، وكان من جملة من أنكر على الغزالي وأفتى بتحريق كتابه القاضي عياض وابن رشد، فلما بلغ الغزالي ذلك دعا على القاضي فمات فجأة في الحمام يوم الدعاء عليه. وقيل إن المهدي هو الذي أمر بقتله بعد أن ادعى عليه أهل بلده بأنه يهودي لأنه كان لا يخرج يوم السبت لكونه كان يصنف في كتاب الشفاء يوم السبت فقتله المهدي لأجل دعوة الغزالي.

وأخرجوا أبا الحسن الشاذلي ﷺ من بلاد المغرب بجماعته ثم كاتبوا نائب الإسكندرية بأنه سيقدم عليكم مغربي زنديق وقد أخرجناه من بلادنا فالحذر من الاجتماع عليه، فجاء الشيخ إلى الإسكندرية فوجد أهلها كلهم يسبونه ثم وشوا به إلى

برکاتِ روحانی (اردو ترجمہ) ﴿۷۳﴾ طبقات امام شعرانی

ہوتے تو ہمیں گفتگو کی ضرورت ہی نہیں تھی اور لوگوں نے ان کے بارے بہت اختلاف کیا ہے ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں فرمایا کہ انہیں حلاج اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ کپاس بیچنے والے کی دکان پر بیٹھے تھے اور وہاں بیلے بغیر کپاس کا سٹاک تھا دکاندار کسی کام کے لئے چلا گیا جب واپس آیا تو دیکھا کہ تمام کپاس بیلی ہوئی ہے اسی وجہ سے آپ کا نام حلاج پڑ گیا آپ موسم گرما کے پھل موسم سرما میں اور اس کے برعکس پیش کیا کرتے اپنا ہاتھ ہوا میں پھیلاتے اور واپس لاتے تو دراہم سے بھر ہوتا آپ انہیں دراہم قدرت کا نام دیتے۔

حلاج کے قتل کا سبب اور واقعہ

آپ کا قتل کسی ایسے امر کی وجہ سے نہ تھا جو کہ قتل کا موجب ہو صرف وزیر نے آپ کے خلاف سازش کی جب آپ کو کمرہ عدالت میں کئی بار لایا گیا اور آپ سے خلاف شرع کچھ بھی ثابت نہ ہوا تو اس نے کہا کہ کیا اس کی تصنیفات ہیں کہا گیا کہ ہیں پس انہوں نے ذکر کیا کہ انہوں نے اس کی ایک کتاب دیکھی ہے جس میں یہ لکھا ہے کہ انسان جب حج کرنے سے عاجز ہو جائے تو چاہیے کہ اپنے گھر کا ایک بالا خانہ پاک صاف کر کے اس کا طواف کرے گویا اس نے حج کر لیا اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس کا یہ قول صحیح ہے یا کیا۔ پس قاضی نے آپ کو طلب کیا اور کہا کہ یہ کتاب آپ کی تصنیف ہے؟ فرمایا ہاں اس نے کہا کہ آپ نے اسے کس سے لیا ہے فرمایا حسن بصری سے اور حلاج کو یہ معلوم نہیں کہ ان کی کتاب میں جعل سازی کی گئی ہے تو قاضی نے کہا کہ اے خون گرائے جانے کے لائق انسان! تو نے جھوٹ کہا حسن بصری کی کتابوں میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جب قاضی نے آپ کو مباح الدم یعنی خون گرائے جانے کے لائق کہہ کر خطاب کیا تو وزیر نے قاضی پر اس کلمہ سے دلیل قائم کی کہا کہ یہ کلمہ اس بات کا نتیجہ ہے کہ آپ نے اس پر کفر کا فیصلہ کیا ہے اور قاضی سے کہا کہ اپنی قلم سے تکفیر کا حکم لکھ دیں لیکن قاضی نے ایسا لکھنے سے انکار کیا۔ لیکن وزیر نے دباؤ ڈالا تو اسنے لکھ دیا۔ پس عوام اس وزیر کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے وزیر کو اپنی جان کا خطرہ پڑ گیا۔ اس نے اس مسئلہ میں خلیفہ سے بات کی تو اس نے حلاج کو سزا دینے کا حکم دیا اور جزار کوڑا مارا گیا آپ نے ہائے تک نہ کی آپ کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹ دیئے گئے پھانسی پر لٹکایا گیا پھر آگ میں جلا دیا گیا اور لوگوں میں آپ کے بارے میں اختلاف پڑ گیا کہ کیا یہ وہی ہے جسے پھانسی دی گئی یا اسے اٹھا لیا گیا جس طرح کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق واقعہ رونما ہوا۔

اور امام غزالی رضی اللہ عنہ کی تکفیر کا فتویٰ دیا گیا اور آپ کی کتاب الاحیاء کو جلا دیا گیا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے خلاف آپ کی مدد فرمائی اور کتاب "الاحیاء" کو سونے کے پانی سے لکھا گیا اور امام غزالی پر انکار اور اعتراض کرنے والوں اور آپ کی کتاب کو جلانے کا فتویٰ دینے والوں میں سے قاضی عیاض اور ابن رشید ہیں تو جب غزالی تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے قاضی عیاض کے لئے بددعا فرمائی اور جس دن بددعا کی اسی دن قاضی عیاض حمام کے اندر اچانک فوت ہو گئے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ خلیفہ مہدی نے آپ کے قتل کا حکم صادر کیا کیونکہ آپ کے شہر والوں نے دعویٰ کیا کہ یہ یہودی ہے کیونکہ آپ ہفتہ کے دن باہر نہیں نکلتے تھے کیونکہ آپ کتاب الشفاء کی تصنیف ہفتہ کے دن کرتے تھے تو امام غزالی کی دعا کی وجہ سے قاضی عیاض کو مہدی نے قتل کرا دیا۔ اور ابوالحسن الشاذلی رضی اللہ عنہ کو آپ کے رفقاء سمیت بلاد مغرب سے نکال دیا گیا۔ پھر انہوں نے اسکندریہ کے نائب کو لکھا کہ تمہارے ہاں

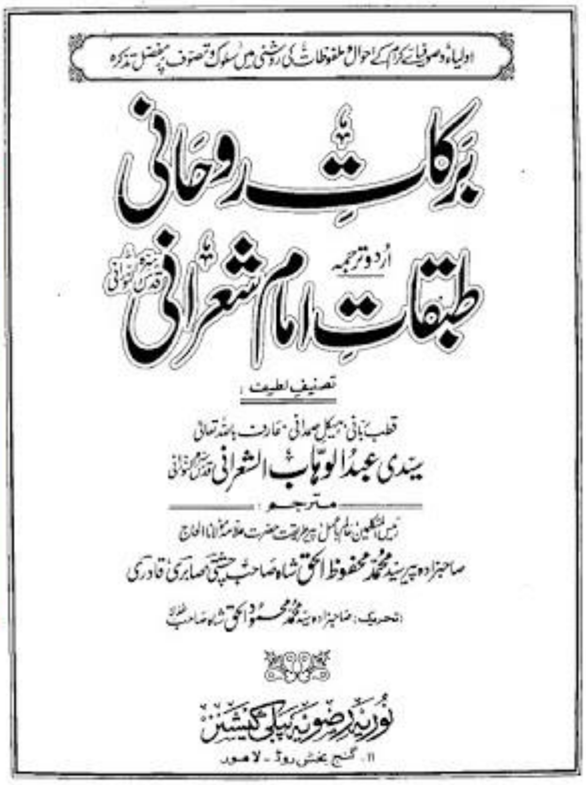

ابن خلکان کا طرز بیان بتلاتا ہے کہ جس وقت جج کا مضمون پڑھا جا رہا تھا اس وقت ابن منصور مجلس قضا میں موجود نہ تھے، بعد میں بلائے گئے تھے۔ اور ان کو صرف کتاب دکھلا کر سوال کیا گیا کہ یہ کتاب تمہاری تصنیف کردہ ہے؟ ابن منصور نے اس کی صورت دیکھ کر اقرار کر لیا۔ ان کو یہ خبر نہ تھی کہ لوگوں نے اس میں کچھ الحاق بھی کر دیا ہے اور چونکہ پہلے زمانے میں پریس کا وجود نہ تھا۔ کتابیں عموماً قلمی ہوتی تھیں اسلئے دشمنان اسلام کو علماء کی کتابوں میں الحاق کا بڑا موقع مل جاتا تھا کیونکہ قلم سے قلم اور خط سے خط ملا دینا مشکل کام نہیں۔

علامہ عبدالوھاب شعرانیؒ اپنی کتابوں میں جابجا لکھتے ہیں کہ لوگوں نے میری زندگی میں میری کتابوں کے اندر الحاق اور خلط کر دیا تھا جسکی مجھے کچھ خبر نہ تھی۔ آج کل کے اس قدر ترقی یافتہ دور میں لوگ کسی کتاب میں تحریف کر دیتے ہیں تو پھر اس دور میں یہ کام کتنی آسانی سے کیا جا سکتا تھا، اس بات کا اندازہ قارئین خود لگا سکتے ہیں۔ جبکہ حسین بن منصورؒ بھی وزیر حامد کی قید میں تھے اور ان کی تمام کتابیں اور خطوط بھی وزیر حامد کے قبضہ میں تھیں تو وزیر کے لئے یہ کام نہایت ہی آسان تھا کہ ابن منصورؒ کی کتاب میں تحریف کر کے مجلس قضا میں قاضی اور دیگر علماء کے سامنے پیش کر کے جواز قتل کا فتویٰ حاصل کر سکے۔

تاریخ طبری اور تاریخ ابن خلکان کی روایت میں موافقت اس بات کی دلیل ہے کہ ابن منصورؒ کو کتاب پڑھ کر نہیں سنائی گئی تھی، صرف کتاب دکھائی گئی تھی۔

"وزیر حامد بن عباس نے اس کی بعض کتابوں میں یہ مضمون بھی پایا کہ اگر آدمی تین دن تین رات متواتر روزے رکھے اور (درمیان) میں افطار نہ کرے۔ چوتھے روز بندیا کے چند پتوں پر افطار کرے تو رمضان کے روزوں کی ضرورت نہ رہے گی اور اگر کسی رات میں شروع سے صبح تک دو رکعتیں پڑھے تو اسکے بعد نماز کی ضرورت نہ رہے گی۔ اور اگر کسی دن اپنی ساری مملوکات کو جو اس وقت اسکے ملک میں ہوں صدقہ کر دے تو (ہمیشہ کے لئے) زکوٰۃ کا قائم مقام ہو جائے گا اور اگر ایک کمرہ بنا کر چند روزے رکھے پھر اس کمرہ کے گرد ننگا ہو کر طواف

کرے تو اس کو حج کی ضرورت نہ رہے گی۔ اور اگر قریش کے قبرستان میں جا کر قبور شہداء کی زیارت کرے اور وہاں دس دن قیام کر کے نماز پڑھتا دعا کرتا رہے اور متواتر روزے رکھے اور افطار کے وقت بجز قدر قلیل جو کی روٹی اور خالص نمک کے کچھ نہ کھائے تو پھر اس کو ساری عمر عبادت کی ضرورت نہ رہے گی۔ وزیر نے علماء فقہاء اور قاضیوں کو جمع کیا پھر حلّاج سے پوچھا گیا کہ تم اس کتاب کو پہچانتے ہو؟ کہا، ہاں یہ کتاب السنن حسن بصری کی ہے۔ حامد نے کہا کیا تم اس کتاب کے مضامین کو نہیں مانتے؟ کہا کیوں نہیں یہ تو ایسی کتاب ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے موافق معاملہ کرتا ہوں۔ قاضی ابو عمر نے کہا یہ تو سراسر احکام اسلام کے منافی ہے۔ پھر قاضی نے اس سے کچھ اور گفتگو کی یہاں تک کہ ان کی زبان سے حلّاج کے متعلق ''یا حلال الدم'' نکل گیا۔ فقہاء نے بھی ان کی موافقت کی اور ان کے قتل کا فتویٰ دے دیا ان کے خون کو مباح کر دیا گیا پھر یہ سب کاروائی مقتدر باللہ کے پاس لکھ کر بھیجی گئی تو اس نے فرمان بھیج دیا کہ اگر قاضیوں نے حلّاج کے قتل کا فتویٰ دے دیا ہے تو محمد بن عبد الصمد کوتوال حاضر ہو اور اسکے ہزار کوڑے لگائے۔ اگر اسی میں ہلاک ہو جائے تو فبہا ورنہ گردن ماردی جائے''۔ (تاریخ الطبری، الأبی جعفر محمد بن جریز الطبری: ج ۱۱، ص ۹۲)

سنة ۳۰۹

۹۲

الغرقَ ، ليراه الناس ، ثم حبس فى دار الخليفة ، فجعل يتقرّب إليهم بالسُّنة ، فظنّوا ما يقول حقًّا . ثم انطلق، وقد كان ابن الفرات كَبَسه فى وزارته الأولى وعُنِى بطلبه موسى ابن خلف فأفلت هو وغلام له ، ثم ظفر به فى هذه السنة ، فسُلِّم إلى الوزير حامد ،

قال الصولىّ : وقيل إنه كان يدعو فى أول أمره إلى الرِّضا من آل محمد ، فسُعِىَ به فَضُرب ، وكان يُرى الجاهل شيئاً من شعبذته ، فإذا وثق دعاه إلى أنه إله ، فدعا فيمن دعا أبا سهل بن نوبخت ، فقال له : أنبت فى مقدم رأسى شعراً . ثم ترقّت به الحال إلى أن دافع عنه نصر الحاجب لأنه قيل له: هو سُنّى ، وإنما يريد قتله الرافضة ، وكان فى كتبه : إنى مغرّق قوم نوح ومهلك عاد وثمود . وكان يقول لأصحابه : أنت نوح ، ولآخر أنت موسى ، ولآخر أنت محمد . قد أعيدت أرواحهم إلى أجسامكم .

وكان الوزير حامد بن العباس قد وجد له كتباً وفيها أنه إذا صام الإنسان ثلاثة أيام بلياليها ولم يفطر ، وأخذ فى اليوم الرابع ورقات هند باء فأفطر عليها أغناه عن صوم رمضان . وإذا صلّى فى ليلة واحدة ركعتين من أول الليل إلى الغداة أغناه عن الصلاة بعد ذلك ، وإذا تصدق فى يوم واحد بجميع ملكه فى ذلك اليوم أغناه عن الزكاة ، وإذا بنى بيتاً وصام أياماً ثم طاف حوله عُرياناً أغناه عن الحجّ ، وإذا صار إلى قبور الشهداء بمقابر قريش فأقام فيها عشرة أيام يصلّى ويدعو ويصوم ولا يفطر إلا على يسير من الخبز الشعير والملح الجريش أغناه ذلك عن العبادة فى باقى عمره . فأحضر الفقهاء والقضاة بحضرة حامد فقيل له : أتعرف هذا الكتاب ؟ قال : هذا كتاب السُّنَن للحسن البصرىّ ، فقال له حامد : ألست تدين بما فى هذا الكتاب ؟ فقال : بلى ، هذا كتاب أدين الله بما فيه ؛ فقال له أبو عمر القاضى : هذا نقض شرائع الإسلام ثم جاراه فى كلام إلى أن قال له أبو عمر : يا حلاَل الدم ، وكتب بإحلال دمه وتبعه الفقهاء ، فأفتوا بقتله وأباحوا دمه . وكتب إلى المقتدر بذلك ، فكتب : إذا كانت القضاة قد أفتوْا بقتله ، وأباحوا دمه فليحضر محمد بن عبد الصمد صاحب الشرطة ، وليضربه ألف سوط ، وإن تلف ، وإلا ضُربت عنقه ، فأحضر بعد العشاء الآخرة ، ومعه جماعة من أصحابه على بغال مؤكّفة يجرون مجرى الساسة ، ليُجعل على واحد منها ويدخل فى غمار القوم ، فحُمل وباتوا مجتمعين حوله ، فلما أصبح يوم

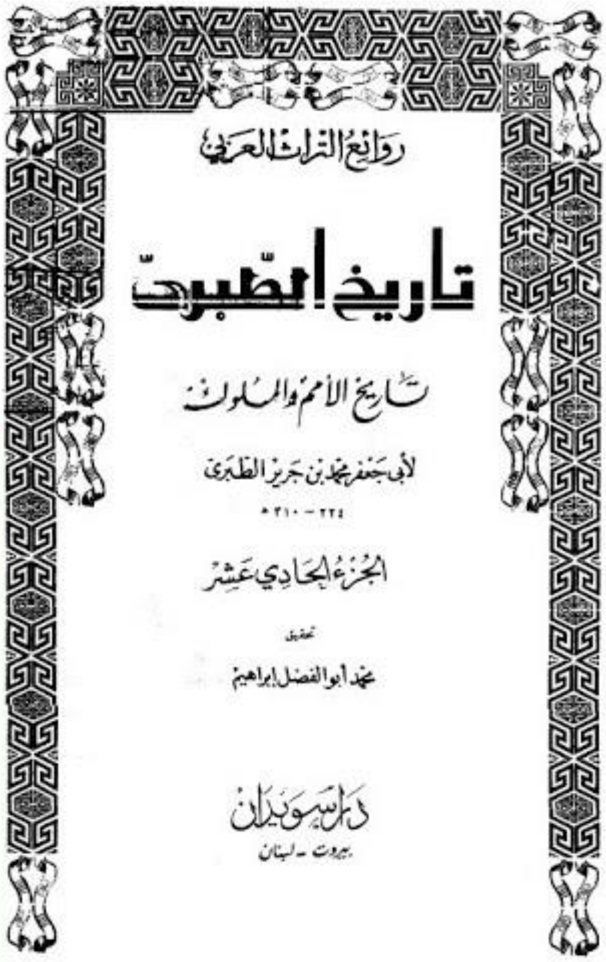

اس روایت کا طرز بیان بھی ابن خلکان کے موافق ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن منصور کو کتاب کا مضمون نہیں سنایا گیا صرف صورت دکھا کر سوال کیا گیا تھا کہ اس کو مانتے ہو یا نہیں؟ حلّاجؒ کو ان خرافات کی خبر نہ تھی جو ان کے خلاف اس کتاب میں رقم کر دیئے گئے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا اقرار جواز قتل میں ہر گز حجت نہیں جب تک مشتبہ مقامات کو تفصیل وار سنا کر اقرار نہ لیا جائے۔ اور ان مضامین کا ابن منصورؒ کے نزدیک غلط اور افتراء علے اللہ ہونا خود ان کی زندگی کے مطالعہ سے واضح ہے۔

خطیب بغدادیؒ تاریخ بغداد میں ابو یعقوب نہر جوری کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حسین بن منصورؒ پہلی مرتبہ مکہ معظمہ میں آئے تو سال بھر تک (مسجد حرام) کے صحن میں بیٹھے رہے، وضو اور طواف کے سوا کسی وقت اپنی جگہ سے نہ ہٹتے تھے۔ نہ بارش کی پرواہ تھی، نہ دھوپ کی، شام کے وقت ان کے واسطے مکہ کی روٹیوں میں سے ایک روٹی اور ایک کوزہ میں پانی لایا جاتا تھا تو وہ روٹی کے چار طرف ایک ایک دفعہ منہ مارتے (اور چار لقمہ کھالیتے) پانی کے دو گھونٹ پیتے۔ ایک گھونٹ کھانے سے پہلے اور ایک گھونٹ کھانے کے بعد، پھر باقی ماندہ روٹی کو کوزہ کے اوپر رکھ دیتے جو ان کے پاس سے اٹھالی جاتی تھی۔ (بحوالہ تاریخ مدینۃ السلام، الأمام خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص۶۹۶)

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء

من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت

الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن

تليد - الحسين

٣٥٣٥ - ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

فلما رآني بكى وأنشأ يقول [من الطويل]:

متى سَهِرَت عيني لغيرِكَ أو بَكَت فلا بَلَغَت ما أمَّلَت وتَمَنَّتِ

وإن أضمرت نفسي سواكَ فلا رَعَت رياضَ المُنى من وَجْنَتَيك وجُنَّتِ

ثم قال: يا علي النَّجاء، ارجو أن يجمعَ اللهُ بيننا إن شاءَ اللهُ.

أخبرنا محمد بن عليّ بن الفَتح، قال: أخبرنا محمد بن الحُسين بن موسى النَّيسابوري، قال: سمعتُ محمد بن عبدالله بن شاذان يقول: سمعت محمد بن عليّ الكَتّاني يقول: دخلَ الحُسين بن منصور مكَّةَ في ابتداء أمرِهِ، فَجهِدنا حتى أخذنا مُرَقَّعَته، قال السُّوسي: أخذنا منها قَملةً فوزناها فإذا فيها نصفُ دانق من كَثرة رياضته، وشِدَّة مُجاهدته.

حدثني مسعود بن ناصر، قال: حدثنا ابن باكو الشِّيرازي، قال: سمعتُ أبا عبدالله الحُسين بن محمد المزاري يقول: سمعتُ أبا يعقوب النَّهرَجُوري يقول: دخلَ الحُسين بن منصور إلى مكة وكان أول دخلته، فجلسَ في صَحْن المَسجد سنةً لا يبرحُ من مَوضِعِه إلاّ للطُّهارة أو للطُّواف، ولا يُبالي بالشَّمس ولا بالمَطَر، وكان يُحمَلُ إليه كل عَشيةٍ كوزُ ماءٍ للشُّرب، وقُرصٌ من أقراص مكَّة، فيأخذُ القُرصَ ويَعَضُّ أربع عَضَّات من جوانبه، ويشربُ شربتَين من الماء شربة قبلَ الطَّعام، وشربة بعدَه، ثم يضعُ باقي القُرصِ على رأسِ الكوزِ فيُحمَل من عنده.

وقال ابن باكو: حدثنا أبو الفَوارس الجوزقاني، قال: حدثنا إبراهيم بن شَيبان، قال: سَلَّم أُستاذي، يعني أبا عبدالله المغربي، على عَمرو بن عثمان المَكّي، فجاراه في مسألةٍ فجرَى في عَرَض الكلامِ أن قال عَمرو بن عُثمان: ههنا شابٌ على أبي قُبَيس، فلما خَرَجنا من عند عَمرو صَعدنا إليه، وكان وقتُ الهاجرة، فدَخَلنا عليه، وإذا هو جالسٌ على صَخرة من أبي قبيس في الشَّمس، والعَرَقُ يسيلُ منه على تلك الصَّخرة، فلما نظرَ إليه أبو عبدالله المغربي رَجَع

٦٩٦

خطیب بغدادیؒ نے تاریخ بغداد میں ابو عبد الرحمٰن بن حسین السلمیٰ سے روایت کیا ہے کہ فارس بغدادی سے میں نے سنا کہ جب حسین بن منصور حلاّجؒ کو قید کیا گیا تو ٹخنوں سے گھٹنوں تک تیرہ بیڑیاں (لوہے کی) ان کے پیروں میں ڈالی گئیں اس کے باوجود بھی وہ رات دن میں ایک ہزار رکعتیں پڑھتے تھے۔ (بحوالہ تاریخ مدینۃ السلام، الأمام خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص۷۱۰)

سمعتُ محمد بن أحمد بن الحسن الوَرّاق يقول: سمعتُ أبا إسحاق إبراهيم ابن محمد القلانسي الرّازي يقول: لمّا صُلِب الحُسين بن منصور، وقفتُ عليه وهو مَصلوبٌ، فقال: إلهي[1] أصبحتُ في دار الرّغائب أنظرُ إلى العَجائب، إلهي إنكَ تتودَّدُ إلى من يُؤذيكَ، فكيفَ لا تتودَّدُ إلى من يؤذَى فيك.

وقال السُّلمي: سمعتُ عبدالواحد بن عليّ يقول: سمعتُ فارسًا البغدادي يقول: لما حُبِس الحَلاّج قُيِّد من كَعْبِه إلى ركبتِهِ بثلاثة عشر قَيْدًا، وكان يصلِّي مع ذلك في كلِّ يومٍ وليلة ألف ركعة!

قال: وسمعتُ فارسًا يقول: قُطعت أعضاؤه يوم قُتِلَ عضوًا عضوًا وما تَغيَّر لونُه.

وقال السُّلمي: سمعتُ أبا عبدالله الرّازي يقول: سمعتُ أبا بكر العَطُوفي يقول: كنتُ أقربَ الناس من الحَلاّج، فضُربَ كذا وكذا سوطًا، وقُطّعت يداه ورجلاه فما نَطَق!

أخبرنا ابن الفَتْح، قال: أخبرنا محمد بن الحُسين، قال: سمعتُ الحُسين ابن أحمد يعني الرّازي يقول: سمعت أبا العباس بن عبدالعزيز يقول: كنتُ أقربَ الناس من الحَلاّج حين ضُربَ وكان يقولُ مع كلِّ صَوت: أحدٌ، أحد.

حدثنا عُبيدالله بن أحمد بن عُثمان الصَّيْرفي، قال: قال لنا أبو عُمر بن حَيُّويه: لما أُخرج حُسين الحَلاّج ليُقتَل مَضَيتُ في جُملة الناس، ولم أزل أُزاحِم حتى رأيتُهُ، فقال لأصحابه: لا يَهولنّكم هذا، فإني عائدٌ إليكم بعد ثلاثين يومًا، ثم قُتِل.

أخبرنا محمد بن أحمد بن عبدالله الأرْدَستاني بمكة، قال: أخبرنا أبو عبدالرحمن محمد بن الحُسين السُّلمي بنَيسابور، قال: سمعتُ أبا العباس الرُّزّاز يقول: كان أخي خادمًا للحُسين بن منصور، فسمعتُهُ يقول: لما كانت الليلة التي وُعِدَ من الغَدِ قَتْله، قلت له: يا سيدي أوصني، فقال لي: عليك

(١) في م: «إلهي إلهي»، مكررة، وليست في النسخ.

٧١٠

تاريخ مدينة السلام
وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء
من غير أهلها ووارديها
تأليف
الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت
الخطيب البغدادي
٣٩٢ - ٤٦٣ هـ
المجلد الثامن
تليد - الحسين
٣٥٣٥ - ٤٢٠٢
حققه، وضبط نصه، وعلق عليه
الدكتور بشار عواد معروف
دار الغرب الإسلامي

قارئین کرام خود اس بات کا فیصلہ کریں کہ جو شخص مسجد حرام میں ہر وقت عبادات میں مشغول رہتا اور جیل کی سختیوں کے باوجود رات دن میں ہزار رکعتیں پڑھتا ہو اس کا یہ عقیدہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ''رات میں شروع سے صبح تک دو رکعتیں پڑھے تو اسکے بعد نماز کی ضرورت نہ رہے گی'' یا ''متواتر روزے رکھے اور افطار کے وقت بجز قدر قلیل جو کی روٹی اور خالص نمک کے کچھ نہ کھائے تو پھر اس کو ساری عمر عبادت کی ضرورت نہ رہے گی''؟

اگر حسین بن منصورؒ کے اعتقاد و نظریات یہی تھے جو وزیر حامد نے بیان کئے تو پھر وہ دن رات مسجد حرام میں عبادت میں مشغول کیوں رہتے اور قید کی سختیوں میں بھی دن رات ہزار رکعتیں کیوں پڑھتے؟

حسین بن منصور حلّاجؒ کے قتل کا فتویٰ قرآن و حدیث کے موافق تھا یا مخالف؟

''حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الأَسْوَدِ أَبُو عَمْرٍو الْبَصْرِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَبِيعَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زِيَادٍ الدِّمَشْقِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "ادْرَءُوا الْحُدُودَ عَنِ الْمُسْلِمِينَ مَا اسْتَطَعْتُمْ فَإِنْ كَانَ لَهُ مَخْرَجٌ فَخَلُّوا سَبِيلَهُ فَإِنَّ الإِمَامَ أَنْ يُخْطِئَ فِي الْعَفْوِ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يُخْطِئَ فِي الْعُقُوبَةِ"''۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کو حد کی سزا سے بچاؤ اگر مسلمان (ملزم) کے لئے بچاؤ کا ذرا بھی کوئی موقع نکل

آئے تو اس کی راہ چھوڑ دو یعنی اس کو بری کر دو کیونکہ امام یعنی حاکم و منصف کا معاف کرنے میں خطا کرنا، سزا دینے میں خطا کرنے سے بہتر ہے"۔(جامع الترمذی: ج۳، کتاب الحدود عن رسول اللہ ﷺ، باب مَا جَاءَ فِي دَرْءِ الْحُدُودِ، رقم الحدیث ۱۴۲۴)

بَابُ مَا جَآءَ فِي دَرْءِ الْحُدُوْدِ

عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ادْرَأُوا الْحُدُوْدَ عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ مَا اسْتَطَعْتُمْ فَإِنْ كَانَ لَهُ مَخْرَجٌ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُ فَإِنَّ الْإِمَامَ أَنْ يُخْطِئَ فِي الْعَفْوِ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يُخْطِئَ فِي الْعُقُوْبَةِ۔

باب حدود کے دفع کرنے کے بیان میں۔

روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ کہا انہوں نے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دفع کرو لوگو تم حدود کو مسلمانوں سے جہاں تک کہ تم سے ہو سکے پھر اگر ہو سکے مجرم کی کوئی شکل رہائی کی تو چھوڑ دو اس کو اس لیے امام خطاکار کو اگر بخش دے تو یہ بہتر ہے اس سے کہ خطاکار کو عذاب کرے۔

ف روایت کی ہم سے ہناد نے انہوں نے کہا ہم سے وکیع نے انہوں نے یزید بن زیاد سے محمد بن ربیعہ کی حدیث کی مانند اور مرفوع نہیں کیا اس کو اور اس باب میں ابی ہریرہؓ اور عبداللہ بن عمرو سے بھی روایت ہے اور حضرت عائشہؓ کی حدیث کو ہم مرفوع نہیں جانتے مگر اسی محمد بن ربیع کی روایت سے کہ وہ یزید بن زیاد دمشقی سے روایت کرتے ہیں، اور وہ زہری سے اور وہ عروہ سے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور روایت کی یہ حدیث وکیع نے یزید بن زیاد سے اسی کے مانند اور مرفوع نہ کیا اس کو اور روایت وکیع کی صحیح تر ہے اور مروی ہے اسی کی مانند کئی صحابیوں سے نبی صلی اللہ علیہ

رسول اللہ ﷺ نے خود فرمایا کہ شبہات سے حدود کو دفع کرو اور مسلمانوں کو حد کی سزا سے بچاؤ اگر ذرا بھی موقع نکل آئے تو اس کو بری کر دو مگر یہاں سب سے بڑی حد یعنی قتل میں بھی ابن منصورؒ کو شبہہ کی بنا پر بخشا نہیں گیا۔ حالانکہ انہوں نے خود اپنا اعتقاد قرآن و سنت، صحابہؓ و ائمہ اربعہ کے موافق بتایا مگر افسوس کے ان کی کسی نے نہ سنی۔

امام ابو عیسیٰ الترمذیؒ نے اس عنوان سے کہ ("باب مَا جَاءَ فِي دَرْءِ الْحَدِّ عَنِ الْمُعْتَرِفِ إِذَا رَجَعَ" "اس بیان میں کہ جب کوئی مجرم اپنے بیان سے پھر جائے تو اس سے حد دفع ہو جاتی ہے") مکمل باب باندھتے ہوئے حدیث نقل کی ہے کہ:

"حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ جَاءَ مَاعِزٌ الأَسْلَمِيُّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ إِنَّهُ قَدْ زَنَى۔ فَأَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَاءَ مِنْ شِقِّهِ الآخَرِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ قَدْ زَنَى۔ فَأَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَاءَ مِنْ شِقِّهِ الآخَرِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ قَدْ زَنَى۔ فَأَمَرَ بِهِ فِي الرَّابِعَةِ فَأُخْرِجَ إِلَى الْحَرَّةِ فَرُجِمَ بِالْحِجَارَةِ فَلَمَّا وَجَدَ مَسَّ الْحِجَارَةِ فَرَّ يَشْتَدُّ حَتَّى مَرَّ بِرَجُلٍ مَعَهُ لَحْىُ جَمَلٍ فَضَرَبَهُ بِهِ وَضَرَبَهُ النَّاسُ حَتَّى مَاتَ فَذَكَرُوا ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَنَّهُ فَرَّ حِينَ وَجَدَ مَسَّ الْحِجَارَةِ وَمَسَّ الْمَوْتِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم "هَلاَّ تَرَكْتُمُوهُ"۔ قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ۔ وَرُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَ هَذَا"۔ "ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر اعتراف کیا کہ میں نے زنا کیا ہے، آپ ﷺ نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا، پھر وہ دوسری طرف سے آئے اور بولے: اللہ کے رسول ﷺ! میں نے زنا کیا ہے، آپ ﷺ نے پھر ان کی طرف سے منہ پھیر لیا، پھر وہ دوسری طرف سے آئے اور بولے: اللہ کے رسول ﷺ! میں نے زنا کیا ہے، پھر چوتھی مرتبہ اعتراف کرنے پر آپ ﷺ نے رجم کا حکم دے دیا، چنانچہ وہ ایک پتھریلی زمین کی طرف لے جائے گئے اور انہیں رجم کیا گیا، جب انہیں پتھر کی چوٹ لگی تو دوڑتے ہوئے بھاگے، حتیٰ کہ ایک ایسے آدمی کے قریب سے گزرے جس کے پاس اونٹ کے جبڑے کی ہڈی تھی، اس نے ماعز رضی اللہ عنہ کو اسی سے مارا اور لوگوں نے بھی مارا یہاں تک کہ وہ مر گئے، پھر لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا کہ جب پتھر اور موت کی تکلیف انہیں

محسوس ہوئی تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم لوگوں نے اسے کیوں نہیں چھوڑ دیا۔ امام ابو عیسیٰ الترمذیؒ کہتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کئی اور سندوں سے بھی مروی ہے، یہ حدیث زہری سے بھی مروی ہے، انہوں نے اسے بطریق: عن أبي سلمة عن جابر بن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم سے اسی طرح روایت کیا ہے"۔(جامع الترمذی: ج۳، کتاب الحدود عن رسول اللہ ﷺ، باب مَا جَاءَ فِي دَرْءِ الْحَدِّ عَنِ الْمُعْتَرِفِ إِذَا رَجَعَ، رقم الحدیث ۱۴۲۸)

بَابُ مَا جَاءَ فِي دَرْءِ الْحَدِّ عَنِ الْمُعْتَرِفِ إِذَا رَجَعَ۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ مَاعِزٌ الْأَسْلَمِيُّ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّهُ قَدْ زَنَى فَأَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَاءَ مِنَ الشِّقِّ الْآخَرِ فَقَالَ إِنَّهُ قَدْ زَنَى فَأَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَاءَ مِنَ الشِّقِّ الْآخَرِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهُ قَدْ زَنَى فَأَمَرَ بِهِ فِي الرَّابِعَةِ فَأُخْرِجَ إِلَى الْحَرَّةِ فَرُجِمَ بِالْحِجَارَةِ فَلَمَّا وَجَدَ مَسَّ الْحِجَارَةِ فَرَّ يَشْتَدُّ حَتَّى مَرَّ بِرَجُلٍ مَعَهُ لَحْيُ جَمَلٍ فَضَرَبَهُ بِهِ وَضَرَبَهُ النَّاسُ حَتَّى مَاتَ فَذَكَرُوا ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ فَرَّ حِينَ وَجَدَ مَسَّ الْحِجَارَةِ وَمَسَّ الْمَوْتِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَّا تَرَكْتُمُوهُ۔

باب اس بیان میں کہ جب کوئی مجرم اپنے اقرار سے پھر جاوے تو اس سے حد دفع ہو جاتی ہے۔

روایت ہے ابی ہریرہؓ سے کہا انہوں نے آگئے ماعز اسلمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور کہا انہوں نے زنا کیا ہے پس منہ پھیر لیا ان کی طرف سے حضرت نے پھر آئے وہ دوسری طرف سے اور کہا کہ زنا کیا ہے اس نے پھر منہ پھیر لیا ان کی طرف سے حضرت نے پھر آگئے وہ دوسری طرف سے اور کہا یا رسول اللہ بے شک اس نے زنا کیا ہے پھر حکم کیا آپ نے چوتھی بار پھر لے گئے ان کو پتھریلی زمین کی طرف پھر مارے گئے وہ پتھروں سے پھر جب ان کو پتھر لگے تو بھاگے دوڑتے ہوئے یہاں تک کہ پہنچے ایک شخص کے نزدیک کہ اس کے پاس اونٹ کی ڈاڑھ کی ہڈی تھی سو مارا ان کو اس سے اور مارا اور لوگوں نے بھی یہاں تک کہ وفات پائی سو ذکر کیا اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ وہ بھاگے تھے جب چوٹ کھائی انہوں نے پتھر کی اور مزہ چکھا موت کا سو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں نہ چھوڑ دیا تم نے اس کو یعنی جب وہ بھاگا تھا تو اس کو چھوڑ دینا لازم تھا۔

ف یہ حدیث حسن ہے اور مروی ہے کئی سندوں سے ابی ہریرہؓ سے اور مروی ہوئی ہے یہ حدیث ابی سلمہ سے وہ روایت کرتے ہیں جابرؓ سے جو بیٹے عبد اللہ کے ہیں وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مانند۔

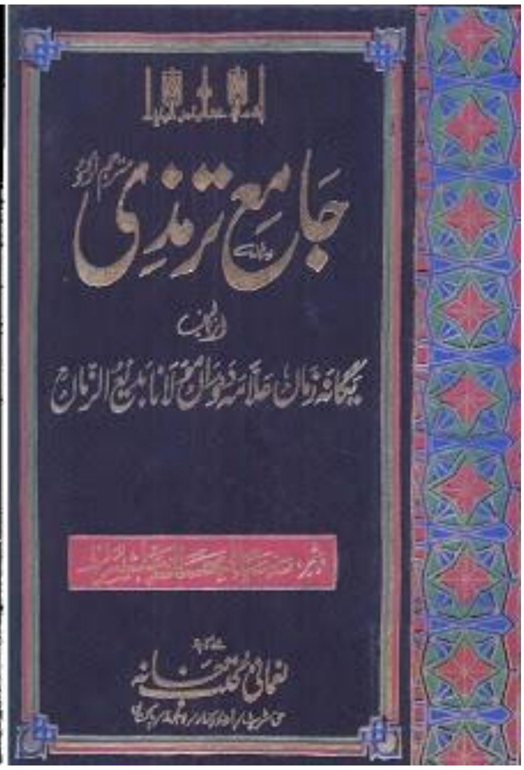

کسی ضعیف روایت سے بھی یہ بات ثابت نہیں ہو سکی کہ حسین بن منصورؒ نے اپنے خدا ہونے کا دعویٰ کیا تھا جبکہ جن روایات کی بنیاد پر ان پہ خدائی کے دعوے کا الزام لگایا جاتا ہے ان روایات میں خود حسین بن منصورؒ نے اپنے خدا ہونے کے چھوٹے الزام کا انکار کیا اور اپنے عقیدہ کو قرآن و سنت اور خلفاءِ راشدین وائمہ اربعہ کے موافق بتایا۔ بالفرض اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ انہوں نے ایسا کوئی دعویٰ کیا تھا تو بھی رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق حسین بن منصورؒ کو شبہہ کی بنیاد پر اور اپنے اقرار سے پھر جانے کی بنیاد پر اس حد کو دفع کر دینا چاہیئے تھا۔ مگر وزیر حامد نے قاضی ابو عمر کے ایک جملہ کو پکڑ لیا اور فتویٰ لکھوا لیا۔ حالانکہ یہ احتمال ہونا ضروری تھا کہ شاید ویسے ہی غصہ میں زبان سے نکل گیا ہو۔ اگر بالفرض قاضی نے عمداً یہ بات کہی تھی تب بھی وزیر کو خود اس پر اصرار کرنے کا حق نہیں تھا، بلکہ ٹالنا واجب تھا۔ مگر یہاں تو معاملہ ہی برعکس تھا۔ قاضی اپنی بات کو ٹالنا چاہتا تھا مگر وزیر نے بضد ہو کر قاضی کو اپنی بات سے ہٹنے نہ دیا اور فتوے پر دستخط کروالیا۔

آگے ایک مختصر جائزہ وزیر حامد بن العباس کے مظالم اور خلیفہ المقتدر باللہ ابو الفضل کی کم سنی، خلافت سے معزولی اور حکمرانی سے لاتعلقی کا لیتے ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "امام یعنی حاکم و منصف کا معاف کرنے میں خطا کرنا، سزا دینے میں خطا کرنے سے بہتر ہے"۔

وزیر حامد بن العباس کے مختصر حالات کا جائزہ

الامام ہمام علامہ عصر مفسر و محدث عظیم مورخ امام الحافظ جلال الدین عبد الرحمٰن ابن ابی بکر السیوطیؒ لکھتے ہیں: "۳۰۸ھ میں بغداد میں قحط اور غلہ کی کمیابی کا باعث یہ ہوا تھا کہ حامد بن عباس سواد جو عراق کے بعض علاقوں کا عامل تھا اس نے بغداد والوں پر بے پناہ مظالم ڈھائے تھے۔ جس کی وجہ سے رعیت میں بے چینی حد سے بڑھ گئی۔ فسادات اور غارت گردی شروع ہو گئی۔ تمام رعیت ادھر ادھر منتشر ہو گئی، فسادات کا سلسلہ کئی روز تک جاری رہا، قید خانے میں آگ لگا دی گئی۔ جس کے نتیجہ میں تمام قیدی جیل سے فرار ہو گئے"۔ (تاریخ الخلفاء الامام الحافظ جلال الدین عبد الرحمٰن ابن ابی بکر السیوطیؒ: اردو، ص ۶۸۲)

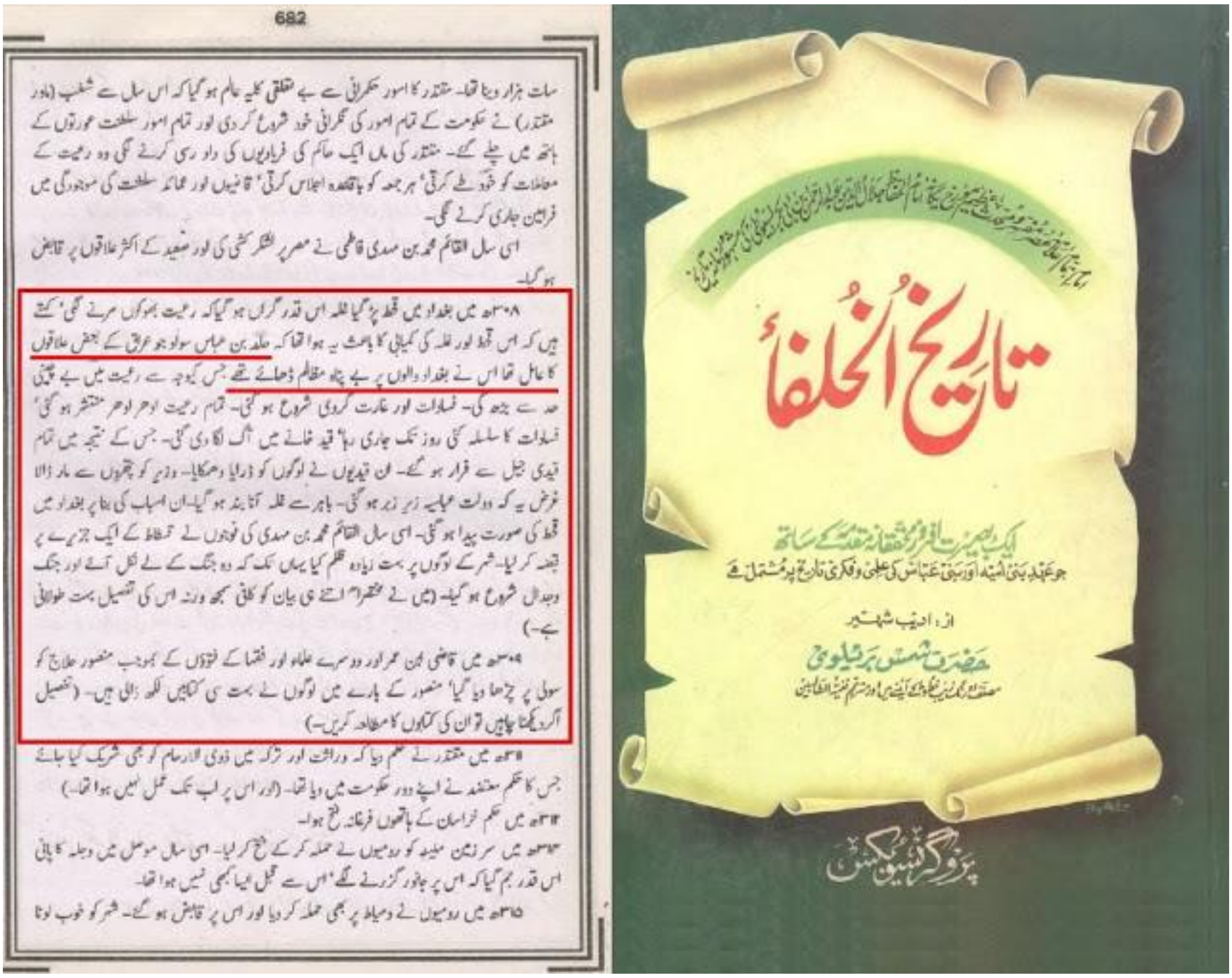
682

سات ہزار دینا تھا۔ مقتدر کا امور حکمرانی سے بے تعلق کلیہ عام ہو گیا کہ اس سال سے شغب (مادر مقتدر) نے حکومت کے تمام امور کی نگرانی خود شروع کر دی اور تمام امور سلطنت عورتوں کے ہاتھ میں چلے گئے۔ مقتدر کی ماں ایک حاکم کی فریادیوں کی داد رسی کرنے لگی وہ رعیت کے معاملات کو خود طے کرتی' ہر جمعہ کو باقاعدہ اجلاس کرتی' قاضیوں اور عمائد سلطنت کی موجودگی میں فرامین جاری کرنے لگی۔

اسی سال القائم محمد بن مہدی فاطمی نے مصر پر لشکر کشی کی اور صعید کے اکثر علاقوں پر قابض ہو گیا۔

۳۰۸ھ میں بغداد میں قحط پڑ گیا غلہ اس قدر گراں ہو گیا کہ رعیت بھوکوں مرنے لگی' کہتے ہیں کہ اس قحط اور غلہ کی کمیابی کا باعث یہ ہوا تھا کہ حامد بن عباس سواد جو عراق کے بعض علاقوں کا عامل تھا اس نے بغداد والوں پر بے پناہ مظالم ڈھائے تھے جس کی وجہ سے رعیت میں بے چینی حد سے بڑھ گئی۔ فسادات اور غارت گردی شروع ہو گئی۔ تمام رعیت ادھر ادھر منتشر ہو گئی' فسادات کا سلسلہ کئی روز تک جاری رہا' قید خانے میں آگ لگا دی گئی۔ جس کے نتیجہ میں تمام قیدی جیل سے فرار ہو گئے۔ ان قیدیوں نے لوگوں کو ڈرایا دھمکایا۔ وزیر کو پتھروں سے مار ڈالا غرض یہ کہ دولت عباسیہ زیر زبر ہو گئی۔ باہر سے غلہ آنا بند ہو گیا۔ ان اسباب کی بنا پر بغداد میں قحط کی صورت پیدا ہو گئی۔ اسی سال القائم محمد بن مہدی کی فوجوں نے قسطاط کے ایک جزیرے پر قبضہ کر لیا۔ شہر کے لوگوں پر بہت زیادہ ظلم کیا یہاں تک کہ وہ جنگ کے لیے نکل آئے اور جنگ وجدال شروع ہو گیا۔ (میں نے مختصراً اتنے ہی بیان کو کافی سمجھا ورنہ اس کی تفصیل بہت طوالانی ہے۔)

۳۰۹ھ میں قاضی ابن عمر اور دوسرے علماء اور فقہا کے فتوؤں کے بموجب منصور حلاج کو سولی پر چڑھا دیا گیا' منصور کے بارے میں لوگوں نے بہت سی کتابیں لکھ ڈالی ہیں۔ (تفصیل اگر دیکھنا چاہیں تو ان کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔)

۳۱۱ھ میں مقتدر نے حکم دیا کہ وراثت اور ترکہ میں ذوی الارحام کو بھی شریک کیا جائے جس کا حکم معتضد نے اپنے دور حکومت میں دیا تھا۔ (اور اس پر اب تک عمل نہیں ہوا تھا۔)

۳۱۲ھ میں حکم خراسان کے ہاتھوں فرغانہ فتح ہوا۔

۳۱۴ھ میں سرزمین ملیطہ کو رومیوں نے حملہ کر کے فتح کر لیا۔ اسی سال موصل میں دجلہ کا پانی اس قدر جم گیا کہ اس پر جانور گزرنے لگے' اس سے قبل ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔

۳۱۵ھ میں رومیوں نے دمیاط پر بھی حملہ کر دیا اور اس پر قابض ہو گئے۔ شہر کو خوب لوٹا

امام ذہبیؒ لکھتے ہیں: "وزیر حامد کے حکم سے ابن عطاءؒ کے دانت توڑ دیئے گئے۔ ابن عطاءؒ نے چلاتے ہوئے وزیر حامد العباس کو بد دعا دی کہ اے اللہ! اس کے ہاتھ پیر کٹوا دے۔ اس واقعہ کے ۱۴ دن بعد ابن عطاءؒ کی وفات ہو گئی اور زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ وزیر حامد بن العباس بھی قتل کیا گیا۔ قتل سے پہلے اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹے گئے۔ اس وقت لوگ کہتے ہیں کہ اس کو ابو العباس بن عطاءؒ کی بد دعا لگ گئی"۔ (سیر اعلام النبلاء: ج ۱۶، ص ۲۵۵)

سِيَرُ أَعْلَامِ النُّبَلَاءِ

تصنيف

الإمام شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي

المتوفى

٧٤٨ھ - ١٣٧٤م

الجُزْءُ الرَّابِعَ عَشَر

أشرف على تحقيق الكتاب وخرّج أحاديثه
شعيب الأرنؤوط

حقق هذا الجزء
اكرم البوشي

مؤسسة الرسالة

١٦٠ - ابنُ عَطَاء *

الزّاهدُ العابدُ المتألّه ، أبو العبّاس ، أحمدُ بنُ محمد بن سَهل بن عطاء الأدَميُّ البغداديّ .

حدَّث عن : يوسف بن موسى القطّان .

وعنه : محمدُ بنُ عليٍّ بن حُبيش ، وقال : كانَ له في كلِّ يومٍ خَتمة ، وفي رمضان تسعون(١) خَتمة ، وبقيَ في خَتمة مُفردةٍ بضعَ عشرةَ سنة يتفهَّمُ ويتدبَّرُ .

وقال حسينُ بنُ خاقان : كانَ ينامُ في اليوم واللَّيلة ساعَتَيْن ، ماتَ في سنةِ تسعٍ وثلاثِ مئة ، في ذي القَعْدة .

قلتُ : لكنّه راجَ عليه حالُ الحلاّج ، وصحّحه ، فقال السُّلمي : امتُحِنَ بسبب الحلاّج ، وطَلَبه حامدُ الوزير وقال : ما الذي تقولُ في الحلاّج ؟ فقال : مالَك ولذاك ؟ عليكَ بما نُدِبتَ له من أخذ الأموال ، وسفكِ الدِّماء . فأمَرَ به ، فَفُكَّتْ أسنانُه ، فصاح : قطعَ اللهُ يديكَ ورِجْلَيْك . ومات بعد أربعةَ عشَرَ يوماً ، ولكنْ أُجيبَ دُعاؤُه ، فقُطِعتْ أربعةُ حامد . قال السُّلمي : سمعتُ أبا عَمْرو بنَ حمدان يذكر هذا .

قال : وكان ابنُ عَطَاء ينتمي إلى المارِسْتانيِّ إبراهيم .

وقيل : إن ابنَ عَطَاء فقدَ عقلَهُ ثمانيةَ عَشَرَ عاماً ، ثم ثابَ إليه عقلُه .

ثبّتَ اللهُ علينا عقولَنا وإيمانَنا ، فَمَنْ تسبَّبَ في زوالِ عقلِهِ بجُوعٍ ورياضةٍ صَعْبَة ، وخَلْوة ، فَقَدْ عَصَى وأَثِمَ ، وضاهَى من أزال عقلَه بعضَ يومٍ بسُكر . فما أحسَنَ التَّقيُّد بمتابعةِ السُّنَنِ والعِلْم .

* طبقات الصوفية : ٢٦٥ - ٢٧٢ ، حلية الأولياء : ١٠/٣٠٢ - ٣٠٥ ، تاريخ بغداد : ٥/٢٦ - ٣٠ ، الرسالة القشيرية : ٢٣ - ٢٤ ، صفة الصفوة : ٢/٤٤٤ - ٤٤٦ ، المنتظم : ٦/١٦٠ ، العبر : ٢/١٤٤ ، دول الإسلام : ١/١٨٧ ، الوافي بالوفيات : ٨/٢٤ - ٢٥ ، مرآة الجنان : ٢/٢٦١ ، البداية والنهاية : ١١/١٤٤ ، طبقات الأولياء : ٥٩ - ٦١ ، شذرات الذهب : ٢/٢٥٧ - ٢٥٨ .

(١) في الأصل: «تسعين» .

٢٥٥

لوگ کہتے ہیں کہ اس کو ابوالعباس کی بد دعا لگئی لیکن میں کہتا ہوں یہ مکافاتِ عمل ہے۔ وزیر حامد بن عباس نے جس طرح بے رحمی سے حسین بن منصور حلّاجؒ کو ناحق قتل کروایا تھا، چند ہی دنوں بعد بالکل اسی طرح ان ہی سزاؤں کے ساتھ اللہ پاک نے اس کو قتل کروادیا۔

خلیفہ المقتدر باللہ ابوالفضل کے مختصر حالات کا جائزہ

امام جلال الدین عبدالرحمٰن ابن ابی بکر السیوطیؒ لکھتے ہیں: ”مقتدر ابھی صرف ۱۳ سال کا تھا کہ اس کی تخت نشینی عمل میں آئی مقتدر سے پہلے اتنی کم سنی میں کوئی بھی (بنی عباسؒ سے) تخت سلطنت پر نہیں بیٹھا تھا۔ وزیر دربار عباس بن حسین نے اس کی کم سنی کے باعث لوگوں سے استصواب کیا اور خود اس کے خلع کی رائے دی اور لوگ اس بات پر متفق بھی ہوگئے تھے کہ مقتدر کو تخت سے معزول کر کے اس کے بجائے عبداللہ بن معتز کو خلیفہ مقرر کر دیا جائے“۔ (تاریخ الخلفاء الامام الحافظ جلال الدین عبدالرحمٰن ابن ابی بکر السیوطیؒ: اردو، ص ۶۷۷)

”مقتدر نے اپنی کم سنی (یا اٹھتی جوانی) کے باعث تمام امور سلطنت ابوالحسن (ابن فرات) کے سپرد کر دیئے اور خود لہو لعب میں مصروف ہو گیا اس نے بہت جلد تمام خزانہ عیش و عشرت اور داد و دھش میں خرچ کر ڈالا“۔ (تاریخ الخلفاء الامام الحافظ جلال الدین عبدالرحمٰن ابن ابی بکر السیوطیؒ: اردو، ص ۶۷۸)

''ذہبی کہتے ہیں کہ مقتدر کے دور میں اس کی کم سنی کے باعث نظام سلطنت میں زبردست خلل واقع ہوا''۔(تاریخ الخلفاء الامام الحافظ جلال الدین عبد الرحمٰن ابن ابی بکر السیوطیؒ:اردو، ص ۶۷۹)

''مقتدر کا امور حکمرانی سے بے تعلقی کا یہ عالم ہو گیا کہ اس سال سے شغب (مادر مقتدر یعنی مقتدر کی والدہ) نے حکومت کے تمام امور کی نگرانی خود شروع کر دی اور تمام امور سلطنت عورتوں کے ہاتھ میں چلے گئے۔ مقتدر کی ماں ایک حاکم کی فریادیوں کی دادرسی کرنے لگی، وہ رعیت کے معاملات کو خود طے کرتی، ہر جمعہ کو باقاعدہ اجلاس کرتی، قاضیوں اور عمائد سلطنت کی موجودگی میں فرامین جاری کرنے لگی''۔ (تاریخ الخلفاء الامام الحافظ جلال الدین عبد الرحمٰن ابن ابی بکر السیوطیؒ:اردو، ص ۶۸۲)

''۳۱۷ھ میں مونس الحازم نے جس کا لقب مظفر تھا، مقتدر پر لشکر کشی کی کیونکہ مقتدر چاہتا تھا کہ اس کو ہٹا کر ہارون بن غریب کو امیر الامراء کا منصب عطا کر دے۔ مونس تمام لشکر کو ہمراہ لے کر جس میں عمائد و امراء سلطنت بھی شامل تھے شاہی محل پر حملہ آور ہوا جس کے نتیجہ میں مقتدر کے خاص سپاہ (ذاتی محافظ) بھی بھاگ کھڑے ہوئے، مقتدر بے یار و مددگار رہ گیا۔ چنانچہ اسی رات کو (۱۴ محرم الحرام) مقتدر اپنی والدہ، خالہ اور اپنی بیویوں کو ساتھ لے کر عشاء کے بعد چھپ کر نکل گیا۔ مقتدر کی والدہ (شغب) اپنے ساتھ چھ لاکھ دینار کی رقم چھپا کر لے گئی''۔(تاریخ الخلفاء الامام الحافظ جلال الدین عبد الرحمٰن ابن ابی بکر السیوطیؒ:اردو، ص ۶۸۳)

677

المقتدر باللہ ابو الفضل

نسب اور ولادت

المقتدر باللہ ابو الفضل جعفر بن المعتضد باللہ۔ مقتدر باللہ ۲۸۲ھ ماہ رمضان میں ایک رومی خاتون کے بطن سے جس کا نام غریب تھا پیدا ہوا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کی ماں رومی خاتون نہیں بلکہ ترکیہ خاتون تھی۔ بعض نے مقتدر کی ماں کا نام شغب بتایا ہے

مکتفی جب بیمار ہوا اور بیماری نے شدت اختیار کی تو عمائد و اعیان سلطنت نے اس کی جانشینی کے بارے میں دریافت کیا اور جب اسے یہ یقین کرا دیا گیا کہ اس کا بھائی جعفر (مقتدر) بالغ ہو گیا ہے تو مکتفی نے اس کو اپنا ولی عہد نامزد کر دیا۔ مقتدر ابھی صرف ۱۳ سال کا تھا کہ اس کی تخت نشینی عمل میں آئی مقتدر سے پہلے اتنی کم سنی میں کوئی بھی (بنی عباس" سے) تخت سلطنت پر نہیں بٹھا تھا۔ وزیر دربار عباس بن حسین نے اس کی کم سنی کے باعث لوگوں سے استصواب کیا اور خود اس کے خلع کی رائے دی اور لوگ اس بات پر متفق بھی ہو گئے تھے کہ مقتدر کو تخت سے معزول کر کے اس کی بجائے عبداللہ بن معتز کو خلیفہ مقرر کر دیا جائے لیکن عبداللہ بن معتز باللہ نے کہا کہ میں تخت (حکومت) اس شرط پر قبول کر سکتا ہوں کہ خونریزی بالکل نہ ہو شدہ شدہ یہ خبر مقتدر (جعفر) کو بھی پہنچ گئی اس نے عبداللہ بن معتز کے پاس بیشمار دولت بھیج کر اس بات پر راضی کر لیا کہ تخت نشینی سے انکار کر دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا' عبداللہ بن معتز نے حکومت قبول کرنے سے انکار کر دیا' لیکن لوگ اس کی معزولی پر مصر رہے چنانچہ ۲۰ ربیع الآخر ۲۹۶ھ کو جب وہ فٹ بال یا گیند کھیل رہا تھا کچھ لوگ اس پر چڑھ دوڑے' مقتدر ڈر کر بھاگ کر گھر میں گھس گیا اور دروازہ بند کر لیا۔ اس ہڑبونگ میں دو وزیر اور کچھ سپاہی کام آ گئے۔ لوگوں نے عبداللہ بن معتز کو بلا لیا اور اسی وقت قاضیوں اعیان سلطنت اور روسا شہر نے اس سے بیعت کر لی اور اس کا لقب غالب باللہ رکھا۔ محمد بن داؤد بن جراح کو وزیر ابوالمثنی احمد بن یعقوب کو قاضی مقرر کیا اور غالب باللہ کے نام سے احکام جاری ہونے لگے۔

محمد بن جریر طبری کی پیش گوئی۔

معافی بن زکریا جریری کہتے ہیں کہ جب مقتدر کا خلع اور ابن معتز (غالب باللہ) سے بیعت کی خبر محمد بن جریر طبری کو پہنچی تو انھوں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ کہ وزیر

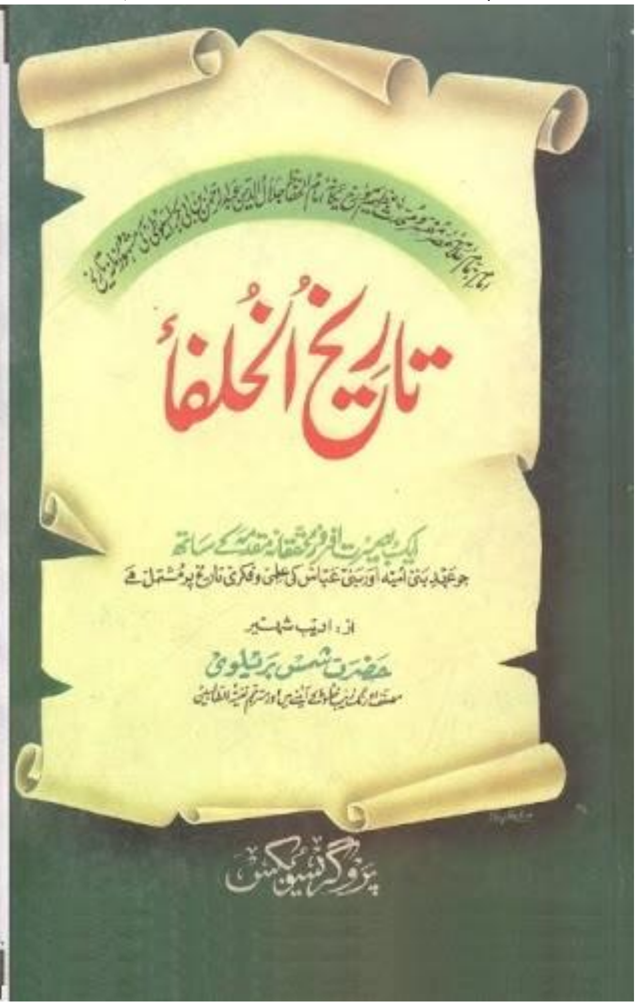

قاضی کون مقرر ہوا ہے ' محمد بن داؤد اور ابوالمثنیٰ کا نام سن کر جریر طبری نے کہا کہ یہ کام چلتا ہوا معلوم نہیں ہوتا۔ کسی نے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے انھوں نے فرمایا کہ جن لوگوں کا تقرر ہوا ہے وہ بلند مرتبہ تو ہیں لیکن مدبر نہیں ہیں اور زمانہ انقلاب پذیر ہے مجھے تو تخبت واضمحلال سلطنت کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ اور یہ معاملہ زیادہ نہیں چل سکے گا۔

مقتدر کی اقتدار پر بحالی۔

ابن معتز نے مقتدر سے کہلا بھیجا کہ تم محمد بن طاہر کے محل میں چلے جاؤ تاکہ میں دارالحکومت میں آ جاؤں۔ مقتدر نے یہ بات تسلیم کر لی ابھی اس کے ساتھ کچھ سپاہ باقی تھی اس نے ان سپاہیوں سے کہا کہ اے میرے وفادارو !! کیا ہم یہ بات تسلیم کر لیں اور دارالحکومت چھوڑ دیں۔ کیوں نہ ہم اس موقع پر جان کی بازی لگا دیں اور اس بیعت کو اپنے سر سے دور کر دیں اس تقریر کے بعد ان سب نے ہتھیار باندھے اور باہر نکل ۔ ابن معتز نے جب اس چھوٹی سی جمعیت کو اس شان و شوکت سے نکلتے دیکھا تو خود بخود ان کے دلوں میں خوف پیدا ہوا اور ابن معتز مع اپنے ساتھیوں کے بغیر جنگ کئے بھاگ کھڑا ہوا۔ معتز کے ساتھ اس کا وزیر محمد اور اس کا قاضی ابو مثنیٰ بھی تھا اس بھگدڑ کا نتیجہ یہ ہوا کہ بغداد میں افرا تفری مچ گئی اور قتل عام شروع ہو گیا۔ اب مقتدر کی بن آئی۔ اس نے ان فقہاء اور امیروں کو گرفتار کر لیا۔ جنہوں نے اس سے فسخ بیعت کیا تھا' گرفتار کر کے یونس خزانچی کی تحویل میں دیدیا' بغداد میں ایسا جدال وقتال ہوا کہ بس یہی چار آدمی بچے یعنی ابن معتز ۔ وزیر محمد ۔ قاضی ابو مثنیٰ اور چوتھا ۔ شخص قاضی ابو عمر تھے ' ابن معتز کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا اور چند روز کے بعد قید خانے سے اس کی نعش ہی نکلی اب مقتدر کا تسلط دوبارہ اچھی طرح قائم ہو گیا۔

عہدہ وزارت ابو الحسن علی بن محمد (المعرف ابن فرات) کے سپرد کیا گیا' ابن فرات نے وزارت کا عہدہ سنبھل کر مظالم کی بیخ کنی اور عدل و انصاف کی ترویج کی ' مقتدر کو بھی عدل کی طرف ترغیب دی لیکن مقتدر نے اپنی کم سنی (یا الحق جوانی) کے باعث تمام امور سلطنت ابو الحسن (ابن فرات) کے سپرد کر دیئے اور خود لہو لعب میں مصروف ہو گیا اس نے بہت جلد تمام خزانہ عیش و عشرت اور دلہو دمش میں خرچ کر ڈالا ۔ اسی سال مقتدر نے یہ حکم جاری کیا کہ یہود و نصاریٰ کو حکومت کے دفاتر میں ملازمت نہ دی جائے نیز یہ کہ وہ سواریوں پر زین کسکر نہ بیٹھیں بلکہ بجائے زین کے پالان استعمال کریں (یعنی جھولیں)۔

اسی سال مغربی ممالک پر یحییٰ کے بھائی حسین نے جس نے مہدویت کا دعویٰ کیا تھا اپنا اقتدار قائم کر لیا اور اب اس نے ریاست کے ساتھ ساتھ خلافت کا بھی دعویٰ کیا چونکہ لوگوں کے ساتھ اس کی روش عدل و احسان کی تھی (وہ ہر ایک کے ساتھ لطف و کرم سے پیش آتا تھا) اس لئے دور دراز کے لوگ بھی اس کا دم بھرنے لگے اور اس کے پاس جمع ہونے لگے ' اور تمام ممالک عربیہ پر اس کا اقتدار بہت جلد قائم ہو گیا اور اس کی مملکت کے حدود وسیع ہو گئے' اس نے ایک شہر بھی بسایا اور اس کا نام "مہدیہ" رکھا' اس کے بڑھتے ہوئے اقتدار کے سامنے خود کو بے بس پا کر حاکم افریقہ زیادہ اللہ بن اغلب افریقہ چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا اور مصر پہنچا' اور مصر سے عراق چلا گیا' اس طرح ممالک اسلامیہ پر بنی عباس کی حکومت کی مدت ایک سو ساٹھ برس سے کچھ زائد رہی اور اسی تاریخ سے بنی عباس کی سلطنت کے زوال کا آغاز ہوا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ مقتدر کے دور میں اس کی کم سنی کے باعث نظام سلطنت میں زبردست خلل واقع ہوا ہے ۳۰۰ھ میں سر زمین دینور میں ایک پہاڑی زمین کے اندر دھنس گئی اور پھر اس کے نیچے سے اس قدر پانی ابل کر باہر آیا کہ کئی گاؤں ڈوب گئے ۔ اسی سال ایک عجیب و غریب واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک خچر سے بچھڑا (گائے کا بچہ) پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

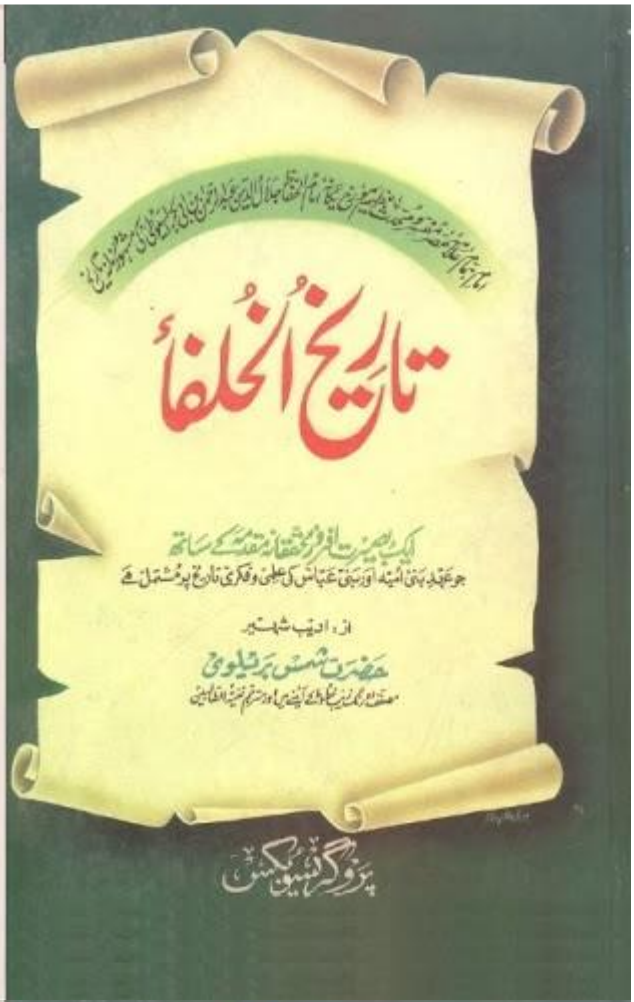

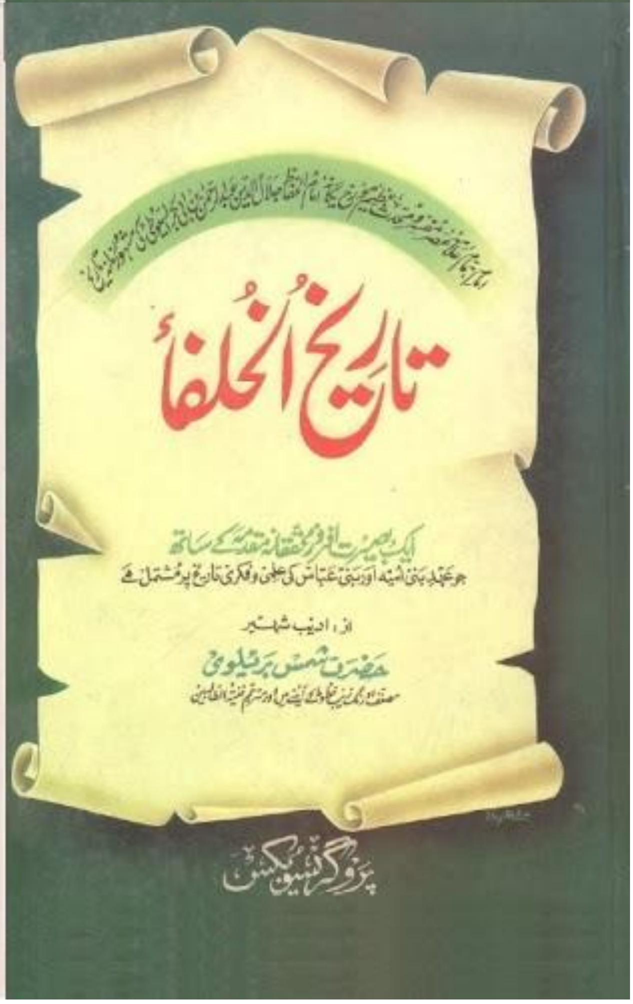

سات ہزار دینا تھا۔ مقتدر کا امور حکمرانی سے بے تعلقی کلیہ عالم ہو گیا کہ اس سال سے شغب (مادر مقتدر) نے حکومت کے تمام امور کی نگرانی خود شروع کر دی اور تمام امور سلطنت عورتوں کے ہاتھ میں چلے گئے۔ مقتدر کی ماں ایک حاکم کی فریادیوں کی داد رسی کرنے لگی وہ رعیت کے معاملات کو خود طے کرتی' ہر جمعہ کو باقاعدہ اجلاس کرتی' قاضیوں اور عمائد سلطنت کی موجودگی میں فرامین جاری کرنے لگی۔

اسی سال القائم محمد بن مہدی فاطمی نے مصر پر لشکر کشی کی اور صعید کے اکثر علاقوں پر قابض ہو گیا۔

۳۰۸ھ میں بغداد میں قحط پڑ گیا غلہ اس قدر گراں ہو گیا کہ رعیت بھوکوں مرنے لگی' کہتے ہیں کہ اس قحط اور غلہ کی گرانی کا باعث یہ ہوا تھا کہ حامد بن عباس سولہ جو عراق کے بعض علاقوں کا عامل تھا اس نے بغداد والوں پر بے پناہ مظالم ڈھائے تھے جس کی وجہ سے رعیت میں بے چینی حد سے بڑھ گئی۔ فسادات اور غارت گری شروع ہو گئی۔ تمام رعیت ادھر ادھر منتشر ہو گئی' فسادات کا سلسلہ کئی روز تک جاری رہا' قید خانے میں آگ لگا دی گئی۔ جس کے نتیجہ میں تمام قیدی جیل سے فرار ہو گئے۔ ان قیدیوں نے لوگوں کو ڈرایا دھمکایا۔ وزیر کو پتھروں سے مار ڈالا غرض یہ کہ دولت عباسیہ زیر زبر ہو گئی۔ باہر سے غلہ آنا بند ہو گیا۔ ان اسباب کی بنا پر بغداد میں قحط کی صورت پیدا ہو گئی۔ اسی سال القائم محمد بن مہدی کی فوجوں نے تسطاط کے ایک جزیرے پر قبضہ کر لیا۔ شہر کے لوگوں پر بہت زیادہ ظلم کیا یہاں تک کہ وہ جنگ کے لئے نکل آئے اور جنگ وجدال شروع ہو گیا۔ (میں نے مختصراً" اتنے ہی بیان کو کافی سمجھا ورنہ اس کی تفصیل بہت طوالانی ہے۔)

۳۰۹ھ میں قاضی ابن عمر اور دوسرے علماء اور فقہا کے فتوؤں کے بموجب منصور حلاج کو سولی پر چڑھا دیا گیا' منصور کے بارے میں لوگوں نے بہت سی کتابیں لکھ ڈالی ہیں۔ (تفصیل اگر دیکھنا چاہیں تو ان کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔)

۳۱۱ھ میں مقتدر نے حکم دیا کہ وراثت اور ترکہ میں ذوی الارحام کو بھی شریک کیا جائے جس کا حکم معتضد نے اپنے دور حکومت میں دیا تھا۔ (اور اس پر اب تک عمل نہیں ہوا تھا۔)

۳۱۲ھ میں حکم خراسان کے ہاتھوں فرغانہ فتح ہوا۔

۳۱۴ھ میں سرزمین ملیطہ کو رومیوں نے حملہ کر کے فتح کر لیا۔ اسی سال موصل میں دجلہ کا پانی اس قدر جم گیا کہ اس پر جانور گزرنے لگے' اس سے قبل ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔

۳۱۵ھ میں رومیوں نے دمیاط پر بھی حملہ کر دیا اور اس پر قابض ہو گئے۔ شہر کو خوب لوٹا

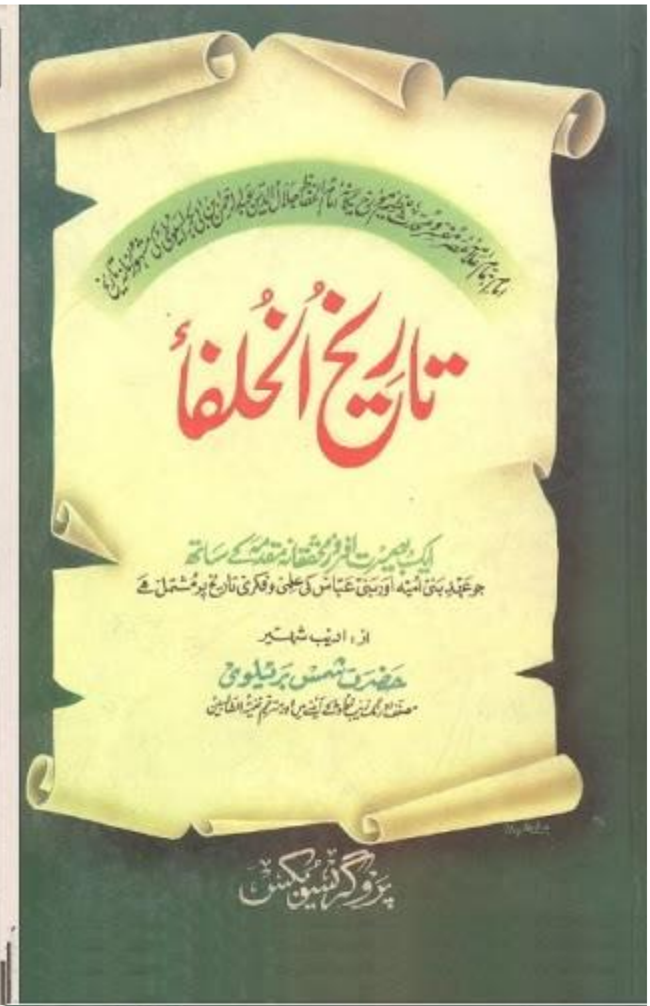

اور جامع مسجد میں ناقوس بجائے۔ اسی سال دیلمیوں (دیالمہ) نے رے اور جبال پر قبضہ کر لیا وہاں کی رعیت کو تہ تیغ کیا۔ یہاں تک کہ بچوں کو بھی ذبح کر ڈالا۔

۳۱۶ھ میں قرمطیوں نے ایک محل تعمیر کرایا اور اس کا نام دار الہجرت رکھا' ان چند سالوں میں قرمطیوں کی یورش سے بہت سے مقبوضات مقتدر کے ہاتھوں سے نکل گئے۔ انہوں نے مسلمانوں پر اچانک حملے کر کے بہت ہی اذیتیں پہنچائیں۔ ان کی ہیبت عام مسلمانوں پر بیٹھ گئی۔ لوگ بکثرت قرمطی تحریک میں شریک ہو گئے۔ بہت سی جھڑپیں ہوئیں اور ان کی روز افزوں طاقت نے مقتدر کی سلطنت کو ہلا دیا' مقتدر کے لشکر کو کئی بار ان کے مقابلے میں شکست کھانی پڑی۔ ان چند سالوں میں قرامطہ کے خوف کے باعث لوگوں نے حج بھی نہیں کیا بلکہ ان کے ڈر سے مکہ کے لوگ بھی مکہ چھوڑ کر چلے گئے۔ ادھر رومیوں نے خلاط اور اس کے قرب و جوار کے علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ یہاں تک کہ مسجدوں سے منبر اکھاڑ ڈالے اور ان کی جگہ صلیبیں کھڑی کر دیں۔

مقتدر کا فرار:۔

۳۱۷ھ میں مونس الخادم نے جس کا لقب مظفر تھا' مقتدر پر لشکر کشی کی کیونکہ مقتدر چاہتا تھا کہ اس کو ہٹا کر ہارون بن غریب کو امیر الامراء کا منصب عطا کر دے' مونس تمام لشکر کو ہمراہ لے کر جس میں عمائد و امراء سلطنت بھی شامل تھے شاہی محل پر حملہ آور ہوا جس کے نتیجہ میں مقتدر کے خاص سپاہ (ذاتی محافظ) بھی بھاگ کھڑے ہوئے' مقتدر بے یارو مددگار رہ گیا۔ چنانچہ اسی رات کو (۱۴ محرم الحرام) مقتدر اپنی والدہ' خالہ اور اپنی بیویوں کو ساتھ لے کر عشاء کے بعد چھپ کر نکل گیا۔ مقتدر کی والدہ (شغب) اپنے ساتھ چھ لاکھ دینا کی رقم چھپا کر لے گئی۔

مقتدر کی حکومت سے دستبرداری پر شہادتیں:۔

لوگوں نے شہادتیں دیں کہ مقتدر سلطنت سے دستبردار ہو گیا ہے چنانچہ محمد بن المعتضد کو دربار میں لایا گیا۔ سب سے پہلے اس سے مونس نے بیعت کی پھر دربار کے دوسرے افراد نے اس کو قاہر باللہ کا لقب دیا گیا اور منصب وزارت علی ابن ابی مقلہ کے سپرد کر دیا گیا۔ یہ تمام کاروائی ہفتہ کے دن ہوئی دوسرے دن یعنی یوم یکشنبہ قاہر باللہ کو تخت پر بٹھایا گیا۔ مونس نے اس کی اطلاع تمام ممالک محروسہ میں بھجوا دی۔ دو شنبہ کو فوج نے جشن منایا اور بیعت کا انعام اور اپنی

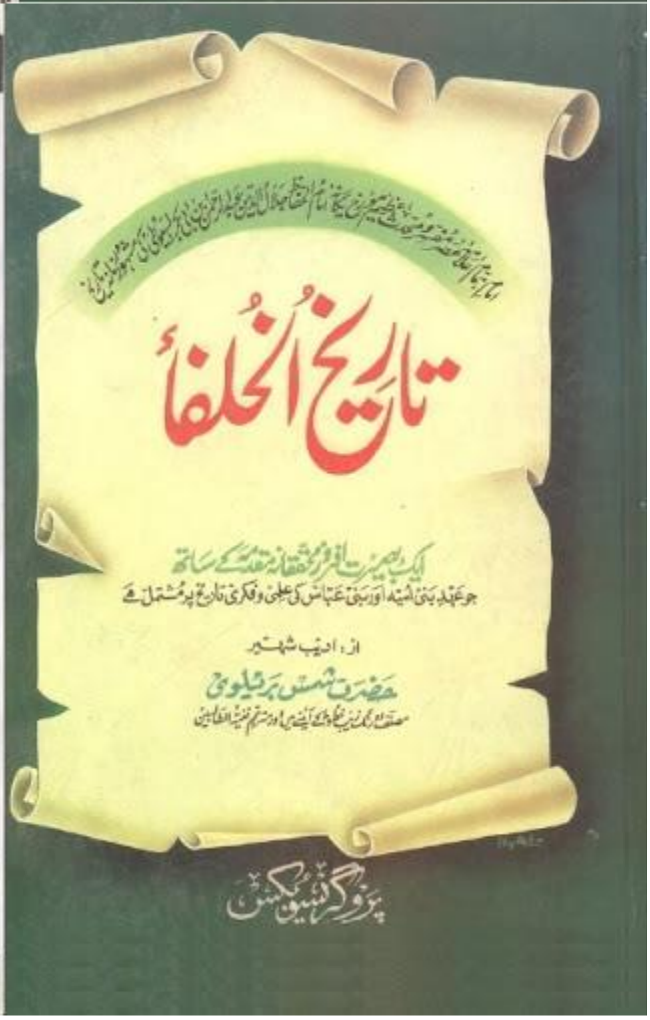

وزیر حامد بن العباس اور خلیفہ المقتدر باللہ ابو الفضل کے حالات جاننے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وزیر حامد العباس ایک ظالم شخص تھا جس نے خلیفہ المقتدر باللہ کی نااہلی کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے قاضی ابو عمر سے زبردستی فتویٰ حاصل کیا اور اس فتوے میں خلیفہ المقتدر باللہ سے مزید ترمیم کروا کر حسین بن منصورؒ کو ۱۰۰۰ کوڑے لگائے جانے اور ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے جانے کی اضافی سزاؤں کا حکم جاری کیا جس کی شریعت میں دور دور تک کوئی مثال نہیں ملتی۔

ساتواں الزام: زندیقوں جیسا کلام

خطیب بغدادیؒ نے محمد بن حسین نیشاپوری کے واسطہ سے ابو بکر بن غالب سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اپنے بعض دوستوں سے سنا کہ جب حسین بن منصور کے قتل کا ارادہ کیا گیا تو علماء وفقہاء کو جمع کر کے ابن منصور کو بادشاہ (وقت خلیفہ مقتدر باللہ) کے سامنے حاضر کیا گیا۔ علماء نے ان سے کہا کہ آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے، ابن منصور نے کہا، پوچھو، علماء نے کہا، برہان کسے کہتے ہیں؟ ابن منصور نے جواب دیا، برہان ان شواہد (دلائل) کو کہتے ہیں جو اہل اخلاص کی صورتوں میں اللہ تعالیٰ پیدا کر دیتے ہیں۔ جنکی طرف لوگوں کے قلوب کو جاذب قبول کشش کرتا ہے (یعنی ان کی صورت دیکھ کر قلوب ان کی طرف جاذب باطنی کی وجہ سے کشش ہوتی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ان ہی حضرات کے متعلق وارد ہے "اذا رأوا ذکر اللہ" کہ ان کی صورت دیکھ کر خدا یاد آتا ہے)۔ سب لوگوں نے بالاتفاق کہا، یہ تو زندیقوں جیسا کلام ہے۔ پھر بادشاہ کو ان کے قتل کا مشورہ دیا۔ (بحوالہ تاریخ مدینۃ السلام، الأمام خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص۷۰۷)

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء
من غير أهلها ووارديها

تأليف
الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت
الخطيب البغدادي
٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن
تليد - الحسين
٣٥٣٥ - ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه
الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

خطُّك؟ فقال: نعم، فقال: تُصوِّب مثل هذا الاعتقاد؟ فقال: مالك ولهذا، عليكَ بما نُصِبْتَ له من أخذِ أموال الناس، وظُلمِهم، وقَتْلِهم، مالك ولكلام هؤلاء السادة. فقال الوزير: فكِّيه، فضُرِبَ فَكّاه، فقال أبو العباس: اللهم إنك سلَّطت هذا عليَّ عقوبة لدخولي عليه. فقال الوزير: خفُّهُ يا غُلام، فنَزَع خفَّهُ فقال: دِماغَه، فما زال يضربُ رأسه حتى سال الدم من منخريه، ثم قال: الحَبْس، فقيل: أيها الوزير يتشوشُ العامةُ لذلك، فحُمِلَ إلى منزِلِهِ. فقال أبو العباس: اللهم اقتلهُ أخبثَ قِتلة، واقطَع يدَيْه ورِجليه. فمات أبو العباس بعدَ ذلكَ بسبعة أيام، وقُتِلَ حامد بن العباس أفظعَ قِتلة وأوحشها، بعد أن قُطعت يداه ورجلاه، وأُحرِقَ دارُهُ، ، وكانوا يقولون: أدرَكَتهُ دعوةُ أبي العباس بن عطاء.

أخبرنا محمد بن عليّ بن الفَتْح، قال: أخبرنا محمد بن الحُسين النَّيسابوري، قال: سمعتُ أبا بكر بن غالب يقول: سمعتُ بعض أصحابِنا يقول: لما أرادوا قتل الحُسين بن منصور أحضِرَ لذلك الفُقهاء، والعُلماء، وأخرجوهُ، وقَدَّموه بحَضْرةِ السُّلطان، فسألوه فقالوا مسألة، فقال: هاتوا. فقالوا له: ما البُرهان؟ فقال: البُرهان شواهد يُلْبِسُها الحقُّ أهلَ الإخلاص، يجذبُ النُّفوسَ إليها جاذبُ القُبول. فقالوا بأجمعهم: هذا كلامُ أهل الزَّندقة! وأشاروا على السُّلطان بقَتْله.

قلت: قد أحالَ هذا الحاكي عن الفُقهاء بأنَّ هذا كلام أهل الزَّندقة، وهو رجلٌ مجهول، وقولُه غير مقبول، وإنما أوجب الفُقهاء قَتْله بأمر آخر.

حدثني مسعود بن ناصر، قال: أخبرنا محمد بن عبدالله بن باكو الشيرازي، قال: سمعتُ عيسى[1] بن بزول القَزْويني، وقد سأل أبا عبدالله بن خَفيف عن معنى هذه الأبيات[2] [من السريع]:

(١) سقطت من م.
(٢) ديوانه ٣٢.

٧٠٧

جواب:

اس روایت کے بارے میں ہمیں خود کچھ کہنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ واقعہ بیان کرکے خود خطیب بغدادیؒ کو تنبہ ہوا ہے کہ اس جواب میں تو کفر وزندقہ کی کوئی بات نہیں تھی۔ خطیب بغدادیؒ فرماتے ہیں: ”قُلْتُ: قد أحال هذا الحاكي عَنِ الفقهاء بأن هذا كلام أهل الزندقة، وهو رجل مجهول، وقوله غير مقبول، وإنما أوجب الفقهاء قتله بأمر آخر“۔ ”اس جواب میں تو کفر وزندقہ کی کوئی بات نہیں تھی۔ اس قصہ کے راوی نے جو فقہاء کے فتوے کا حوالہ اس بات پر کیا ہے، یہ راوی مجہول ہے، اس کی بات قابل قبول نہیں، بلکہ فقہاء نے دوسری وجہ سے اس کا قتل ضروری قرار دیا تھا“۔ (بحوالہ تاریخ مدینۃ السلام، الأمام خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص۷۰۷)

حقیقت یہ ہے کہ خطیب بغدادیؒ نے جتنے بھی اسباب کفر بیان کئے ہیں سب میں کوئی نہ کوئی راوی ضعیف یا مجہول یا مجروح ضرور موجود ہے۔ پھر ہر سبب کو الگ الگ دیکھا جائے تو ایک سبب بھی ایسا نہیں ملتا جس کو موجب قتل قرار دیا جاسکے۔ اس لئے بظاہر ابن خلکان ہی کا قول صحیح ہے کہ ابن منصورؒ کا قتل کسی ایسے سبب سے نہیں ہوا جو (فی الواقع) موجب قتل ہو۔ بلکہ جیسا اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ وزیر حامد العباس کی ضد اور زبردستی کی وجہ سے یہ واقع رونما ہوا۔

آٹھواں الزام: بعض کفریہ اشعار کی نسبت

خطیب بغدادیؒ نے ابن باکویہ شیرازی کے واسطہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے عیسیٰ بن بزول قزوینی سے سنا کہ انہوں نے ابو عبداللہ خفیف سے ان اشعار کے معنی دریافت کیئے:

سبحان من أظهر ناسوته — سر سنا لاهوته الثاقب
ثم بدا فِي خلقه ظاهرا — فِي صورة الآكل والشارب
حتى لقد عاينه خلقه — كلحظة الحاجب بالحاجب

شیخ نے فرمایا اس کے کہنے والے پر خدا کی لعنت۔ عیسیٰ بن بزول نے کہا، یہ اشعار حسین بن منصور کے ہیں، فرمایا، اگر اس کا اعتقاد یہی ہے (جو بظاہر ان اشعار سے مفہوم ہوتا ہے) تو وہ کافر ہے، مگر ان اشعار کا ان کی زبان سے نکلنا پایۂ صحت کو نہیں پہنچا۔ ممکن ہے کسی نے غلط طور پر ان کی طرف منسوب کر دیئے ہوں۔ (بحوالہ تاریخ مدینۃ السلام، الأمام خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص۷۰۸-۷۰۷)

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن

تليد - الحسين

٣٥٣٥ - ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

خطُك؟ فقال: نعم، فقال: تُصوّب مثل هذا الاعتقاد؟ فقال: مالك ولهذا، عليكَ بما نُصِبْتَ له من أخذِ أموال الناس، وظُلمِهم، وقَتْلهم، مالك ولكلام هؤلاء السَّادة. فقال الوزير: فَكُّيه، فضُرِبَ فَكَّاه، فقال أبو العباس: اللهم إنك سَلَّطت هذا عليّ عقوبة لدخولي عليه. فقال الوزير: خفُّهُ يا غُلام، فنَزَع خفَّهُ فقال: دِماغَه، فما زال يضربُ رأسه حتى سال الدم من منْخريه، ثم قال: الحَبْس، فقيل: أيها الوزير يتشوشُ العامةُ لذلك، فحُمِلَ إلى منزِلِهِ. فقال أبو العباس: اللهم اقتلهُ أخبثَ قِتْلة، واقطَع يدَيْه ورِجليه. فمات أبو العباس بعدَ ذلكَ بسبعة أيام، وقُتِلَ حامد بن العباس أفظعَ قِتلة وأوحشها، بعد أن قُطعت يداه ورجلاه، وأُحرِقَ دارُهُ، ، وكانوا يقولون: أدرَكَتهُ دعوةُ أبي العباس بن عطاء.

أخبرنا محمد بن عليّ بن الفَتْح، قال: أخبرنا محمد بن الحُسين النَّيْسابوري، قال: سمعتُ أبا بكر بن غالب يقول: سمعتُ بعض أصحابِنا يقول: لما أرادوا قتل الحُسين بن منصور أحضِرَ لذلك الفُقهاء، والعُلماء، وأخرجوهُ، وقَدَّموه بحَضْرةِ السُّلطان، فسَألوه فقالوا مسألة، فقال: هاتوا. فقالوا له: ما البُرهان؟ فقال: البُرهان شواهد يُلْبِسُها الحقُّ أهلَ الإخلاص، يجذبُ النُّفوسَ إليها جاذبُ القُبول. فقالوا بأجمعهم: هذا كلامُ أهل الزَّندقة! وأشاروا على السُّلطان بقَتْله.

قلت: قد أحالَ هذا الحاكي عن الفُقهاء بأنَّ هذا كلام أهلِ الزَّندقة، وهو رجلٌ مجهول، وقولُه غير مقبول، وإنما أوجبَ الفُقهاء قَتْله بأمر آخر.

حدثني مسعود بن ناصر، قال: أخبرنا محمد بن عبدالله بن باكو الشُّيرازي، قال: سمعتُ عيسى[1] بن بزول القَزْويني، وقد سأل أبا عبدالله بن خَفيف عن معنى هذه الأبيات[2] [من السريع]:

(١) سقطت من م.
(٢) ديوانه ٣٢.

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن

تليد - الحسين

٣٥٣٥ - ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

سُبْحان من أظهرَ ناسوتُهُ   سِرَّ سَنا لاهوتِهِ الثَّاقبِ
ثم بَدَا في خَلْقِه ظاهرًا   في صورة الآكل والشَّاربِ
حتى لقد عاينَهُ خَلْقُهُ   كَلَحْظةِ الحاجب بالحاجبِ

فقال الشيخ: على قائلها لعنةُ الله. فقال عيسى بن بزول: هذا للحُسين ابن منصور. فقال: إن كان هذا اعتقاده فهو كافرٌ. إلاّ أنه لم يَصِح أنه له، ربما يكون مَقولاً عليه.

وقال ابن باكو: سمعتُ أبا القاسم يوسُف بن يعقوب النُّعماني يقول: سمعتُ والدي يقول: سمعتُ أبا بكر محمد بن داود الفقيه الأصبهاني يقول: إنْ كان ما أنزلَ اللهُ على نَبيِّه ﷺ حقًّا، وما جاء به حقٌّ، فما يقول الحَلاَّج باطلٌ. وكان شديدًا عليه.

أخبرنا ابن الفَتْح، قال: أخبرنا محمد بن الحُسين، قال: سمعتُ أبا بكر الشَّاشي يقول: قال أبو الجديد، يعني المصري: لما كان الليلة التي قُتِلَ في صَبيحتِها الحُسين بن منصور قامَ من الليل فصلَّى ما شاءَ اللهُ، فلما كان آخِرُ الليلِ قامَ قائمًا فتغَطَّى بكِسائِهِ، ومدَّ يدَيْه نحو القِبْلة فتكلَّم بكلامٍ جائزِ الحفظِ، وكان مما حفظتُ أن قال: نحنُ شواهدك، فلو دلتنا عزتك، لتبَدَّى ما شئتَ من شأنك ومشيئتكَ، وأنت الذي في السماء إله وفي الأرض إلَه. تتجلَّى لما تشاء مثل تجليك في مَشيئتك كأحسن الصُّورة، والصُّورة فيها الرُّوح الناطقة بالعِلم والبَيان والقُدْرة ثم أوعزتَ إلى شاهِدكَ، الآني[1] في ذاتِكَ الهَوى، كيفَ أنتَ إذا مثلت بذاتي عند عَقِيب كراتي، ودعوتَ إلى ذاتي بذاتي، وأبديت حَقائق عُلومي ومُعجزاتي، صاعدًا في مَعارجي إلى عُروشِ أزليّاتي، عند القول من بَريّاتي؛ إني احتُضِرْتُ وقُتِلتُ، وصُلبتُ، وأُحرِقتُ، واحتملتْ سافياتي الذاريات، ولَجَّجتْ بي[2] الجاريات، وإنَّ ذرةً من ينجوج مكان هاكول

(١) في م: «ثم أوعزت إليَّ شاهدك، لأني»، محرفة من سوء القراءة.
(٢) في م: «ونجحتُ في»، محرفة، أي: خاضت اللُّجة.

جواب:

۱۔ اس روایت کی سند میں بھی وہی ابن باکویہ شیرازی ہے جو محدثین کے نزدیک غیر ثقہ ہے۔ (لسان المیزان: ج۷، ص ۲۵۲)

۲۔ دوسرا راوی عیسیٰ بن بزول قزوینی بھی مجہول ہے۔ کتب اسماء الرجال میں اس کے حالات کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ لہٰذا یہ روایت بھی ضعیف ثابت ہوتی ہے۔

شیخ الاسلام عبداللہ بن المبارک المروزیؒ (متوفی ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں کہ: "الإسناد من الدين، ولولا الإسناد لقال من شاء ماشاء"۔ "سند دین میں سے ہے، اگر سند نہ ہوتی تو جو شخص جو چاہتا کہہ دیتا"۔ (مقدمہ صحیح مسلم ترقیم دارالسلام: ۳۲ وسندہ صحیح)

اگر اس سند کو بھی جرح سے سالم مان لیا جائے تو بھی روایت کے الفاظ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ بن بزول نے حسین بن منصورؒ سے خود یہ اشعار نہیں سنے، بلکہ کسی سے سن کر بیان کیئے اور ابو عبداللہ بن خفیفؒ سے اس کے معنیٰ دریافت کیئے۔ پس ایسی روایت سے حجت قائم کرنا عقل سے بالاتر ہے۔ یہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ ابن منصورؒ کی طرف جو اشعار منسوب کیئے گئے ہیں سب کی نسبت ان کی طرف پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی۔ پس اگر کسی کو ان کے بعض اشعار میں خلجان پیدا ہو تو اس کو شیخ ابو عبداللہ بن خفیف کی طرح یہی سمجھنا چاہیئے کہ شاید کسی نے غلط طور پر ابن منصورؒ کی طرف منسوب کردیئے ہیں۔

ابن منصورؒ کے ماننے والوں میں شیخ عبداللہ بن خفیف بھی ہیں جو ابن منصورؒ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: "حسین بن منصور عالم ربانی ہیں"۔ (تاریخ مدینۃ السلام، الأمام خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص ۶۹۸)

بواسط، وقيل: بتُسْتَر، وقدِمَ بغدادَ، فخالط الصُّوفية، وصَحِبَ من مَشْيَختهم الجُنيد بن محمد، وأبا الحُسين النُّوري، وعَمرو المكي. والصُّوفية مختلفون فيه، فأكثرهم نفى الحلّاج أن يكون منهم، وأبَى أن يَعُدَّه فيهم، وقَبِلَه من مُتقدِّميهم أبو العباس بن عطاء البَغْدادي، ومحمد بن خَفِيف الشِّيرازي، وإبراهيم بن محمد النَّصراباذي النَّيسابوري، وصححوا له حاله، ودَوَّنوا كلامه، حتى قال ابن خفيف: الحُسين بن منصور عالم ربّاني[1].

نواں الزام: مریدوں کا ابن منصور کو خدا کہنا

خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں کہ: "مقتدر باللہ کے زمانے میں حسین بن منصور بغداد میں مقیم ہو کر صوفیہ کی صحبت میں رہے، ان ہی کی طرف اپنے کو منسوب کرتے تھے۔ اس وقت حامد بن العباس وزیر تھا۔ اس کو خبر پہنچی کہ ابن منصور نے محل شاہی کے چشم وخدم وربانوں اور نصر قشوری حاجب کے غلاموں کو یہ پٹی پڑھائی ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرتا ہے، جنات اس کی خدمت کرتے اور جو چاہتا ہے حاضر کرتے ہیں۔ اور یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ اس نے بہت سے پرندے زندہ کیئے ہیں۔ نیز ابو علی اوراجی نے عیسیٰ بن عیسیٰ (وزیر) کو مطلع کیا کہ محمد بن قنائی جو دربار کے منشیوں میں سے ہے حلّاج کی پرستش کرتا اور لوگوں کو اس کی اطاعت کی دعوت

دیتاہے۔ علی بن عیسیٰ نے محمد بن علی قنائی کا گھر ضبط کرنے اور اسے گرفتار کرنے کا حکم دیا، پھر اس سے اقرار کرایا تو اس نے اقرار کیا کہ میں حلّاج کے اصحاب میں سے ہوں، چنانچہ اس کے گھر سے بہت سی کتابیں اور رقعے ضبط کیئے گئے جو حلّاج کے لکھے ہوئے تھے۔ اس وقت حامد بن عباس نے (بواسطہ) مقتدر باللہ سے درخواست کی کہ حلّاج اور اس کے منادیوں کو اس کے سپرد کیا جائے۔ نصر حاجب نے اس بات کو ٹالا اور حلّاج کی طرف سے جواب دہی کی۔ لوگوں میں یہ بات پھیلی ہوئی تھی کہ نصر حاجب حلّاج کی طرف مائل ہے تو اب وزیر حامد نے بلاواسطہ خلیفہ سے درخواست کی، چنانچہ حلّاج کو اسکے حوالہ کیا گیا اور اس نے سختی کے ساتھ اس کی نگہداشت کی۔ ہر روز اس کو اپنی مجلس میں بلاتا اور بیہودہ گفتگو کرتا، تاکہ ابن منصور کی زبان سے (غصہ میں) کوئی ایسی بات نکل جائے جس پر گرفت کرکے اس کے قتل کا راستہ ہموار کرے، مگر حلّاج مجلس میں آکر بجز "أَشْهَدُ أَنّ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ ان محمداً رسول الله" کہنے اور توحید و شرائع اسلام کو ظاہر کرنے کے کچھ نہ کہتا۔ اسی اثناء میں حامد سے کسی مخبر نے کہا کہ بعض لوگ حلّاج کی خدائی کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ وزیر حامد نے ان کو گرفتار کیا اور ان سے گفتگو کی، انہوں نے اقرار کیا کہ ہم حلّاج کے اصحاب اور اس کے منادی ہیں اور یہ بھی کہا کہ ہمارے نزدیک سچ مچ حلّاج خدا ہے، اور مردوں کو زندہ کرتا ہے۔ حلّاج سے اس معاملہ کی تحقیق کی گئی تو اس نے صاف انکار کیا اور ان لوگوں کو جھوٹا بتلایا اور کہا، خدا کی پناہ، میں خدائی یا نبوت کا دعویٰ کیوں کرتا، میں تو اللہ کا ایک بندہ ہوں، اس کی عبادت کرتا اور نماز روزہ اور نیک کام کی کثرت کرتا ہوں۔ اس کے سوا کچھ نہیں جانتا"۔ (بحوالہ تاریخ مدینۃ السلام، الأمام خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص ۷۱۲-۷۱۱)

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء

من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت

الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن

تليد- الحسين

٣٥٣٥- ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

نَفسَكَ إن لم تَشغَلها شَغَلَتكَ. قال: فلما كان من الغد وأُخرِجَ للقتْل، قال: حسبُ الواجد[١] إفراد الواحد له، ثم خرج يتبختر في قَيْده ويقول[٢] [من الهزج]:

نَديمي غيرُ مَنسوبٍ ... إلى شيءٍ من الحَيفِ

سَقاني مِثلَ ما يَشرَ ... بُ فِعلَ الضَّيفِ بالضَّيفِ

فلما دارت الكأسُ ... دعا بالنِّطعِ والسَّيفِ

كَذا من يَشربُ الرّاحَ ... مع التِّنّينِ في الصَّيفِ

ثم قال: ﴿يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا الْحَقُّ﴾ [الشورى ١٨] ثم ما نطقَ بعد ذلك حتى فُعِلَ به ما فُعِل.

أخبرنا ابن الفتح، قال: أخبرنا محمد بن الحُسين، قال: سمعتُ عبدالله ابن عليّ يقول: سمعتُ عيسى القَصّار يقول: آخرُ كلمةٍ تكلّم بها الحُسين بن منصور عند قَتْله وصَلْبه أن قال: حسبُ الواجد إفراد الواحد له. فما سمع بهذه الكلمة أحد من المشايخ إلاّ رَقَّ له واستحسن هذا الكلام منه.

أخبرنا إسماعيل الحِيري، قال: أخبرنا أبو عبدالرحمن السُّلَمي، قال: سمعتُ أبا بكر البَجَلي يقول: سمعتُ أبا الفاتك البَغدادي، وكان صاحبَ الحَلّاج، قال: رأيتُ في النوم بعد ثلاث من قَتلِ الحَلّاج، كأنّي واقفٌ بين يدي ربّي تعالى فأقول: يا ربِّ ما فعل الحُسين بن منصور؟ فقال: كاشفتُهُ بمعنى فدعا الخَلق إلى نفسه، فأنزلتُ به ما رأيتَ.

ذكر أخبار الحَلّاج بعد حصوله في يد حامد بن العباس وشرحها على التَّفصيل إلى حين مَقتَله

قد ذكرنا ما انتهى إلينا من أخبار الحَلّاج المنثورة، وأنا أسوقُ ههنا قصَّتَه ببغداد مُفَصَّلة، وسببَ القَبْض عليه، وشرحَ ما بعد ذلك إلى أن قُتِل:

فبلغنا أنه أقامَ ببغداد في أيام المُقتدر بالله زمانًا يَصحبُ الصُّوفية ويَنتسِبُ

(١) في م: «الواحد» بالحاء المهملة، وما هنا مجود في النسخ.

(٢) وتنسب إلى الحسين بن الضحاك الخليع، وهي في ملحق الديوان ١١٦.

إليهم، والوزير إذ ذاك حامدُ بنُ العباس، فانتهى إليه أنَّ الحَلّاج قد مَوَّه على جماعةٍ من الحَشَم والحُجّاب في دار السُّلطان، وعلى غِلْمان نَصْر القُشُوري الحاجِب وأسبابه، بأنه يُحيي المَوتى، وأنَّ الجِنَّ يَخدمونَهُ ويُحضِرونَ ما يَختارُهُ ويَشْتَهيه، وأظهرَ أنه قد أحيى عدةً من الطَّير، وأظهر أبو عليّ الأوارجي لعليّ ابن عيسى أنَّ محمد بن عليّ القُنّائي، وكان أحدَ الكتاب، يعبدُ الحَلّاج، ويدعو النّاسَ إلى طاعته، فوجَّه عليّ بن عيسى إلى محمد بن عليّ القُنّائي من كَبَس منزِلَه وقبضَ عليه، وقَرَّره عليُّ بن عيسى فأقَرَّ أنه من أصحاب الحَلّاج، وحملَ من داره إلى عليّ بن عيسى دفاترَ ورقاعًا بخط الحَلّاج، فالتمسَ حامد ابن العباس من المُقتدر بالله أن يسلِّم إليه الحَلّاج ومن وُجِدَ من دُعاته، فدفعَ عنه نَصْر الحاجِب، وكان يُذْكَرُ عنه الميل إلى الحَلّاج، فَجَرَّد حامد في المسألة، فأمرَ المُقتدر بالله أن يُدْفعَ إليه، فقبضَهُ واحتفظَ به، وكان يُخرجُه كلَّ يوم إلى مجلسِه ويتسقطه ليتعلق عليه بشيءٍ يكون سبيلًا له إلى قَتْله، فكان الحَلّاج لا يَزيدُ على إظهار الشَّهادَتين والتَّوحيد، وشَرائعِ الإسلام، وكانَ حامدٌ قد سَعَى إليه بقومٍ أنهم يَعتقدون في الحَلّاج الإلهية، فقبضَ حامد عليهم وناظرهم فاعتَرَفوا أنَّهم من أصحاب الحَلّاج ودُعاته، وذَكروا لحامد أنهم قد صحَّ عندهم أنه إلهٌ، وأنه يُحيي المَوتَى، وكاشفوا الحَلّاج بذلك فجَحَده وكَذَّبهم، وقال: أعوذُ بالله أن أدَّعيَ الرُّبوبية، أو النُّبوةَ، وإنما أنا رجلٌ أعبدُ الله، وأُكثِرُ الصَّوم، والصلاة، وفعلَ الخير، ولا أعرفُ غيرَ ذلك[١].

فأخبرني[٢] عليّ بن المُحَسِّن القاضي، عن أبي القاسم إسماعيل بن محمد بن زَنْجي الكاتب، عن أبيه، وهو المعروف بزَنْجي، مما أسوقه من أخبار الحَلّاج إلى حين مَقتله، وكان زنجي يُلازِمُ مجلسَ حامد بن العباس ويرى الحَلّاج، ويسمعُ مناظرات أصحابه، قال زنجي: كان[٣] أول ما انكشفَ

(١) هذا هو آخر المجلد الخامس من النسخة الأزهرية الذي رمزنا له هـ٥.
(٢) في م: «حدثنا»، خطأ.
(٣) سقطت من م، وهي ثابتة في هـ ٦ وغيرها.

٧١٢

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن

تليد - الحسين

٣٥٣٥ - ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

نیز عریب بن سعد قرطبی نے لکھا ہے کہ: "بعض لوگوں نے سمری اور بعض منشیانِ دربار کے متعلق مخبری کی کہ یہ لوگ حلّاج کو خدا کہتے ہیں، اور ایک ہاشمی کی نسبت بھی مخبری کی کہ وہ اپنے کو حلّاج کا نبی کہتا ہے۔ حامد نے ان لوگوں سے گفتگو کی تو انہوں نے حلّاج کی خدائی کا اقرار کیا۔ جب خود حلّاج سے اس کی تحقیق کی گئی تو اس نے دعویٰ خدائی سے انکار کیا اور ان لوگوں کی تکذیب کی، اور کہا خدا کی پناہ! حاشا و کلام، میں اور خدائی یا نبوت کا دعویٰ کروں، میں تو ایک (معمولی) آدمی ہوں، اللہ کی عبادت کرتا ہوں نماز روزہ اور اعمال خیر کی کثرت کرتا ہوں۔ اس کے سوا (میرا) کچھ کام نہیں۔ اس کے بعد حامد نے قاضی ابو عمر اور قاضی ابو جعفر ابن بہلول اور فقہائے عظام کی ایک جماعت کو بلا کر ان سے ابن منصور کی بابت استفتاء کیا۔ ان حضرات نے فرمایا کہ وہ اس کے قتل کا فتویٰ اس وقت تک نہیں دے سکتے جب تک کہ ان کے سامنے کوئی ایسی بات ثابت نہ ہو جو اس پر قتل کو واجب کر دے اور دوسروں نے اس کے متعلق جو کچھ دعویٰ کیا ہے وہ اس پر حجت نہیں۔ جب تک دلیل سے اسکے منہ پر ثابت نہ کیا جائے، یا وہ خود اقرار کرے۔ پس سب سے پہلے جس شخص نے حلّاج کی حالت کو ظاہر کیا، بصرہ کا ایک شخص تھا (مگر اس کا نام و نشان کچھ نہیں محض مجہول ہے) اس نے اپنے کو حلّاج کا خیر خواہ ظاہر کیا (گویا سرکاری گواہ بن گیا) اور کہا میں اس کے اصحاب کو پہچانتا ہوں، جو مختلف شہروں میں پھیلے ہوئے اور اس کی طرف سے لوگوں کو دعوت دیتے ہیں۔ میں نے بھی اس کی بات کو مان لیا تھا، پھر مجھے اس کی فریب کاری معلوم ہو گئی تو اس کی جماعت سے علیحدہ ہو گیا اور اس کی حقیقت منکشف ہو جانے پر اللہ کا شکر ادا کیا (نقلیں پڑھیں) ابو علی ہارون بن عبد العزیز اوراجی دربار کا منشی اس کو مانتا ہے اس نے ایک کتاب بھی لکھی ہے جس میں حلّاج کے خوارق اور حیلوں کو جمع کیا ہے اور وہ اس کی جماعت کے پاس موجود ہے۔ حلّاج اس وقت بادشاہی محل میں نظر بند تھا،

ہر شخص کو اس سے ملنے کی اجازت تھی۔ نصر حاجب اس کا نگہبان تھا۔ اور وہ بھی اس کے پھندے میں پھنس گیا تھا۔ خدام شاہی میں اس کا ذکر عظمت کے ساتھ ہوتا تھا۔ مقتدر نے اس کو علی بن عیسیٰ کے حوالہ کیا کہ اس سے گفتگو کرکے معاملہ کی تحقیق کرے، چنانچہ علی بن عیسیٰ نے اپنی مجلس میں اسے طلب کیا اور سختی کے ساتھ گفتگو کی۔ کہا جاتا ہے کہ اس وقت ابن منصور نے علی بن عیسیٰ سے آہستہ کہا کہ بس جس حد تک تم پہنچ چکے اس سے آگے نہ بڑھو، ورنہ تیرے اوپر زمین (کا تختہ) الٹ دونگا۔ نیز اس قسم کی اور کچھ بات کہی تو علی بن عیسیٰ اس کے ساتھ گفتگو کرنے سے ڈر گیا اور اس معاملہ سے الگ ہو گیا تو اس کو حامد بن العباس کے سپرد کیا گیا۔ اس نے سمری کی بیٹی کو حلّاج کے پاس بھیجا وہ محل شاہی میں مدت تک اس کے پاس رہی پھر اس لڑکی کو حامد کے پاس بھیجا گیا تاکہ اس کے سامنے جو حالات وواقعات پیش آئے ہوں ان کو معلوم کیا جائے۔ (تاریخ الطبری، الأبي جعفر محمد بن جریز الطبری: ج ۱۱، ص ۸۰-۷۹)

سنة ۳۰۹ ۷۹

خف من أمتعته ، وأحرق الباق بالنار ، وأخذ على طريق قليلة الماء ، فهلك كثير من رجاله عطشاً . بعد ضربه ألف سوط ، وقطع يديه ورجليه . وكان الحلاج هذا رجلا

ذكر خبر الحسين بن منصور الحلاج

وفي[1] هذه السنة أُنهِيَ إلى المقتدر خبر الحسين بن منصور الحلاج ، فأمر بقتله وإحراقه بالنار.

وفيها اشتهر أمرُ الحلاّج واسمه الحسين بن منصور حتى قُتِل وأُحرق .

وانتهى إلى حامد بن العبّاس في أيام وزارته أنه قد موَّه على جماعة من الحشم والحجاب ، وعلى غلمان نصر الحاجب وأسبابه وأنه يحيي الموتى ، وأنّ الجنَّ يخدمونه فيُحْضِرون له ما يشتهيه ، وأنه يعمل ما أحبّ من معجزات الأنبياء . وادّعى جماعة أن نَصْرًا مال إليه ، وسعى قوم بالسَّمَرى وببعض الكتاب وبرجل هاشمى ، أنه نبيّ الحلاّج ، وأن الحلاّج إله – عز الله وتعالى عما يقول الظالمون علوًّا كبيراً – فقبض عليهم وناظرهم حامدٌ فاعترفوا بأنّهم يدعون إليه ، وأنه قد صحّ عندهم أنه إله يحيي الموتى ، وكاشفوا الحلاّج بذلك فجحده وكذّبهم ، وقال : أعوذ بالله أن أدّعيَ الرّبوبية أو النبوّة ، وإنما أنا رجل أعبد الله عز وجل ، وأُكثر الصوم والصلاة وفعل الخير ، لا غير .

واستحضر حامد بن العباس أبا عمر القاضى وأبا جعفر بن البُهلول القاضى وجماعة من وجوه الفقهاء والشهود ، واستفتاهم في أمره ، فذكروا أنّهم لا يُفتون في قتله بشيء ، إلى أن يصحّ عندهم ما يوجب عليه القتل ، وأنه لا يجوز قبول قَوْل مَن ادّعى عليه ما ادّعاه ، وإن واجهَه إلا بدليل أو إقرار ، فكان أوّل مَنْ كشف أمرَه رجل من أهل البصرة ، تنصّح فيه ، وذكر أنه يعرف أصحابه وأنهم متفرقون في البلدان ، يدعون

(۱) وردت هذه الحواشى في طبعة أوربا ، فأثبتها هنا بعد أن قابلتها على تجارب الأمم لابن مسكويه ۱ : ۸٦ (حوادث سنة ۳۰۹) وغيره .

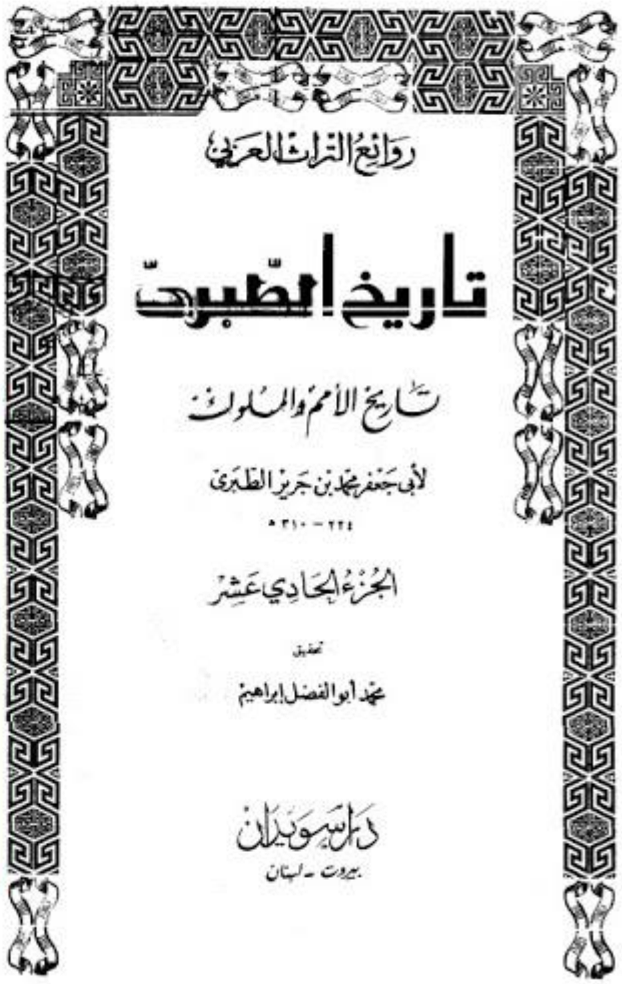

روائع التراث العربي

تاريخ الطبري

تاريخ الأمم والملوك

لأبي جعفر محمد بن جرير الطبري

۲۲٤ - ۳۱۰ هـ

الجزء الحادي عشر

تحقيق

محمد أبو الفضل إبراهيم

دار سويدان

بيروت - لبنان

غويًا خبيثًا ، يتنقّل في البلدان ، ويموّه على الجهال ، ويُرى قوماً أنه يدعو إلى الرضا إليه ، وأنه كان ممّن استجاب إليه ، ثم تبيّن مخرقته ففارقه وخرج من جملته، وتقرّب إلى الله عز وجل بكشف أمره ، واجتمع معه على هذه الحال أبو عليّ هارون بن عبد العزيز الأوارجيّ الكاتب الأنباريّ ، وقد كان عمل كتاباً ذكر فيه مخاريق الحلاج وحِيَلِه ، وهو موجود في أيدي جماعة ، والحلّاج حينئذ مقيم في دار السلطان موسّع عليه، مأذون لمن يدخل إليه ، وهو عند نصر الحاجب. وللحلاج اسمان أحدهما الحسين بن منصور والآخر محمد بن أحمد الفارسيّ ، وكان استهوى نصراً وجاز عليه تمويهُه ، وانتشر له ذكر عظيم في الحاشية ، فبعث به المقتدر إلى عليّ بن عيسى ليناظره ، فأحضر مجلسه وخاطبه خطاباً فيه غلظة ، فحُكي أنه تقدّم إليه ، وقال له فيما بينه وبينه : قِفْ حيث انتهيتَ ، ولا ترد عليه شيئاً ، وإلا قلبْتُ عليك الأرض ، وكلاماً في هذا المعنى ، فتهيّب عليّ بن عيسى مناظرته ، واستعفى منه ، ونُقل حينئذ إلى حامد بن العباس. وكانت بنت السَّمَريّ صاحب الحلّاج قد أدخلت إلى الحلّاج ، وأقامت عنده في دار السلطان مدة ، وبعث بها إلى حامد بن العباس ليسألها عمّا وقفتْ عليه من أخباره ، وشاهدته من أحواله .

فذكر أبو القاسم بن زنجيّ أنه حضر دخول هذه المرأة إلى حامد بن العباس وأنه حضر ذلك المجلس أبو علي أحمد بن نصر البازيارُ من قِبَل أبي القاسم بن الحوّاري ليسمع ما تحكيه ، فسألها حامد عمّا تعرفه من أمر الحلّاج ، فذكرت أن أباها السمريّ حملها إليه ، وأنها لما دخلت إليه وهب لها أشياء كثيرة عدّدَتْ أصنافها .

قال أبو القاسم : وهذه المرأة كانتْ حسنة العبارة ، عذبة الألفاظ ، مقبولة الصورة ، فكان مما أخبرت عنه أنه قال لها : إني قد زوّجتكِ سليمان ابني، وهو أعزّ أولادي عليّ ، وهو مقيم بنيسابور ، وليس يخلو أن يقع بين المرأة والزوج كلام ، أو تنكر منه حالا من الأحوال ، وأنتِ تحصُلين عنده ، وقد وصّيته بك ، فإن جرى منه شيء تُنكرينه فصومي يومك ، واصعدي آخر النهار إلى السطح وقومي على الرّماد والملح الجريش ، واجعلي فِطْرَكِ عليهما ، واستقبليني بوجهك ، واذكري لي ما تنكرينه منه ، فإني أسمع وأرى .

من آل محمد ، ويُظهر أنه سنّي لمن كان من أهل السنّة ، وشيعي لمن كان مذهبه التشيّع

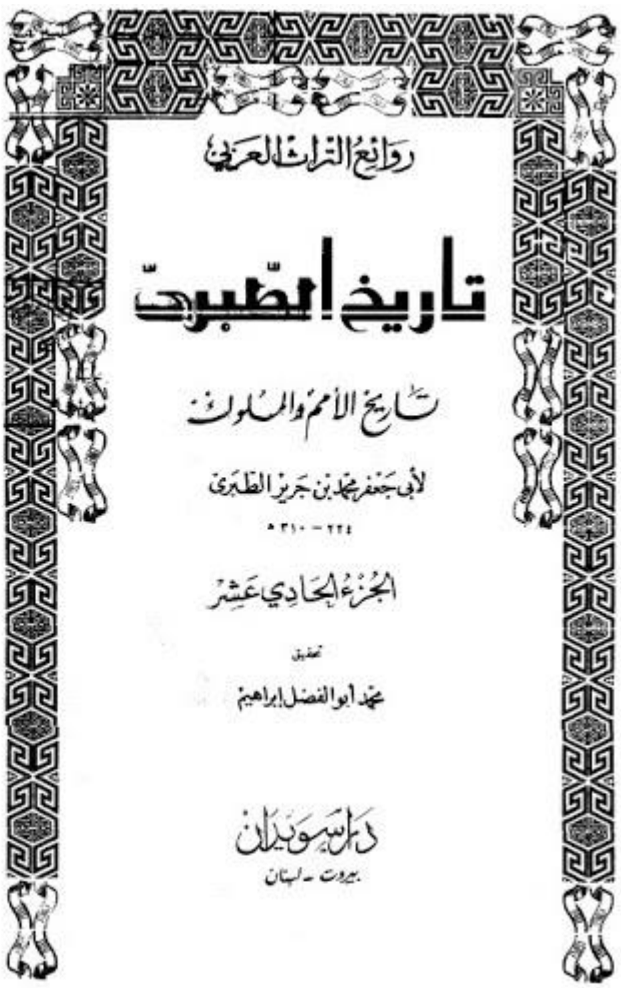
روائع التراث العربي
تاريخ الطبري
تاريخ الأمم والملوك
لأبي جعفر محمد بن جرير الطبري
٢٢٤ - ٣١٠ هـ
الجزء الحادي عشر
تحقيق
محمد أبو الفضل إبراهيم
دار سويدان
بيروت - لبنان

جواب:

تاریخ بغداد اور تاریخ طبری کی مندرجہ بالا دونوں روایات سے یہ بات واضح طور پر سمجھی جاسکتی ہے کہ وزیر حامد العباس جب مختلف حیلوں بہانوں اور اصحاب حلّاج سے جھوٹی گواہیاں دلوانے کے باوجود بھی قاضی ابوعمر، قاضی ابوجعفر ابن بہلول اور فقہائے عظام سے جواز قتل کا فتویٰ حاصل نہ کر سکا تو پھر اس نے بصرہ کے ایک گم نام (مجہول) شخص کو سرکاری گواہ بنالیا لیکن جب اتناسب کچھ کرنے کے باوجود بھی وزیر حامد اپنے ناپاک مقاصد میں کامیاب نہ ہو سکا تو پھر اس نے حلّاج کے مرید کی بیٹی بنت سمری کو حلّاج کے پاس بھیجا جو محل شاہی میں مدت تک ان کے پاس رہی پھر اس لڑکی کو حامد کے پاس بھیجا گیا تاکہ اس کے سامنے جو حالات وواقعات پیش آئے ہوں ان کو معلوم کیا جائے۔ واہ سبحان اللہ کیسے کیسے گواہ منتخب کیئے گئے اور کس طرح سے خلاف شریعت نامحرم لڑکی کو ابن منصورؒ کے پاس تنہائی میں رکھا گیا۔ وہ غریب تو قید میں مجبور تھے کیونکہ محل شاہی سے کسی کو نکالنے کی انہیں قدرت نہ تھی مگر دوسرے تو مجبور نہ تھے۔ پھر بھی باوجود اس قدر کوششوں کے ابن منصورؒ کی عفت وپاکدامنی پر حرف لگانے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی جس سے ان کا بدرجہ غایت متقی ہونا واضح ہے۔

ان روایات سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ ابن منصورؒ نے کس طرح خدائی و نبوت کے دعوے کے اس الزام کا انکار کیا اور اللہ کا بندہ ہونے کا اقرار کیا اور ساتھ ہی اپنے آپ کو نماز، روزہ و اعمال خیر کی کثرت کا پابند بتایا۔ یہی وجہ تھی کہ قاضی ابوعمر، قاضی ابوجعفر اور دیگر فقہائے عظام نے فرمایا کہ ”وہ اس وقت تک حلّاج کے قتل کا فتویٰ نہیں دے سکتے جب تک کوئی ایسی بات ثابت نہ ہو جائے جو ان کے قتل کو واجب کردے اور دوسروں نے ان کے متعلق جو کچھ دعویٰ کیا ہے وہ اس پر حجت نہیں جب تک دلیل سے اس کے منہ پر ثابت نہ کیا جائے“۔

”ابو القاسم بن زنجی کا بیان ہے کہ جس وقت بنت سمری حامد العباس کے پاس آئی ہے میں بھی مجلس میں حاضر تھا اور ابو علی احمد بن نصر بھی موجود تھا۔ یہ لڑکی فصیح گفتار، شیریں بیان اور قبول صورت تھی۔ اس لڑکی نے بیان کیا کہ حلّاج نے مجھ سے کہا کہ میں نے تیرا نکاح اپنے بیٹے سلیمان سے جو تمام اولاد میں مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے اور نیشاپور میں مقیم ہے کر دیا ہے اور یہ بھی کہا کہ میاں بیوی میں کبھی نہ کبھی کوئی بات ہو جاتی ہے، یا کوئی ناگوار واقعہ پیش آجاتا ہے۔ تو عنقریب اس کے پاس پہنچے گی اور میں نے تیرے متعلق اس کو وصیت کر دی ہے۔ اگر تجھے اس کے ساتھ کوئی ناگوار بات پیش آئے تو اس دن روزہ رکھنا اور دن کے آخری حصہ میں چھت پر جا کر راکھ پر کھڑی ہونا اور خالص نمک سے روزہ افطار کر کے میری طرف متوجہ ہونا اور جو ناگواری پیش آئی ہو اس کا ذکر کرنا میں اس کو سنوں گا اور تجھے دیکھوں گا“۔ (تاریخ الطبری، الأبی جعفر محمد بن جریز الطبری: ج ۱۱، ص ۸۰)

سنة ٣٠٩ — ٨٠

غويًا خبيثًا ، يتنقّل في البلدان ، ويموّه على الجهال ، ويُرى قومًا أنه يدعو إلى الرضا إليه ، وأنه كان ممّن استجاب إليه ، ثم تبيّن مخرقته ففارقه وخرج من جملته، وتقرّب إلى الله عز وجل بكشف أمره ، واجتمع معه على هذه الحال أبو عليّ هارون بن عبد العزيز الأوارجيّ الكاتب الأنباريّ ، وقد كان عمل كتابًا ذكر فيه مخاريق الحلاج وحِيَلِه ، وهو موجود في أيدي جماعة ، والحلاج حينئذ مقيم في دار السلطان موسّع عليه، مأذون لمن يدخل إليه ، وهو عند نصر الحاجب. وللحلاج اسمان أحدهما الحسين بن منصور والآخر محمد بن أحمد الفارسيّ ، وكان استهوى نصرًا وجاز عليه تمويهه ، وانتشر له ذكر عظيم في الحاشية ، فبعث به المقتدر إلى عليّ بن عيسى ليناظره ، فأحضر مجلسه وخاطبه خطابًا فيه غلظة ، فحكى أنه تقدّم إليه ، وقال له فيما بينه وبينه : قِفْ حيث انتهيتَ ، ولا تزد عليه شيئًا ، وإلا قلبْتُ عليك الأرض ، وكلامًا في هذا المعنى ، فتهيّب عليّ بن عيسى مناظرته ، واستعفى منه ، ونُقل حينئذ إلى حامد بن العباس. وكانت بنت السّمَريّ صاحب الحلاج قد أدخلت إلى الحلاج ، وأقامت عنده في دار السلطان مدة ، وبعث بها إلى حامد بن العباس ليسألها عمّا وقفتْ عليه من أخباره ، وشاهدته من أحواله .

فذكر أبو القاسم بن زنجيّ أنه حضر دخول هذه المرأة إلى حامد بن العباس وأنه حضر ذلك المجلس أبو علي أحمد بن نصر البازيارُ من قبل أبي القاسم بن الحوّاري ليسمع ما تحكيه ، فسألها حامد عمّا تعرفه من أمر الحلاّج ، فذكرت أن أباها السمريّ حملها إليه ، وأنها لما دخلت إليه وهب لها أشياء كثيرة عدّدَتْ أصنافها .

قال أبو القاسم : وهذه المرأة كانتْ حسنة العبارة ، عذبة الألفاظ ، مقبولة الصورة ، فكان مما أخبرت عنه أنه قال لها : إني قد زوّجتكِ سليمان ابني، وهو أعزّ أولادي عليّ ، وهو مقيم بنيسابور ، وليس يخلو أن يقع بين المرأة والزوج كلام ، أو تنكر منه حالا من الأحوال ، وأنتِ تحصُلين عنده ، وقد وصّيته بك ، فإن جرى منه شيء تُنكرينه فصومي يومك ، واصعدي آخر النهار إلى السطح وقومي على الرّماد والملح الجريش ، واجعلي فِطرَك عليهما ، واستقبليني بوجهك ، واذكري لي ما تنكرينه منه ، فإني أسمع وأرى .

من آل محمد ، ويُظهر أنه سنّي لمن كان من أهل السنّة ، وشيعي لمن كان مذهبه التشيّع

پہلی بات تو یہ ہے کہ اس روایت کا راوی ابو القاسم بن زنجی مجہول ہے جسکے ثقہ یا غیر ثقہ ہونے کا کچھ علم نہیں اور یہ شخص وزیر حامد العباس کے درباریوں میں سے ہے، لہٰذا اس کی بات تو ویسے بھی قابل قبول نہیں ہونی چاہیئے۔ دوسری بات یہ کہ اس روایت سے بھی کوئی ایسی بات معلوم نہیں ہوتی جس سے ابن منصورؒ کا کافر وزندیق ہونا ثابت ہوتا ہو۔ تیسری بات یہ کہ بنت سمری (نامحرم لڑکی) کو ابن منصورؒ کے پاس تنہائی میں رکھنے کا کیا جواز بنتا تھا۔ کیا یہ غیر شرعی کام نہیں؟ ان باتوں سے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وزیر حامد العباس ابن منصورؒ کی عفت و پاکدامنی پر حرف لگانا چاہتا تھا تا کہ ان کے خلاف کوئی ثبوت حاصل کر کے قتل کا جواز پیدا کر سکے۔

دسواں الزام: بنت سمری کا ابن منصورؒ کی طرف ایک کلمہ کفر منسوب کرنا

"بنت سمری نے کہا کہ ایک دن صبح کے وقت میں چھت سے اتر رہی تھی، حلّاج کی لڑکی میرے ساتھ تھی اور وہ مکان کے صحن میں تھے۔ جب ہم زینے میں اس جگہ پہنچے جہاں سے وہ ہم کو دیکھتے اور ہم ان کو دیکھتے تھے تو ان کی لڑکی نے مجھ سے کہا۔ ان کے آگے سجدہ کرو۔ میں نے کہا، کیا اللہ کے سوا بھی کسی کو سجدہ کیا جاسکتا ہے؟ میرا یہ جواب حلّاج نے سن لیا، تو کہا! نعم إله فِي السماء، وإله فِي الأرض لَّا إِلَهَ إِلَّا الله وحده (ترجمہ: ہاں آسمان میں بھی معبود ہے، زمین میں بھی معبود ہے، اللہ وحدہ کے سوا کوئی معبود نہیں)"۔ (تاریخ الطبری، الأبی جعفر محمد بن جریز الطبری: ج۱۱، ص۸۱)

"بنت سمری نے یہ بھی کہا کہ ابن منصور نے ایک دن مجھے بلایا اور اپنا ہاتھ آستین کے اندر ڈال کر نکالا تو وہ مشک سے بھرا ہوا تھا، وہ مشک مجھے دی، دوبارہ پھر آستین میں ہاتھ ڈالا اور مشک سے بھرا ہوا نکالا، وہ بھی مجھے دی۔ اسی طرح چند بار کیا اور کہا اس کو اپنی خوشبو میں ڈال لے، کیونکہ عورت جب مرد کے پاس پہنچتی ہے تو اسے خوشبو کی حاجت ہوتی ہے۔ پھر ایک دن وہ اپنے کمرہ میں بوریوں پر بیٹھے تھے، مجھے بلایا اور کہا! فلاں جگہ سے بوریہ اٹھاؤ اور اسکے نیچے سے جتنا چاہو لے لو۔ میں نے اس جگہ سے بوریہ اٹھایا تو اس کے نیچے تمام گھر میں دینار بچھے ہوئے دیکھے جس سے میری آنکھوں میں چکا چوند ہونے لگی"۔ (بحوالہ تاریخ الطبری، الأبی جعفر محمد بن جریز الطبری: ج۱۱، ص۸۱)

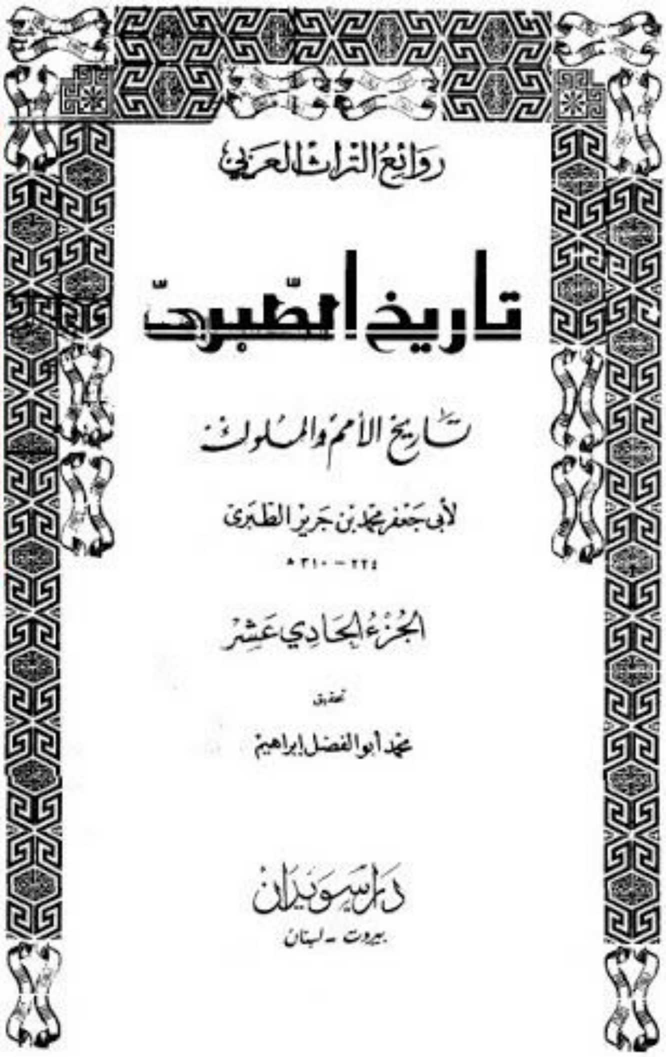

سنة ٣٠٩ — ٨١

من آل محمد ، ويُظهر أنه سنّى لمن كان من أهل السنّة ، وشيعى لمن كان مذهبه التشيّع ،

قالت: وأصبحتُ يوماً وأنا أنزل من السطح إلى الدار ، ومعى ابنته ، وكان قد نزل هو ، فلمّا صرنا على الدَّرَج بحيث يرانا ونراه قالت لى ابنته : اسجدى له فقلت : أو يسجد أحد لغير الله ! قالت : فسمع كلامى لها فقال : نعم إله فى السماء وإله فى الأرض ، لا إله إلا الله وحده .

قالت: ودعانى إليه يوماً وأدخل يده فى كمه وأخرجها مملوءة مسكاً ، ودفعه إلىّ ثم أعادها ثانية إلى كمه وأخرجها مملوءة مسكاً ، ودفعه إلىّ ، وفعل ذلك مرات ثم قال : اجعلى هذا فى طيبك فإنّ المرأة إذا حصلت عند الرجال ، احتاجت إلى الطِّيب .

قالت : ثم دعانى وهو جالس فى بيت ، على بوارىّ ، فقال : ارفعى جانب البارية(١) من ذلك الموضع ، وخذى مما تحته ما أردت، وأومى إلى زاوية البيت ، فجئت إليها ، ورفعتُ البارية فوجدتُ تحتها الدنانير مفروشة ملء البيت ، فبهرنى ما رأيتُ من ذلك .

فأقيمت المرأة ، وحصلت فى دار حامد إلى أن قُتِل الحلّاج ، وجدَّ حامد فى طلب أصحاب الحلاج ، وأذكَى العيون عليهم ، وحصل فى يده منهم حيدرة والسّمَرى ومحمد بن على القُنّائى والمعروف بأبى المُغيث الهاشمى . واستتر ابنُ حماد وكُبِس دار لـه ، فأخذت منـه دفاتر كثيرة ، وكذلك من منزل القنّائى فكانت مكتوبة فى ورق صينىّ وبعضها مكتوب بماء الذهب مبطّنة بالدّيباج والحرير ، مجلّدة بالأدَم الجيّد . ووجد فى أسماء أصحابه ابن بشر وشاكر(٢) . فسأل حامد : مَنْ حصل فى يده من أصحاب الحلاج عنهما ؟ فذكروا أنهما داعيان له بخراسان .

قال أبو القاسم بن زنجى : فكتبنا فى حملهما إلى الحضرة أكثر من عشرين كتاباً ، فلم يَرِد جوابُ أكثرها . وقيل فيما أجيب عنه منها: إنهما يطلبان، ومتى حصلا حُملا ، ولم يُحملا إلى هذه الغاية . وكان فى الكتب الموجودة له عجائب من مكاتبات أصحابه النافذين إلى النواحى ، وتوصيته إياهم بما يدْعون إليه الناس ، وما يأمرهم

(١) البارية : نوع من الحصر .
(٢) شاكر الصيرفى خادم الحلاج .

جواب:

اس روایت میں بنت سمری منفرد (اکیلی) بھی ہے اور مجہول بھی جس کے حالات کا کچھ پتہ نہیں کہ وہ ثقہ ہے یا غیر ثقہ لہٰذا بنت سمری کی روایت پر نہ اعتماد کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کی روایت سے ابن منصورؒ پر کوئی الزام قائم ہو سکتا ہے۔ پھر ایک عورت کے بیان سے کوئی حجت قائم نہیں ہو سکتی۔ دوسری بات یہ کہ اگر بنت سمری کی پہلی روایت کو سچ مان لیا جائے تو پھر اس کی دوسری روایت کو بھی سچ ماننا پڑے گا جس سے ابن منصورؒ کے صاحبِ کرامت ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

تیسری بات یہ کہ ابن منصورؒ کے کلام میں اگر "لَّا إِلَٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وحده" کے الفاظ نہ ہوتے تو واقعی یہ کلمۂ کفر تھا، مگر آخری جملہ نے واضح کر دیا کہ یہ کلمۂ کفر نہیں بلکہ کلمۂ توحید ہے۔ لہٰذا پہلے جملے کے معنیٰ بالکل ایسے ہیں جیسے قرآن کریم کی اس آیت میں ہے: "وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَاوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ"۔ "اور وہی ہے اللہ آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی"۔ [سورۃ الانعام:٣]

گیارہواں الزام: ابو بکر صولی کا بیان

"ابو بکر صولی کہتا ہے کہ میں نے حلّاج کو دیکھا ہے اس کی مجلس میں بیٹھا ہوں۔ میری رائے میں وہ جاہل تھا مگر عاقل بنتا تھا، گفتگو سے عاجز تھا مگر یہ تکلف فصیح بنتا تھا، فاسق تھا جاہل بنتا تھا، ظاہر میں عابد صوفی تھا مگر جب کسی شہر کے آدمیوں کو اعتزال کی طرف مائل دیکھتا معتزل بن جاتا۔ یا امامیہ کے مذہب پر پاتا تو امامیہ بن جاتا اور ان سے کہتا کہ مجھے تمہارے امام کی خبر ہے۔ اور جس بستی کو اہل سنت کے طریقہ پر دیکھتا وہاں سنی بن جاتا اور اس کی حرکتیں خفیف تھیں فتنہ پرواز تھا علم طب بھی کچھ جانتا اور کیمیا کا بھی تجربہ رکھتا تھا اور باوجود جہل کے خبیث تھا شہر و شہر گھومتا تھا"۔ (بحوالہ تاریخ الطبری، الأبي جعفر محمد بن جریز الطبری: ج ١١، ص ٩٠)

٩٠ سنة ٣٠٩

وكتب بقصته وما ثبت عنده فى أمره ، فأحضره علىّ بن عيسى أيام وزارته فى سنة إحدى وثلثمائة ، وأحضر الفقهاء ، ونوظر فأسقط فى لفظه ، ولم يحسن من القرآن شيئاً

والعمامة ، ويمشى بالقباء على زىّ الجند ، وطاف البلاد ، وقصد الهند وخُراسان وما وراء النهر وتركستان ، وكان أقوامٌ يكاتبونه بالمغيث ، وأقوام بالمقيت ، وتسمية أقوام : المصطلم وأقوام : المجبر . وحجّ وجاور ، ثم جاء إلى بغداد فاقتنى العقار ، وبنى داراً .

واختلف الناس فيه ، فقوم يقولون إنّه ساحر ، وقوم يقولون : له كرامات ، وقوم يقولون : منمّس .

قال أبو بكر الصولىّ : قد رأيت الحلاّج وجالسته ، فرأيت جاهلا يتعاقل ، وغبيًّا يتبالغ ، وفاجراً يتزهّد ، وكان ظاهره أنه ناسك صوفىٌّ ، فإذا علم أن أهل بلدة يرون الاعتزال ، صار معتزليًّا، أو يرون الإمامة صار إماميًّا ، وأراهم أن عنده علماً بإمامهم ، أو رأىَ أهل السنة صار سنّيا ، وكان خفيفَ الحركة ، مفتنًا ، قد عالج الطب ، وجرّب الكيميا ، وكان مع جهلِه خبيثاً ، وكان ينتقل فى البلدان .

أنبأنا عبد الرحمن بن محمد القزاز ، أنبأنا أحمد بن علىّ الحافظ ، حدثنى أبو سعيد السّجزى ، أخبرنا محمد بن عبد الله الشيرازىّ ، قال : سمعت أبا الحسن ابن أبى بُوَيه يقول : سمعت علىّ بن أحمد الحاسب ، يقول : سمعت والدى يقول : وجّهنى المعتضد إلى الهند ، وكان معى فى السفينة رجل يدعى بالحسين بن منصور ، فلمّا خرجنا من المركب ، قلت له : فى أىّ شىء جئت إلى هاهنا ؟ قال : لأتعلّم السحر ، وأدعوَ الخلق إلى الله تعالى .

أخبرنا القزّاز ، أنبأنا أحمد بن علىّ ، أخبرنا علىّ بن أبى علىّ ، عن أبى الحسن أحمد ابن يوسف ، قال : كان الحلاّج يدعو كلّ وقت إلى شىء على حسب ما يستنكه طائفة طائفة .

وأخبرنى جماعة من أصحابه أنه لما افتتن الناس بالأهواز وكُورها بالحلاج ، وما يخرجه لهم من الأطعمة والأشربة فى غير حينها ، والدراهم التى سمّاها دراهم القدرة ، محدّث أبو علىّ الجبّائى فقال لهم : هذه الأشياء محفوظة فى منازل تمكن الحيل فيها ، ولكن أدخلوه بيتاً من بيوتكم لا من منزله ، وكلّفوه أن يخرج منه جرزتين شوكاً ، فإن فعل

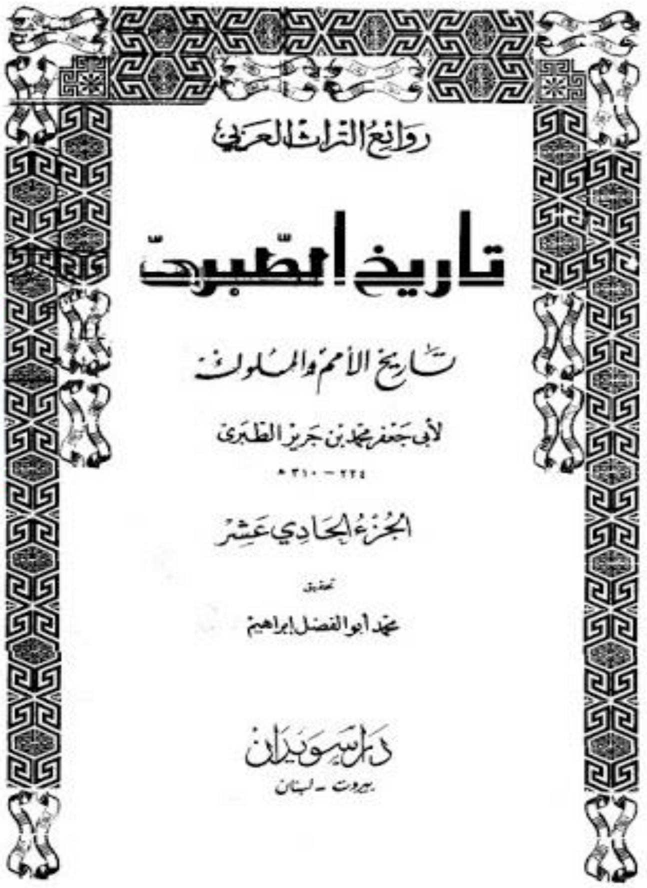

جواب:

ابو بکر صولی کا بیان ہر گز قابل قبول نہیں کیونکہ یہ کذاب راوی ہے۔ ابو بکر صولی کے بارے میں ابن سمعانی نے ابن مندہ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ اس نے ابو القاسم سے سنا، اس نے ابو الحسین بن فارس سے سنا، اس نے ابو احمد بن ابی العشار سے سنا، کہ ابو احمد عسکری صولی پر جھوٹ بولتا ہے جیسا صولی غلابی پر جھوٹ بولتا تھا، جیسا غلابی سب لوگوں پر جھوٹ بولتا تھا۔ (لسان المیزان: ج۷، ص۵۸۴)

قال الإمام علي بن المديني: معرفة الرجال نصف العلم

لسان الميزان

للإمام الحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني

ولد سنة ٧٧٣، وتوفي سنة ٨٥٢ رحمه الله تعالى

اعتنى به الشيخ العلامة

عبد الفتاح أبو غدة

ولد سنة ١٣٣٦، وتوفي سنة ١٤١٧ رحمه الله تعالى

اعتنى بإخراجه وطباعته

سلمان عبد الفتاح أبو غدة

الجزء السابع

مكتب المطبوعات الإسلامية

٥٨٤

٧٥٥٦ ـ ز ـ محمد بن يحيى بن عبد الله بن العباس بن محمد بن صُوْل، أبو بكر الصُّولي الأديبُ المشهور. ذكره الخطيب فقال: كان أحد العلماء بفنون الآداب، حسن المعرفة بأخبار الملوك، والخلفاء، والأشراف، والشعراء.

حدث عن أبي داود السجستاني، وأبوَيْ العباس ثعلب والمبرد، والكُدَيمي، والغَلاَبي، وأبي العيناء، / ومعاذ بن المثنى، وجماعة. [٥:٤٢٨]

وذكر ابن السمعاني في ترجمة يحيى بن عبد الوهاب بن منده من «ذيل بغداد» عن يحيى: سمعت عمي أبا القاسم يقول: سمعت أبا الحسين بن...[1] يقول: سمعت أبا أحمد بن أبي...[2] يقول: أبو أحمد العسكري يكذب على الصولي، مثل ما كان الصولي يكذب على الغَلاَبي مثل ما كان الغلابي يكذب على سائر الناس.

قلت: وقد وصفه الخطيب بالقبول فقال في بقية ترجمته: كان واسع الرواية، حسن الحفظ للأدب، حاذقاً بتصنيف الكتب، ووَضْع الأشياء مواضعها، إلى أن قال: وكان حسن الاعتقاد، جميل الطريق، مقبول القول. مات سنة خمس وثلاثين وثلاث مئة.

٧٥٥٦ ـ معجم الشعراء ٤٣١، فهرست النديم ١٦٧، تاريخ جرجان ٤٢٦، تاريخ بغداد ٣:٤٢٧، الموضح ٢:٣٨٩، الأنساب ٨:٣٤٨، المنتظم ٦:٣٥٩، معجم الأدباء ٦:٢٦٧٧، وفيات الأعيان ٤:٣٥٦، السير ١٥:٣٠١، تاريخ الإسلام ١٣٠ سنة ٣٣٥، العبر ٢:٢٤٧، الوافي بالوفيات ٥:١٩٠، مرآة الجنان ٢:٣١٩، المقفى الكبير ٧:٤٣٣، شذرات الذهب ٢:٣٣٩.

(١) بياض في ص. وفي ط أ: «بن فارس».

(٢) بياض في ص. وفي ط: «العشار» والكلمة غير واضحة في أ ل وصورتها هكذا: «العنان».

شیخ الاسلام عبد اللہ بن المبارک المروزیؒ (متوفی ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں کہ: "الإسناد من الدين، ولولا الإسناد لقال من شاء ماشاء"۔ "سند دین میں سے ہے، اگر سند نہ ہوتی تو جو شخص جو چاہتا کہہ دیتا"۔ (مقدمہ صحیح مسلم ترقیم دارالسلام: ۳۲ وسندہ صحیح)

ابو احمد بن ابی العشار نے اس پر جو جرح کی ہے وہ بہت سخت جرح ہے کیونکہ کذب سے بڑھ کر محدثین کے نزدیک کوئی جرح نہیں۔

احقر عرض کرتا ہے کہ خطیب کی عبارت سے اس کا مقبول الروایت ہونا مفہوم نہیں ہوتا بلکہ خلفاء کے نزدیک مقبول القول ہونا معلوم ہوتا ہے۔ انساب سمعانی کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں: "وہ کئی خلفاء کا ندیم رہا ہے۔ خوش اعتقاد اچھے چال چلن کا اور مقبول القول تھا۔ اس کی بات مانی جاتی تھی اور بڑی عزت تھی۔ اس نے مدح اور غزل میں بہت سے اشعار کہے ہیں"۔ اس عبارت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ مقبول القول کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ محدثین کے نزدیک اس کی روایت مقبول تھی بلکہ مطلب یہ ہے کہ جن خلفاء کا وہ ندیم تھا ان کے یہاں اس کی بات مانی جاتی تھی۔ اس سے اس کا محدثین کے نزدیک ثقہ یا مقبول ہونا مفہوم نہیں ہوتا۔

بہر حال ابو بکر صولی کی حیثیت شاعر، ادیب اور مورخ سے زیادہ نہیں لہٰذا اس کے قول سے ابن منصورؒ کو مجروح نہیں کیا جا سکتا۔ پھر یہ بات بھی سمجھ نہیں آتی کہ جب وہ خود تسلیم کرتا ہے کہ ابن منصور ظاہر میں زاہد بنتے تھے تو اس کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ ان کا زہد بناوٹی تھا حقیقی نہ تھا؟ پھر یہ اس کی تنہا رائے ہے جو ابو القاسم نصر آبادیؒ شیخ طریقت و محدث، ابو عبد اللہ بن خفیف شیر ازیؒ، ابو العباس ابن عطاءؒ اور شبلیؒ جیسے ثقات اولیاء کرام کے سامنے کچھ وقعت نہیں رکھتی۔

رہا یہ کہ ابن منصور جاہل و غبی اور فاجر فتنہ پرواز خبیث تھے تو ابو عبد اللہ بن خفیفؒ کا قول اس کے معارض ہے کہ ابن منصورؒ عالم ربانی تھے۔ نیز ابو القاسم نصر آبادیؒ کا قول بھی موجود ہے کہ اگر انبیاء و صدیقین کے بعد کوئی موحد ہے تو حسین بن منصور حلّاج ہے۔ نیز ان کے عارفانہ اقوال کا جو نمونہ مختلف کتابوں میں رقم ہے وہ بھی ابو بکر صولی کے اس قول کی تردید کرتا ہے۔ کسی جاہل کی تو کیا کسی معمولی عالم کی بھی مجال نہیں کہ ایسے پر مغز جامع کلمات سے تکلم کر سکے۔ ابو بکر صولی نے الفاظ تو بہت کہہ دیئے مگر اس کو ابن منصور کے فسق و فجور اور خبث و فتنہ پروازی کا ایک واقعہ بیان کرنے کی بھی جرأت نہیں ہوئی، اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ جرح کس درجہ کی ہے۔

براسط، وقيل: بتُسْتَر، وقدِمَ بغدادَ، فخالط الصُّوفية، وصَحِبَ من مَشْيَختهم الجُنيد بن محمد، وأبا الحُسين النُّوري، وعَمرو المكي. والصُّوفية مختلفون فيه، فأكثرهم نفى الحَلاَّج أن يكون منهم، وأبَى أن يَعُدَّه فيهم، وقبله من مُتقدِّميهم أبو العباس بن عطاء البَغْدادي، ومحمد بن خَفِيف الشِّيرازي، وإبراهيم بن محمد النَّصراباذي النَّيسابوري، وصححوا له حاله، ودَوَّنوا كلامه، حتى قال ابن خفيف: الحُسين بن منصور عالم ربَّاني[1].

وقال محمد بن الحُسين: سمعتُ إبراهيم بن محمد النَّصْراباذي، وعُوتِبَ في شيء حكى عنه، يعني عن الحَلاَّج، في الرُّوح، فقال لمن عاتبه: إن كان بعد النَّبيين والصِّدِّيقين موحِّدٌ فهو الحَلاَّج.

أخبرنا ابن الفَتْح، قال: أخبرنا محمد بن الحسين، قال: سمعت منصور ابن عبدالله يقول: سمعتُ الشِّبلي يقول: كنتُ أنا والحُسين بن منصور شيئًا واحدًا، إلاّ أنه أظهر وكتمتُ. قال: وسمعتُ منصورًا يقول: سمعتُ بعضَ أصحابِنا يقول: وَقَفَ الشِّبلي عليه وهو مصلوبٌ، فنظرَ إليه، وقال: ألم نَنْهكَ عن العالمين؟

”ابو بکر صولی کہتا ہے کہ وہ شروع شروع میں حضرت رضا کی طرف دعوت دیتا تھا لوگوں نے مخبری کی تو اس کو سزا دی گئی۔ وہ جاہل آدمی کو اول اپنا کچھ شعبدہ دکھلا تا جب اس کو اعتماد ہو جاتا تو اپنی خدائی کی طرف دعوت دیتا تھا، چنانچہ ابو سہل بن نوبخت کو بھی اس کی دعوت دی

تو اس نے کہا میرے سر کے اگلے حصہ میں بال اگا دے پھر اس کی حالت ترقی پاتی گئی یہاں تک کہ نصر حاجب اس کا حامی بن گیا کیونکہ اس سے کہا گیا تھا کہ ابن منصور دراصل سنی ہے رافضی اس کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔

اس کے خطوط میں یہ بھی تھا کہ میں ہی قوم نوح کو غرق کرنے والا عاد و ثمود کو ہلاک کرنے والا ہوں اور اپنے اصحاب میں کسی سے کہتا تھا کہ تو نوحؑ ہے کسی سے کہتا تو موسیٰؑ ہے، کسی سے کہتا تو محمد ﷺ ہے، انکی روحیں تمہارے اجسام کی طرف واپس کر دہ گئی ہیں"۔(بحوالہ تاریخ الطبری، الأبي جعفر محمد بن جریز الطبری:ج۱۱، ص ۹۲)

سنة ٣٠٩

٩٢

الغربيّ ، ليراه الناس ، ثم حبس في دار الخليفة ، فجعل يتقرّب إليهم بالسُّنّة ، فظنّوا ما يقول حقًّا . ثم انطلق، وقد كان ابن الفرات كبسه في وزارته الأولى وعُنِي بطلبه موسى ابن خلف فأفلت هو وغلام له ، ثم ظفر به في هذه السنة ، فسُلِّم إلى الوزير حامد ،

قال الصوليّ : وقيل إنه كان يدعو في أول أمره إلى الرِّضا من آل محمد ، فسُعِيَ به فَضُرب ، وكان يُري الجاهل شيئاً من شعبذته ، فإذا وثق دعاه إلى أنه إله ، فدعا فيمن دعا أبا سهل بن نوبخت ، فقال له : أنبت في مقدم رأسي شعراً . ثم ترقت به الحال إلى أن دافع عنه نصر الحاجب لأنه قيل له هو سنّي ، وإنما يريد قتله الرافضة ، وكان في كتبه : إني مغرّق قوم نوح ومهلك عاد وثمود . وكان يقول لأصحابه : أنت نوح ، ولآخر أنت موسى ، ولآخر أنت محمد . قد أعيدت أرواحهم إلى أجسامكم .

وكان الوزير حامد بن العباس قد وجد له كتبا وفيها أنه إذا صام الإنسان ثلاثة أيام بلياليها ولم يفطر ، وأخذ في اليوم الرابع ورقات هندباء فأفطر عليها أغناه عن صوم رمضان . وإذا صلّى في ليلة واحدة ركعتين من أول الليل إلى الغداة أغناه عن الصلاة بعد ذلك ، وإذا تصدق في يوم واحد بجميع ملكه في ذلك اليوم أغناه عن الزكاة ، وإذا بنى بيتا وصام أياما ثم طاف حوله عُرياناً أغناه عن الحجّ ، وإذا صار إلى قبور الشهداء بمقابر قريش فأقام فيها عشرة أيام يصلّي ويدعو ويصوم ولا يفطر إلا على يسير من الخبز الشعير والملح الجريش أغناه ذلك عن العبادة في باقي عمره . فأحضر الفقهاء والقضاة بحضرة حامد فقيل له : أتعرف هذا الكتاب ؟ قال : هذا كتاب السُّنَن للحسن البصريّ ، فقال له حامد : ألست تدين بما في هذا الكتاب ؟ فقال : بلى ، هذا كتاب أدين الله بما فيه ؛ فقال له أبو عمر القاضي : هذا نقض شرائع الإسلام ثم جاراه في كلام إلى أن قال له أبو عمر : يا حلال الدم ، وكتب بإحلال دمه وتبعه الفقهاء ، فأفتوا بقتله وأباحوا دمه . وكتب إلى المقتدر بذلك ، فكتب : إذا كانت القضاة قد أفتوا بقتله ، وأباحوا دمه فليحضر محمد بن عبد الصمد صاحب الشرطة ، وليضربه ألف سوط ، وإن تلف ، وإلا ضُربت عنقه ، فأحضر بعد العشاء الآخرة ، ومعه جماعة من أصحابه على بغال موكّفة يجرون مجرى الساسة ، ليُجعل على واحد منها ويدخل في غمار القوم ، فحُمل وباتوا مجتمعين حوله ، فلما أصبح يوم

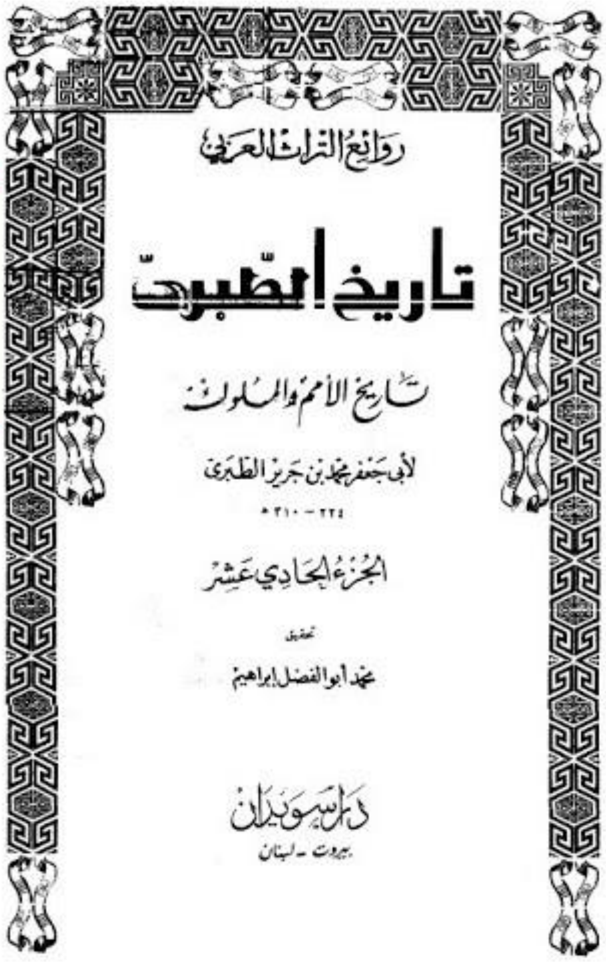

جواب:

ابو بکر صولی کے کذاب اور ضعیف راوی ہونے کے ساتھ ساتھ اس روایت میں وہ بالکل منفرد ہے کیونکہ اس روایت کو اس نے سند کے ساتھ بیان نہیں کیا اور نہ ہی خود اپنا سماع ظاہر کیا ہے۔ پھر اس کی باتوں میں کافی تعارض نظر آرہا ہے۔ کبھی کہتا ہے کہ حضرت رضا کی طرف دعوت دیتا تھا کبھی کہتا ہے وہ سنی تھا رافضی اس کے قتل کے درپے تھے۔ لہٰذا ایسے کذاب راوی کی بے سند اور مہمل روایات سے ایک ایسے شخص پر الزام لگانا جن کو بڑے بڑے ائمہ و بزرگان دین نے موحد کہا ہو، عقل سے بالاتر ہے۔

بارہواں الزام: ابن منصور کے دعوائے خدائی پر علی رابسی کی جھوٹی شہادت

"ابو بکر صولی کہتا ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے حلّاج کو گرفتار کیا ابو الحسین علی بن احمد راسبی تھا اس نے حلّاج اور اس کے غلام کو ربیع الآخر ۳۰۱ھ میں بغداد پہنچایا اور دو اونٹوں پر سوار کر کے مشتہر کیا اور ان کے ہمراہ ایک کتبہ لگا دیا کہ میرے پاس بینہ (شہادت) قائم ہو گئی ہے کہ حلّاج خدائی کا دعویٰ کرتا اور حلول کا قائل ہے"۔ (بحوالہ تاریخ الطبری، الأبي جعفر محمد بن جریز الطبری: ج۱۱، ص۹۱)

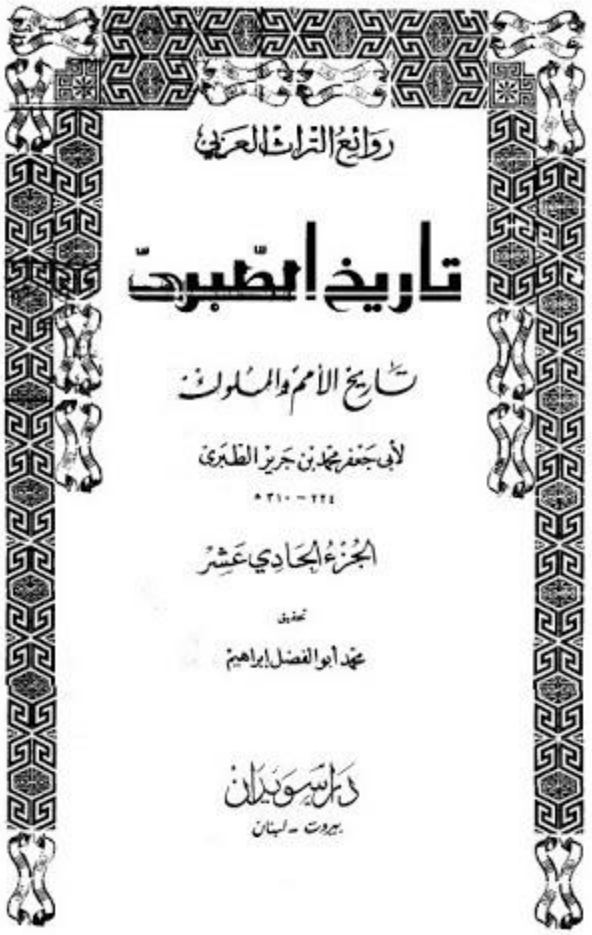

٩١

ولا من الفقه ولا من الحديث ولا من الشعر ، ولا من اللغة ، ولا من أخبار الناس فسحقه وصفعه ، وأمر به فصُلِب حيًّا في الجانب الشرقيّ ثم في الجانب

فصدّقوه . فبلغ الحلاج قوله ، وإنّ قوماً قد عملوا على ذلك ، فخرج عن الأهواز .

أخبرنا القزّاز أنبأنا الخطيب ، قال حدثني مسعود بن ناصر ، أخبرنا ابن باكويه ، قال : سمعت أبا زرعة الطبري يقول : سمعت محمد بن يحيى الرازيّ يقول : سمعت عمرو بن عثمان ، يلعن الحلاج ويقول : لو قدرت عليه لقتلته بيدي ، قرأت آية من كتاب الله فقال : يمكنني أن أؤلف مثله أو أتكلم .

قال أبو زرعة: وسمعت أبا يعقوب الأقطع يقول : زوجت ابنتي من الحلاّج الحسين ابن منصور لما رأيت من حسن طريقته ، فبان لي بعد مدة يسيرة أنه ساحر محتال خبيث كافر .

قال المصنف : أفعال الحلاج وأقواله وأشعاره كثيرة، وقد جمعت أخباره في كتاب سميته: القاطع لمحال اللجّاج القاطع بمحال الحلاج ، فمن أراد أخباره فلينظر فيه ، فقد كان هذا الرجل يتكلّم بكلام الصوفية فيندر له كلمات حسان ، ثم يخلطها بأشياء لا تجوز ، وكذلك أشعاره ، فمن المنسوب إليه :

سبحان مَنْ أظهر ناسوتَه   سرّ سنا لا هوته الثاقبِ
ثم بدا في خلقه ظاهراً   في صورة الآكل والشاربِ
حتى لقد عاينه خلقُه   كلحظة الحاجب بالحاجب

فلمّا شاع خبره ، أخِذ وحُبِس ونوظر ، فاستغوى جماعة ، وكانوا يستشفُون بشرب بوله ، وحتى إن قوما من الجهال قالوا : انه اله وانه يحيي الموتى .

قال أبو بكر الصولي: أول مَنْ أوقع بالحلاّج أبو الحسين عليّ بن أحمد الراسبي ، فأدخله بغداد وغلاماً له على جملين قد شهرهما ، وذلك في ربيع الآخر سنة إحدى وثلثمائة ، وكتب معهما كتاباً يذكر فيه أنّ البينة قامت عنده بأن الحلاّج يدّعي الرّبوبية ، ويقول بالحلول ، فأحضره عليّ بن عيسى في هذه السنة ، وأحضر الفقهاء فناظروه ، فأسقِط في لفظه ، ولم يجده يحسن من القرآن شيئاً ، ولا من غيره ، ثم حُبِس ثم حُمِل إلى دار الخليفة ، فحُبِس .

جواب:

اس روایت کا راوی بھی ابو بکر صولی ہے جو محدثین کے نزدیک کذاب راوی ہے۔ ابو بکر صولی کے بارے میں ابن سمعانی نے ابن مندہ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ اس نے ابو القاسم سے سنا، اس نے ابو الحسین بن فارس سے سنا، اس نے ابو احمد بن ابی العشار سے سنا، کہ ابو احمد عسکری صولی پر جھوٹ بولتا ہے جیسا صولی غلابی پر جھوٹ بولتا تھا، جیسا غلابی سب لوگوں پر جھوٹ بولتا تھا۔ (لسان المیزان: ج۷، ص۵۸۴)

قال الإمام علي بن المديني:
معرفة الرجال نصف العلم

لسان الميزان
للإمام الحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني
ولادته سنة ٧٧٣، وتوفي سنة ٨٥٢
رحمه الله تعالى

اعتنى به الشيخ العلامة
عبد الفتاح أبو غدة
ولادته سنة ١٣٣٦ وتوفي سنة ١٤١٧
رحمه الله تعالى

اعتنى بإخراجه وطباعته
سلمان عبد الفتاح أبو غدة

الجزء السابع

مكتب المطبوعات الإسلامية

٥٨٤

٧٥٥٦ ـ ز ـ محمد بن يحيى بن عبد الله بن العباس بن محمد بن صُوْل، أبو بكر الصُّولي الأديبُ المشهور. ذكره الخطيب فقال: كان أحد العلماء بفنون الآداب، حسن المعرفة بأخبار الملوك، والخلفاء، والأشراف، والشعراء.

حدث عن أبي داود السجستاني، وأبوَيْ العباس ثعلب والمبرد، والكُدَيمي، والغَلَابي، وأبي العيناء، / ومعاذ بن المثنى، وجماعة. [٥: ٤٢٨]

وذكر ابن السمعاني في ترجمة يحيى بن عبد الوهاب بن منده من «ذيل بغداد» عن يحيى: سمعت عمي أبا القاسم يقول: سمعت أبا الحسين بن...(١) يقول: سمعت أبا أحمد بن أبي...(٢) يقول: أبو أحمد العسكري يكذب على الصولي، مثل ما كان الصولي يكذب على الغَلَابي مثل ما كان الغلابي يكذب على سائر الناس.

قلت: وقد وصفه الخطيب بالقبول فقال في بقية ترجمته: كان واسع الرواية، حسن الحفظ للأدب، حاذقاً بتصنيف الكتب، ووَضْع الأشياء مواضعها، إلى أن قال: وكان حسن الاعتقاد، جميل الطريق، مقبول القول. مات سنة خمس وثلاثين وثلاث مئة.

٧٥٥٦ ـ معجم الشعراء ٤٣١، فهرست النديم ١٦٧، تاريخ جرجان ٤٢٦، تاريخ بغداد ٣: ٤٢٧، الموضح ٢: ٣٨٩، الأنساب ٨: ٣٤٨، المنتظم ٦: ٣٥٩، معجم الأدباء ٦: ٢٦٧٧، وفيات الأعيان ٤: ٣٥٦، السير ١٥: ٣٠١، تاريخ الإسلام ١٣٠ سنة ٣٣٥، العبر ٢: ٢٤٧، الوافي بالوفيات ٥: ١٩٠، مرآة الجنان ٢: ٣١٩، المقفى الكبير ٧: ٤٣٣، شذرات الذهب ٢: ٣٣٩.

(١) بياض في ص. وفي ط أ: «بن فارس».

(٢) بياض في ص. وفي ط: «العشار» والكلمة غير واضحة في أ ل وصورتها هكذا: «العنان».

ابو احمد بن ابی العشار نے اس پر جو جرح کی ہے وہ بہت سخت جرح ہے کیونکہ کذب سے بڑھ کر محدثین کے نزدیک کوئی جرح نہیں۔

اس شہادت کا جھوٹا ہونا اسی سے ظاہر ہے کہ اس شہادت کے بعد آٹھ نو سالوں تک علماء وفقہاء ابن منصور کے قتل کا فتویٰ نہ دے سکے۔ ۳۰۹ھ میں جب وزیر حامد العباس کی چالبازیوں اور کوششوں سے حج کا مضمون ان کی کتاب میں نکلا تو قاضی نے بعد انکار بسیار محض وزیر حامد کے اصرار پر مجبوراً قتل کا فتویٰ دیا۔

ابن منصور کے جاہل ہونے کی روایت اور اس کا جائزہ

”طبری نے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے ۳۰۱ھ میں علی بن احمد رابسی نے ابن منصور پر قبضہ کیا اور علی بن عیسیٰ وزیر کے سپرد کر دیا اس نے فقہاء وعلماء کو بلا کر ابن منصور سے گفتگو کی تو اس کے الفاظ بیہودہ تھے قرآن بھی اچھی طرح نہ پڑھ سکتا تھا نہ فقہ وحدیث وتاریخ اور شعر ولغت سے کچھ زیادہ واقفیت تھی۔ وزیر نے اس کو ذلیل کیا اور گدّی پر دھول لگائی اور حکم دیا کہ بغداد کی شرقی جانب سولی پر بٹھلایا جائے پھر غربی جانب ایسا ہی کیا جائے تاکہ لوگ دیکھیں (اور اچھی طرح تشہیر ہو جائے) پھر محل شاہی میں قید کر دیا گیا تو اس نے (اتباع) سنت سے خدام شاہی میں رسوخ پیدا کر لیا وہ اس کی باتوں کو حق سمجھنے لگے۔

ابن الفرات نے بھی اپنی پہلی وزارت میں اس کو گرفتار کیا تھا۔ موسیٰ بن مخلف بھی اس کی تلاش میں تھا مگر وہ اور اس کا غلام اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئے تو اسی سال گرفتار ہو کر وزیر حامد کے سپرد کیا گیا، وہ اس کو روزانہ اپنے دربار میں بلاتا گدّی پر دھول لگواتا اور اس کی داڑھی نچواتا تھا“۔(بحوالہ تاریخ الطبری، الابی جعفر محمد بن جریر الطبری: ج ۱۱، ص ۸۹)

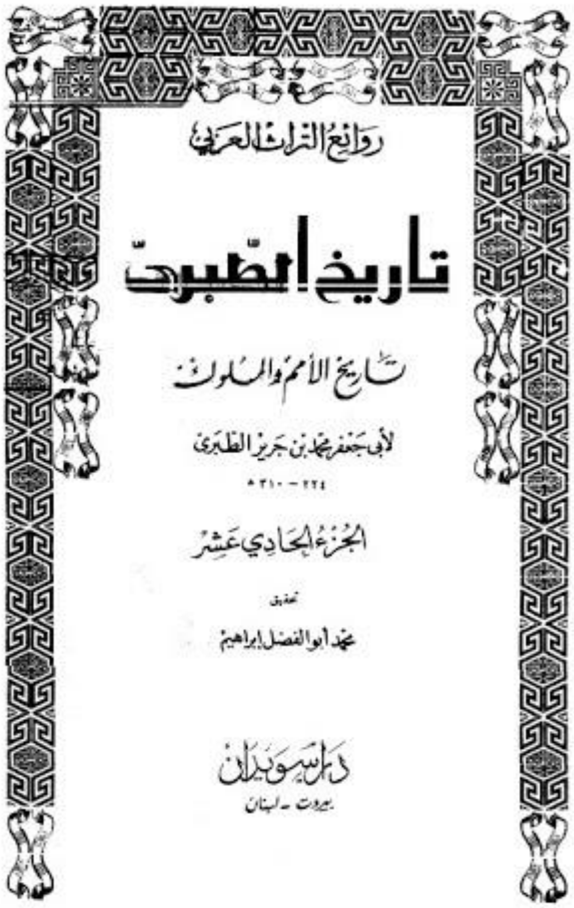

بتفصيح ، وفاجراً يظهر التنسّك ، ويلبس الصوف ، فأول من ظفر به علىّ بن أحمد الراسبى ، لمّا اطّلع منه على هذه الحال ، فقيّده وأدخله بغداد على جمل قد شهره ،

وفيها صلب الحسين بن منصور الحلاج ، وهو حى فى الجانب الشرقى يوم الأربعاء والخميس ، وفى الجانب الغربى يومى الجمعة والسبت لاثنتى عشرة بقيت من ربيع الآخر.

وفيها : قبض بالسوس على الحسين بن منصور الحلاج وحصل فى يد عبد الرحمن ابن خليفة علىّ بن أحمد الراسبىّ ، وأخذت له كتب ورقاع فيها أشياء مرموزة ، ثم حُمل فأدخل إلى مدينة السلام على جمل ومعه غلام له على جمل آخر مشهَّرَيْن ، ونودى عليه : هذا أحد دعاة القرامطة فاعرفوه ، فحبس ثم أحضره الوزير علىّ بن عيسى وناظَره ، فلم يجده يقرأ القرآن ولا يعرف من الفقه شيئاً ، ولا من الحديث ولا من الأخبار ولا الشعر ولا اللغة ، فقال له علىّ بن عيسى : تعلّمك الطهور والفروض أجْدَى عليك من رسائل لا تدرى ما تقول فيها كم تكتب ، ويلك إلى الناس تبارك النور الشعشعانى ، ما أحوجك إلى الأدب ، ثم أمر به فصُلِبَ حيّاً فى الجانب الشرقى فى مجلس الشرطة ، ثم فى الجانب الغربىّ حتى رآه الناس ،ثم حُمل إلى دار السلطان فحبس بها فاستمال بعض أهلها بإظهار السّنة ، حتى مالوا إليه وصاروا يتبرّكون به ، ويستدعون منه الدعاء وستأتى أخباره إن شاء الله

ذكر من توفى فى هذه السنة ، سنة تسع وثلثمائة

الحسين بن منصور بن محمى الحلاج ويكنى(1) أبا مغيث من الأكابر ، وقيل أبا عبد الله كان جدُّه محمى مجوسياً من أهل بيضاء فارس ، ونشأ الحسين بواسط وقيل : بتُستَر ، ثم قدم بغداد ، وخالط الصوفية ، ولقى الجُنيد والنورى(2) وغيرهما ، وكان مخلّطا ، فى أوقات يلبس المُسوح ، وفى أوقات يلبس الثياب المصبّغة ، وفى أوقات يلبس الدّرّاعة

(١) المنتظم ٦ : ١٦٠
(٢) المنتظم « النورى » .

جواب:

ابن منصورؒ کے متعلق یہ دعویٰ تو بالکل کھوکھلا اور بے بنیاد ہے کہ ان کو شعر ولغت سے بھی واسطہ نہ تھا کیونکہ ان ہی مورخین نے یعنی خطیب بغدادیؒ اور ابو جعفر محمد بن جریر طبری نے جو اشعار حسین بن منصورؒ کی طرف منسوب کرتے ہوئے اپنی کتابوں میں رقم کئے ہیں وہ فصاحت وبلاغت اور حسن بندش اور سلامت ومتانت میں کسی فصیح وبلیغ شاعر کے کلام سے کم نہیں۔ علم حدیث کے متعلق بھی کتاب السنن حسن بصریؒ کا ذکر ان کی کتابوں کے تذکرہ میں موجود ہے اور ابن منصورؒ کا یہ قول بھی خطیب کی روایت میں موجود ہے کہ ”سنت کے بیان میں میری بہت کتابیں ہیں جو کتب فروشوں کے پاس موجود ہیں“۔

دوسری بات یہ کہ وہ مدت تک شیخ عمرو بن عثمان مکیؒ، حضرت جنیدؒ اور شیخ ابوالحسن نوری کی صحبت میں رہے ہیں جو علوم شریعت وطریقت میں امام اور حدیث وفقہ سے پورے واقف تھے۔ ظاہر ہے کہ ان حضرات کی صحبت میں رہنا کسی جاہل کا کام نہیں اور اگر جاہل بھی ہوئے تو ان بزرگوں کی صحبت میں مدت تک رہنے کے بعد وہ جاہل نہیں رہ سکتے تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کا شعبہ درس حدیث وفقہ نہیں تھا بلکہ تصوف تھا اس لئے ان سے کوئی روایت نہیں ملتی۔

تیرہواں الزام: دعوائے مہدویت

”عریب بن سعد قرطبی لکھتے ہیں کہا جاتا ہے کہ حامد نے راسبی کے گھروں میں حلّاج کو گرفتار کیا تھا، کبھی تو وہ اصلاح (وبزرگی) کا دعویٰ کرتا تھا کبھی مہدی ہونے کا۔ حامد نے اس سے کہا کہ تو اس کے بعد خدا کیسے بن گیا؟ حلّاج کے اصحاب میں سمری بھی تھا جس کو حامد نے

گرفتار کیا اوراس سے پوچھا کہ تجھے حلّاج کی تصدیق پر کس بات نے آمادہ کیا، کہا میں اس کے ساتھ سردی کے موسم میں اصطخر گیا تھا میں نے اس کو بتلایا کہ مجھے ککڑی کا بہت شوق ہے تو اس نے پہاڑ کے کنارے پر ہاتھ مارا اور برف میں سے سبز ککڑی برآمد کر کے میرے حوالے کی حامد نے کہا پھر تو نے اسے کھایا بھی تھا؟ کہا ہاں۔ حامد نے کہا او ہزار اور لاکھ زانی عورتوں کے بیٹے (حرام زادے) تو جھوٹا ہے اس کے بعد جبڑوں پر گھونسہ مارنے کا حکم دیا، غلاموں نے مارنا شروع کیا وہ چلّاتا تھا کہ ہم کو اسی بات کا اندیشہ تھا (کہ لوگ ہماری باتوں کو جھٹلائیں گے) حامد نے کہا، ہم نے بازیگروں کے شعبدے دیکھے ہیں وہ میوے بنا کر دکھلاتے تھے مگر جب کسی دوسرے آدمی کے ہاتھ میں وہ پہنچتے اونٹ کی مینگنیاں بن جاتے تھے۔ حامد نے محمود بن علی قنائی کو بھی گرفتار کیا اور اس کے گھر سے ایک ڈبہ مہر لگا ہوا دستیاد کیا جس میں حلّاج کا پیشاب پاخانہ بوتلوں میں بند کیا گیا تھا جس سے وہ (امراض میں) شفا حاصل کرتا تھا مگر حلّاج جب حامد کے سامنے آتا یہی کہتا تھا۔

"سبحانك لا إله إلا أنت عملت سوءا، وظلمت نفسي فاغفر لِي إِنَّهُ لا يغفر الذنوب إلا أنت"۔ "اے اللہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، میں گنہگار ہوں، اپنی جان پر میں نے ظلم کیا ہے، مجھے بخش دیجئے کہ آپ کے سوا ان گناہوں کو کوئی نہیں بخش سکتا"۔ (بحوالہ تاریخ الطبری، الأبی جعفر محمد بن جریز الطبری: ج ۱۱، ص ۸۵)

سنة ٣٠٩ ٨٥

وُجدت له كتب فيها حماقات ، وكلام مقلوب وكفر عظيم . وكان فى بعض كتبه : إنى المغرق لقوم نوح والمهلك لعاد وثمود ، وكان يقول لأصحابه : أنت نوح وأنت موسى ،

وكانت مدته منذ ظُفِر به إلى أن قتل ثمانى سنين وسبعة أشهر وثمانية أيام.

وحكى حامد أنه قبض على الحلاج بدور الراسبى فادّعى تارة الصلاح ، وادعى أخرى أنه المهدىّ ، ثم قال له : كيف صرت إلهاً بعد هذا ؟ وكان السمرىّ فى جملة مَنْ قُبِض عليه من أصحابه ، فقال له حامد: ما الذى حداك على تصديقه ؟ قال : خرجت معه إلى إصطخر فى الشتاء ، فعرّفته محبتى للخيار ، فضرب يده إلى سفح جبل ، فأخرج من الثلج خيارة خضراء ، فدفعها إلىّ ، فقال حامد : أفأكلتها ؟ قال : نعم ، قال : كذبت يا بن ألف زانية فى مائة ألف زانية ، أوجعوا فكّه . فضربه الغلمان وهو يصيح : من هذا خفنا .

وحدّث حامد أنه شاهد ممّن يدّعى النِّيْرنجيّات ، أنه كان يخرج الفاكهة ، وإذا حصلت فى يد الإنسان صارت بعراً .

ومن جملة مَنْ قُبِض عليه إنسان هاشمى ، كان يكنى بأبى بكر، فكناه الحلّاج بأبى مغيث ، حين كان يعرّض أصحابه ويراعيهم ، وقبض على محمد بن علىّ بن القنائى ، وأخذ من داره سَفَط مختوم فيه قوارير فيها بول الحلاج ورجيعه ، أخذه ليستشفى به .

وكان الحلاج إذا حضر لا يزيد على قوله : لا إله إلا أنت ، عملت سوءاً وظلمت نفسى فاغفرلى فإنه لا يغفر الذنوب إلا أنت ، وزادتْ دجلة زيادة عظيمة، فادّعى أصحابه أن ذلك لأجل ما ألقى فيها من رماد جثته .

وادّعى قوم من أصحابه أنهم رأوه راكب حمار فى طريق النَّهروان ، وقال لهم : إنما حُوّلت دابة فى صورتى ، ولستُ المقتول كما ظن هؤلاء البقر .

وكان نصر الحاجب يقول إنما قتل ظلماً .

ومن شعر الحلاج :

وما وجدتُ لقلبي راحة أبــــــداً وكيف ذاك وقد هُيّئتُ للكـدَرِ

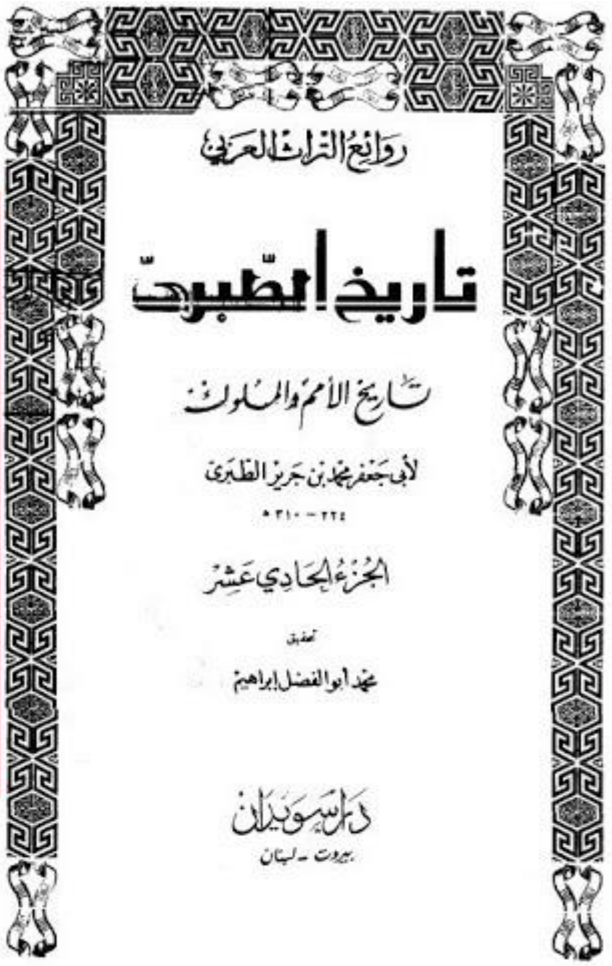

جواب:

اس روایت کے شروع میں جو دعوٰے مہدیت وغیرہ کی نسبت ابن منصورؒ کی طرف کی گئی ہے وہ محض حکایت کے طور پر ہے سند کے ساتھ نہیں اس لئے توجہ کے لائق نہیں ہے۔ تمام روایات اور واقعات کے مطالعہ سے ایک ہی حقیقت واضح ہوتی ہے وہ یہ کہ بعض بے وقوف،

جاہل اور نادان مریدوں نے کرامات دیکھ کر ان کو خدائی کا رتبہ دے دیا تھا اور ان سے منسوب ہر شئے کو تبرک کے طور پر استعمال کرنے لگے تھے۔ حالانکہ ابن منصورؒ خود ان سے بیزار تھے اور ان کو جھوٹا بتاتے اور اپنے عبدیت اور شرائع اسلام کا اقرار واظہار کرتے۔
اس روایت میں بھی حسین بن منصورؒ سے اقرار توحید واستغفار موجود ہے۔ پس حقیقت میں مستحق قتل یہ لوگ تھے جو باوجود ابن منصورؒ کے اقرار عبدیت کے ان کو خدا کہتے ہوئے کفروشرک میں مبتلا تھے۔ ابن منصورؒ کی ان سے بیزاری کی دلیل تاریخ بغداد صفحہ نمبر ۶۹۷ کی ایک روایت میں موجود ہے۔
”ابوالحسن محمد بن عمر قاضی فرماتے ہیں کہ ایک میرے ماموں مجھے حسین بن منصور حلّاج کے پاس لے گئے جبکہ وہ بصرہ کی جامع مسجد میں ریاضت وعبادت میں مشغول تھے۔ میں اس وقت بچہ تھا اس لئے خاموش بیٹھ گیا۔ میرے ماموں نے ان سے باتیں کیں۔ ابن منصور نے کہا کہ میں نے اب ارادہ کر لیا ہے کہ بصرہ سے چلا جاؤں۔ ماموں نے کہا، کیوں؟ فرمایا بصرہ والوں نے مجھے افسانہ بنادیا ہے جس سے میرا دل تنگ ہے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ ان سے دور کسی جگہ جا کر رہوں۔ میرے ماموں نے کہا، ایسی کیا بات ہے؟ فرمایا یہاں کے آدمیوں کی عادت یہ ہے کہ اپنے گمان میں بہت سے افعال واحوال میری طرف منسوب کرتے ہیں اور اعتقاد کر لیتے ہیں کہ میں نے فلاں فلاں کام کئے ہیں۔ نہ مجھ سے دریافت کرتے ہیں نہ واقعہ کی تحقیق کرتے ہیں اور خواہ مخواہ مشہور کر دیتے ہیں کہ حلّاج مستجاب الدعوات اور صاحب کرامت ہے، حالانکہ میں کیا چیز ہوں جو یہ درجہ مجھے حاصل ہو۔
ابھی کا تازہ واقعہ ہے کہ ایک شخص نے کچھ دراہم فقراء میں تقسیم کرنے کو میرے پاس بھیجے تھے اس روز کوئی فقیر میرے پاس نہ آیا تو میں نے ان دراہم کو مسجد کے بوریہ کے نیچے ڈال دیا، اگلے دن مسجد میں آیا تو چند فقراء میرے پاس آگئے۔ میں نے نماز توڑ کر بوریہ اٹھایا اور اس کے نیچے سے دراہم نکال کر فقراء کو دیدیئے۔ اب ان لوگوں نے مشہور کرنا شروع کر دیا کہ حلّاج مٹی پر ہاتھ مارتا ہے تو درہم بن جاتی ہے۔ اس کے بعد ابن منصور نے اسی قسم کے اور بہت سے واقعات سنائے۔ میرے ماموں یہ سن کر کھڑے ہوگئے اور رخصتی ملاقات کر کے چلے آئے پھر کبھی ان کے پاس نہیں گئے اور فرمایا اس شخص کا حال مشتبہ ہے اور عنقریب اس کی خاص شان ظاہر ہوگی، چنانچہ زیادہ دن نہ گزرنے پائے کہ وہ بصرہ سے چلے گئے اور ان کی حالت مشہور ہوگئی“۔ (بحوالہ تاریخ مدینۃ السلام، الامام خطیب بغدادیؒ: ج ۸، ص ۶۹۷)

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت

الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن

تليد - الحسين

٣٥٣٥ - ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

وأشار إليّ بيده ارجع، فخرَجْنا ونزَلنا الوادي ودَخَلنا المسجد، فقال لي أبو عبدالله: إن عِشْتَ ترى ما يَلْقَى هذا، لأن الله يَبْتَليه بلاءً لا يُطيقه، قعد بحُمْقِهِ يتصَبَّرُ مع الله! فسألنا عنه وإذا هو الحَلاَّج.

أخبرنا عليّ بن أبي عليّ البَصْري، قال: أخبرني أبي، قال: حدثني أبو الحسن محمد بن عُمر القاضي، قال: حَملني خالي معه إلى الحُسين بن منصور الحَلاَّج، وهو إذ ذاكَ في جامع البَصْرة يَتَعبَّدُ ويَتَصوَّفُ ويقرأ قبلَ أن يدَّعي تلكَ الجَهالات، ويدخلُ في ذلك، وكان أمرُهُ إذ ذاك مَستورًا، إلاّ أنَّ الصُّوفية تدَّعي له المُعْجزات من طريق التَّصوُّف وما يُسَمُّونه مَغُوثات، لا من طريق المَذَاهب. قال: فأخذَ خالي يُحادِثُه وأنا صبيٌّ جالس معهما أسمعُ ما يجري، فقال لخالي: قد عملتُ على الخُروج من البَصْرة، فقال له خالي: لِمَ؟ قال: قد صَيَّرَ لي أهلُ هذا البلدِ حديثًا، فقد ضاقَ صدري وأريدُ أبعُدُ منهم، فقال له: مثل ماذا؟ قال: يَرَوني أفعلُ أشياءَ فلا يَسألوني عنها، ولا يكْشِفونَها، فيَعلمون أنها ليست كما وَقَع لهم، ويَخرجون فيقولون: الحَلاَّج مُجابُ الدَّعوة وله مَغُوثات، قد تَمَّت على يده ألطافٌ، ومَن أنا حتى يكونَ لي هذا؟ بحسبك أنَّ رجلاً حَمَلَ إليَّ منذ أيام دراهم، وقال لي: اصرِفْها إلى الفُقراء فلم يكن بحَضْرتي في الحال أحد، فجعلتُها تحتَ باريةٍ من بواري الجامع إلى جَنْب أسطوانة عرفتُها، وجلستُ طويلاً فلم يَجِئني أحدٌ، فانصرفتُ إلى منزلي وبِتُّ ليلَتي، فلما كان من غَدٍ جئتُ إلى الأسطوانة وجعلتُ أصلِّي. فاحتفَّ بي قومٌ من الفُقراء، فقطعتُ الصَّلاة وشِلْتُ البارية فأعطَيْتُهم تلكَ الدَّراهم، فشَنَّعوا عليّ بأن قالوا: إنِّي إذا ضَربتُ يدي إلى التُّراب صارَ في يدي دراهم. قال: وأخذ يَعُدُّ مثل هذا، فقامَ خالي عنه ووَدَّعه ولم يَعد إليه، وقال: هذا مُتَمَّس وسيكون له بعدَ هذا شأنٌ، فما مضى إلاّ قليلٌ حتى خرجَ من البَصْرة وظهرَ أمرُهُ.

حدثني أبو سعيد السِّجْزي، قال: أخبرنا محمد بن عبدالله بن عُبيدالله الصُّوفي الشِّيرازي، قال: سمعتُ أبا الحسن بن أبي تَوبة يقول: سمعتُ عليّ

٦٩٧

تاریخ بغداد کی اس روایت سے اس بات کی واضح دلیل ملتی ہے کہ بصرہ کے لوگوں نے ابن منصورؒ سے صادر ہونے والی کرامات کو دیکھ کر انہیں مشہور کر دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ابن منصورؒ اپنے معتقدوں سے خود عاجز اور پریشان تھے۔ جیسا کہ ابن منصورؒ نے خود بیان کیا کہ "یہاں کے آدمیوں کی عادت یہ ہے کہ اپنے گمان میں بہت سے افعال و احوال میری طرف منسوب کرتے ہیں"۔

ابن منصور حلاّجؒ کا اقرار عبدیت اور دعوائے خدائی کے الزام سے براءت

"بیان کیا جاتا ہے کہ مقتدر باللہ نے حلاّج کے پاس اپنے خادم کو ایک مردہ پرندہ دے کر بھیجا کہ یہ طوطا میرے لڑکے کے ابو العباس کا تھا جس سے اسے بہت محبت تھی۔ اب یہ مر گیا ہے، اگر تیرا دعویٰ صحیح ہے تو اس کو زندہ کر دے، یہ سن کر حلاّج گھر کے ایک گوشہ میں گیا اور پیشاب کرنے لگا، اور کہا جس شخص کی یہ حالت ہو (کہ ہگتا موتا ہو) وہ مردہ کو زندہ نہیں کر سکتا۔ تو خلیفہ کے پاس واپس جا اور جو کچھ دیکھا سنا ہے اس سے بیان کر دے۔ پھر کہا، ہاں یہ ضرور ہے کہ میرے لئے ایک ایسا بھی ہے جس کو میں ادنیٰ اشارہ کر دوں تو وہ پرندہ کو اصلی حالت میں لوٹا دے گا۔

خادم مقتدر کے پاس واپس گیا اور جو کچھ دیکھا سنا بیان کر دیا۔ اس نے کہا تو پھر حلاّج کے پاس جا اور اس سے کہہ کہ مقصود تو اس پرندہ کا زندہ ہو جانا ہے تو جس کو چاہے اشارہ کر دے۔ اس پر حلاّج نے کہا کہ پرندہ کو میرے حوالے کر۔ خادم نے مردہ پرندہ اس کے ہاتھ میں دیا، حلاّج نے اسے اپنے گھٹنے پر رکھ کر آستین سے چھپا لیا پھر کچھ پڑھا اور آستین اٹھائی تو پرندہ زندہ ہو چکا تھا۔ خادم اس کو (زندہ حالت میں) مقتدر کے

پاس لایا اور جو کچھ دیکھا تھا کہہ سنایا۔ مقتدر نے حامد بن عباس کے پاس آدمی بھیجا کہ حلاّج نے آج ایسا ایسا کیا ہے، حامد نے کہا امیر المومنین اس کو قتل ہی کر دینا ٹھیک ہے، ورنہ لوگ اس کی وجہ سے فتنہ میں پڑ جائیں گے۔ مگر مقتدر نے اس کے قتل میں توقف کیا"۔(بحوالہ تاریخ الطبری، الأبی جعفر محمد بن جریز الطبری: ج ۱۱، ص ۸۳-۸۲)

سنة ٣٠٩ ٨٢

ومعتزلى لمن كان مذهبه الاعتزال . وكان مع ذلك خفيف الحركات شعوذياً قد حاول

وحكيَ أنّ المقتدر أرسل إلى الحلاج خادماً ومعه طائر ميّت ، وقال : إن هذه البيغاء لولدى أبى العباس ، وكان يحبها وقد ماتت ، فإن كان ما تدّعى صحيحاً ، فأحى هذه البيغاء . فقام الحلّاج إلى جانب البيت الذى هو فيه ، وبال ، وقال : من يكن هذه حالته لا يُحيي ميتاً ، فعُدْ إلى الخليفة وأخبره بما رأيتَ وبما سمعت منى ، ثم قال : بلى،لى مَنْ إذا أشرتُ إليه أدنى إشارة ، أعاد الطائر إلى حالته الأولى . فعاد الخادم إلى المقتدر ، وأخبره بما رأى وسمع ، فقال : عد إليه وقل له : المقصود إعادة هذا الطائر إلى الحياة ، فأشِرْ إلى من شئتَ ، قال فعلْ بالطائر ، فأحضر الطائر إليه وهو ميت ، فوضعه على ركبتيه وغطاه بكمّه ، ثم تكلم بكلمات ، ثم رفع كمّه ، وقد

سنة ٣٠٩ ٨٣

الطبّ ، وجرّب الكيميا ، فلم يزل يستعمل المخاريق حتى استهوى بها من لا تحصيل

عاد الطائر حيّاً ، فأعاده الخادم إلى المقتدر وخبّره بما رأى . فأرسل المقتدر إلى حامد ابن العباس ، وقال له : إن الحلاج فعل كذا وكذا ، فقال حامد : يا أمير المؤمنين الصوابُ قتله ، وإلاّ افتتن الناس به ، فتوقّف المقتدر فى قتله .

وقال بعض اصحابه : صحبته سنة إلى مكة قال : وأقام بمكة بعد رجوع الحاج إلى العراق ، وقال : إن شئت أن تعود فعُدْ ، فإنى قد عوّلت أن أمضيَ من هنا إلى بلاد الهند .

قال : وكان الحلاج كثير السياحة كثير الأسفار ، قال : ثم إنه نزل فى البحر يريد الهند ، قال : فصحبتُه إلى بلد الهند ، فلما وصلنا إليها استدلّ على امرأة ، ومضى إليها وتحدّث معها ووعدته إلى غدِ ذلك اليوم ، ثم خرجت معه إلى جانب البحر ، ومعها غزْل ملفوف ، وفيه عقد شبه السُّلَّم ، قال : فقالت المرأة كلمات ، وصعدتْ فى ذلك الخيط ، وكانت تضع رجلها فى الخيط وتصعد حتى غابت عن أعيننا ، ورجع الحلاج وقال لى : لأجل هذه المرأة كان قصدِى إلى الهند .

روائع التراث العربي

تاريخ الطبري

تاريخ الأمم والملوك

لأبي جعفر محمد بن جرير الطبري

٢٢٤ - ٣١٠ هـ

الجزء الحادي عشر

تحقيق

محمد أبو الفضل إبراهيم

دار سويدان

بيروت - لبنان

تاریخ طبری کی اس روایت سے بھی اس بات کی واضح دلیل ملتی ہے کہ ابن منصورؒ پر لگایا گیا دعوائے خدائی کا الزام بالکل جھوٹا اور بے بنیاد تھا کیونکہ اس واقعہ میں ابن منصورؒ نے اپنی عبدیت اور عجز کا صاف اقرار کیا ہے کہ بندۂ عاجز ہو کہ موتنے میں ملوث ہو وہ بھلا کسی کو کیسے زندہ کر سکتا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ میرے لئے ایک ایسا بھی ہے (یعنی اللہ تعالیٰ) جسکو ادنیٰ اشارہ کروں تو وہ پرندہ کو اصلی حالت میں لوٹا دے گا۔ اولیاء اللہ کے ہاتھوں سے جو خوارق ظاہر ہوتے ہیں وہ حکم الٰہی سے ظاہر ہوتے ہیں۔

ابن منصور حلاّجؒ سے صادر ہونے والے خوارق شعبدہ تھے یا کرامات؟

خطیب بغدادیؒ نے تاریخ بغداد صفحہ نمبر ۲۰۰ سے ۲۰۷ تک دو طویل حکایات بیان کی ہیں جن میں ابن منصورؒ کے حیل و شعبدہ وغیرہ کے متعلق بیان کیا ہے۔ پہلی روایت کی سند میں احمد بن یوسف الارزق کہتا ہے کہ مجھ سے میرے چند معتبر ساتھیوں نے بیان کیا (جو کہ مجہول ہیں)۔ کاش وہ ان معتبر ساتھیوں میں سے کسی ایک کا نام ذکر کر دیتے تا کہ انکا موازنہ ابن عطاءؒ، ابوالقاسمؒ، ابوخفیفؒ اور شبلیؒ جیسے جلیل القدر بزرگان دین و ثقہ محدثین کے ساتھ کیا جاسکتا۔ اسی طرح دوسری روایت میں جسکا منتہائے سند "فلان المنجم" ہے۔ اس راوی کا منجم ہونا خود اس کے مجروح ہونے کے لئے کافی ہے جبکہ اس کا نام بھی مجہول ہے۔

خطیب بغدادیؒ نے ابن باکویہ شیرازی کے واسطہ سے جو درج ذیل راویت بیان کی ہے اس سے خود خطیب بغدادیؒ کی اُن روایات کا رد ہوتا ہے جن کو خطیبؒ نے ابن منصورؒ کے حیل وشعبدہ وغیرہ کے متعلق بیان کیا ہے۔

اگر حسین بن منصورؒ حیلہ وشعبدہ باز ہوتے تو اپنے بارے میں ایسا کیوں کہتے کہ ”تم اس کو نہ (میری) کرامت سمجھو نہ شعبدہ“۔

”خطیب بغدادیؒ ابن باکویہ کے واسطہ سے بیان کرتے ہیں، وہ ابو عبداللہ بن مفلح سے، وہ طاہر بن احمد سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے حلّاج کے معاملہ میں بہت تعجب تھا اس لئے ہمیشہ حیلہ گروں کی تلاش وطلب میں رہا اور شعبدہ گری سیکھتا رہا تاکہ ابن منصور کی اصل حالت سے واقف ہو جاؤں۔ اسی عرصہ میں ایک دن ان کے پاس گیا اور سلام کرکے بیٹھ گیا تو فرمایا اے طاہر! تم اس مشقّت میں نہ پڑو کیونکہ جو کچھ تم (اس قسم کی باتیں) دیکھتے اور سنتے ہو وہ دوسرے شخصوں کا کام ہے میرا کام نہیں، تم اس کو نہ (میری) کرامت سمجھو نہ شعبدہ، طاہر کہتا ہے کہ پھر میرے نزدیک یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ جیسا انہوں نے کہا تھا معاملہ اس کے موافق تھا“۔ (بحوالہ تاریخ مدینۃ السلام، الأمام خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص۷۰۴)

فقال: نأكل على أبي قُبَيْس. فأخذنا ما أرَدْنا من الطَّعام وصَعِدنا إلى أبي قُبيس، وقَعَدنا للأكل، فلما فَرَغْنا من الأكل قال الحُسين بن منصور: لم نأكل شيئًا حُلوًا. فقلتُ: أليسَ قد أكلنا التَّمر؟ فقال: أريدُ شيئًا قد مَسَّته النَّار. فقامَ وأخذَ ركوته وغابَ عنَّا ساعةً ثم رجعَ ومعه جام حلواء فوضَعَه بين أيدينا وقال: بسم الله، فأخذَ القومُ يأكلون وأنا أقولُ مع نفسي قد أخذ في الصَّنْعة التي نَسَبها إليه عَمرو بن عُثمان. قال: فأخذتُ منه قطعةً ونزلتُ الوادي، ودرتُ على الحلاويين أُريهم ذلك الحُلواء وأسألهم هل يَعرِفون من يتَّخذ هذا بمكة؟ فما عَرفوه حتى حُمِلَ إلى جاريةٍ طَبَّاخة فعَرَفته، وقالت: لا يُعْمَلُ هذا إلا بزَبِيد[1]، فذَهَبْت إلى حاج زَبِيد، وكان لي فيه صديقٌ، وأرَيتُهُ الحَلواء فعَرَفَه، وقال: يُعمل هذا عندنا إلاّ أنه لا يمكن حَمْله فلا أدري كيفَ حُمِل. وأمرتُ حتى حُمِل إليه الجامَ وتَشَفَّعتُ إليه ليتعرَّفَ الخَبَرَ بزَبِيد هل ضاعَ لأحدٍ من الحلاويين جام علامتُهُ كذا كذا. فرَجَع الزَّبِيدي إلى زَبِيد، وإذا أنه حمل من دُكان إنسان حَلاَوي، فصحَّ عندي أنَّ الرجلَ مَخدومٌ.

وقال ابن باكو: أخبرنا أبو عبدالله بن مُفْلح، قال: حدثنا طاهر بن أحمد التُّسْتَري، قال: تعَجَّبتُ من أمرِ الحَلاَّج، فلم أزل أتتبَّع وأطلب الحِيَل، وأتعلَّم النيرنجات لأقفَ على ما هو عليه، فدخلتُ عليه يومًا من الأيام، وسلمتُ، وجَلَستُ ساعةً، ثم قال لي: يا طاهر لا تتعنَّ، فإنَّ الذي تراهُ وتسمَعُهُ من فعل الأشخاص لا من فعلي، لا تظن أنه كرامةٌ أو شعوذةٌ، فصحَّ عندي أنه كما يقول.

حدثني أبو سعيد السِّجْزي، قال: أخبرنا محمد بن عبدالله بن عُبيدالله الصُّوفي الشِّيرازي، قال: سمعت عليّ بن الحسن الفارسي بالمَوْصل يقول: سمعتُ أبا بكر بن سَعْدان يقول: قال لي الحُسين بن منصور: تؤمن بي حتى أبعثَ إليك بعصفورةٍ تطرحُ من ذَرقها وزنَ حبةٍ على كذا مَنًّا نحاس[2] فيصيرُ ذهبًا؟! قال: فقلت له: بل أنت تُؤمن بي حتى أبعثَ إليك بفيلٍ يَستلقي فتصيرُ

(١) مدينة في اليمن.

(٢) في م: «من نحاس»، وأثبتنا ما في النسخ.

٧٠٤

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن

تليد - الحسين

٣٥٣٥ - ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

تحقیق سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ ابن منصورؒ نہ اپنے آپ کو خدا کہتے تھے نہ ہی انہوں نے نبوت یا خدائی کا دعویٰ کیا تھا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے بعض بے وقوف، جاہل اور نادان مریدان کی کرامات دیکھ کر ان کو خدا کہنے لگے اور ان کی کرامات کو افسانہ بنا کر مشہور کر دیا مگر ابن منصورؒ نے انہیں ہمیشہ جھوٹا کہا اور ان کی باتوں سے بیزاری ظاہر کرتے رہے۔ وہ بار بار اقرار کرتے کہ میں خدائی کا مدعی نہیں ہوں نہ نبوت کا میں تو معمولی انسان ہوں، روزہ نماز اور اعمال خیر بکثرت کرتا ہوں، اسکے سوا کچھ نہیں جانتا۔ وزیر حامد العباس

نے بہت سے طریقوں اور کوششوں کے ذریعہ حسین بن منصورؒ کو ۸ سال سات مہینے آٹھ دن قید میں رکھنے کے بعد ان کے ایک مرید کو سرکاری گواہ بنالیا مگر وہ اس کوشش میں تھا کہ ابن منصورؒ کی زبان سے کوئی ایسی بات نکل جائے جس پر گرفت کر کے علماء سے قتل کا فتویٰ حاصل کر لے، چنانچہ حج کا مضمون ان کی کتاب میں نکل آیا جس پر قاضی کی زبان سے ابن منصورؒ کے لئے "یا حلال الدم" نکل گیا اور وزیر حامد نے قاضی کے اس جملہ کو پکڑ لیا اور مجبور کر کے قتل پر فتویٰ حاصل کر لیا پھر خلیفہ نے بھی علماء کے فتوے پر قتل کی اجازت دے دی۔

چودھواں الزام: دوبارہ زندہ ہو جانے کا دعویٰ

"عریب بن سعد نے خطیب کے واسطے سے ابو عمرو بن حیویہ سے روایت کیا ہے کہ جب حلّاج کو قتل کے لئے باہر لایا گیا تو میں بھی لوگوں کے ساتھ وہاں پہنچا، لوگوں کے ساتھ ہجوم میں گھستا ہوا چلا گیا، یہاں تک کہ میں نے اس کو دیکھا کہ اپنے اصحاب سے کہہ رہا ہے: تم کو میری اس حالت سے گھبرانا نہ چاہیئے کیونکہ میں تیس دن کے بعد تمہارے پاس واپس آجاؤنگا"۔ (بحوالہ تاریخ الطبری، الأبي جعفر محمد بن جریر الطبری: ج ۱۱، ص ۹۳)

روائع التراث العربي

تاريخ الطبري

تاريخ الأمم والملوك

لأبي جعفر محمد بن جرير الطبري

٢٢٤ - ٣١٠ هـ

الجزء الحادي عشر

تحقيق

محمد أبو الفضل إبراهيم

دار سويدان

بيروت - لبنان

٩٣

وكان عنده يخرجه إلى من حضره فيصفع وينتف لحيته .

وأُحضِر يوماً صاحب له يعرف بالسّمرىّ فقال له حامد الوزير : أما زعمت بأن صاحبكم هذا كان ينزل عليكم من الهواء ، أغفل ما كنتم ؟ قال : بلى ، فقال له : فلم لا يذهب حيث شاء ، وقد تركته فى دارى وحده ، غير مقيّده ثم أحضر حامد الوزير

الثلاثاء لست بقين من ذى القعدة أخرِج لِيُقتل فجَعل يتبختر فى قيده ويقول :

نديمى غير منســـوب ... إلى شيء من الحيـــف

سقانى مثـــل ما يشرب ... كفعل الضّيف بالضيف

فلمّا دارت الكـــأس ... دعـــا بالنّطع والسّيـــف

كذا من يشرب الـــرّاح ... مع التّنـــين فى الصيف

فضُرب ألف سوط ثم قُطعت يده ثم رجله ، وحزّ رأسه ، وأُحرقت جثته وأُلقى رماده فى دجلة .

أخبرنا عبد الرحمن بن محمد ، أخبرنا أحمد بن علىّ بن ثابت ، حدثنا عبيد الله ابن عثمان الصيرفى قال : قال لنا أبو عمرو بن حيّويه : لما أخرِج الحلاج ليُقتل مضيتُ فى جملة الناس ، ولم أزل أزاحم حتى رأيته ، فقال لأصحابه: لا يهولنّكم هذا، فإنى عائد إليكم بعد ثلاثين يوماً ، وهذا إسناد صحيح لا شك فيه وهو يكشف حال هذا الرجل ، أنه كان ممخرّقاً يستخفُّ عقول الناس إلى حالة الموت .

أنبانا القزاز أنبانا أحمد بن علىّ أنبانا القاضى أبو العلاء قال : لما أخرج الحسين ابن منصور ليقتل أنشد :

طلبتُ المستقرَّ بكلّ أرضٍ ... فلم أر لى بأرض مستقرّا

أطعتُ مطامعى فاستعبدتنى ... ولو أنّى قنعتُ لكنت حرّا

ومن الحوادث فى سنة اثنتى عشرة وثلثمائة أن نازوك جلس فى مجلس الشرطة ببغداد فأحضر له ثلاثة نفر من أصحاب الحلاج وهم حيدرة والشعرانى وابن منصور فطالبهم بالرجوع عن مذهب الحلاج ، فأبوْا فضربت أعناقهم ثم صلبهم فى الجانب الشرقى من بغداد ووضع رءوسهم على سور السجن فى الجانب الغربى .

خطیب بغدادیؒ نے ابن منصورؒ کی جرح و طعن میں جتنی بھی روایات اپنی کتاب میں رقم کی ہیں کسی ایک کی سند کی تصحیح نہیں کی سوائے اس روایت کے، اور اس روایت کی بنا پر کسی ولی اللہ کو تو دور کی بات کسی عام مسلمان کو بھی کافر و زندیق قرار نہیں دیا جا سکتا۔ لہٰذا جو لوگ ضعیف روایات کی بنیاد پر حسین منصورؒ کو کافر و زندیق قرار دیتے ہیں ان سے گزارش ہے کہ انصاف کے ساتھ ان تمام روایات کو بھی قبول کریں

جن سے حسین منصورؒ کا توحید پرست، عبادت گزار، صاحبِ کرامت اور ولی اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ساتھ میں وزیر حامد العباس کے مظالم، قاضی ابو عمر سے زبردستی فتویٰ لینا اور ابن منصورؒ کے ظالمانہ طریقہ قتل پر بھی نظر ثانی فرمائیں۔

اب اس صحیح سند سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے اس پر بھی توجہ کرنا چاہیئے۔ اس واقعہ کے ظاہری الفاظ اور ظاہری مفہوم کا حاصل اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ ابن منصورؒ نے اپنے اصحاب کو تسلی دی تھی تو ایسے موقع پر دوستوں کو تسلی دینا جرم نہیں اور جس عنوان سے تسلی دی گئی ہے اس کو بھی کوئی عالم کفر یا زندقہ نہیں کہہ سکتا کیونکہ شہداء کی حیات برزخیہ مسلّم ہے۔ اور اس بات پر بھی کوئی شک نہیں کہ ابن منصورؒ اپنے آپ کو مظلوم اور (وزیر حامد) قاتلوں کو ظالم جانتے تھے۔ تو ان کو اپنی شہادت کا یقین ہونا کچھ مستبعد نہیں اور اس یقین کے لئے حیات برزخیہ کا اعتقاد لازم ہے تو پھر اسکو بیہودہ دعویٰ کس دلیل سے کہہ دیا گیا؟ جبکہ ان پر لگائے گئے الزامات بھی صحیح ثابت نہ ہو سکے اور ابن عطاءؒ، خفیف شیرازیؒ، ابوالقاسم نصر آبادیؒ اور امام شبلیؒ جیسے شیخ طریقت نے ان کی تائید کر رکھی ہو۔ لہٰذا ان کے اس کلام کی تاویل بھی شریعت کے عین مطابق ہونی چاہیئے جو ہم نے بیان کی۔

ابن منصورؒ کے قتل کی دستاویز پر خلیفہ (مقتدر باللہ) کے دستخط حاصل کرنے کا واقعہ

”خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں کہ: پھر وزیر نے علماء اور قاضیوں کو جمع کیا اور ابن منصور کے محضر قتل پر سب کے دستخط کرائے پھر وہ محضر زنجی کے حوالہ کیا گیا کہ اس کو خلیفہ مقتدر باللہ تک پہنچا کر مجلس علماء کا سارا حال اس کے گوش گزار کرے اور خلیفہ کی طرف سے اس کا جواب جلد حاصل کر کے اطلاع دے۔ زنجی نے خلیفہ کے نام دو رقعے تحریر کئے اور فتویٰ علماء کو ان کے اندر رکھ کر بھیج دیا۔ وہاں سے دو دن تک کچھ جواب نہ آیا تو وزیر حامد سخت پریشان ہوا اور اپنی اس حرکت پر نادم بھی ہوا کہ ایسا نہ ہو خلیفہ کے نزدیک میری یہ کاروائی بے موقع سمجھی گئی ہو مگر جو کھیل وہ بنا چکا تھا اس کو انتہا تک پہنچانے سے بھی چارہ نہ تھا (ورنہ بدنام ہو جاتا کہ وزیر ہو کر ایسی لچڑ کاروائی کرتا ہے جسکی خلیفہ کے یہاں شنوائی تک نہیں ہوتی) اس نے تیسرے دن زنجی کے قلم سے پھر ایک خط خلیفہ کو لکھوایا جس میں پہلے خط کے جواب کا تقاضا تھا اور یہ بھی تحریر کیا گیا تھا کہ مجلس علماء میں جو کچھ طے پایا ہے اس کی خبر عام طور سے پھیل چکی اور شائع ہو چکی ہے، اگر اس کے بعد حلّاج کو قتل نہ کیا گیا تو لوگ اس کے فتنہ میں مبتلا ہو جائیں گے اور دو آدمی بھی اس کے متعلق اختلاف کرنیوالے باقی نہ رہیں گے۔

یہ خط مفلح کے ذریعہ بھیجا گیا اور اس پر تقاضا کیا گیا کہ جلد خلیفہ کو پہنچا کر اس کا جواب لائے۔ چنانچہ اگلے دن مفلح کے ذریعہ جواب صادر ہوا کہ جب قاضیوں نے اس کے قتل کا فتویٰ دیدیا اور مباح الدم کہہ دیا ہے تو اس کو محمد بن عبد الصمد کوتوال کے حوالہ کر دیا جائے۔

کوتوال اس کو اپنی نگرانی میں لے کر ہزار تازیانہ لگائے اگر اسی سے ہلاک ہو جائے بہتر ورنہ گردن مار دیجائے۔ وزیر حامد اس جواب سے بہت خوش ہوا اور اس کا اضطراب بھی جاتا رہا۔

اب اس نے محمد بن عبد الصمد کوتوال کو بلا کر خلیفہ کا فرمان پڑھ کر سنایا اس نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کیا اور کہا مجھے اندیشہ ہے کہ حلّاج کو مجھ سے چھین لیا جائے گا (یعنی حلّاج کے اصحاب اور معتقدین زبردستی حلّاج کو مجھ سے چھین لیں گے اور عام مسلمان بھی ان کا ساتھ دینگے کیونکہ محضر قتل تیار ہونے پر عوام بگڑ گئے تھے اور وزیر کو اپنی جان کا خطرہ ہو گیا تھا)۔

حامد نے کہا میں اپنے غلاموں کو تیرے ساتھ کر دونگا وہ حلّاج کو کوتوالی کے جیل خانہ تک غربی جانب پہنچا دیں گے۔ پھر سب اتفاق سے یہ طے پایا کہ عشاء کے بعد کوتوال حاضر ہو، اپنی جماعت کو بھی ساتھ لائے جن میں کچھ آدمی سائیسوں کی طرح خچروں پر سوار ہوں ان ہی میں ایک خچر پر حلّاج کو سوار کر دیا جائے تا کہ غلاموں کے جمگھٹے میں اسے کوئی پہچان نہ سکے پھر اس کو حکم دیا کہ حلّاج کے ایک ہزار تازیانہ لگائے، اگر اسی سے ہلاک ہو جائے تو سر کاٹ کر محفوظ رکھے اور لاش کو جلا دے۔ حامد نے اس سے یہ بھی کہا کہ اگر وہ تیرے سامنے دریائے فرات میں سونا چاندی بہتا ہوا بھی دکھادے جب بھی مار سے ہاتھ نہ روکنا، چنانچہ اس قرارداد کے موافق عشاء کے بعد محمد بن عبد الصمد اپنے آدمیوں اور خچروں کو لے کر پہنچا، حامد نے اپنے غلاموں کو اس کے ہمراہ سوار ہونے کا حکم دیا تا کہ کوتوالی کے میدان تک حلّاج کو پہنچا دیں۔

حلّاج کی نگرانی پر جو غلام مقرر تھا اسے حکم دیا کہ اس کو قید خانہ سے باہر نکال لائے اور کوتوال کے سپرد کر دے۔ اس غلام کا بیان ہے کہ جب میں نے دروازہ کھولا اور اس کو باہر آنے کے لئے کہا تو چونکہ یہ وقت دروازہ کھولنے کا نہ تھا حلّاج نے پوچھا وزیر کے پاس کون ہے؟ میں نے کہا محمد بن عبد الصمد ہے تو اس کی زبان سے نکلا "ذھبنا و اللہ" بخدا اب ہم ہلاک ہوئے"۔ (بحوالہ تاریخ مدینۃ السلام، الامام خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص۷۱۹-۷۱۷)

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن

تليد - الحسين

٣٥٣٥ - ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

ولم يُحادِثه، فهو في ذاك إذ جاء غُلام حامد الذي كان مُوكَّلاً بالحَلَّاج، وأومأ إلى هارون بن عِمْران أن يَخرُجَ إليه، فنهَضَ عن المجلس مُسرعًا ونحنُ لا ندري ما السَّبَب، فغابَ عنا قليلاً ثم عادَ وهو مُتغير اللَّون جدًا، فأنكرَ أبي ما رآه منه وسألهُ عنه، فقال: دعاني الغُلام المُوَكَّل بالحَلَّاج فخرجتُ إليه فأعلَمَني أنه دَخَل إليه ومعه الطَّبق الذي رُسِمَ أن يقدِّمه إليه في كلِّ يوم، فوجَدَه مَلأ البيتَ من سَقفِه إلى أرضِه، ومَلأ جَوانِبَه فهالَهُ ما رأى من ذلك ورَمَى بالطَّبَق من يَدِه وخَرج من البيت مُسرعًا، وأن الغُلامَ ارتعَدَ وانتفَضَ وحُمَّ!، وبَقِيَ هارون يتَعَجَّب من ذلك.

وبلَغ حامدًا عن بعض أصحاب الحَلَّاج أنه ذكر أنه دخلَ إليه إلى المَوضع الذي هو فيه وخاطَبَه بما أرادَهُ فأنكرَ ذلك كلَّ الإنكار، وتقدَّمَ بمسألة الحُجَّاب والبَوَّابين عنه وقد كان رسم أن لا يدْخُلَ إليه أحدٌ، وضربَ بعض البَوَّابين فَحَلفوا بالأيمان المُغَلَّظة أنهم ما أدخلوا أحدًا من أصحاب الحَلَّاج إليه ولا اجتازَ بهم، وتقدَّم باقتفاد السُّطوح وجَوانِبَ الحيطان، فافتقدوا ذلك أجمع، ولم يُوجد له أثرٌ ولا خَلَل، فسأل الحَلَّاج عن دخولِ من دَخَل إليه، فقال: من القُدْرة نَزَل، ومن المَوضع الذي وَصَل إليَّ منه خَرَج، وكان يُخرِجُ إلى حامد في كلِّ يومٍ دفاترَ مما حُمِلَ من دور أصحاب الحَلَّاج، ويجعلُ بينَ يدَيه فيدفَعُها إلى أبي، ويتقدَّم إليه بأن يَقرأها عليه، فكانَ يفعلُ ذلك دائمًا، فقرأ عليه في بعض الأيام من كتب الحَلَّاج والقاضي أبو عُمر حاضر والقاضي أبو الحُسين ابن الأُشناني كتابًا حكى فيه أنَّ الإنسان إذا أرادَ الحَجَّ ولم يمكنه أفردَ في داره بيتًا لا يَلحَقُه شيءٌ من النَّجاسة، ولا يدخُلُه أحدٌ، ومنعَ من تطرقه فإذا حَضَرت أيامُ الحجِّ طافَ حولَهُ طوافَهُ حول البَيت الحَرام، فإذا انقضَى ذلك، وقضَى من المناسك ما يُقْضَى بمكة مثله، جمعَ ثلاثين يتيمًا وعَمِلَ لهم أمرأ ما يُمْكنه من الطَّعام وأحْضَرهم إلى ذلك البيت، وقدَّم إليهم ذلك الطَّعام وتولَّى خِدمَتَهم بنفسه، فإذا فَرغوا من أكلهم وغَسَلَ أيديهم كسَا كلَّ واحدٍ منهم قميصًا ودفع إليه سبعةَ دراهم، أو ثلاثة، الشك مني، فإذا فعلَ ذلك قامَ له مقام

الحجُّ، فلما قرأ أبي هذا الفصل التفتَ أبو عُمر القاضي إلى الحَلاَّج وقال له: من أينَ لكَ هذا؟ قال: من كتاب «الإخلاص» للحسن البَصْري. فقال له أبو عُمر: كذبتَ يا حلالَ الدَّم، قد سمعنا كتاب «الإخلاص» للحسن البَصْري بمكة وليسَ فيه شيءٌ مما ذكرتَهُ. فلما قال أبو عُمر كذبتَ يا حلال الدَّم، قال له حامد: اكتُب بهذا، فتشاغلَ أبو عُمر بخطاب الحَلاَّج، فأقبلَ حامد يُطالِبُه بالكِتاب بما قالَهُ، وهو يُدافِعُ ويَتشاغل إلى أن مدَّ حامد الدَّواة من بين يَديه إلى أبي عُمر، ودعا بدُرْج فدفَعَه إليه وألَحَّ عليه حامد بالمُطالبة بالكتاب إلحاحًا لم يمكنه معه المُخالفة، فكتبَ بإحلال دَمِه، وكتبَ بعدَه من حَضَر المجلسَ، ولما تبيَّن الحَلاَّج الصُّورة قال: ظهري حِمًى ودمي حرامٌ، وما يَحِلُّ لكم أن تتأولوا عليَّ بما يُبيحه، واعتقادي الإسلام، ومَذهبي السُّنة وتَفضِيلُ أبي بكر وعُمر وعُثمان وعليّ وطَلْحة والزُّبير وسعد وسعيد وعبدالرحمن بن عَوْف وأبي عُبيدة ابن الجَرَّاح، وَلِيَ كتبٌ في السُّنة موجودةٌ في الوَرَّاقين، فالله الله في دمي، ولم يزل يُرَدِّد هذا القول والقوم يكتُبون خطوطَهُم إلى أن استكمَلُوا ما احتاجوا إليه، ونَهَضُوا عن المجلس. ورُدَّ الحَلاَّج إلى موضعِهِ الذي كان فيه، ودفعَ حامد ذلك المَحضر إلى والدي وتقدَّمَ إليه أن يكتب إلى المُقتدر بالله بخبر المَجلس وما جَرى فيه، وينفذ الفتوى[1] درج الرقعة ويستأذنه في قتله، ويكتب رقعة إلَى نصر الحاجب يسأله فيها إيصال الرقعة إلى المقتدر بالله، وتَنَجُّز الجوابِ عنها، فكتَبَ الرُّقعتَيْن وأنفَذَ الفَتْوى درج الرُّقعة إلى المُقتدر بالله، وأبطأ الجوابُ يومَيْن، فغَلُظ ذلك على حامد ولَحِقَه ندمٌ على ما كتب به، وتَخَوَّف أن يكون قد وقعَ غير مَوقعِهِ، ولم يجد بُدًّا من نُصْرة ما عَمِلَه فكتبَ بخطِّ والدي رُقعةً إلى المُقتدر بالله في اليوم الثالث يقتَضِي فيها ما تَضَمَّنَتْه الأولى ويقول: إنَّ ما جَرَى في المَجلس قد شاعَ وانتشرَ، ومتى لم يتبعه قتل الحَلاَّج افتَتَنَ الناسُ به، ولم يَختلف عليه اثنان، ويَستأذن في ذلك، وأنفَذَ

(١) من هنا إلى قوله «وتنجز» سقط كله من م.

الرُّقعة إلى مُفلح، وسألَهُ إيصاله وتَنَجُّز[1] الجَواب عنها وإنفاذه إليه، فعادَ الجوابُ من المُقتدر بالله من غَدِ ذلك اليوم من جِهة مُفلح؛ بأنَّ القُضاة إذا كانوا قد أفْتَوا بقَتْله، وأباحوا دَمَه؛ فلتُحْضِر محمد بن عبدالصمد صاحبَ الشُّرطة، وليتقَدَّم إليه بتَسَلُّمِه وضَرْبه ألفَ سَوْط، فإن تلف تحتَ الضَّرْب وإلاَّ ضُرِبَ عُنُقُه فسُرَّ حامدٌ بهذا الجَوابِ، وزالَ ما كان عليه من الاضطِراب، وأحضَرَ محمد بن عبدالصمد وأقرأه إيَّاه، وتقَدَّم إليه بتَسَلُّم الحَلاَّج، فامتنَع من ذلك وذكرَ أنه يتخَوَّف أن يُنْتَزَعَ، فأعلَمَه حامد أنه يبعثُ معه غِلمانَه حتى يَصِيروا به إلى مَجلسِ الشُّرطة في الجانب الغربي، ووَقَع الاتفاقُ على أن يَحْضُر بعد عشاء الآخرة ومعه جماعةٌ من أصحابِهِ، وقومٌ على بِغالٍ مؤكفة يَجرون مَجرى الشاسة، ليُجعلَ على واحدٍ منها ويدخل في غِمار القَوم، وأوْصاهُ بأن يَضْربَه ألف سَوْط فإن تلف حَزَّ رأسَه واحتفَظَ به، وأحْرَقَ جُثَّته، وقال له حامد: إن قال لك: أُجري لك الفُرات ذهبًا وفضَّة فلا تَقْبل منه! ولا تَرْفع الضَّرْبَ عنه، فلما كان بعدَ عِشاء الآخرة وافى محمد بن عبدالصمد إلى حامد ومعه رِجالُه والبِغال المؤكفة، فتقدَّمَ إلى غِلمانه بالرُّكوب معه حتى يَصِلَ إلى مجلس الشُّرطة، وتقدَّمَ إلى الغُلام المُوَكل به بإخراجه من المَوضع الذي هو فيه، وتَسليمِهِ إلى محمد[2] بن عبدالصمد، فحكى الغُلام أنَّه لما فَتَح الباب عنه وأمَرَه بالخُروج، وهو وقتٌ لم يكن يُفتَح عنه في مِثلِهِ، قال له: مَنْ عند الوزير؟ فقال: محمد بن عبدالصمد، فقال: ذهبنا والله. وأُخرِجَ وأُركِبَ بعضَ تلكَ البِغال المؤكفة واختلَطَ بجُملة الشاسة، ورَكِبَ غِلمانُ حامد معه حتى أوصَلُوه إلى الجِسْر ثم انصَرَفوا، وباتَ هناك محمد بن عبدالصمد ورجالُه مُجتمعون حول المَجلس. فلما أصبَحَ يومُ الثلاثاء لستٍّ بَقِينَ من ذي القَعدة، أُخرِجَ الحَلاَّج إلى رَحْبة المَجلس، وأمِرَ الجَلاَّدُ بضَرْبه بالسَّوْط، واجتمَعَ من العامَّة

(١) في م: «إيصالها وتنجيزه»، وأثبتنا ما في النسخ.
(٢) في م: «أصحاب محمد»، وأثبتنا ما في هـ ٦.

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء

من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت

الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن

تليد - الحسين

٣٥٣٥ - ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء

من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت

الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن

تليد - الحسين

٣٥٣٥ - ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

اسے کہتے ہیں عذر گناہ بدتر از گناہ۔ کوئی اس سے پوچھے کہ مجلس علماء میں عوام کو شریک کرنے کے لئے تم سے کس نے کہا تھا جو ان کا فتویٰ خلیفہ کی منظوری سے پہلے ہی شائع اور مشہور ہو گیا جس کے بعد خلیفہ کی منظوری کا وہی درجہ رہ جاتا ہے جو پارلیمنٹ کی کاروائی کے بعد صدر مملکت کے دستخط کا درجہ رہ جاتا ہے۔ اس سے ناظرین نے اندازہ کر لیا ہو گا کہ وزیر نے علماء اور قضاء کو تو محضر قتل تیار کرنے پر مجبور کیا ہی تھا خلیفہ وقت کے سامنے بھی حالات کی ایسی منظر کشی کی کہ خلیفہ کے آگے دستخط منظوری کے سوا کچھ چارہ ہی نہ رہا۔

سبحان اللہ! کیسی کیسی مکاریوں اور چال بازیوں کے بعد قتل ابن منصور کا منصوبہ پورا ہوا، کیا حدود شرعی کا اجراء اسی طرح ہوا کرتا ہے؟

شہادت ابن منصورؒ کے سانحہ کا واقعہ

”خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں: پھر اس کو باہر لایا گیا اور سائیسوں کی جماعت کے ساتھ ایک خچر پر سوار کر کے حامد کے غلاموں اور کوتوال کے سپاہیوں کی حراست میں پُل تک پہنچا دیا گیا، حامد کے غلام تو وہاں سے واپس آ گئے، محمد بن عبد الصمد اور اس کے سپاہی صبح تک حلّاج کے گرد کوتوالی کے میدان میں حلقہ ڈالے بیٹھے رہے۔ جب منگل کے دن ۴ ذیقعدہ ۳۰۹ھ کی صبح نمودار ہوئی حلّاج کو جیلخانہ کے میدان میں لایا گیا تو وہ "حسب الواجد أفراد الواحد لہٗ"، "پانے والے کیلئے یہی بس ہے کہ تنہا خدا اس کا ہے (اور کوئی یار و مددگار نہیں)" کہتے ہوئے بیڑیاں پہنے ہوئے تبخترانہ (مستانہ) چال سے باہر آئے اور یہ اشعار پڑھے:

نديمي غير منسوب إِلَى شيء من الحيف

سقاني مثل ما يشرب فعل الضيف بالضيف

فلما دارت الكأس دعا بالنطع والسيف

كذا من يشرب الراح مع التنين فِي الصيف

پھر سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر ۱۸ {يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لا يُؤْمِنُونَ بِهَا وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا الْحَقُّ} کی تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ ہے کہ: "جو لوگ قیامت پر ایمان نہیں رکھتے وہ قیامت کو جلدی بلانا چاہتے ہیں اور جو اس پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ یقینی (آنے والی) ہے""۔ (بحوالہ تاریخ مدینۃ السلام، الامام خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص ۷۱۱-۷۱۰)

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن

تليد- الحسين

٣٥٣٥- ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

سمعتُ محمد بن أحمد بن الحسن الوَرّاق يقول: سمعتُ أبا إسحاق إبراهيم ابن محمد القلانسي الرَّازي يقول: لمَّا صُلِب الحُسين بن منصور، وقفتُ عليه وهو مَصلوبٌ، فقال: إلهي[1] أصبحتُ في دار الرَّغائب أنظرُ إلى العَجائب، إلهي إنكَ تتودَّدُ إلى من يُؤذيكَ، فكيفَ لا تتودَّدُ إلى من يؤذَى فيك.

وقال السُّلمي: سمعتُ عبدالواحد بن عليّ يقول: سمعتُ فارسًا البغدادي يقول: لما حُبِس الحَلاَّج قُيِّد من كَعْبِه إلى ركبتِهِ بثلاثة عشر قَيْدًا، وكان يصلِّي مع ذلك في كلِّ يومٍ وليلة ألف ركعة!

قال: وسمعتُ فارسًا يقول: قَطعت أعضاؤه يوم قُتِلَ عَضوًا عَضوًا وما تَغيَّر لونُه.

وقال السُّلمي: سمعتُ أبا عبدالله الرَّازي يقول: سمعتُ أبا بكر العَطُوفي يقول: كنتُ أقربَ الناس من الحَلاَّج، فضُربَ كذا وكذا سوطًا، وقُطِّعت يداه ورجلاه فما نَطَق!

أخبرنا ابن الفَتْح، قال: أخبرنا محمد بن الحُسين، قال: سمعتُ الحُسين ابن أحمد يعني الرَّازي يقول: سمعت أبا العباس بن عبدالعزيز يقول: كنتُ أقربَ الناس من الحَلاَّج حين ضُربَ وكان يقولُ مع كلِّ صَوت: أحدٌ، أحد.

حدثنا عُبيدالله بن أحمد بن عُثمان الصَّيْرفي، قال: قال لنا أبو عُمر بن حَيُّويه: لما أُخرج حُسين الحَلاَّج ليُقتَل مَضَيتُ في جُملة الناس، ولم أزل أُزاحِم حتى رأيتُهُ، فقال لأصحابه: لا يَهولَنَّكم هذا، فإني عائدٌ إليكم بعد ثلاثين يومًا، ثم قُتِل.

أخبرنا محمد بن أحمد بن عبدالله الأَرْدَستاني بمكة، قال: أخبرنا أبو عبدالرحمن محمد بن الحُسين السُّلمي بنَيسابور، قال: سمعتُ أبا العباس الرَّزَّاز يقول: كان أخي خادمًا للحُسين بن منصور، فسمعتُهُ يقول: لما كانت الليلة التي وُعِدَ من الغَدِ قَتْله، قلت له: يا سيدي أوصني، فقال لي: عليك

(١) في م: «إلهي إلهي»، مكررة، وليست في النسخ.

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن

تليد- الحسين

٣٥٣٥- ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

نَفسَكَ إن لم تَشْغَلها شَغَلَتكَ. قال: فلما كان من الغد وأُخْرِجَ للقَتْل، قال: حسبُ الواجد[1] إفراد الواحد له، ثم خرج يَتَبَختر في قَيْده ويقول[2] [من الهزج]:

نَديمي غيرُ مَنسوبٍ … إلى شيءٍ من الحَيْفِ

سَقَاني مِثْل ما يَشْرَبُ فِعْلَ الضَّيْفِ بالضَّيْفِ

فلمَّا دارت الكأسُ … دعا بالنِّطْعِ والسَّيْفِ

كَذَا من يَشْربُ الرَّاحَ … مع التِّنِّين في الصَّيْفِ

ثم قال: ﴿يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا الْحَقُّ﴾[الشورى ١٨] ثم ما نطقَ بعد ذلك حتى فُعِلَ به ما فُعِل.

أخبرنا ابن الفَتْح، قال: أخبرنا محمد بن الحُسين، قال: سمعتُ عبدالله ابن عليّ يقول: سمعتُ عيسى القَصَّار يقول: آخرُ كلمةٍ تكلَّم بها الحُسين بن منصور عند قَتْله وصَلْبه أن قال: حسبُ الواجد إفراد الواحد له. فما سمع بهذه الكلمة أحد من المشايخ إلاَّ رَقَّ له واستحسن هذا الكلام منه.

أخبرنا إسماعيل الحِيري، قال: أخبرنا أبو عبدالرحمن السُّلَمي، قال: سمعتُ أبا بكر البَجَلي يقول: سمعتُ أبا الفاتك البَغدادي، وكان صاحبَ الحَلاَّج، قال: رأيتُ في النوم بعد ثلاث من قَتلِ الحَلاَّج، كأنِّي واقفٌ بين يدي ربِّي تعالى فأقول: يا رب ما فعل الحُسين بن منصور؟ فقال: كاشفتُهُ بمعنى فدعا الخَلق إلى نفسه، فأنزلتُ به ما رأيتَ.

ذكر أخبار الحَلاَّج بعد حصوله في يد حامد بن العباس وشرحها على التَّفصيل إلى حين مَقْتَله

قد ذكرنا ما انتهى إلينا من أخبار الحَلاَّج المنثورة، وأنا أسوقُ ههنا قصَّتَه ببغداد مُفَصَّلة، وسببَ القَبْض عليه، وشرحَ ما بعد ذلك إلى أن قُتِل:

فبلغنا أنه أقامَ ببغداد في أيام المُقتدر بالله زمانًا يَصحبُ الصُّوفية ويَنتسِبُ

(١) في م: «الواحد» بالحاء المهملة، وما هنا مجود في النسخ.

(٢) وتنسب إلى الحسين بن الضحاك الخليع، وهي في ملحق الديوان ١١٦.

کیا یہ الفاظ کسی کافر وزندیق شخص کے ہوسکتے ہیں جو خدائی کا دعوے دار ہو؟ ہرگز نہیں۔ ابن منصورؒ نے "حسب الواجد أفراد الواحد لَہٗ" کہہ کر اور سورۃ الشوریٰ کی آیت پڑھ کر ان لوگوں کو خبردار کرنے کی کوشش کی جو لوگ ان کے ظالمانہ قتل میں پیش پیش تھے۔ غالباً اس آیت کی تلاوت کا مطلب یہ تھا کہ کثرت مظالم علامات قیامت میں سے ہے تو جو لوگ ایسے مظالم پر دلیری کر رہے ہوتے ہیں وہ گویا قیامت کو جلدی بلانا چاہتے ہیں۔

کیا شریعت مجرم کے ساتھ اس طرح کے وحشیانہ وظالمانہ سلوک کی اجازت دیتی ہے جس طرح کا سلوک ابن منصور کے ساتھ کیا گیا؟

"سُلمی مذکور عبدالواحد بن علی سے وہ فارس بغدادی سے روایت کرتے ہیں کہ جس دن ابن منصور کو قتل کیا گیا ہے، قتل سے پہلے ان کے ایک ایک عضو کو کاٹا گیا، مگر ان کا رنگ بھی متغیر نہ ہوا"۔ (بحوالہ تاریخ مدینۃ السلام، الأمام خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص۷۱۰)

"سُلمی ابوعبداللہ رازی سے وہ ابوبکر عطوفی سے روایت کرتے ہیں کہ میں ابن منصور کے پاس سب سے زیادہ قربت تھا۔ ان کے اتنے اتنے کوڑے لگائے گئے (یعنی ایک ہزار تازیانہ جیسا کہ دوسری روایات میں ہے) اور دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹے گئے مگر ان کی زبان سے کچھ بھی نہیں نکلا (یعنی اُف تک نہیں کی)"۔ (بحوالہ تاریخ مدینۃ السلام، الأمام خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص۷۱۰)

"خطیب بغدادیؒ ابن الفتح سے، وہ محمد بن حسین سے، انہوں نے سنا حسین بن احمد الرازی سے، وہ ابوالعباس بن عبدالعزیز کے حوالہ سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں ابن منصور حلّاج کے بہت قریب تھا، جب ان کے کوڑے لگائے گئے تو ہر کوڑے پر احد احد کہتے تھے"۔ (بحوالہ تاریخ مدینۃ السلام، الأمامخطیب بغدادیؒ: ج۸، ص۷۱۰)

"خطیب بغدادیؒ ابن الفتح سے، وہ محمد بن حسین سے، انہوں نے عبداللہ بن علی کو کہتے سنا، وہ عیسیٰ القصار کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ اخیر کلمہ جو ابن منصور کی زبان سے قتل اور سولی کے وقت نکلا ہے وہ یہ تھا "حسب الواجد أفراد الواحد لَہٗ"، "پانے والے کیلئے یہی بس ہے کہ تنہا خدا اس کا ہے (اور کوئی یار و مددگار نہیں)"۔ اس جملے کو مشائخ میں جس نے بھی سنا اس پر رقّت طاری ہوگئی"۔ (بحوالہ تاریخ مدینۃ السلام، الأمام خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص۷۱۱)

سمعتُ محمد بن أحمد بن الحسن الوَرَّاق يقول: سمعتُ أبا إسحاق إبراهيم ابن محمد القلانسي الرَّازي يقول: لمَّا صُلِب الحُسين بن منصور، وقفتُ عليه وهو مَصلوبٌ، فقال: إلهي[1] أصبحتُ في دار الرَّغائب أنظرُ إلى العَجائب، إلهي إنكَ تتودَّدُ إلى من يُؤذيكَ، فكيفَ لا تتودَّدُ إلى من يؤذَى فيك.

وقال السُّلمي: سمعتُ عبدالواحد بن عليّ يقول: سمعتُ فارسًا البغدادي يقول: لما حُبس الحَلاَّج قُيِّد من كَعْبه إلى ركبتِه بثلاثة عشر قَيْدًا، وكان يصلِّي مع ذلك في كلِّ يوم وليلة ألف ركعة!

قال: وسمعتُ فارسًا يقول: قُطعت أعضاؤه يوم قُتِلَ عَضوًا عَضوًا وما تَغيَّر لونُه.

وقال السُّلمي: سمعتُ أبا عبدالله الرَّازي يقول: سمعتُ أبا بكر العَطُوفي يقول: كنتُ أقربَ الناس من الحَلاَّج، فضُربَ كذا وكذا سوطًا، وقُطِّعت يداه ورجلاه فما نَطَق!

أخبرنا ابن الفَتْح، قال: أخبرنا محمد بن الحُسين، قال: سمعتُ الحُسين ابن أحمد يعني الرَّازي يقول: سمعت أبا العباس بن عبدالعزيز يقول: كنتُ أقربَ الناس من الحَلاَّج حين ضُربَ وكان يقولُ مع كلِّ صَوت: أحدٌ، أحد.

حدثنا عُبيدالله بن أحمد بن عُثمان الصَّيْرفي، قال: قال لنا أبو عُمر بن حَيُّويه: لما أُخرج حُسين الحَلاَّج ليُقتَل مَضَيتُ في جُملة الناس، ولم أزل أُزاحِم حتى رأيتُهُ، فقال لأصحابه: لا يَهولنَّكم هذا، فإني عائدٌ إليكم بعد ثلاثين يومًا، ثم قُتِل.

أخبرنا محمد بن أحمد بن عبدالله الأرْدَستاني بمكة، قال: أخبرنا أبو عبدالرحمن محمد بن الحُسين السُّلمي بنَيسابور، قال: سمعتُ أبا العباس الرَّزَّاز يقول: كان أخي خادمًا للحُسين بن منصور، فسمعتُهُ يقول: لما كانت الليلة التي وُعِدَ من الغَدِ قَتْله، قلت له: يا سيدي أوصني، فقال لي: عليك

(١) في م: «إلهي إلهي»، مكررة، وليست في النسخ.

نَفسَكَ إن لم تَشْغَلها شَغَلَتكَ. قال: فلما كان من الغد وأُخْرِجَ للقَتْل، قال: حسبُ الواجد[1] إفراد الواحد له، ثم خرج يَتَبَختر في قَيْده ويقول[2] [من الهزج]:

نَديمي غيرُ مَنْسوبٍ ... إلى شيءٍ من الحَيْفِ
سَقَاني مِثْل ما يَشْرَ ... بُ فعلَ الضَّيْفِ بالضَّيْفِ
فلما دارت الكأسُ ... دعا بالنِّطْعِ والسَّيْفِ
كذا من يَشْربُ الرَّاحَ ... مع التِّنين في الصَّيْفِ

ثم قال: ﴿ يَسْتَعْجِلُ بِهَا ٱلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا ۖ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مُشْفِقُونَ مِنْهَا وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا ٱلْحَقُّ ﴾[الشورى ١٨] ثم ما نطقَ بعد ذلك حتى فُعِلَ به ما فُعِل.

أخبرنا ابن الفَتْح، قال: أخبرنا محمد بن الحُسين، قال: سمعتُ عبدالله ابن عليّ يقول: سمعتُ عيسى القَصَّار يقول: آخرُ كلمةٍ تكلَّم بها الحُسين بن منصور عند قَتْله وصَلْبه أن قال: حسبُ الواجد إفراد الواحد له. فما سمع بهذه الكلمة أحد من المشايخ إلاّ رَقَّ له واستحسن هذا الكلام منه.

أخبرنا إسماعيل الحِيري، قال: أخبرنا أبو عبدالرحمن السُّلَمي، قال: سمعتُ أبا بكر البَجَلي يقول: سمعتُ أبا الفاتك البَغدادي، وكان صاحبَ الحَلاَّج، قال: رأيتُ في النوم بعد ثلاث من قَتلِ الحَلاَّج، كأنِّي واقفٌ بين يدي ربِّي تعالى فأقول: يا رب ما فعل الحُسين بن منصور؟ فقال: كاشفتُهُ بمعنى فدعا الخَلق إلى نفسه، فأنزلتُ به ما رأيتَ.

ذكر أخبار الحَلاَّج بعد حصوله في يد حامد بن العباس وشرحها على التَّفصيل إلى حين مَقْتَله

قد ذكرنا ما انتهى إلينا من أخبار الحَلاَّج المنثورة، وأنا أسوقُ ههنا قصَّتَه ببغداد مُفَصَّلة، وسببَ القَبْض عليه، وشرحَ ما بعد ذلك إلى أن قُتِل:

فبلغنا أنه أقامَ ببغداد في أيام المُقتدر بالله زمانًا يَصحبُ الصُّوفية وينتسِبُ

(١) في م: «الواحد» بالحاء المهملة، وما هنا مجود في النسخ.
(٢) وتنسب إلى الحسين بن الضحاك الخليع، وهي في ملحق الديوان ١١٦.

حسین بن منصور حلاّجؒ پر اللہ کی محبت کا قوی حال غالب تھا کہ ایک ہزار کوڑے کھانے اور ہاتھ پیر کاٹے جانے کے بعد بھی انہوں نے اُف تک نہ کی، صرف احد احد ہی کہتے رہے۔ اس حال کے سامنے ہزاروں کرامات بھی بے حقیقت ہیں۔ اور سب سے آخری کلمہ جو زبان سے نکلا وہ تو سراسر توحید میں ڈوبا ہوا تھا، وہ یہ تھا "حسب الواجد أفراد الواحد لَهٗ"، "پانے والے کے لئے یہی بس ہے کہ تنہا خدا اس کا ہے (اور کوئی یار و مددگار نہیں)۔ اس جملے کو مشائخ میں جس نے بھی سنا اس پر رقّت طاری ہو گئی۔ اگر بالفرض ابن منصورؒ کی زبان سے کسی وقت ایسا کلمہ نکل بھی گیا ہو جسکی بناء پر علماء کو تکفیر کا فتویٰ دینا پڑا ہو تو بھی ابن منصورؒ کی آخری حالت ان کے سچے موحد ہونے کو اچھی طرح ظاہر کر رہی ہے پس ان عبارات میں تاویل ضروری تھی جن سے علماء کو شبہ ہوا تھا۔

سولی پر چڑھانے کے وقت کمالِ استقامت

"خطیب بغدادیؒ نے ابو عبد الرحمٰن سُلمی کے واسطہ سے ابو اسحٰق ابراہیم بن محمد قلانسی رازی سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جب حسین بن منصور کو سولی دی گئی میں ان کے پاس کھڑا تھا۔ انہوں نے کہا: "إلهي أصبحت في دار الرغائب أنظر إلَى العجائب إلهي إنك تتودد إلَى من يؤذيك، فكيف لا تتودد إلَى من يؤذى فيك"۔ "میرے معبود، میرے معبود، میں نے صبح کی مرغوبات کے گھر میں اور عجائبات کو دیکھ رہا ہوں۔ میرے معبود! آپ تو اس شخص سے بھی دوستی کا برتاؤ کرتے ہیں جو آپ کو ایذا دیتا ہے، تو آپ اس شخص سے دوستی کا برتاؤ کیوں نہ کریں گے جسکو آپ کی راہ میں ایذا دی جاتی ہے""۔ (بحوالہ تاریخ مدینۃ السلام، الأمام خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص۷۱۰)

سمعتُ محمد بن أحمد بن الحسن الوَرّاق يقول: سمعتُ أبا إسحاق إبراهيم ابن محمد القلانسي الرّازي يقول: لمّا صُلِب الحُسين بن منصور، وقفتُ عليه وهو مَصلوبٌ، فقال: إلهي[1] أصبحتُ في دار الرّغائب أنظرُ إلى العَجائب، إلهي إنكَ تتودَّدُ إلى من يُؤذيكَ، فكيفَ لا تتودَّدُ إلى من يؤذَى فيك.

وقال السُّلمي: سمعتُ عبدالواحد بن عليّ يقول: سمعتُ فارسًا البغدادي يقول: لما حُبِس الحَلاّج قُيِّد من كَعْبِه إلى ركبتِهِ بثلاثة عشر قَيْدًا، وكان يصلِّي مع ذلك في كلِّ يومٍ وليلة ألف ركعة!

قال: وسمعتُ فارسًا يقول: قُطعت أعضاؤه يوم قُتِلَ عُضوًا عُضوًا وما تَغيّر لونُه.

وقال السُّلمي: سمعتُ أبا عبدالله الرّازي يقول: سمعتُ أبا بكر العَطُوفي يقول: كنتُ أقربَ الناس من الحَلاّج، فضُربَ كذا وكذا سوطًا، وقُطِّعت يداه ورجلاه فما نَطَق!

أخبرنا ابن الفَتْح، قال: أخبرنا محمد بن الحُسين، قال: سمعتُ الحُسين ابن أحمد يعني الرّازي يقول: سمعت أبا العباس بن عبدالعزيز يقول: كنتُ أقربَ الناس من الحَلاّج حين ضُربَ وكان يقولُ مع كلِّ صَوت: أحدٌ، أحد.

حدثنا عُبيدالله بن أحمد بن عُثمان الصَّيْرفي، قال: قال لنا أبو عُمر بن حَيُّويه: لما أُخرج حُسين الحَلاّج ليُقتَل مَضَيتُ في جُملة الناس، ولم أزل أُزاحِم حتى رأيتُهُ، فقال لأصحابه: لا يَهولَنّكم هذا، فإني عائدٌ إليكم بعد ثلاثين يومًا، ثم قُتِل.

أخبرنا محمد بن أحمد بن عبدالله الأرْدَستاني بمكة، قال: أخبرنا أبو عبدالرحمن محمد بن الحُسين السُّلمي بنَيسابور، قال: سمعتُ أبا العباس الرَّزّاز يقول: كان أخي خادمًا للحُسين بن منصور، فسمعتُهُ يقول: لما كانت الليلة التي وُعِدَ من الغَدِ قَتْله، قلت له: يا سيدي أوصني، فقال لي: عليك

(١) في م: «إلهي إلهي»، مكررة، وليست في النسخ.

٧١٠

کیا یہ کلام کسی ساحروزندیق کا ہو سکتا ہے؟ ہر گز نہیں۔ ایسا کلام صرف اور صرف ایک ولی کامل کا ہی ہو سکتا ہے جو اپنے خالق حقیقی سے اپنی آخری سانس تک دوستی کے برتاؤ کی امید کا اظہار کر رہا ہے۔

حسین بن منصورؒ توحید کے نشے سے سرشار ہو کر محبت و عشق الٰہی کا ایسا درد انگیز اظہار کر گئے کہ مشائخ وقت بھی نعرہ "حسب الواجد أفراد الواحد لہٗ" کو سنکر رقت پذیر ہو گئے۔ ابن منصورؒ کا واقعہ ٔقتل اور سانحہ ٔان کے ولی اللہ، عاشق فانی محب سبحانی، صاحب استقلالِ لاثانی ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے۔

کسی ولی اللہ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ شدید تکالیف و مصائب میں بھی محبت الٰہی پر قائم رہے اور اس میں ذرا برابر کمی نہ آئے۔ حسین بن منصورؒ کو اللہ تعالیٰ نے اس دولت سے بھرپور حصہ عطا فرمایا تھا، یہی وجہ تھی کہ سولی پر چڑھایا جارہا تھا اور ان کی زبان سے محبت و عشق الٰہی کے شرارے نکل رہے تھے۔

ایسی سخت سزائیں اور سنگین مصیبت کو اس درجہ صبر واستقلال اور خندہ پیشانی سے برداشت کرنا کسی عام انسان یا کسی ساحروزندیق سے نہیں بلکہ ایسا صبر واستقامت کسی ولی اللہ سے ہی ممکن ہے۔

"اس کے بعد زبان سے کچھ نہ نکلا یہاں تک کہ ہوا جو کچھ ہوا۔ یعنی جلاد کو تازیانہ لگانے کا حکم دیا گیا اور اس وقت عوام کا اس قدر مجمع تھا کہ ان کی شمار نہیں ہو سکتی تھی۔ پورے ایک ہزار تازیانے لگائے گئے مگر اس (اللہ کے بندہ) نے نہ معافی طلب کی نہ آہ کی (بس ہر تازیانہ پر احد احد ہی کہتے رہے) جب چھ سو تازیانہ لگ چکے تو محمد بن عبد الصمد سے کہا کہ مجھے اپنے پاس بلا کر میری ایک نصیحت سن لے جو (تیرے فائدے کی ہے) فتح قسطنطنیہ کی برابر ہے، محمد بن عبد الصمد نے جواب دیا کہ مجھے پہلے ہی بتلا دیا گیا ہے کہ تم ایسی اور اس سے بھی بڑھ کر باتیں کروگے مگر میں مار کو موقوف نہیں کر سکتا۔ جب ہزار تازیانے لگ چکے تو ان کا ایک ہاتھ کاٹا گیا پھر ایک پاؤں پھر دوسرا ہاتھ کاٹا گیا پھر دوسرا پاؤں مگر اُف تک نہ کی غرض ہاتھ پاؤں کاٹنے کے بعد ان کا سر تن سے جدا کر دیا گیا اور لاش کو جلا دیا گیا، جب راکھ بن گئی دجلہ میں بہادی گئی، سر کو دو دن تک بغداد کے پُل پر نصب کیا گیا پھر خراساں بھیج دیا گیا اور اطراف واکناف میں گھمایا گیا"۔ (بحوالہ تاریخ مدینۃ السلام، الامام خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص ۷۲۰-۷۱۹)

تَارِيخُ مَدِينَةِ السَّلَامِ

وَأَخْبَارُ مُحَدِّثِيهَا وَذِكْرُ قُطَّانِهَا الْعُلَمَاءِ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهَا وَوَارِدِيهَا

تأليف

الإِمَامِ الْحَافِظِ أَبِي بَكْرٍ أَحْمَدَ بْنِ عَلِيِّ بْنِ ثَابِتٍ الْخَطِيبِ الْبَغْدَادِيِّ

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن

تليد - الحسين

٣٥٣٥ - ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

الرُّقعة إلى مُفلح، وسألَهُ إيصاله وتَنَجُّز[1] الجَواب عنها وإنفاذه إليه، فعادَ الجوابُ من المُقتدر بالله من غَدِ ذلك اليوم من جهة مُفلح؛ بأنَّ القُضاة إذا كانوا قد أفتَوا بقَتْله، وأباحوا دَمَه؛ فلتُحضِر محمد بن عبدالصمد صاحبَ الشُّرطة، وليتقدَّم إليه بتَسَلُّمِه وضَرْبه ألفَ سَوْط، فإن تلف تحتَ الضَّرْب وإلاّ ضُرِبَ عُنُقُه فسُرَّ حامدٌ بهذا الجَواب، وزالَ ما كان عليه من الاضطِراب، وأحضَرَ محمد بن عبدالصمد وأقرأه إيّاه، وتقدَّم إليه بتَسَلُّم الحَلاّج، فامتَنَع من ذلك وذكرَ أنه يتَخَوَّف أن يُنتَزَعَ، فأعلَمَه حامد أنه يبعثُ معه غِلمانَه حتى يَصيروا به إلى مَجلسِ الشُّرطة في الجانب الغربي، ووَقَع الاتفاقُ على أن يَحْضُر بعد عِشاء الآخرة ومعه جماعةٌ من أصحابِه، وقومٌ على بِغالٍ مؤكفة يَجرون مَجرى السّاسة، ليُجعلَ على واحدٍ منها ويدخل في غِمار القَوم، وأوْصاهُ بأن يَضْرِبَه ألف سَوْط فإن تلف حَزَّ رأسَه واحتفَظَ به، وأحْرَقَ جُثَّته، وقال له حامد: إن قال لك: أجري لك الفُرات ذهبًا وفضّة فلا تَقْبل منه! ولا تَرْفع الضَّرْبَ عنه، فلما كان بعدَ عِشاء الآخرة وافى محمد بن عبدالصمد إلى حامد ومعه رِجالُه والبِغال المؤكفة، فتقدَّمَ إلى غِلمانه بالرُّكوب معه حتى يَصِلَ إلى مجلس الشُّرطة، وتقدَّمَ إلى الغُلام المُوَكل به بإخراجه من المَوضع الذي هو فيه، وتَسليمِهِ إلى محمد[2] بن عبدالصمد، فحكى الغُلام أنّه لما فَتَح الباب عنه وأمَرَه بالخُروج، وهو وقتٌ لم يكن يُفتَح عنه في مِثله، قال له: مَنْ عند الوزير؟ فقال: محمد بن عبدالصمد، فقال: ذهبنا والله. وأُخرِجَ وأُركِبَ بعضَ تلكَ البِغال المؤكفة واختلَطَ بجُملة السّاسة، ورَكِبَ غِلمانُ حامد معه حتى أوصَلُوه إلى الجَسْر ثم انصَرَفوا، وباتَ هناك محمد بن عبدالصمد ورجالُه مُجتمعون حول المَجلس. فلما أصبَحَ يومُ الثلاثاء لستٍّ بَقِينَ من ذي القَعدة، أُخرِجَ الحَلاّج إلى رَحْبة المَجلس، وأُمِرَ الجَلّادُ بضَرْبه بالسَّوْط، واجتَمَعَ من العامّة

(١) في م: «إيصالها وتنجيزه»، وأثبتنا ما في النسخ.

(٢) في م: «أصحاب محمد»، وأثبتنا ما في هـ٦.

خَلقٌ كثيرٌ لا يُحصَى عَددُهم، فضُرِبَ إلى تمامِ الألف السَّوْط وما استَعْفَى ولا تأوَّه، بل لما بلَغَ ست مئة سَوْط، قال لمحمد بن عبدالصمد: ادعُ بي إليك فإنَّ عندي نَصيحةً تَعدِلُ فَتْح قسطنطينية[1]، فقال له محمد: قد قيل لي إنكَ ستقولُ هذا وما هو أكثرُ منه! وليس إلى رَفع الضَّربِ عنك سَبيل. ولما بلَغَ ألف سَوْط قُطِعَت يَدُه، ثم رِجلُه، ثم يَدُه، ثم رِجلُه، وحُزَّ رأسُه، وأُحرِقَتْ جُثَّتُه، وحضرتُ في هذا الوقت وكنتُ واقفًا على ظهر دابّتي خارج المَجلس، والجُثّة تُقَلَّب على الجَمر، والنِّيرانُ تَتوقَّد، ولما صارَت رَمادًا أُلقِيَتْ في دجلة ونُصِبَ الرَّأسُ يومَيْن ببغدادَ على الجَسْر، ثم حُمِلَ إلى خُراسان وطِيفَ به في النَّواحي، وأقبل أصحابُه يعدون أنفُسَهم برُجوعِهِ بعد أربعين يومًا، واتفق أن زادَت دِجلة في تلك السَّنة زيادةً فيها فَضل، فادَّعى أصحابُه أنَّ ذلك بسببه، ولأنَّ الرَّمادَ خالطَ الماءَ، وزَعَم بعضُ أصحابِ الحَلّاج أنَّ المَضروبَ عدوٌّ للحلاج[2] ألقَى شَبَهُهُ عليه، وادَّعى بعضُهُم أنهم رأوهُ في ذلك اليوم بعد الذي عايَنوهُ من أمرِهِ، والحالُ التي[3] جَرَت عليه، وهو راكبٌ حمارًا في طريق النَّهْروان فَفَرِحوا به، وقال: لعلكم مثلُ هؤلاء البَقَر الذين ظَنُّوا أنّي أنا هو[4] المَضروب والمَقتول. وزَعَمَ بَعضُهُم أنَّ دابّةً حُوِّلَت في صُورَتِهِ، وكان نَصْر الحاجِب بعد ذلك يظهر التَّرَثّي له ويقول: إنَّه مظلومٌ، وإنه رجلٌ من العُبّاد. وأحضَرَ جماعةً من الورّاقين[5] وأُحلفوا على أن لا يبيعوا شيئًا من كُتُب الحَلّاج ولا يشتروها.

٤١٨٦- الحُسينُ بن مهدية الفَحّام.

حدَّث عن الحسن بن أبي زكريا الأنصاري عن عبدالعزيز بن أبي رَوّاد.

(١) في م: «القسطنطينية»، وأثبتنا ما في النسخ.

(٢) في م: «الحلاج»، وما هنا من النسخ.

(٣) في م: «الذي»، وما هنا من النسخ.

(٤) سقطت من م.

تَارِيخُ مَدِينَةِ السَّلَامِ

وَأَخْبَارُ مُحَدِّثِيهَا وَذِكْرُ قُطَّانِهَا الْعُلَمَاءِ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهَا وَوَارِدِيهَا

تأليف

الإِمَامِ الْحَافِظِ أَبِي بَكْرٍ أَحْمَدَ بْنِ عَلِيِّ بْنِ ثَابِتٍ الْخَطِيبِ الْبَغْدَادِيِّ

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن

تليد - الحسين

٣٥٣٥ - ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

اگرچند لمحوں کے لئے یہ سچ مان لیا جائے کہ ابن منصورؒ کافروزیدیق تھے تو بھی اسلامی شریعت کے مطابق انہیں اس طرح کی اذیت ناک سزائیں دینے کا جواز نہیں بنتا تھا۔ کیونکہ ایک کافروزندیق شخص کسی پر ظلم نہیں کرتا بلکہ اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے۔ یعنی وہ اللہ سے بغاوت کرتا ہے اور دین اسلام سے نکل جاتا ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے کے کسی بھی شخص کو آگ میں نہ جلایا جائے سزا کے طور پر۔ اس لئے کہ آگ میں جلانے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اسی لئے کسی بھی زندیق کو آگ میں جلانے کی سزا نہیں دی جاسکتی۔ ابن منصورؒ کو جو سزائیں دی گئیں کیا وہ شریعت کے پابند لوگوں کا کام تھا؟ ہرگز نہیں۔

”حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ـ رضى الله عنه ـ أَنَّهُ قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فِي بَعْثٍ فَقَالَ "إِنْ وَجَدْتُمْ فُلاَنًا وَفُلاَنًا فَأَحْرِقُوهُمَا بِالنَّارِ" ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم حِينَ أَرَدْنَا الْخُرُوجَ "إِنِّي أَمَرْتُكُمْ أَنْ تُحْرِقُوا فُلاَنًا وَفُلاَنًا، وَإِنَّ النَّارَ لاَ يُعَذِّبُ بِهَا إِلاَّ اللَّهُ، فَإِنْ وَجَدْتُمُوهُمَا فَاقْتُلُوهُمَا“۔

”ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک مہم پر روانہ فرمایا اور یہ ہدایت فرمائی کہ اگر تمہیں فلاں اور فلاں (دو قریشی ہبابن اسود اور نافع بن عبد عمر) مل جائیں تو انہیں آگ میں جلا دینا‘ پھر جب ہم نے روانگی کا ارادہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ فلاں اور فلاں کو جلا دینا۔ لیکن آگ ایک ایسی چیز ہے جس کی سزا صرف اللہ تعالیٰ ہی دے سکتا ہے۔ اس لئے اگر وہ تمہیں ملیں تو انہیں قتل کرنا (آگ میں نہ جلانا)“۔ (صحیح البخاری: ج ۴، کِتَابُ الجِهَادِ وَالسِّيَرِ، باب اللہ کے عذاب [آگ] سے کسی کو عذاب نہ کرنا، رقم الحدیث ۳۰۱۶)

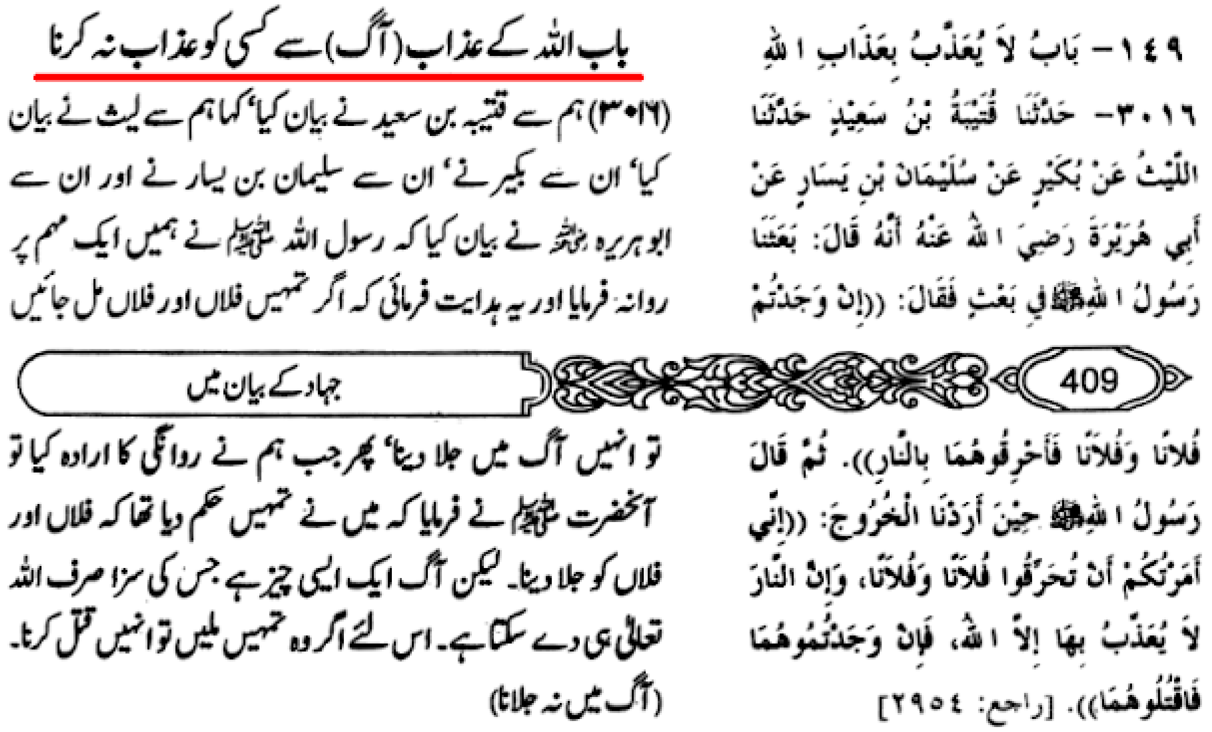

۱۴۹ – بَابُ لاَ يُعَذَّبُ بِعَذَابِ اللهِ

۳۰۱۶ – حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي بَعْثٍ فَقَالَ: ((إِنْ وَجَدْتُمْ فُلاَنًا وَفُلاَنًا فَأَحْرِقُوهُمَا بِالنَّارِ)). ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حِينَ أَرَدْنَا الْخُرُوجَ: ((إِنِّي أَمَرْتُكُمْ أَنْ تُحَرِّقُوا فُلاَنًا وَفُلاَنًا، وَإِنَّ النَّارَ لاَ يُعَذِّبُ بِهَا إِلاَّ اللهُ، فَإِنْ وَجَدْتُمُوهُمَا فَاقْتُلُوهُمَا)). [راجع: ۲۹۵۴]

باب اللہ کے عذاب (آگ) سے کسی کو عذاب نہ کرنا

(۳۰۱۶) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا‘ کہا ہم سے لیث نے بیان کیا‘ ان سے بکیر نے‘ ان سے سلیمان بن یسار نے اور ان سے ابوہریرہ ﷛ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک مہم پر روانہ فرمایا اور یہ ہدایت فرمائی کہ اگر تمہیں فلاں اور فلاں مل جائیں تو انہیں آگ میں جلا دینا‘ پھر جب ہم نے روانگی کا ارادہ کیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ فلاں اور فلاں کو جلا دینا۔ لیکن آگ ایک ایسی چیز ہے جس کی سزا صرف اللہ تعالیٰ ہی دے سکتا ہے۔ اس لئے اگر وہ تمہیں ملیں تو انہیں قتل کرنا۔ (آگ میں نہ جلانا)

409 جہاد کے بیان میں

ابن منصور کے بعض معتقدوں کا آپ سے ملاقات کا دعویٰ

”خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں کہ: ان کے اصحاب اپنے دلوں کو یہ تسلی دیتے رہے کہ چالیس ۴۰ دن کے بعد (زندہ) واپس آئیں گے۔ اتفاق سے اس سال دجلہ کا پانی معمول سے زیادہ بڑھ گیا تو ان کے مریدوں نے کہا یہ ابن منصور (کی کرامت) کی وجہ سے ہوا ہے کیونکہ ان کی

راکھ پانی میں ڈالی گئی تھی۔ اور بعض معتقدوں نے دعویٰ کیا کہ انہوں نے اس دن (جس دن قتل کیا گیا تھا) یہ سب کچھ ہونے کے بعد نہروان کے راستے میں ان کو گدھے پر سوار دیکھا، یہ لوگ ان کو دیکھ کر خوش ہوئے تو فرمایا شاید تم بھی اُن بیلوں (بیوقوفوں) کی طرح یہ سمجھ رہے تھے کہ مضروب ومقتول میں ہی تھا (حالانکہ ایسا نہ تھا بلکہ ضرب و قتل کا اثر صرف میرے جسم پر ہوا روح پر اثر نہیں ہوا۔ روح ویسی ہی زندہ و درخشندہ ہے جیسی پہلے تھی)"۔ (بحوالہ تاریخ مدینۃ السلام، الأمام خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص ۷۲۰)

خَلْقٌ كثيرٌ لا يُحصَى عَددُهم، فضُرِبَ إلى تمامِ الألف السَّوْط وما استَعْفَى ولا تأوَّه، بل لما بلَغَ ست مئة سَوْط، قال لمحمد بن عبدالصمد: ادعُ بي إليك فإنَّ عندي نَصيحةً تَعدِلُ فَتْحَ قسطنطينية[1]، فقال له محمد: قد قيل لي إنك ستقولُ هذا وما هو أكثرُ منه! وليس إلى رَفعِ الضَّربِ عنك سَبيل. ولما بلَغَ ألفَ سَوْط قُطِعَت يَدُه، ثم رِجلُه، ثم يَدُه، ثم رِجلُه، وحُزَّ رأسُه، وأُحرِقَت جُثَّتُه، وحضرتُ في هذا الوقت وكنتُ واقفًا على ظهر دابَّتي خارجَ المَجلس، والجُثَّةُ تُقَلَّبُ على الجَمر، والنِّيرانُ تَتوقَّد، ولما صارَت رَمادًا أُلقِيَتْ في دجلة ونُصِبَ الرَّأسُ يومَين ببغدادَ على الجِسْر، ثم حُمِلَ إلى خُراسان وطِيفَ به في النَّواحي، وأقبلَ أصحابُه يعدون أنفسَهُم برُجوعِهِ بعد أربعين يومًا، واتَّفقَ أن زادَت دِجلة في تلك السَّنة زيادةً فيها فَضل، فادَّعى أصحابُه أنَّ ذلك بسببه، ولأنَّ الرَّمادَ خالطَ الماءَ، وزَعَم بعضُ أصحابِ الحَلَّاج أنَّ المَضروبَ عدوٌّ للحلاج[2] أُلقِيَ شَبَهُهُ عليه، وادَّعى بعضُهُم أنهم رأوهُ في ذلك اليوم بعد الذي عايَنوهُ من أمرِه، والحالُ التي[3] جَرَت عليه، وهو راكبٌ حمارًا في طريق النَّهْروان ففَرِحوا به، وقال: لعلكم مثلُ هؤلاء البَقَر الذين ظَنُّوا أنّي أنا هو[4] المَضروبَ والمَقتول. وزَعَمَ بَعضُهُم أنَّ دابَّةً حُوِّلَت في صُورَتِهِ، وكان نَصْر الحاجب بعد ذلك يظهر التَّرثِّي له ويقول: إنَّه مظلومٌ، وإنه رجلٌ من العُبَّاد. وأحضَرَ جماعةً من الورَّاقين[5] وأحلفوا على أن لا يبيعوا شيئًا من كُتُب الحَلَّاج ولا يشتروها.

٤١٨٦ - الحُسين بن مهدية الفحَّام.

حدَّث عن الحسن بن أبي زكريا الأنصاري عن عبدالعزيز بن أبي رَوَّاد.

(١) في م: «القسطنطينية»، وأثبتنا ما في النسخ.
(٢) في م: «الحلاج»، وما هنا من النسخ.
(٣) في م: «الذي»، وما هنا من النسخ.
(٤) سقطت من م.

٧٢٠

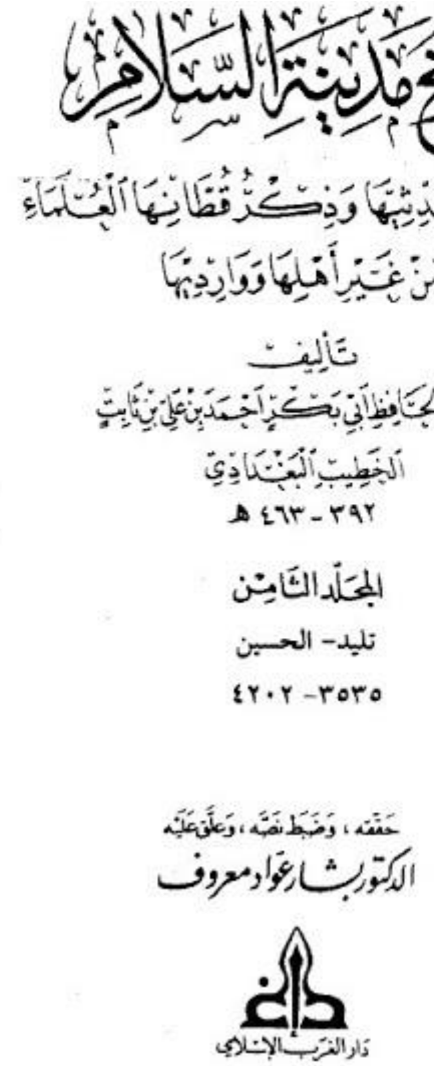

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ"۔ "اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے اُن کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، لیکن تمہیں ان کی زندگی کا احساس نہیں ہوتا"۔ [سورۃ البقرۃ: ۱۵۴]

اگر صحیح سند کے ساتھ ابن منصورؒ کا یہ قول منقول نہیں ہوتا کہ میں تیس دن کے بعد واپس آؤنگا تو تاریخ بغداد کی اس روایت کو موضوع و منگھڑت کہہ کر رد کیا جاسکتا تھا مگر اب اس کی صحت کا احتمال بھی ایک گونہ راجح نظر آتا ہے۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے وعدہ کو سچا کرنے کے لئے قتل کے دن ہی حالات برزخیہ کے تصرفات کا اذن دے دیا ہو۔

شہداء کا قتل کے بعد اپنے خاص دوستوں سے ملنا ان سے گفتگو کرنا بکثرت ثابت ہے۔ اگر ابن منصورؒ کو بھی اللہ کی عنایت و لطف سے یہ مقام حاصل ہوا اور ان کو بھی شہداء کی طرح حیات اور تصرف فی الکون کا درجہ عطا ہوا تو اس میں حیرانگی اور اعتراض کرنے کی بھلا کیا بات ہے۔

اگر یہ واقع کسی محدث یا فقیہ سے مرض الموت کے بعد منسوب کیا گیا ہوتا تو لوگ اسے کرامت میں داخل کر لیتے مگر ایک مظلوم و بدنام صوفی سے اس کے بے رحمانہ قتل کے بعد منسوب کیا گیا تو لوگ اسے برا کہتے ہیں۔ سبحان اللہ کیا انصاف ہے۔

حسین بن منصور حلّاجؒ کی تائید کرنے والے اور انہیں ولی اللہ قرار دینے والے آئمہ محدثین و بزرگان دین

حسین بن منصورؒ کے حق میں ان ہی کے دور کے جلیل القدر محدثین و بزرگان دین اور اولیاء کرام ابو العباس بن عطاء بغدادیؒ، محمد بن خفیف شیرازیؒ اور ابراہیم بن محمد نصر آبادی نیشاپوریؒ کی گواہی۔

خطیب بغدادیؒ تاریخ بغداد جلد نمبر ۸ صفحہ نمبر ۶۸۹ پر لکھتے ہیں: ”متقدمین میں سے ابو العباس بن عطاء بغدادیؒ اور محمد بن خفیف شیرازیؒ اور ابراہیم بن محمد نصر آبادی نیشاپوریؒ نے ان کو قبول کیا، ان کے حال کو صحیح مانا، اور ان کو محققین میں سے قرار دیا۔ محمد بن خفیفؒ کا تو یہ قول ہے کہ حسین بن منصور عالم ربانی ہیں“۔ (تاریخ مدینۃ السلام، الأمام خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص۶۸۹)

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء

من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت

الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن

تليد - الحسين

٣٥٣٥ - ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

بواسط، وقيل: بتُستَر، وقدمَ بغدادَ، فخالط الصُّوفية، وصَحِبَ من مَشْيَختهم الجُنيد بن محمد، وأبا الحُسين النُّوري، وعَمرو المكي. والصُّوفية مختلفون فيه، فأكثرهم نفى الحَلاّج أن يكون منهم، وأبَى أن يَعُدَّه فيهم، وقبله من مُتَقدِّميهم أبو العباس بن عطاء البَغدادي، ومحمد بن خَفِيف الشِّيرازي، وإبراهيم بن محمد النَّصراباذي النَّيسابوري، وصححوا له حاله، ودَوَّنوا كلامه، حتى قال ابن خفيف: الحُسين بن منصور عالم ربّاني(١).

ومن نفاه عن الصُّوفية نَسَبَه إلى الشَّعْبذة في فعله، وإلى الزَّنْدقة في عقده، وله إلى الآن أصحابٌ يُنسَبون إليه، ويَغلون فيه.

وكان للحَلاّج حُسْنُ عِبارة، وحَلاوة مَنطق، وشعرٌ على طريقة التَّصوُّف، وأنا أسوق أخباره على تَفاوُت اختلاف القَول فيه.

حدثني أبو سعيد مسعود بن ناصر بن أبي زيد السِّجستاني، قال: أخبرنا أبو عبدالله محمد بن عبدالله بن عُبيدالله بن باكو(٢) الشِّيرازي بنَيسابور، قال: أخبرني حَمْد(٣) بن الحُسين بن منصور بتُستَر، قال: مَولدُ والدي الحُسين بن منصور بالبَيضاء، في مَوضع يقال له: الطُّور، ونشأ بتُستَر، وتَلْمذَ لسَهْل بن عبدالله التُّستري سَنَتين، ثم صَعد إلى بغداد. وكان بالأوقات يَلْبس المُسوح، وبالأوقات يمشي بخِرْقَتين مُصَبَّغ، ويلبس بالأوقات الدُّرّاعة والعِمامة، ويمشي بالقَباء أيضًا على زي الجُند، وأول ما سافر من تُستَر إلى البَصرة كان له ثمان عشرة سنة، ثم خرجَ بخِرْقتين إلى عَمرو بن عُثمان المكي، وإلى الجُنيد بن محمد، وأقامَ مع عَمرو المكي ثمانية عشر شهرًا، ثم تَزَوَّج بوالدتي أم الحُسين بنت أبي يعقوب الأقطع، وتَغَيَّر عَمرو بن عُثمان من تزويجه، وجَرى بين عَمرو وبين أبي يعقوب وَحْشةٌ عظيمةٌ بذلك السَّبب. ثم اختلف والدي إلى الجُنيد بن محمد وعَرَض عليه ما فيه من الأذية لأجل ما يجري بين أبي يعقوب وبين

(١) هذا كله كلام السلمي في طبقات الصوفية ٣٠٧-٣٠٨.
(٢) هكذا رسمه في النسخ، وهو باكويه.
(٣) في م: «أحمد»، محرف.

٦٨٩

۱۔ ابن منصورؒ کی تائید کرنے والے سب سے پہلے بزرگ ابو العباس بن عطاءؒ (متوفی ۳۰۹ھ) ہیں

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں: ”پرہیز گار عبادت گزار ابو العباس احمد بن محمد بن سھل بن عطاء الأدمی البغدادی۔ روزانہ پورا قرآن ختم کرتے تھے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں: وہ حلّاج کے مذہب کے حامی تھے اور اسے صحیح قرار دیتے تھے۔ سُلَمی فرماتے ہیں: وہ حلّاج کی حمایت کے سبب آزمائش میں مبتلا ہوگئے تھے“۔ (بیان تلبیس الجھمیۃ: ج۲، ص۱۱۰)

المملكة العربية السعودية
وزارة الشؤون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد
مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف
الأمانة العامة

بيان
تلبيس الجهمية
في تأسيس بدعهم الكلامية

تأليف شيخ الإسلام
أحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام بن تيمية الحراني
(ت ٧٢٨هـ)

الجزء الثاني

العلو - الاستواء - الحد - الجسم - الحيز - الجهة

حققه
د. رشيد حسن محمد علي

التستري(١) وعمرو بن عثمان المكي(٢) وأبي العباس بن عطاء(٣)، بل مثل أبي طالب المكي(٤) وأبي عبد الرحمن

(١) أبو محمد سهل بن عبد الله بن يونس بن عيسى بن عبد الله التستري: بضم المثناة الأولى وفتح الثانية نسبة إلى تستر بلدة من كُور الأهواز، صوفي مشارك في أنواع من العلوم، ولد بتستر سنة ٢٠٣هـ وتوفي بالبصرة سنة ٢٨٣هـ من آثاره: دقائق المحبين، مواعظ العارفين، تفسير القرآن العظيم، قصص الأنبياء.
انظر: [وفيات الأعيان ٢/ ٤٢٩ - ٤٣٠، الوافي بالوفيات ١٦/ ١٦ - ١٧ معجم المؤلفين ٤/ ٢٨٤].

(٢) عمرو بن عثمان بن كرب بن غُصص المكي «أبو عبد الله» الزاهد، من شيوخ الصوفية، عالم بالأصول والفقه، تتلمذ على الحلاج، وحدث وسكن بغداد، قال الذهبي: وكان ينكر على الحلاج ويذمه، مات ببغداد سنة ٢٩١ هـ وقيل غير ذلك.
انظر: [تاريخ بغداد ١٢/ ٢٢٣ - ٢٢٥، سير أعلام النبلاء ١٤/ ٥٧ - ٥٨ شذرات الذهب ٢/ ٢٢٥ - ٢٢٦، معجم المؤلفين ٨/ ١٠ - ١١].

(٣) الزاهد العابد أبو العباس أحمد بن محمد بن سهل بن عطاء الآدمي البغدادي حدث عن يوسف بن موسى القطان، وعنه محمد بن علي بن حبيش، وقال: كان له في كل يوم ختمة. قال الذهبي: راج عليه مذهب الحلاج، وصححه، وقال السلمي: امتحن بسبب الحلاج. وقيل إن ابن عطاء فقد عقله ثمانية عشر عامًا ثم ثاب إليه عقله مات في ذي القعدة سنة ٣٠٩هـ.
بتصرف من [سير أعلام النبلاء ١٤/ ٢٥٥ - ٢٥٦]، وانظر [الحلية ١٠/ ٣٠٢/ ٣٠٥، تاريخ بغداد ٥/ ٢٦ - ٣٠، طبقات الأولياء ٥٩ - ٦١، شذرات الذهب ٢/ ٢٥٧ - ٢٥٨].

(٤) هو أبو طالب محمد بن علي بن عطية الحارثي المكي، صوفي متكلم واعظ، قال ابن خلكان: ولم يكن من أهل مكة وإنما كان من أهل الجبل وسكن بمكة فنسب إليها، دخل البصرة، وقدم بغداد، قال الذهبي: كان مجتهدًا في العبادة، وقال الخطيب: صنف كتابًا سماه قوت القلوب على لسان الصوفية ذكر فيه أشياء منكرة مستشنعة في الصفات، توفي ببغداد في جمادى الآخرة سنة ٣٨٦هـ من =

١١٠

امام ذہبیؒ ابن عطاءؒ کے بارے میں لکھتے ہیں: ''پرہیز گار عبادت گزار ابو العباس احمد بن محمد بن سہل بن عطاء الأدمی البغدادی۔ روزانہ پورا قرآن ختم کرتے تھے اور رمضان المبارک میں ہر دن تین بار ختم کرتے تھے، اور فہم معانی قرآن کے لئے جو ایک تلاوت شروع کی تھی اس میں چودہ برس کے اندر نصف قرآن تک بھی نہ پہنچے۔ حلّاج کا حال ان پر حاوی تھا اور اسے صحیح قرار دیتے تھے۔ سُلمی فرماتے ہیں: وہ حلّاج کی حمایت کے سبب آزمائش میں مبتلا ہو گئے تھے۔ وزیر حامد نے انہیں طلب کیا اور کہا کہ آپ حلّاج کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ ابن عطاءؒ نے فرمایا! تم کو اس معاملہ سے کیا واسطہ؟ تم لوگوں کا مال لوٹتے رہو اور خون بہاتے رہو۔ وزیر حامد کے حکم سے ابن عطاءؒ کے دانت توڑ دیئے گئے۔ ابن عطاءؒ نے چلاتے ہوئے وزیر حامد العباس کو بد دعا دی کہ اے اللہ! اس کے ہاتھ پیر کٹوا دے۔ اس واقعہ کے ۱۴ دن بعد ابن عطاءؒ کی وفات ہو گئی اور زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ وزیر حامد بن العباس بھی قتل کیا گیا۔ قتل سے پہلے اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹے گئے۔ اس وقت لوگ کہتے ہیں کہ اس کو ابو العباس بن عطاءؒ کی بد دعا لگئی''۔ (سیر اعلام النبلاء: ج۱۶، ص۲۵۵)

سِيَرُ أعلامِ النُّبلاءِ

تصنيف

الإمام شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي

المتوفى

٧٤٨هـ - ١٣٧٤م

الجزء الرابع عشر

أشرف على تحقيق الكتاب وخرّج أحاديثه

شعيب الأرنؤوط

حقق هذا الجزء

أكرم البوشي

مؤسسة الرسالة

١٦٠ - ابنُ عَطَاء *

الزَّاهدُ العابدُ المتألِّه ، أبو العبَّاس ، أحمدُ بنُ محمد بن سَهل بن عطاء الأدَميُّ البغداديّ .

حدَّثَ عن : يوسفَ بنِ موسى القطّان .

وعنه : محمدُ بنُ عليِّ بنِ حُبيش ، وقال : كانَ له في كلِّ يومٍ خَتمة ، وفي رمضان تسعون(١) خَتمة ، وبقيَ في خَتمة مُفردةٍ بضعَ عشرة سنة يتفهَّمُ ويتدبَّر .

وقال حسينُ بنُ خاقان : كان ينامُ في اليومِ واللَّيلة ساعتَيْن ، ماتَ في سنةِ تسعٍ وثلاثِ مئة ، في ذي القَعْدة .

قلتُ : لكنَّه راجَ عليه حالُ الحلاَّج ، وصحَّحه ، فقال السُّلَمي : امتُحِنَ بسبب الحلاَّج ، وطَلَبه حامدُ الوزير وقال : ما الذي تقولُ في الحلاَّج ؟ فقال : مالَكَ ولذاك ؟ عليكَ بما نُدِبتَ له من أخذ الأموال ، وسفكِ الدِّماء . فأمَرَ به ، فَفُكَّتْ أسنانُه ، فصاح : قطعَ اللهُ يديكَ ورِجْلَيْك . وماتَ بعد أربعةَ عشَرَ يوماً ، ولكنْ أُجيبَ دُعاؤُه ، فقُطِعتْ أربعةُ حامد . قال السُّلَمي : سمعتُ أبا عَمْرو بنَ حمدان يذكر هذا .

قال : وكان ابنُ عَطَاء ينتمي إلى المارِسْتانيِّ إبراهيم .

وقيل : إن ابنَ عَطَاء فقدَ عقلَهُ ثمانيةَ عَشَرَ عاماً ، ثم ثَابَ إليه عقلُه .

ثبَّتَ اللهُ علينا عقولَنا وإيمانَنا ، فَمَنْ تسبَّبَ في زوالِ عقلِهِ بجُوعٍ ، ورياضةٍ صَعْبَة ، وخَلْوة ، فَقَدْ عَصَى وأَثِمَ ، وضاهَى من أزال عقلَه بعضَ يومٍ بسُكر . فما أحسَنَ التَّقيُّد بمتابعةِ السُّنَنِ والعِلْم .

* طبقات الصوفية : ٢٦٥ - ٢٧٢ ، حلية الأولياء : ١٠/٣٠٢ - ٣٠٥ ، تاريخ بغداد : ٥/٢٦ - ٣٠ ، الرسالة القشيرية : ٢٣ - ٢٤ ، صفة الصفوة : ٢/٤٤٤ - ٤٤٦ ، المنتظم : ٦/١٦٠ ، العبر : ٢/١٤٤ ، دول الإسلام : ١/١٨٧ ، الوافي بالوفيات : ٨/٢٤ - ٢٥ ، مرآة الجنان : ٢/٢٦١ ، البداية والنهاية : ١١/١٤٤ ، طبقات الأولياء : ٥٩ - ٦١ ، شذرات الذهب : ٢/٢٥٧ - ٢٥٨ .

(١) في الأصل: «تسعين» .

ابن ملقنؒ اپنی کتاب طبقات الاولیاء میں حضرت ابو العباس بن عطاءؒ کو اولیاء اللہ میں شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”وہ حضرت جنید بغدادیؒ اور ابراہیم مارستانیؒ وغیرہ کی صحبت میں رہے۔ حضرت جنید بغدادیؒ اور ابو سعید خراز کی بہت تعظیم کرتے تھے“۔ (طبقات الاولیاء: ص۵۹)

طبقات الأولياء

لابن الملقن

سراج الدين أبو حفص عمر بن علي بن أحمد المصري

٧٢٣ - ٨٠٤ هـ

بتحقيق

نور الدين شريبه

من علماء الأزهر

الناشر مكتبة الخانجي بالقاهرة

١٤ — ابو العباس بن عطاء الأدمى (*)

؟ — ٣٠٩ هـ

أبو العباس (١) أحمد بن محمد بن سهل بن عطاء الأدَمِيّ (٢) . صحب الجنيد ، وابرهيم المارستانى ، وغيرهما .

وكان من أقران الجنيد وعلمائهم . وكان أبو سعيد الخراز يعظم شأنه (٣) .

مات سنة تسع وثلثمئة .

من كلامه :

١ — « من ألزم نفسه آداب (٤) السُّنة نوَّر الله / قلبه بنور المعرفة . [١٠ـ ظ]

(*) انظر ترجمة الأدمى فى : طبقات الصوفية : ٢٦٥ — ٢٧٢ ؛ حلية الأولياء : ١٠/٣٠٢—٣٠٥ ؛ صفة الصفوة : ٢/٢٥٠ ؛ الرسالة القشيرية : ٣١ ؛ طبقات الشعرانى : ١/١١١ — ١١٣ ؛ تاريخ بغداد : ٥/٢٦ — ٣٠ ؛ : شذرات الذهب : ٢/٢٥٧ ؛ البداية والنهاية : ١١/١٤٤ ؛ سير أعلام النبلاء : ٩/٢/٢٠٣ ؛ نتائج الأفكار القدسية : ١/١٧٣ — ١٧٥ ؛ المنتظم : ٦/٣٦٠ ؛ مرآة الجنان : ٢/٢٦١

(١) طه : أحمد بن محمد بن سهل بن عطاء الأدمى أبو العباس . من كبارهم وعلمائهم وأقران الجنيد .

(٢) الأدمى — بفتح الهمزة والدال : بعدها ميم — نسبة الى بيع الأدم وهو الجلد ، ومن المنسوبين إليه كثرة منهم ابن عطاء .

اللباب : ١/٢٩

(٣) طه : يعظم أمره .

(٤) طه : أدب السنة .

خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں: "اس زمانے کے ان صوفیوں میں سے تھے جو عبادات واجتہاد اور کثرت سے قرآن کا درس دیا کرتے تھے۔ انہوں نے یوسف بن موسیٰ القطان اور فضل بن زیاد صاحب احمد بن حنبلؒ سے احادیث روایت کی"۔ (تاریخ مدینۃ السلام، الامام خطیب بغدادیؒ: ج ۶، ص ۱۶۵)

تاريخ مدينة السلام
وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء
من غير أهلها ووارديها
تأليف
الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت
الخطيب البغدادي
٣٩٢ - ٤٦٣ هـ
المجلد السادس
أحمد - إبراهيم
٢٤٧٩ - ٣٠٨٨
حققه، وضبط نصه، وعلق عليه
الدكتور بشار عواد معروف
دار الغرب الإسلامي

٢٦٤٢- أحمد بن محمد بن سَهْل بن عطاء، أبو العباس الأَدَمِيُّ الصُّوفِيُّ(٥).

كان أحد شيوخهم الموصوفين بالعبادة والاجتهاد، وكثرة الدَّرس للقرآن. وحدَّث بشيءٍ يسيرٍ عن يوسف بن موسى القطّان، والفَضْل بن زياد صاحب أحمد بن حنبل، ونحوهما. روى عنه محمد بن عليّ بن حُبَيْش الناقد.

أخبرنا أبو نُعيم الحافظ، قال(١): حدثنا محمد بن عليّ بن حُبَيْش، قال: حدثنا أبو العباس أحمد بن محمد بن سَهْل بن عطاء الصُّوفي، قال: حدثنا يوسف بن موسى القطّان، قال: حدثنا الحسن بن بشر البَجلي، قال: حدثنا الحكم بن عبدالملك، عن قَتادة، عن أبي مَليح، عن واثلة بن الأسقع، قال: قال رسولُ الله ﷺ: «يدخلُ الجنّة بشفاعة رجلٍ من أمتي أكثر من بني تَميم»(٢).

أخبرنا محمد بن أحمد بن رِزْق، قال: أخبرنا أبو الحُسين محمد بن علي بن حُبَيْش الناقد، قال: حدثنا أبو العباس أحمد بن محمد بن سَهْل بن عطاء الأدَمي، قال: حدثنا الفَضْل بن زياد، قال: سمعتُ هارون بن معروف يقول: أقبلتُ على الحديث وتركتُ القُرآن، قال: فرأيتُ في المنام كأن قائلاً يقول لي: مَن آثرَ الحديثَ على القُرآن عُوقِب. قال: فما حال عَليَّ الحول حتى ذهب بَصَري.

أخبرنا أبو نُعيم الحافظ، قال(٣): سمعت أبا الحُسين بن حُبَيْش وذكر أبا

= وانظر حلية الأولياء ١٠/ ٣٠٤ - ٣٠٥.
(١) حلية الأولياء ١٠/ ٣٠٤.
(٢) إسناده ضعيف، لضعف الحكم بن عبدالملك البصري. على أن متن الحديث صحيح من حديث عبدالله بن أبي الجدعاء؛ أخرجه الطيالسي (١٢٨٣)، وأحمد ٣/ ٤٦٩ و٤٧٠ و٥/ ٣٦٦، والبخاري في تاريخه الكبير ٥/ الترجمة (٤٤)، والترمذي (٢٤٣٨)، وابن ماجة (٤٣١٦)، وأبو يعلى (٦٨٦٦)، وابن خزيمة في التوحيد ص ٣١٣، وابن حبان (٧٣٧٦)، والحاكم ١/ ٧٠و٧١ و٣/ ٤٠٨، والبيهقي في الدلائل ٦/ ٣٧٨. وانظر المسند الجامع ٨/ ٢١٤ حديث (٥٧٣٧).
(٣) حلية الأولياء ١٠/ ٣٠٢.

١٦٥

ابن منصورؒ کو قبول کرنے والے پہلے بزرگ ابو العباس ابن عطاءؒ ہیں جنہوں نے ابن منصورؒ کی کھل کر تائید و موافقت کرتے ہوئے اپنی جان تک دیدی۔ وہ جس قدر ابن منصورؒ کے معتقد تھے ان کے واقعہ وفات سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح صاف صاف الفاظ میں ابن منصورؒ کی تائید و حمایت کی اور وزیر حامد کو کیسے سخت الفاظ میں سنائی، حتیٰ کہ یہی ان کے قتل کا سبب ہوا۔

۲۔ امام محمد بن خفیف ضبی شیرازیؒ (متوفی ۳۳۱ھ) بھی ابن منصورؒ کے معتقدین میں سے ہیں

"محمد بن خفیفؒ کا تو یہ قول ہے کہ حسین بن منصور عالم ربانی ہیں"۔ (تاریخ مدینۃ السلام، الامام خطیب بغدادیؒ: ج ۸، ص ۶۸۹)

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن

تليد - الحسين

٣٥٣٥ - ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

بواسط، وقيل: بتُسْتَر، وقدمَ بغدادَ، فخالط الصُّوفية، وصَحِبَ من مَشْيَختهم الجُنيد بن محمد، وأبا الحُسين النُّوري، وعَمرو المكي. والصُّوفية مختلفون فيه، فأكثرهم نفى الحَلاَّج أن يكون منهم، وأبَى أن يَعُدّه فيهم، وقبله من مُتقدِّميهم أبو العباس بن عطاء البَغْدادي، ومحمد بن خَفِيف الشِّيرازي، وإبراهيم بن محمد النَّصراباذي النَّيسابوري، وصححوا له حاله، ودَوَّنوا كلامه، حتى قال ابن خفيف: الحُسين بن منصور عالم ربَّاني[1].

ومن نفاه عن الصُّوفية نَسَبَه إلى الشَّعْبذة في فعله، وإلى الزَّنْدقة في عقده، وله إلى الآن أصحابٌ يُنسَبون إليه، ويَغْلون فيه.

وكان للحَلاَّج حُسْنُ عِبارة، وحَلاوة مَنطق، وشعرٌ على طريقة التَّصوُّف، وأنا أسوق أخباره على تَفاوُت اختلاف القَول فيه.

حدثني أبو سعيد مسعود بن ناصر بن أبي زيد السِّجستاني، قال: أخبرنا أبو عبدالله محمد بن عبدالله بن عُبيدالله بن باكو[2] الشِّيرازي بنَيْسابور، قال: أخبرني حَمْد[3] بن الحُسين بن منصور بتُسْتَر، قال: مَولدُ والدي الحُسين بن منصور بالبَيضاء في مَوضع يقال له: الطُّور، ونشأ بتُسْتَر، وتَلْمذَ لسَهْل بن عبدالله التُّستري سَنَتين، ثم صَعد إلى بغداد. وكان بالأوقات يَلْبس المُسوح، وبالأوقات يمشي بخِرْقَتين مُصَبَّغ، ويلبس بالأوقات الدُّرَّاعة والعِمامة، ويمشي بالقَبَاء أيضًا على زي الجُند، وأول ما سافر من تُستر إلى البَصْرة كان له ثمان عشرة سنة، ثم خرجَ بخِرْقتين إلى عَمرو بن عُثمان المكي، وإلى الجُنيد بن محمد، وأقامَ مع عَمرو المكي ثمانية عشر شهرًا، ثم تَزَوَّج بوالدتي أم الحُسين بنت أبي يعقوب الأقطع، وتَغَيَّر عَمرو بن عُثمان من تزويجه، وجَرى بين عَمرو وبين أبي يعقوب وَحْشةٌ عظيمةٌ بذلك السَّبب. ثم اختلف والدي إلى الجُنيد بن محمد وعَرَض عليه ما فيه من الأذية لأجل ما يجري بين أبي يعقوب وبين

(١) هذا كله كلام السلمي في طبقات الصوفية ٣٠٧-٣٠٨.

(٢) هكذا رسمه في النسخ، وهو باكويه.

(٣) في م: «أحمد»، محرف.

سيرة الشيخ الكبير

"أبي عبدالله محمد بن خفيف الشيرازي"

ألفها بالعربية : أبو الحسن علي بن محمد الديلمي

ترجمها إلى الفارسية : ركن الدين يحيى بن جنيد الشيرازي

أعاد ترجمتها إلى العربية من الترجمة الفارسية ، وذلك لفقد النص العربي وترجم مقدمتها من التركية ، وعلق عليها

دكتور/ ابراهيم الدسوقي شتا

الأمانة العامة
ادارة نشر الثقافة الاسلامية

القاهرة
الهيئة العامة لشؤون المطابع الأميرية
١٣٩٧ هـ — ١٩٧٧ م

فصل (٤)[1]

(ص ٢٣٤)

قال ابن خفيف : سألت رويم بن محمد عن التصوف فقال : يابنى التصوف إفناء الناسوتية . وظهور اللاهوتية ، فقلت : زدنى رحمك الله ، فقال : لا رحمنى الله إن كان فى ذلك مزيد[2] .

فصـــل (٥)[3]

الحسين بن منصور الحلاج :

. . . . . . وجعلوه من المحققين حتى قال محمد بن خفيف: الحسين بن منصور عالم ربانى[4] .

فصـــل (٦)[5]

وقال أحمد بن يونس : كنا فى ضيافة ببغداد ، فأطال الجنيد اللسان فى الحلاج ونسبه إلى الشعبذه والنيرنج ، وكان مجلسا خاصا ، فلم يتكلم أحد احتراما للجنيد ، فقال ابن خفيف : ياشيخ لاتطول ، ليس إجابة الدعاء والإخبار عن الأسرار من النيرنجات والشعبذة والسحر[6] ، فاتفق على تصديق ابن خفيف، فلما خرجنا أخبرت الحلاج بذلك ، فضحك وقال : أما محمد بن خفيف فقد

(١) باللغة العربية

(٢) ابن يزدانيار 12 a

(٣) باللغة العربية .

(٤) سلمى : ٣٠٨ ، تذكرة ٢-١٣٦ ، تاريخ بغداد ٨-١١٢ ، شعرانى ١-١٠٧

(٥) باللغة العربية

”ابوعبداللہ محمد بن خفیف شیرازی اہل فارس کے بزرگوں میں سے بڑے بزرگ تھے۔ تصوف اوراشارات ومعرفت میں مشہور تھے اور مقبول خاص وعام، صاحب کرامات امام تھے۔ حماد اور عبدالملک بن جنید سے حدیث روایت کرتے ہیں۔ قومل جصاص اورہشام بن عبدان سے بھی ملاقات کی ہے۔ ان کے احوال وحکایات مشہور اور کتابوں میں مسطور ہیں، رمضان ۳۷۱ھ میں وفات پائی“۔ (الانساب سمعانی: ص ۳۴۴)

ابوعبداللہ محمد بن خفیف شیرازیؒ کے مکمل حالات جاننے کے لئے کتاب سیرۃ الشیخ الکبیر ”أبی عبداللہ محمد بن خفیف الشیرازی“ کا مطالعہ فرمائیں۔

الأمانة العامة
ادارة نشر الثقافة الاسلامية

سيرة الشيخ الكبير
”أبي عبدالله محمّد بن خفيف الشيرازي“

ألفها بالعربية : أبو الحسن علي بن محمد الديلمي
ترجمها إلى الفارسية : ركن الدين يحيى بن جنيد الشيرازي

أعاد ترجمتها إلى العربية من الترجمة الفارسية ، وذلك لفقد النص العربي وترجم مقدمتها من التركية ، وعلق عليها

دكتور / ابراهيم الدسوقي شتا

القاهرة
الهيئة العامة لشئون المطابع الأميرية
١٣٩٧ هـ — ١٩٧٧ م

ترجمة المقدمة التركية

ترجمها عن التركية : دكتور إبراهيم الدسوقي شتا

اشتهر عدد من الصوفية الذين عاشوا في العصر الكلاسي للتصوف الإسلامي ـ أي في أواخر القرن التاسع والعقود الأولى من القرن العاشر الميلاديين ـ (الثالث والرابع الهجريين) في الشرق والغرب ، وجذبوا بذلك انتباه المستشرقين .

وقد وفق الحسين بن منصور الحلاج ، والجنيد البغدادي ، والشبلي ، وآخرون غيرهم ، في اكتساب شهرة مّا في ظل الآثار العلمية لهم ، والحكايات التي انتشرت عنهم بين الناس .

وبالرغم من ذلك ، فإننا قليلا ما نلتقي نسبياً باسم الشيخ الكبير أبي عبد الله محمد بن خفيف الشيرازي (٨٨٢ – ٩٨٢ م ٢٦٨ – ٣٧١ هـ) تقريباً ، في المؤلفات العلمية والأدبية ، فقد ذكره « بروكلمان » في ملاحق تاريخ الأدب العربي ببضع كلمات .

وبالرغم من أن حياة ابن خفيف الصوفية ، التي ستكون مدار بحثنا الحالي ، لا تغص بكرامات كثيرة ، كما أن الأقوال الصوفية التي رويت عنه ، ليست في عمق كلمات الجنيد ، أو في حدة عاطفة كلمات ذي النون وعمق تأثيرها ، إلا أن سيرة هذا الشيخ ، تلقي الضوء على حياة متصوفة شيراز ، وتعرض بعض خصائص بيئة دينية تبدي رعاية فائقة ، للتمسك بأشد أنواع الزهد ، والتمسك بالشريعة .

الأمانة العامة
ادارة نشر الثقافة الاسلامية

سيرة الشيخ الكبير

"أبي عبدالله محمد بن خفيف الشيرازي"

ألفها بالعربية : أبو الحسن علي بن محمد الديلمي
ترجمها إلى الفارسية : ركن الدين يحيى بن جنيد الشيرازي

أعاد ترجمتها إلى العربية من الترجمة الفارسية ، وذلك لفقد النص العربي
وترجم مقدمتها من التركية ، وعلق عليها

دكتور/ ابراهيم الدسوقي شتا

القـاهرة
الهيئة العامة لشئون المطابع الأميرية
١٣٩٧ هـ — ١٩٧٧ م

(ص ٢٦١)

الباب الثامن

شرح كرامات الشيخ

فصـــل (١)[1]

روى أن اثنين من الصوفية جاءا من مكان بعيد لزيارة الشيخ ، فلم يجدا الشيخ فى زاويته . فسألا : أين الشيخ ؟ فقيل لهما : فى قصر عضد الدولة . قالا : أى أمر للشيخ فى قصور السلاطين ؛ وآسفا على ظننا فى الشيخ . ثم قالا : لنقم بجولة فى المدينة فدخلا السوق ، وذهبا إلى دكان خياط ، ليخيطا جيب المرقعة . فضاع للخياط مقراض ، فقال لهما : لقد أخذتماه ، وسلما إلى شرطى ، وحملا إلى قصر عضد الدولة . فأمر عضد الدولة بقطع يد كل منهما . وكان الشيخ أبو عبد الله بن خفيف حاضرا فقال : اصبروا فليس هذا من فعلهما ، فأطلقوهما ، ثم قال : للصوفيين : أيها الشابين ، لقد كان ظنكما فى صادقا ، ولكن مجيئى إلى قصور السلاطين بشأن هذه الأعمال . فصار كلاهما مريدا له . وذلك حتى تعلم أن كل من تعلق بالرجال لايضيعوه ولا يكون ارتكانه على الريح .

(١) باللغة الفارسية .
(٢) تذكرة ٢ / ١٣٩ نامة دانشوران ٢ / ٤٤٢

الأمانة العامة
ادارة نشر الثقافة الاسلامية

سيرة الشيخ الكبير

"أبي عبدالله محمد بن خفيف الشيرازي"

ألفها بالعربية : أبو الحسن علي بن محمد الديلمي
ترجمها إلى الفارسية : ركن الدين يحيى بن جنيد الشيرازي

أعاد ترجمتها إلى العربية من الترجمة الفارسية ، وذلك لفقد النص العربي
وترجم مقدمتها من التركية ، وعلق عليها

دكتور/ ابراهيم الدسوقي شتا

القـاهرة
الهيئة العامة لشئون المطابع الأميرية
١٣٩٧ هـ — ١٩٧٧ م

(ص ٢٦٢)

الباب التاسع

فى ذكر الأحاديث (التى رواها الشيخ)[1]

فصـــل (٢)

حدثنا ابن خفيف ، حدثنا القاضى أبو أحمد محمد بن أحمد ابن إبراهيم ، حدثنا شعيب بن أحمد الدارعى ، حدثنا الخليل أبو عمرو وعيسى بن المسور قالا : حدثنا مروان بن معاوية ، حدثنا قنان بن عبد الله النهمى ، عن ابن ظبيان ، عن أبى عبيدة بن عبد الله ابن مسعود عن أبيه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال : سمعت كلاما فى السماء فقلت : ياجبريل من هذا ؟ قال هذا موسى ، قلت : ومن يناجى ؟ قال : ربه قلت : ويرفع صوته على ربه ، قال : إنه قد عرف له حدته .[2]

فصـــل (٣)

ومن مفاريد ماسمع منه ما أخبرنا فى إجازته وكتابه إلى قال :

حدثنا أبو بكر محمد بن أحمد بن شاذ هرمز ، حدثنا زيد بن احزم عن أبى داود عن شعبه ، عن عبد الله بن دينار ، عن ابن عمر قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : لما عرج بى إلى السماء سمعت

(١) كل فصول هذا الباب باللغة العربية .

فتح المغيث ج ٣ ٢٨٤

وقال النووى فى الأذكار(١): ينبغى لمن بلغــه شئ من فضائل الأعمال أن يعمل به ولو مرة ليكون من أهله ، ولا ينبغى أن يتركه مطلقا بل يأتى بما تيسر منه لقوله ﷺ [وإذا أمرتكم بشئ فافعلوا منه ما استطعتم(٢)] .

قلت : ويروى فى الترغيب فى ذلك عن جابر حديث مرفوع لفظه [من بلغــه عن الله عز وجل شئ فيه فضيلة فأخذ به إيمانا به ورجاء ثوابه أعطاه الله ذلك وإن لم يكن كذلك(٣)] وله شواهد ، وقال أبو عبد الله محمد بن خفيف(٤) : ما سمعت شيئا من سنن رسول الله ﷺ إلا واستعملته حتى الصلاة على أطراف الأصابع وهى صعبة .

وقال الإمام : ما كتبت حديثا إلا وقد عملت به حتى مر بى فى الحـــديث أن النبى ﷺ احتجم وأعطى أبا طيبة دينارا فأعطيت الحجام دينارا حين(٥) احتجمت ، ويقال اسم أبى طيبة دينار ، حكاه ابن عبد البر ولا يصح(٦) . وعن أبى عصمة عاصم بن عصام البيهقى قال : بت ليلة عند أحمد ، فجاء بالماء فوضعه ، فلما أصبح نظر إلى الماء فإذا هو كما كان ، فقال : سبحان الله رجل يطلب العلم لا يكون له ورد بالليل(٧)

---

(١) ص ٤

(٢) البخارى (٧٢٨٨) ومسلم (١٣٣٧) وغيرهما من الحدثين عن أبى هريرة

(٣) أخرجه ابن عرفة فى جزء (١٣) والخطيب فى تاريخه ٨/٢٩٦ ، وخرجه الشيخ الألبانى فى الضعيفة (٤٥١) وتوسع فى ذكر علله وحكم عليه أنه موضوع وقد سبقه غيره ، انظر المقاصد الحسنة ص ٤٠٥ واللآلئ المصنوعة ١/١١١

(٤) هو الشيخ الامام العارف الفقيه القدوة ذو الفنون أبو عبد الله ، محمد بن خفيف (مكبرا) بن اسكفشار الضبى الفارسى الشيرازى شيخ الصوفيـــة ، توفى (٣٧١ هـ) سير أعلام النبلاء ١٦/٣٤٣ . وراجع ترجمته الطبقات الكبرى للسبكى ٣/١٥١

(٥) فى هـ « حتى »

(٦) الجامع للخطيب ١/١٤٤ ، وسير أعلام النبلاء ١١/٢١٣ ، ٢٩٦ ، وفتح المغيث للعراقى ٣/٨٨ ، والاستيعاب ٤/١٧٠٠ ، والاصابة ٤/١١٤ ، وأما الحديث بهذا اللفظ فقد أخرجه الطبرانى فى معجمه الأوسط كما فى المجمع ٤/٩٤ ، وفيه القاسم بن سعيـــد بن المسيب بن الشريك ، قال الهيثمى : لم أجد من ترجمه وبقية رجاله ثقات . و قد أخرجه ابن أبى شيبة فى مصنفه (١٠٣١) مرسلا عن عكرمة ، و أما بدون لفظ الدينار فقد أخرجه أصحاب الصحاح والسنن .

(٧) الجامع للخطيب ١/ ١٤٣ ، والمدخل للبيهقى ص ٣٣٠ ، وسير أعلام النبلاء ١١/٢٩٨ ، ومناقب الامام أحمد لابن الجوزى ص ١٩٩

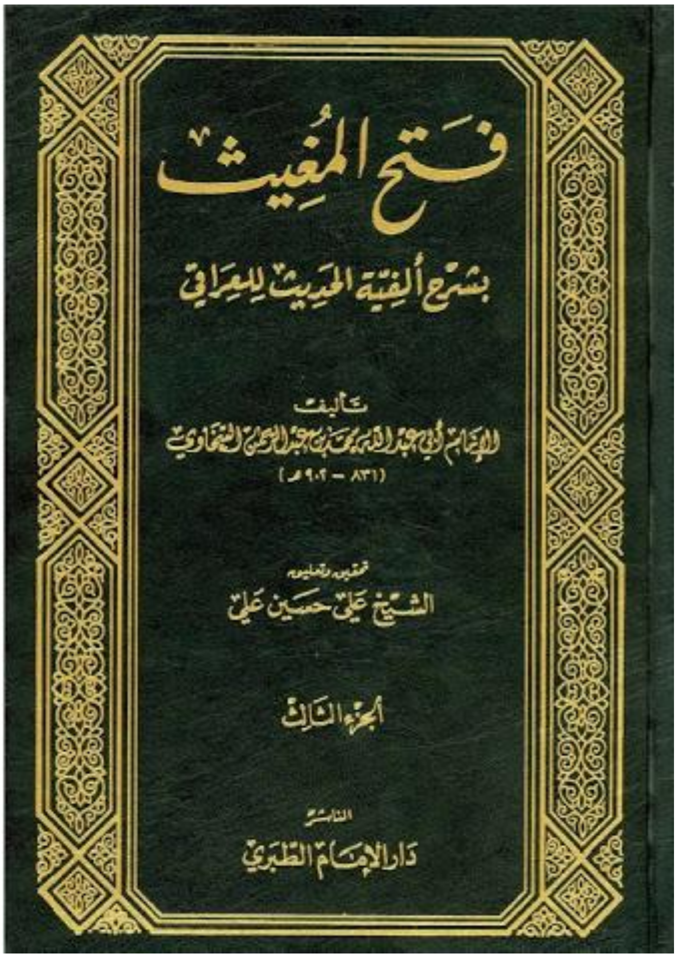

”محمد بن خفیف ضبیؒ شیراز میں مقیم ہو گئے تھے، وہ اپنے وقت میں شیخ المشائخ اور یکتا بزرگ تھے۔ علوم ظاہر کے بھی عالم تھے اور علوم حقائق کے بھی۔ مقامات واحوال اور تمام اخلاق واعمال میں ان کی بہت اچھی حالت تھی“۔(الطبقات الکبریٰ: ج۱، ص۲۱۷)

- ٢١٧ -

٢٣٢ـ ومنهم أبو الحسن بن أحمد بن سهل البوسنجى رضى الله تعالى عنه :

كان من أوحد فتيان خراسان لقى أبا عثمان وصحب بالعراق ابن عطاء والجريرى وبالشام طاهرا المقدسى وأبا عمرو الدمشقى وتكلم رضي الله عنه مع الشبلى رضي الله عنه فى مسائل وهو من أعلم مشايخ وقته بعلوم التوحيد وعلوم المعاملات ومن أحسنهم خلقا وطريقة فى الفتوة والتجريد وكان معظما للفقراء حسن الخلق مات رضي الله عنه سنة ثمان وأربعين وثلاثمائة رضي الله عنه.

وسئل عن التصوف فقال هو اليوم اسم لا حقيقة وقد كان حقيقة لا اسم وكان يقول من كان باطنه أفضل من ظاهره فهو الولى ومن كان باطنه وظاهره سواء فهو العالم ومن كان ظاهره أفضل من باطنه فهو الجاهل. ولذلك لا ينصف من نفسه ويطلب الإنصاف من غيره، وقيل له من الظريف فقال: الخفيف فى ذاته وأفعاله وأخلاقه وشمائله من غير تكلف وكان يقول الخير منا زلة والشر لنا صفة رضي الله عنه.

٢٣٣ـ ومنهم أبو عبد الله محمد بن خفيف الضبى رضى الله تعالى عنه ورحمه :

أقام بشيراز وهو شيخ المشايخ وأوحدهم فى وقته كان عالما بعلوم الظاهر والحقائق حسن الأحوال فى المقامات والأحوال وجميع الأخلاق والأعمال مات رضي الله عنه سنة إحدى وسبعين وثلاثمائة، وكان رضي الله عنه يقول: التصوف تصفية القلوب ومفارقة أخلاق الطبيعة وإخماد صفات البشرية ومجانبة الدعاوى النفسانية ومنازلة صفات الروحانية والتعلق بعلوم الحقيقة والنصح لجميع الأمة واتباع النبى ﷺ فى الشريعة. وكان رضي الله عنه يقول ليس شىء أضر بالمريد من مسامحة النفس فى ركوب الرخص وقبول التأويلات.

وكان رضي الله عنه يقول الذكر على قسمين: ظاهر وباطن. فالظاهر التهليل والتحميد والتمجيد وقراءة القرآن . والباطن تنبيه القلوب على شرائط التيقظ على معرفة الله تعالى وصفاته وأسمائه وأفعاله ونشر إحسانه وإمضاء تدبيره ونفاذ تقديره على جميع خلقه، وكان يقول ذكر الله منفرد وهو ذكر المذكور بانفراد أحديته عن كل مذكور سواه لقوله ﷺ أفضل الذكر لا إله إلا الله وكان رضي الله عنه يقول رأيت رسول الله ﷺ فى المنام وهو يقول من عرف طريقا إلى الله فسلكه ثم رجع عنه عذبه

الطبقات الكبرى

المسمى لواقح الأنوار القدسية فى مناقب العلماء والصوفية

للعارف بالله الإمام عبد الوهاب الشعرانى

تحقيق وضبط

أ.د. أحمد عبد الرحيم السايح — المستشار توفيق على وهبة

الجزء الأول

الناشر

مكتبة الثقافة الدينية

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں: ’’صوفیاء کے جن اکابر مشائخ کا تذکرہ ابو عبد الرحمٰن سُلَمی نے "طبقات الصوفیہ" میں اور ابو القاسم قُشیری نے "الرسالہ" میں کیا ہے، یہ سب مذہب اہل السنہ والجماعہ اور مذہب اہل الحدیث پر تھے، مثلاً: فضیل بن عیاض، جنید بن محمد [بغدادی]، سہل بن عبد اللہ تستری، عمرو بن عثمان مکی، ابو عبد اللہ محمد بن خفیف شیرازی وغیرہ، انکا کلام سنت وعقائد صحیحہ کے مطابق ہے، اور انہوں نے اس بارے میں کتب بھی تصنیف کی ہیں‘‘۔ (کتاب الصفدیۃ: ج ا، ص ۲۶۷)

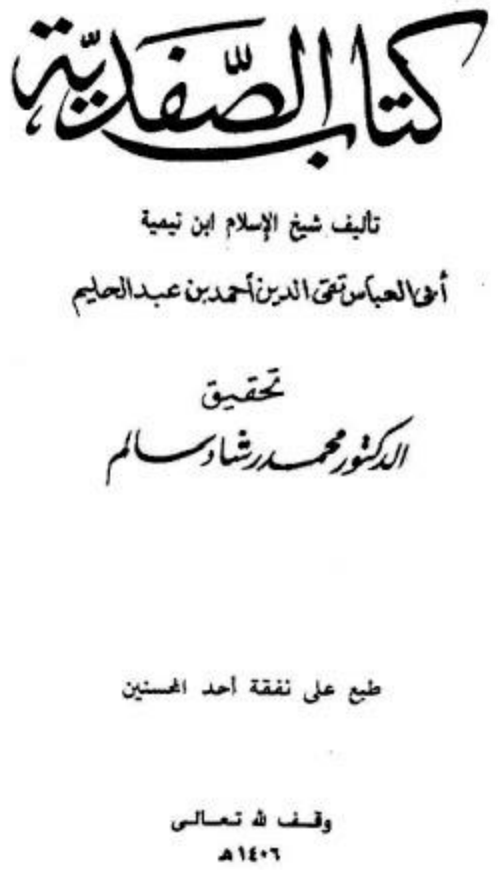
كتاب الصفدية

تأليف شيخ الإسلام ابن تيمية

أبي العباس تقي الدين أحمد بن عبد الحليم

تحقيق

الدكتور محمد رشاد سالم

طبع على نفقة أحد المحسنين

وقف لله تعالى

١٤٠٦ هـ

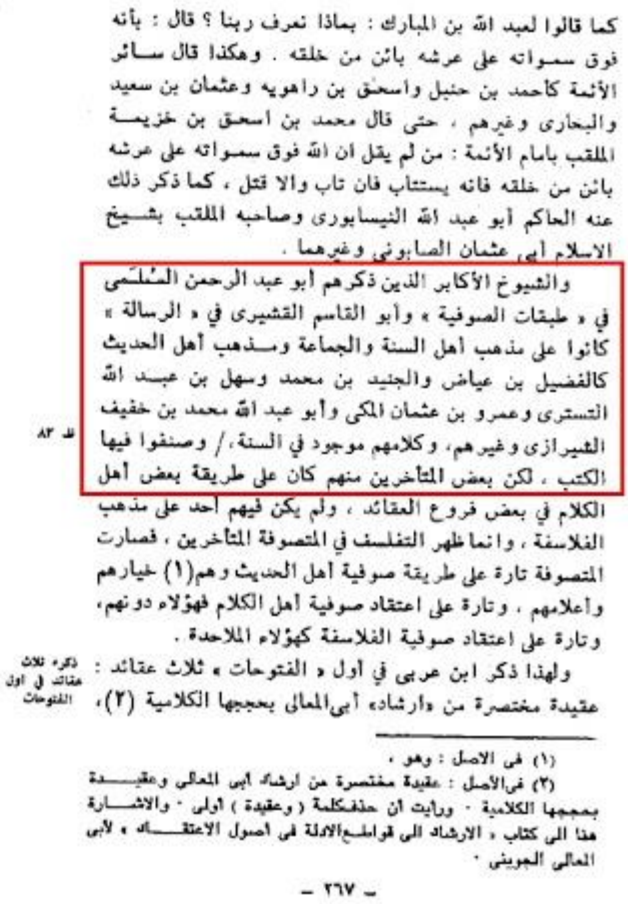
كما قالوا لعبد الله بن المبارك : بماذا نعرف ربنا ؟ قال : بأنه فوق سمواته على عرشه بائن من خلقه . وهكذا قال سائر الأئمة كأحمد بن حنبل واسحق بن راهويه وعثمان بن سعيد والبخارى وغيرهم ، حتى قال محمد بن اسحق بن خزيمة الملقب بامام الأئمة : من لم يقل ان الله فوق سمواته على عرشه بائن من خلقه فانه يستتاب فان تاب والا قتل ، كما ذكر ذلك عنه الحاكم أبو عبد الله النيسابورى وصاحبه الملقب بشيخ الاسلام أبي عثمان الصابوني وغيرهما .

والشيوخ الأكابر الذين ذكرهم أبو عبد الرحمن السُّلَمي في « طبقات الصوفية » وأبو القاسم القشيرى في « الرسالة » كانوا على مذهب أهل السنة والجماعة ومذهب أهل الحديث كالفضيل بن عياض والجنيد بن محمد وسهل بن عبد الله التسترى وعمرو بن عثمان المكى وأبو عبد الله محمد بن خفيف الشيرازى وغيرهم، وكلامهم موجود في السنة،/ وصنفوا فيها الكتب ، لكن بعض المتأخرين منهم كان على طريقة بعض أهل الكلام في بعض فروع العقائد ، ولم يكن فيهم أحد على مذهب الفلاسفة ، وانما ظهر التفلسف في المتصوفة المتأخرين ، فصارت المتصوفة تارة على طريقة صوفية أهل الحديث وهم(١) خيارهم وأعلامهم ، وتارة على اعتقاد صوفية أهل الكلام فهؤلاء دونهم، وتارة على اعتقاد صوفية الفلاسفة كهؤلاء الملاحدة . ل ٨٣

ولهذا ذكر ابن عربى في أول « الفتوحات » ثلاث عقائد : عقيدة مختصرة من «ارشاد» أبي المعالى بحججها الكلامية (٢)، ذكره ثلاث عقائد في أول الفتوحات

(١) فى الاصل : وهو .
(٢) فى الأصل : عقيدة مختصرة من ارشاد أبى المعالى وعقيدة بمحجمها الكلامية . ورأيت أن حذف كلمة (وعقيدة) أولى . والاشارة هنا الى كتاب « الارشاد الى قواطع الادلة فى أصول الاعتقاد » لأبى المعالى الجوينى .

— ٢٦٧ —

دوسرے بزرگ جو ابن منصورؒ کو ماننے والوں میں سے ہیں وہ محمد بن خفیف ضبیؒ شیرازی ہیں۔ پس محمد بن خفیف جیسے مسلم امام کا ابن منصورؒ کا معتقد ہونا ابن منصورؒ کے ولی کامل اور مقبول ہونے کی کافی دلیل ہے۔

۳۔ امام ابو بکر شبلیؒ (متوفی ۳۳۴ھ) بھی ابن منصورؒ کے معتقدین میں سے ہیں

خطیب بغدادیؒ تاریخ بغداد جلد نمبر ۸ صفحہ نمبر ۶۹۹ پر لکھتے ہیں: ’’امام شبلیؒ فرماتے ہیں کہ میں اور ابن منصور دونوں ایک ہی ہیں (یعنی میرا بھی حال وہی ہے جو ان کا ہے) مگر (فرق اتنا ہے کہ) انہوں نے (اپنا حال) ظاہر کر دیا اور میں نے چھپائے رکھا‘‘۔ (تاریخ مدینۃ السلام، الامام خطیب بغدادیؒ: ج ۸، ص ۶۹۹)

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي

٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثامن

تليد- الحسين

٣٥٣٥ - ٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

عنه وأنتَ في بَدْء أمرك، وأما الآن وقد تأكَّدَ الحالُ بيننا، فالأمرُ فيه ما سمعتَ.

وقال محمد بن الحُسين: سمعتُ إبراهيم بن محمد النَّصراباذي، وعُوتِبَ في شيء حكى عنه، يعني عن الحَلاَّج، في الرُّوح، فقال لمن عاتبه: إن كان بعد النَّبيين والصِّدِّيقين موحِّدٌ فهو الحَلاَّج.

أخبرنا ابن الفَتْح، قال: أخبرنا محمد بن الحسين، قال: سمعت منصور ابن عبدالله يقول: سمعتُ الشِّبلي يقول: كنتُ أنا والحُسين بن منصور شيئًا واحدًا، إلاَّ أنه أظهر وكتمتُ. قال: وسمعتُ منصورًا يقول: سمعتُ بعضَ أصحابِنا يقول: وَقَفَ الشِّبلي عليه وهو مصلوبٌ، فنظرَ إليه، وقال: ألم نَنْهكَ عن العالمين؟

أخبرنا إسماعيل الحِيري، قال: أخبرنا أبو عبدالرحمن السُّلَمي، قال: سمعت جعفر بن أحمد يقول: سمعتُ أبا بكر بن أبي سَعْدان يقول: الحُسين ابن منصور مُمَوِّهٌ مُمَخْرِقٌ.

قال أبو عبدالرحمن: وحُكِيَ عن عَمرو المكِّي أنه قال: كنتُ أُماشيه في بعضِ أزِقَّة مكَّة، وكنتُ أقرأُ القرآن فسمعَ قِراءتي، فقال: يمكنني أن أقولَ مثلَ هذا، فَفَارَقتُهُ.

حدثني مسعود بن ناصر، قال: أخبرنا ابن باكو الشِّيرازي، قال: سمعتُ أبا زُرعة الطَّبَري يقول: الناس فيه، يعني في الحُسين بن منصور، بين قبول وردّ، ولكن سمعتُ محمد بن يحيى الرَّازي يقول: سمعتُ عَمرو بن عُثمان يَلعنُهُ ويقول: لو قَدَرتُ عليه لقَتَلْتُه بيدي، فقلت: أيش الذي وجد الشيخ عليه؟ قال: قرأتُ آيةً من كتاب الله، فقال: يُمكنني أن أؤلف مثله وأتكلَّم به.

قال: وسمعتُ أبا زُرعة الطَّبَري يقول: سمعتُ أبا يعقوب الأقطع يقول: زَوَّجتُ ابنتي من الحُسين بن منصور لما رأيتُ من حُسنِ طَريقَتِهِ واجتهادِهِ، فبانَ لي بعد مدَّةٍ يسيرةٍ أنَّه ساحرٌ مُحتالٌ، خبيثٌ كافرٌ.

٦٩٩

امام ابن جوزیؒ لکھتے ہیں: ”حضرت ابو بکر شبلیؒ حضرت جنیدؒ اوران کے طبقہ والوں کی صحبت میں رہے، مذہب مالکیہ میں فقہ حاصل کیا اور حدیثیں بہت لکھیں“۔ (صفۃ الصفوۃ: ص ۴۸۵)

”شبلیؒ کے خادم خاص کا بیان ہے کی جب حضرت شبلیؒ پر موت کے آثار ظاہر ہوئے، زبان بند ہوگئی اور پیشانی پر پسینے کے قطرے نمودار ہوئے تو مجھے اشارے سے بلایا اور وضو کرانے کے لیے فرمایا۔ چنانچہ میں نے وضو کرایا لیکن داڑھی میں خلال کرانا بھول گیا، انھوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور انگلی سے اپنی داڑھی میں خلال کرنے لگے۔ حضرت جعفر خلدیؒ جب یہ واقعہ بیان کرتے تو بے اختیار ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور کہتے، لوگو بتاؤ تو سہی! یہ کیسا باکمال شخص تھا کہ جس نے زندگی کی آخری سانس تک شریعت کے آداب میں سے ایک ادب بھی فوت نہیں ہونے دیا“۔ (صفۃ الصفوۃ: ص ۴۸۵-۴۸۴)

وقال أحمد بن محمد الآملي: سمعت الشبلي يقول: مجاهدة النفس بالنفس أفضل من مجاهدة الغير بالنفس.

وقال الحسين بن أحمد الصفار: كنت يوماً عند الشبلي وكان يذم الدنيا وأهلها فقال: يا من باع كل شيء واشترى لا شيء بكل شيء!.

وسمعته يقول: ليس من استأنس بالذكر كمن استأنس بالمذكور.

وسئل ما الزهد؟ فقال: نسيان الزهد.

ودخل بعض أصحابنا يوماً على الشبلي وهو يقول: أفلا شَجاً يحنين؟ أفلا رنة بأنين من قلب قريح حزين؟ أفلا شاربٌ بكأس العارفين؟ أفلا مستيقظ عن رقدة الغافلين؟ يا مسكين: ستقدم فتعلم، وينكشف الغطاء فتندم.

وقال الشبلي: العارف سيّار إلى الله عز وجل تعالى غير واقف.

وسئل ـ وأنا حاضر ـ: أي شيء أعجب؟ قال: قلب عرف ربه، ثم عصاه[1].

وكان الشبلي ينوح يوماً ويقول: مَكَر بك في إحسانه فتناسيت! وأمهلك في غيّك فتماديت! وأسقطك من عينه فما دريت ولا باليت.

وقال: ليت شعري ما اسمي عندك غداً يا علام الغيوب؟ وما أنت صانع في ذنوبي يا غفار الذنوب؟ وبم تختم عملي يا مقلب القلوب؟ قال: وكان الشبلي يقول في جوف الليل: قرة عيني وسرور قلبي ما الذي أسقطني من عينك؟ ثم يصرخ ويبكي.

قال: وقال الشبلي: لا تأمن على نفسك وإن مشيت على الماء حتى تخرج من دار الغِرّة إلى دار الأمل[2].

وقال الشبلي: إذا وجدت قلبك مع الله فاحذر من نفسك، وإذا وجدت قلبك مع نفسك فاحذر من الله.

وقال أحمد الحلقاني: سمعت الشبلي يقول: من عرف الله عز وجل لا يكون له غم. وسمعته يقول: أحبك الخلق لنعمائك وأنا أحبك لبلائك.

وعن أبي حاتم الطبري قال: سمعت أبا بكر الشبلي يقول: إن أردت أن تنظر إلى الدنيا بحذافيرها فانظر إلى مزبلة فهي الدنيا! وإذا أردت أن تنظر إلى نفسك فخذ كفاً من تراب فإنك منه خلقت، وفيه تعود ومنه تخرج! وإذا أردت أن تنظر ما أنت فانظر ماذا يخرج منك في دخولك الخلاء! فمن كان حاله كذلك فلا يجوز أن يتطاول أو أن يتكبر على من هو مثله.

وعن الحسين بن أحمد الهروي قال: سمعت أبا بكر الشبلي يقول: ليس للأعمى من رؤية الجوهرة إلا مسها، وليس للجاهل من الله إلا ذكره باللسان.

وسأل جعفر بن نصير بكران الدينوري ـ وكان يخدم الشبلي ـ: ما الذي رأيت منه؟ ـ يعني عند

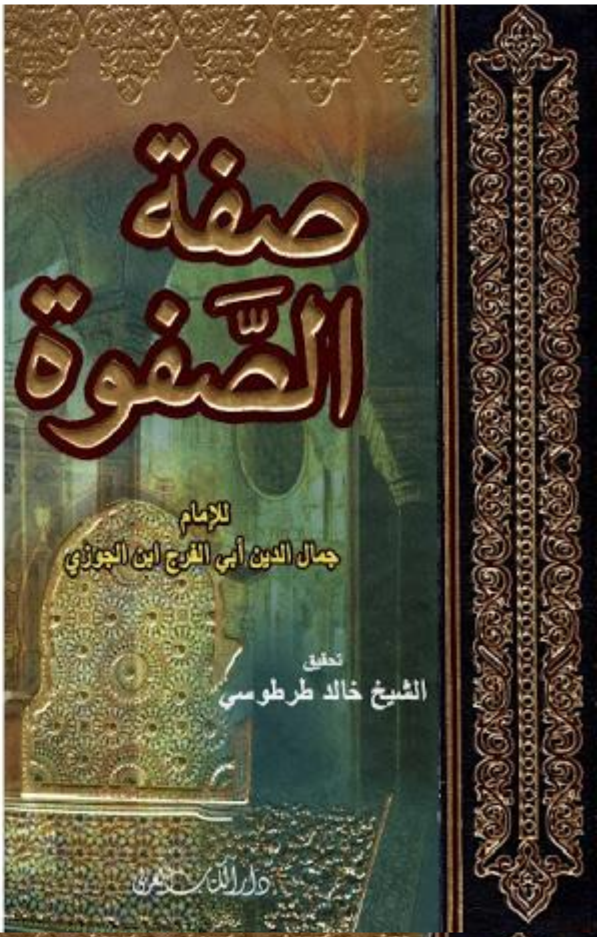

وفاته ـ فقال: قال لي: عليّ درهم مظلمة تصدقت عن صاحبه بألوف فما على قلبي شغل أعظم منه! ثم قال: وضّئني للصلاة. ففعلت فنسيت تخليل لحيته وقد أمسك على لسانه فقبض على يدي وأدخلها في لحيته، ثم مات. فبكى جعفر وقال: ما تقولون في رجل لم يفته في آخر عمره أدب من آداب الشريعة؟

وعن بكير صاحب الشبلي قال: وجد الشبلي في يوم جمعة خفة من وجع كان به فقال: تنشط، تمضي إلى الجامع؟ قلت: نعم، فاتكأ على يدي حتى انتهينا إلى الوراقين من الجانب الشرقي قال: فتلقانا رجل جاءني من الرصافة فقال: بُكير! قلت: لبيك. قال: غداً يكون لنا مع هذا الشيخ شأن.

ثم مضينا فصلينا، ثم عدنا فتناول شيئاً من الغداء، فلما كان الليل مات رحمه الله فقيل لي في درب السقائين: رجل شيخ صالح يغسل الموتى. فدلوني عليه في سَحَر ذلك اليوم، فنقرت الباب خفياً فقلت: سلام عليكم. فقال: مات الشبلي. قلت: نعم. فخرج إلي فإذا به الشيخ فقلت: لا إله إلا الله. فقال: لا إله إلا الله تعجباً! ثم قلت: قال لي الشبلي أمس لما التقينا بك في الوراقين: غداً يكون لي مع هذا الشيخ شأن، بحق معبودك: من أين لك أن الشبلي قد مات؟ قال: يا أبله فمن أين للشبلي أن يكون له معي شأن من الشأن اليوم؟

قال: عمر بن عبيد حدثني بكير فذكر معنى الحكاية.

صحب الشبلي الجنيد وطبقته، وتفقه على مذهب مالك، وكتب الحديث الكثير، ولا نعلم له مسنداً سوى حديث واحد.

أخبرنا أبو منصور القزاز، أنبأنا أبو بكر أحمد بن علي، أنبأنا إسماعيل بن أحمد الحيري، أنبأنا أبو عبد الرحمن السلمي، أنبأنا أحمد بن محمد بن حسن الهروي، أنبأنا أبو عبد الرحمن، أنبأنا عبد الواحد بن العباس أنبأنا أحمد بن محمد بن ثابت، أنبأنا محمد بن علي الجمال قال: سمعت أبا بكر الشبلي يقول: حدثنا محمد مهدي المصري، أنبأنا عمر بن أبي سلمة، أنبأنا صدقة بن عبد الله بن طلحة بن زيد عن أبي فروة الرهاوي عن عطاء عن أبي سعيد الخدري قال: قال: رسول الله ﷺ لبلال: «الق الله فقيراً ولا تلقه غنياً»، قال: يا رسول الله كيف لي بذلك؟ قال: «ما سئلت فلا تمنع، وما رزقت فلا تخبي» قال: يا رسول الله كيف لي بذلك؟ قال: «هو ذاك وإلا فالنار»[1].

توفي الشبلي في ذي الحجة سنة أربع وثلاثين وثلاث مائة، وهو ابن سبع وثمانين سنة، رحمه الله.

٣١٧ ـ أبو أحمد المغازلي

قال جعفر الخلدي: سمعت أبا أحمد المغازلي يقول: كنت يوماً من الأيام قاعداً فخطر على قلبي ذِكْرٌ من الأذكار، فقلت: إن كان ذكر يمشى به على الماء فهو هذا. فقمت إلى الماء فوضعت

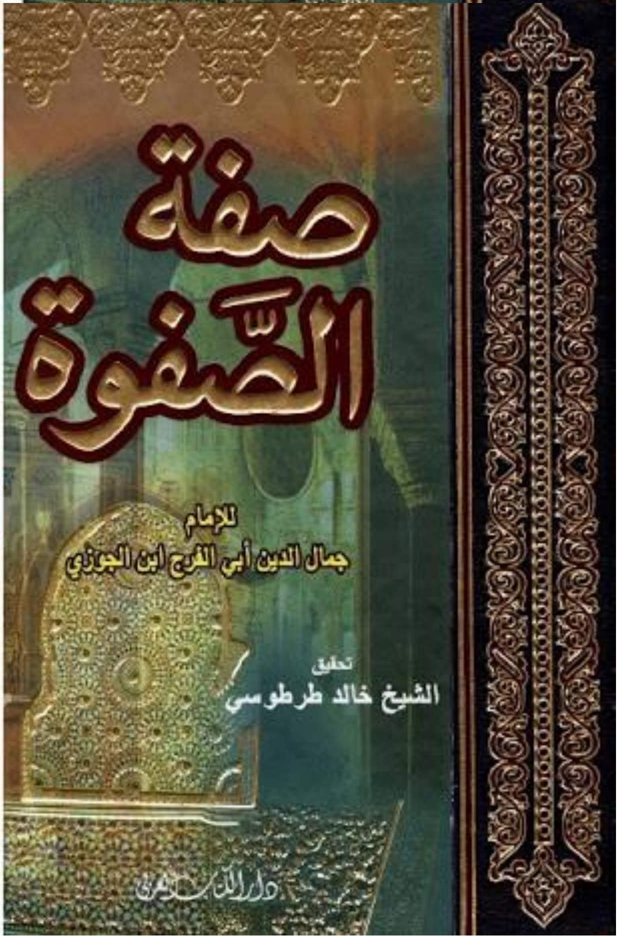

حضرت جنیدؒ نے ایک موقع پر فرمایا کہ:''فیقول الجنید "لِکُلِّ قَوْمٍ تاجٌ، وَتاجُ ھذَا القَوْمِ الشِّبْلی"''۔ ''ہر قوم کا ایک تاج ہوتا ہے اور ہم اہل تصوف کے تاج شبلیؒ ہیں''۔(نفحات الانس للجامی:ص ۱۸۰)

و هم وی گفته که ابوسعید خراز گفت: «کُنْ بِذِکْرِ اللهِ فَإنْ قَوِیَتْ حالُکَ غِبْتَ عَنْ ذِکْرِ اللهِ و ذِکْرِ اللهِ إیّاکَ.»
شیخ الاسلام گفت: «زبان در سر ذکر شد و ذکر در سر مذکور و دل در سر مهر شد و مهر در سر نور و جان در سر عیان شد و عیان از بیان دور. بهرهٔ حق به حق رسید و بهرهٔ آدم به آدم آب و خاک با فنا شد و دوگانگی با عدم. رَجَعَ الحَقُّ إلی أصحابِهِ وَبَقِی المِسکینُ فِی التُّرابِ رَمِیماً.»

۲۱۹- ابوبکر الشّبلی، قدّس الله تعالی سرّه

از طبقهٔ رابعه است. نام وی جعفر بن یونس است و گفته‌اند دُلَف بن جعفر و گفته‌اند دلف بن جَحْدَر. و بر قبر وی به بغداد جعفر بن یونس نوشته‌اند.
شیخ الاسلام گفت که: «وی مصری است. به بغداد آمد و در مجلس خیر نسّاج توبه کرد. شاگرد جنید است. عالم بوده و فقیه و مذکّر، مجلس کردی. مذهب مالک داشت و موطّا حفظ کرده بود. پدر وی حاجب الحُجّاب خلیفه بود.»
و فی طبقات السّلمی: «انّه خراسانی الأصل، بغدادی المنشأ و المولد، و أصلُه من أُسْرُوشَنَة من فرغانة و مولده کما قیل سامَرّه.»
جنید گفته است: «لا تَنْظُروا إلی أبي بکر الشّبلي بالعَینِ الّتي یَنْظُرُ بعضُکم الی بعضٍ، فانّه عینٌ من عُیُونِ اللهِ.»
هشتاد و هفت سال عمر وی بود. در سنهٔ أربع و ثلاثین و ثلثمائة برفته ازدنیا، در ماه ذوالحجّة.
هم جنید گفته: «لِکُلِّ قَوْمٍ تاجٌ، وَتاجُ هذا القَوْمِ الشّبلی.»
شبلی بیست و دو بار در بیمارستان بوده.
شبلی گفته: «الحُرّیَةُ هِيَ حُرّیَةُ القَلْبِ لاغیر.»
شیخ الاسلام گفت که شیخ ابوسعید مالینی حافظ صوفی این حکایت از شبلی آورده که وی گفته که: «این سرمایهٔ وقت که دارید به ناز دارید! فردا همین خواهید داشت. و تا جاوید صحبت با وی به این می‌باید کرد.»
شیخ الاسلام گفت که: «از اینجا می‌باید برد، که فردا گویند منافقان را: إرْجِعُوا وَراءَکُم، فَالتَمِسُوا نوراً (۱۳/حدید).»
شیخ الاسلام گفت و وصیت کرد که: «این حکایت بنویسید و یاد دارید که شما را از شبلی هیچ چیز نیارند به از این حکایت: فردا وقت نو نیارند، که این وقت که اینجا داری بیرون آرند.»
کسی شبلی را گفت: «مرا دعایی کن!» این بیت بخواند:

مَضَی زَمَنٌ و النّاسُ یَسْتَشْفِعُونَ بي ‏ فَهَلْ لي إلی لَیْلَی الغَداةَ شَفیعُ

وی را گفتند: «ترا خوش فربه می‌بینیم و محبتی که دعوی می‌کنی تقاضای لاغری می‌کند.» گفت:

أحَبَّ قَلْبي وَما دَری بَدَني ‏ ولَو دَری ما أقامَ في السِّمَنِ

وی را پرسیدند که: «مردی سماع می‌کند و نمی‌داند که چه می‌شود. این چیست؟» جواب داد به این ابیات:

رُبَّ وَرْقاءَ هَتُوفٍ بالضُّحی ‏ ذاتَ شَجْوٍ صَدَحَتْ في فَنَنِ
وَلَقَدْ أشْکُو فَما أفْهَمُها ‏ وَلَقَدْ تَشْکُو فَما تُفْهِمُني
غَیرَ أنّي بالجَوی أعْرِفُها ‏ وَهْيَ أیْضاً بالهَوی تَعْرِفُني
ذَکَرَتْ إلْفاً و دَهْراً صالِحاً ‏ فَبَکَتْ شَجْواً وَهاجَتْ شَجَني

۱۲۸

هو
۱۲۱

نفحات الانس

من حضرات القُدس

نورالدّین عبدُ الرّحمان جامی

”حضرت ابو بکر محمد بن عمرؒ فرماتے ہیں کہ میں ابو بکر بن مجاہد کے پاس بیٹھا تھا تو شبلی آئے اور ابو بکر بن مجاہد ان کی تعظیم کیلئے کھڑے ہو گئے اور ان سے معانقہ کیا اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا تو میں نے کہا' اے میرے سردار! آپ شبلی کے ساتھ ایسا کرتے ہیں حالانکہ بغداد والے اسے دیوانہ تصور کرتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے شبلی کے ساتھ ایسا ہی کیا ہے جیسا کہ میں نے حضور ﷺ کی مجلس میں دیکھا آپ ﷺ اس کیلئے کھڑے ہو گئے اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ تو میں نے عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ تو شبلی کے ساتھ ایسا کرتے ہیں؟ یہ تو دیوانہ ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ یہ شبلی ہر نماز کے بعد پڑھتا ہے ”لقد جاءکم رسول من انفسکم“ آخر سورت تک اور پھر تین مرتبہ درود شریف پڑھتا ہے، حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے شبلی سے پوچھا تو انہوں نے تصدیق کی اور ویسے ہی بیان کیا' جیسے میں نے سنا تھا“۔ (القول البدیع: ص ۲۵۲-۲۵۱)

وأما في الصلاة فروينا عن الحسن البصري قال : إذا مر المصلي بالصلاة على النبي ﷺ فليقف فليصل عليه في التطوع أخرجه إسماعيل القاضي والنميري .

وفي « المصاحف » لأبي بكر بن أبي داود بسند ضعيف الى الشعبي أنه قيل له : إذا قرأ الإنسان يعني في صلاته : ﴿ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيماً ﴾ [الأحزاب : ٥٦] يصلي على النبي ﷺ قال : نعم . انتهى .

وقد نص الإمام أحمد على ذلك ، فقال : إذا مر المصلي بآية فيها ذكر النبي ﷺ فإن كان في نَفْل صلى على النبي ﷺ .

قلت : وظاهر ما قدمناه عن الشعبي استحباب ذلك في [صلاة] التطوع والفريضة وكذا أطلق العجلي فيما حكاه الأردبيلي عنه في « الأنوار » فقال : وإذا قرأ آية فيها اسم محمد ﷺ استحب له أن يُصلِّي عليه . قال الأردبيلي : وفي فتاوى

١/٩٨ النووي إنه لا يصلي لكونه لا أصل له ، والأول/ أقرب . انتهى . ويلزم من قال بوجوبها كلما ذكر القول بوجوب ذلك .

واعلم أن كيفية الصلاة عليه هنا للقارىء وكذا لسامعه من المصلين أن يقول : ﷺ ولا يقول : اللهم صلِّ على محمد ، لأنه رُكنٌ قولي ، والركن إذا نقل عن محله وهو التشهد ، ففي إبطال الصلاة خلاف ، والله أعلم .

• • •

وأما عقبها فقد ذكره الحافظ أبو موسى المديني وغيره ، ولم يذكروا في ذلك إلّا حكاية ساقها ابن بشكوال وأبو موسى المديني وعبد الغني بن سعيد بسندهم إلى أبي بكر بن محمد بن عمر ، قال : كُنْتُ عند أبي بكر بن مجاهد فجاء الشبلي ، فقام إليه أبو بكر بن مجاهد فعانَقَهُ وقبَّل بين عينيه ، وقلت له : يا سيدي تفعل بالشبلي هكذا وأنت وجميع من ببغداد يتصورون أو قال يقولون : إنه مجنون ، فقال لي : فعلت

كما رأيت رسول الله ﷺ فعل به ، وذلك أني رأيت رسول الله ﷺ في المنام وقد أقبل الشبلي فقام إليه وقبل بين عينيه ، فقلت : يا رسول الله ! أتفعل هذا بالشبلي ؟ فقال : هذا يقرأ بعد صلاته ﴿ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ ﴾ إلى آخرها [التوبة : ١٢٨ - ١٢٩] ويُتبعها بالصلاة عليَّ - وفي رواية أنه لم يصل صلاة فريضة إلّا ويقرأ ﴿ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ ﴾ الآية ، ويقول ثلاث مرات : صلى الله عليك يا محمد ، صلى الله عليك يا محمد ، صلى الله عليك يا محمد ، قال : فلما دخل الشبلي سألته عما يذكر في الصلاة فذكر مثله .

وهي عند ابن بشكوال من طريق أبي القاسم الخفاف ، قال : كنت يوماً أقرأ القرآن على رجل يكنى أبا بكر - وكان وليّاً لله - فإذا بأبي بكر الشبلي قد جاء إلى رجل يكنى بأبي الطيب - كان من أهل العلم - فذكر قصة طويلة ، وقال في آخرها : ومشى الشبلي إلى مسجد أبي بكر ابن مجاهد ، فدخل عليه ، فقام إليه فتحدث أصحاب ابن مجاهد بحديثهما ، وقالوا له : أنت لم تقم لعلي بن عيسى الوزير وتقوم للشبلي ، فقال : ألا أقوم لمن يُعظمه رسولُ الله ﷺ ، رأيت النبي ﷺ في
النوم فقال لي : يا أبا بكر ! إذا كان في غد فسيدخل/ عليك رجل من أهل الجنة ، ٩٨/ب
فإذا جاءك فأكرمه . قال ابن مجاهد : فلما كان بعد ذلك بليلتين أو أكثر رأيت النبي ﷺ في المنام فقال لي : يا أبا بكر ! أكرمك الله كما أكرمت رجلاً من أهل الجنة ، فقلت : يا رسول الله ! بم استحق الشبلي هذا منك ، فقال : هذا رجل يصلي خمس صلوات يذكرني إثر كل صلاة ويقرأ ﴿ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ ﴾ الآية ، يقول ذلك منذ ثمانين سنة أفلا أكرم من يفعل هذا ؟

قلت : ويستأنس هنا بحديث أبي أمامة رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال : من دعا بهؤلاء الدعوات في دبر كل صلاة مكتوبة حلت له الشفاعة مني يوم القيامة اللهم اعط محمداً الوسيلة واجعل في المصطفين مَحَبَّتَهُ وفي العالمين درجته وفي المقربين داره . رواه الطبراني في « الكبير » وفي سنده مُطَّرح بن يزيد وهو ضعيف .

• • •

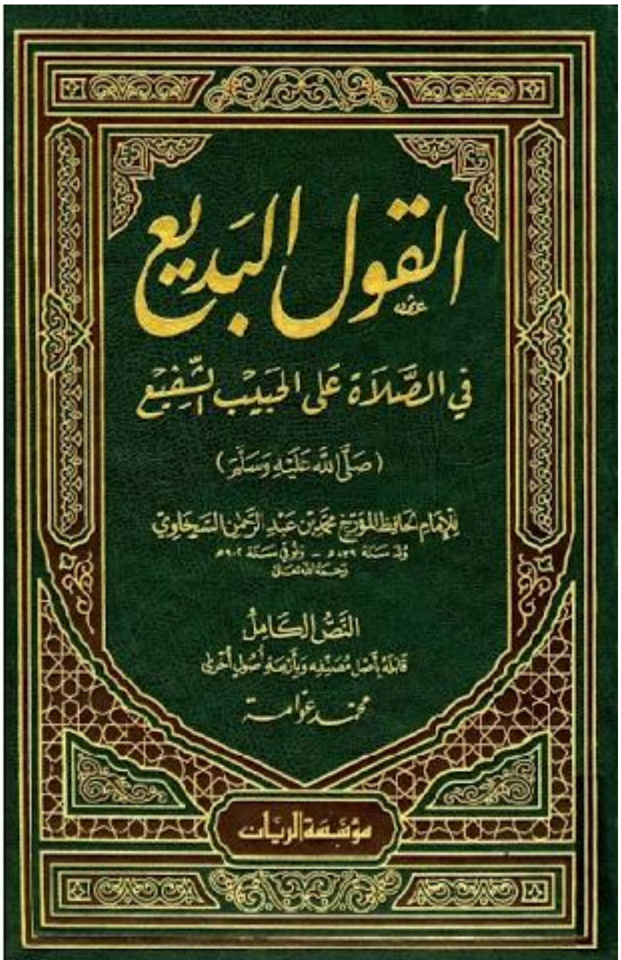

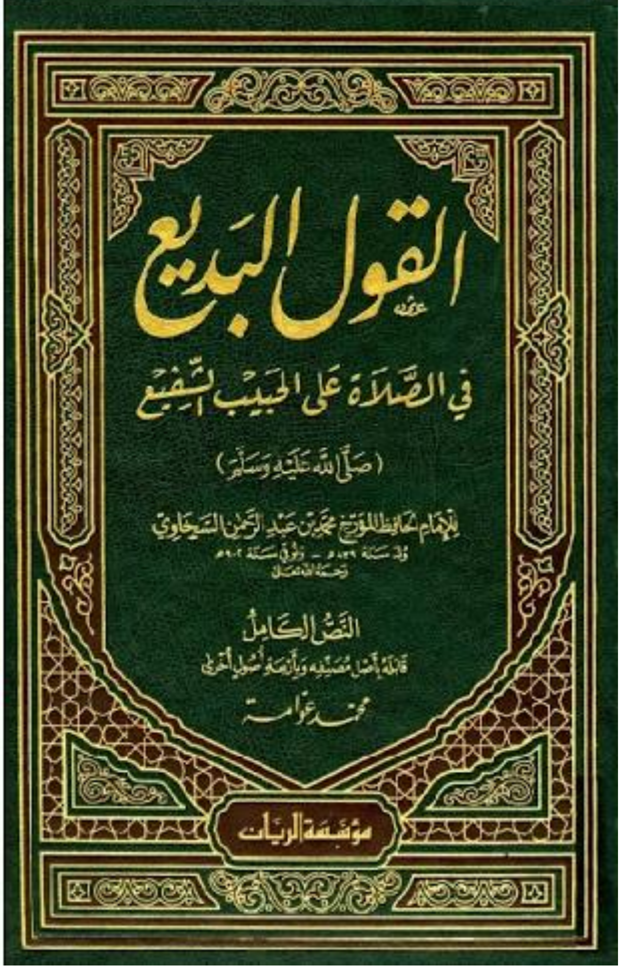

امام ابو بکر شبلیؒ جیسے شیخ طریقت اور متبع سنت بزرگ کا ابن منصورؒ کے حال کو اپنے حال سے تعبیر کرنا ابن منصورؒ کی بے گناہی اور ان کے ولی کامل ہونے کی بہت بڑی گواہی ہے۔

۴۔ شیخ ابو القاسم نصر آبادیؒ (متوفی ۳۶۷ھ) نے ابن منصورؒ کو موحد تسلیم کیا ہے

خطیب بغدادیؒ تاریخ بغداد جلد نمبر ۸ صفحہ نمبر ۶۹۹ پر لکھتے ہیں: "محمد بن حسین نے بیان کیا کہ میں نے ابراہیم بن محمد نصر آبادی سے سنا جب کہ ان پر حلّاج کا ایک کلام روح کے متعلق نقل کرنے پر عتاب کیا گیا۔ انہوں نے عتاب کرنے والے سے فرمایا، کہ انبیاء وصدیقین کے بعد اگر کوئی موحد ہے تو حلّاج ہی ہے"۔ (تاریخ مدینۃ السلام، الأمام خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص۶۹۹)

تاريخ مدينة السلام
وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء
من غير أهلها ووارديها
تأليف
الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت
الخطيب البغدادي
٣٩٢ - ٤٦٣ هـ
المجلد الثامن
تليد - الحسين
٣٥٣٥ - ٤٢٠٢
حققه، وضبط نصه، وعلق عليه
الدكتور بشار عواد معروف
دار الغرب الإسلامي

عنه وأنتَ في يَدِه أمرك، وأما الآن وقد تأكَّدَ الحالُ بيننا، فالأمرُ فيه ما سمعتَ.

وقال محمد بن الحُسين: سمعتُ إبراهيم بن محمد النَّصْراباذي، وعُوتِبَ في شيءٍ حكى عنه، يعني عن الحَلاَّج، في الرُّوح، فقال لمن عاتبه: إن كان بعد النَّبيين والصِّدِّيقين موحِّدٌ فهو الحَلاَّج.

أخبرنا ابن الفَتْح، قال: أخبرنا محمد بن الحسين، قال: سمعت منصور ابن عبدالله يقول: سمعتُ الشِّبلي يقول: كنتُ أنا والحُسين بن منصور شيئًا واحدًا، إلاّ أنه أظهر وكتمتُ. قال: وسمعتُ منصورًا يقول: سمعتُ بعضَ أصحابِنا يقول: وَقَفَ الشِّبلي عليه وهو مصلوبٌ، فنظرَ إليه، وقال: ألم نَنْهَكَ عن العالمين؟

أخبرنا إسماعيل الحِيري، قال: أخبرنا أبو عبدالرحمن السُّلَمي، قال: سمعت جعفر بن أحمد يقول: سمعتُ أبا بكر بن أبي سَعْدان يقول: الحُسين ابن منصور مُمَوِّهٌ مُمَخْرِقٌ.

قال أبو عبدالرحمن: وحُكِيَ عن عَمرو المكّي أنه قال: كنتُ أُماشيه في بعضِ أزِقَّة مكَّة، وكنتُ أقرأُ القرآن فسمعَ قِراءتي، فقال: يمكنني أن أقولَ مثلَ هذا، فَفارَقتُهُ.

حدثني مسعود بن ناصر، قال: أخبرنا ابن باكو الشِّيرازي، قال: سمعتُ أبا زُرعة الطَّبَري يقول: الناس فيه، يعني في الحُسين بن منصور، بين قَبول وردّ، ولكن سمعتُ محمد بن يحيى الرّازي يقول: سمعتُ عَمرو بن عُثمان يَلعنُهُ ويقول: لو قَدَرتُ عليه لقَتَلتُه بيدي، فقلت: أيش الذي وجد الشيخ عليه؟ قال: قرأتُ آيةً من كتاب الله، فقال: يُمكنني أن أؤلف مثله وأتكلَّم به.

قال: وسمعتُ أبا زُرعة الطَّبَري يقول: سمعتُ أبا يعقوب الأقطع يقول: زَوَّجتُ ابنَتي من الحُسين بن منصور لما رأيتُ من حُسنِ طَرِيقَتِهِ واجتهادِهِ، فبانَ لي بعد مدَّةٍ يسيرةٍ أنَّه ساحرٌ مُحتالٌ، خبيثٌ كافرٌ.

٦٩٩

شیخ ابو القاسم نصر آبادیؒ صوفی بزرگ بھی ہیں اور ان کو ائمہ محدثین نے ثقات وحافظ حدیث میں بھی شمار کیا ہے۔

خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں: "ابراہیم بن محمد بن احمد بن محمویہ، ابو القاسم نصر آبادی نیساپوری صوفی ثقہ، حدیث کے بڑے عالم اور کثیر الروایت ہیں"۔ (تاریخ مدینۃ السلام، الأمام خطیب بغدادیؒ: ج۷، ص۱۰۷)

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: "امام المحدث، مبلغ، صوفیوں کے شیخ ابو القاسم ابراہیم بن محمد بن احمد بن محمویہ الخراسانی نصر آبادی نیساپوری پرہیزگار عبادت گزار تھے"۔ (سیر اعلام النبلاء: ج۱۶، ص۲۶۳)

آگے لکھتے ہیں کہ: "ابراہیم بن محمد نصر آبادی کہتے ہیں انبیاء وصدیقین کے بعد اگر کوئی موحد ہے تو حلّاج ہی ہے"۔ (سیر اعلام النبلاء: ج۱۶، ص۲۶۵)

ابو القاسم نصر آبادیؒ کا حسین بن منصورؒ کو موحد کامل قرار دینا اور ان کے اقوالِ موحشہ موہمہ کو غلبۂ انوار توحید سے سرشار سمجھنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان پر لگائے گئے تمام الزامات جھوٹے اور بے بنیاد ہیں اور ابن منصورؒ ولی اللہ میں سے ہیں۔

۵۔امام ابوالقاسم عبدالکریم القشیریؒ (متوفی ۴۶۵ھ) کی ابن منصورؒ کے بارے میں رائے

امام ابوالقاسم القشیریؒ نے اپنے رسالہ قشیریہ کے مقدمہ میں مشائخ صوفیہ کے عقائد کے متعلق دعویٰ کیا ہے کہ وہ بالکل کتاب وسنت کے موافق اور سلف صالحین کے مطابق ہیں اور دلیل میں جہاں دیگر اجلۂ صوفیہ وائمہ طریق کے اقوال بیان کئے ہیں وہیں حسین بن منصورؒ کے توحید وصفات باری تعالیٰ کے بارے میں کہے گئے اقوال بھی نقل کئے ہیں۔ جس سے یہ بات واضح ہے کہ امام قشیریؒ کے نزدیک ابن منصورؒ بھی مشائخ صوفیہ میں سے ہیں۔

الإمام أبي المواهب عبد الوهاب بن أحمد بن علی الأنصاری الشافعی المشهور بالشعرانیؒ فرماتے ہیں کہ: ''امام قشیری نے ابن منصور کے تزکیہ (اور تبریہ) کی طرف اشارہ کر دیا ہے کیونکہ انہوں نے ابن منصور کے عقیدہ کو عقائد اہلسنت کے ساتھ اپنی کتاب کے شروع میں بیان کرکے باب حسن ظن کا افتتاح کیا ہے۔ پھر مروان طریق کے پیچھے بھی ان کا ذکر کیا کیونکہ ان کے متعلق کچھ سے کچھ کہا گیا ہے''۔ (الطبقات الکبریٰ اللشعرانی: ج۱، ص۱۹۵)

- ١٩٥ -

الثقفى يحزمه ويبجله ويرفع مقداره مات بنيسابور سنة تسع وعشرين وثلاثمائة.
ومن كلامه ﷺ لا خير فى فقير لم يذق ذل المكاسب وذل الرد، وكان ﷺ يقول من رفع ظل نفسه عن نفسه عاش الناس فى ظله.

وكان يقول عبر بلسانك عن حالك ولا تكن بكلامك حاكيا لأحوال غيرك.
وكان يقول إذا لم تنتفع أنت بعلمك فكيف ينتفع به غيرك وكان يقول من التزم شيئا لا يحتاج إليه ضيع من أحواله ما يحتاج إليه ولا بد منه، وكان يقول لم يضيع أحد من الفقراء فريضة من الفرائض إلا ابتلاه الله بتضييع السنن، ولم يبتل أحد من الفقراء بتضييع السنن إلا أوشك أن يبتلى بالبدع، وكان يقول لا يجتمع التسليم والدعوى لأحد بحال.

وكان يقول لو صح لعبد فى عمره نفس واحد من غير رياء ولا شرك لأثر بركات ذلك عليه إلى آخر الدهر. وكان يقول لم تظهر دعوى العبودية وتضمر أوصاف الربوبية وكان يقول من احتجت إلى شىء من علومه فلا تنظر إلى شىء من عيوبه فإن نظرك إلى عيوبه يحرمك بركة الانتفاع بعلومه وكان يقول أفضل أوقاتك وقت يسلم الناس فيه من سوء ظنك ﷺ.

٢٠٩ـ ومنهم أبو مغيث الحسين بن منصور الحلاج رحمه الله تعالى:

وهو من أهل بيضاء فارس ونشأ بواسط العراق، صحب الجنيد والنورى وعمرو بن عثمان المكى والفوطى وغيرهم رحمهم الله أجمعين، والمشايخ فى أمره مختلفون رده أكثر المشايخ ونفوه وأبوا أن يكون له قدم فى التصوف، وقبله بعضهم منهم أبو العباس بن عطاء ومحمد بن خفيف وأبو القاسم النصر أباذى وأثنوا عليه وصححوا حاله وحكوا عنه كلامه وجعلوه أحد المحققين حتى كان محمد بن خفيف يقول الحسين بن منصور عالم ربانى قتل رحمه الله تعالى ببغداد بباب الطاق يوم الثلاثاء لست بقين من ذى القعدة سنة تسع وثلاثمائة.

قلت ورأيت فى تاريخ ابن خلكان ما نصه: قتل الحسين الحلاج ولم يثبت عليه ما يوجب القتل ﷺ وقد أشار القشيرى إلى تزكيته حيث ذكر عقيدته مع عقائد أهل السنة أول الكتاب فتحا لباب حسن الظن به ثم ذكره فى أواخر الرجال لأجل ما قيل فيه وقد تقدم بسط ذلك فى مقدمة الكتاب والله تعالى أعلم.

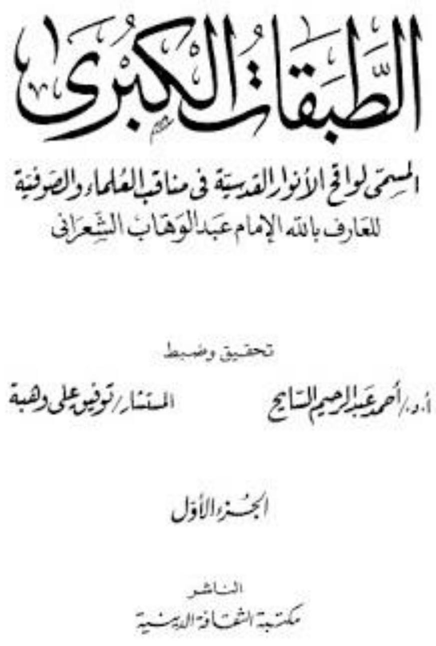

امام قشیریؒ کا درجہ علم ظاہر وباطن میں جس قدر بلند ہے۔ وہ صوفی بزرگ بھی ہیں اور محدث بھی، عالم فاضل بھی ہیں اور عارف کامل بھی۔ ان کی ولادت ۳۷۶ھ میں ہوئی اور وفات ۴۶۵ھ میں، تو ان کا زمانہ بھی ابن منصورؒ کے زمانے سے بہت قریب کا ہے۔

حافظ ابن اثیرؒ امام قشیریؒ کی جلالت شان میں یوں بیان کرتے ہیں کہ: ''امام قشیری، فقیہ، اصولی، مفسر، کاتب اور گوناگو اوصاف حسنہ سے متصف تھے''۔ (ابن اثیر، ابوالحسن علی بن ابی الکرم، الکامل فی التاریخ: بیروت، ج۱۰، ص۸۸)

فقر و تصوف میں آپ کے مقام و مرتبہ کے حوالے سے امام ذہبیؒ لکھتے ہیں: ”قشیری اپنے زمانے میں اقلیم تصوف کے بے تاج بادشاہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سخت ترین ریاضت و مجاہدہ کی ہمت ارزانی فرمائی۔ آپ پاکیزہ نفس، نفیس اشارات و نکات کے ذریعے معانی کی یہہ تک پہنچ جانے والے نکتہ رس تھے“۔ (تاریخ اسلام للذہبی: ص ۱۷۲)

امام ذہبیؒ خطیب بغدادیؒ کا قول رقم کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”آپ ثقہ اور واعظ خوش بیان تھے اور نفیس اشارات و نکات بیان کرتے“۔ (سیر اعلام النبلاء: ج ۱۸، ص ۲۳۰)

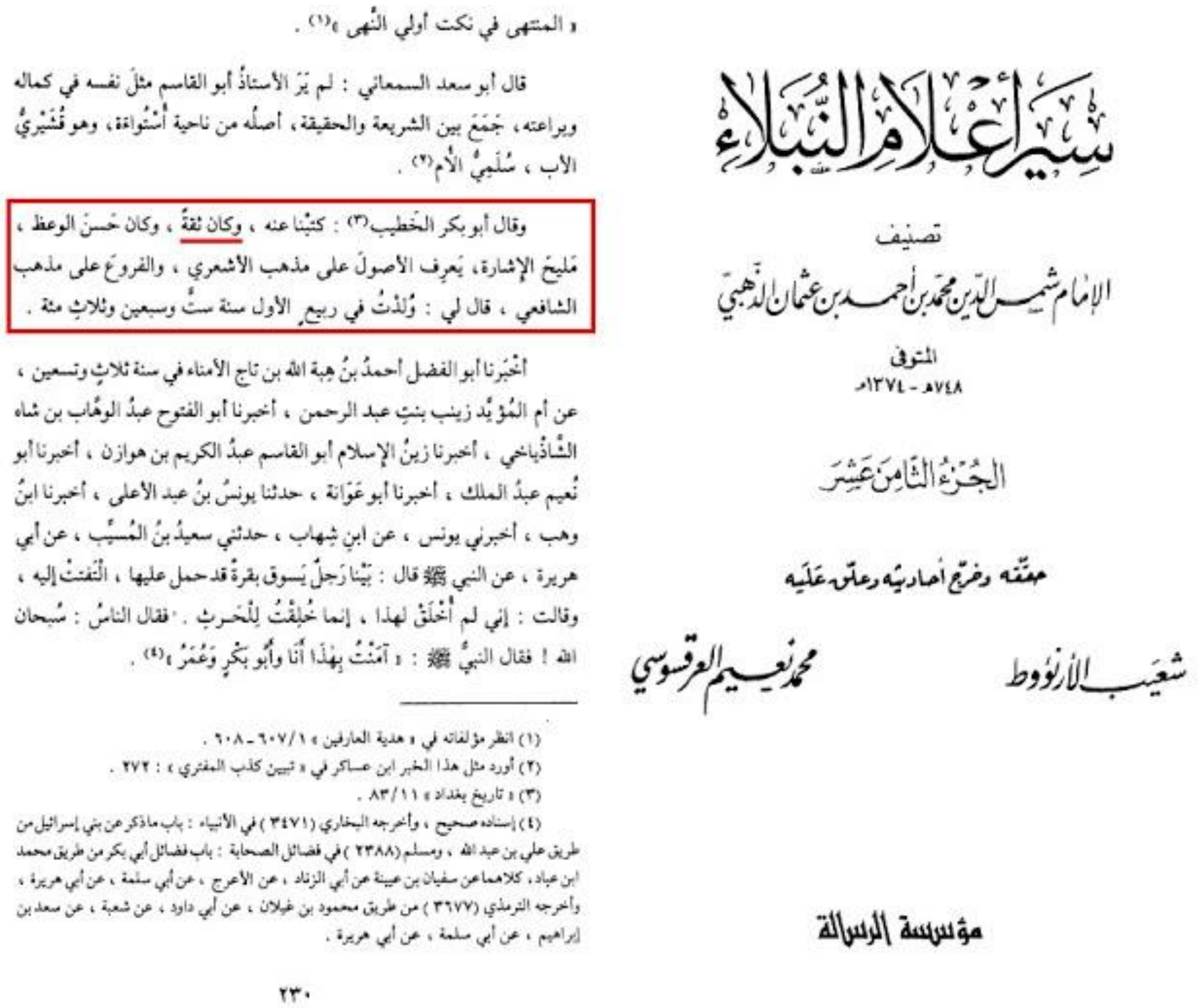

سِيَرُ أعلامِ النُّبَلاءِ

تصنيف

الإمام شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي

المتوفى

٧٤٨هـ - ١٣٧٤م

الجزء الثامن عشر

حققه وخرج أحاديثه وعلق عليه

شعيب الأرنؤوط — محمد نعيم العرقسوسي

مؤسسة الرسالة

« المنتهى في نكت أولي النُّهى »(١) .

قال أبو سعد السمعاني : لم يَرَ الأستاذُ أبو القاسم مثلَ نفسه في كماله وبراعته، جَمَعَ بين الشريعة والحقيقة، أصلُه من ناحية أُسْتُواءَ، وهو قُشَيْرِيُّ الأب، سُلَمِيُّ الأم(٢) .

وقال أبو بكر الخَطيب(٣) : كتبْنا عنه ، وكان ثقةً ، وكان حَسَنَ الوعظ ، مَليحَ الإشارة، يَعرِف الأصولَ على مذهب الأشعري ، والفروعَ على مذهب الشافعي ، قال لي : وُلِدْتُ في ربيعٍ الأول سنة ستٍّ وسبعين وثلاثِ مئة .

أخبَرنا أبو الفضل أحمدُ بنُ هِبة الله بن تاج الأمناء في سنة ثلاثٍ وتسعين ، عن أم المُؤيَّد زينب بنتِ عبد الرحمن ، أخبرنا أبو الفتوح عبدُ الوهَّاب بن شاه الشَّاذْياخي ، أخبرنا زينُ الإسلام أبو القاسم عبدُ الكريم بن هوازن ، أخبرنا أبو نُعيم عبدُ الملك ، أخبرنا أبو عَوَانة ، حدثنا يونسُ بنُ عبد الأعلى ، أخبرنا ابنُ وهب ، أخبرني يونس ، عن ابنِ شِهاب ، حدثني سعيدُ بنُ المُسَيَّب ، عن أبي هريرة ، عن النبي ﷺ قال : بَيْنا رَجلٌ يَسوق بقرةً قد حمل عليها ، الْتَفَتَتْ إليه ، وقالت : إني لم أُخْلَقْ لهذا ، إنما خُلِقْتُ لِلْحَرثِ . فقال الناسُ : سُبحان الله ! فقال النبيُّ ﷺ : « آمَنْتُ بِهذا أنا وأبو بَكْرٍ وَعُمَرُ »(٤) .

(١) انظر مؤلفاته في « هدية العارفين » ١/٦٠٧-٦٠٨ .
(٢) أورد مثل هذا الخبر ابن عساكر في « تبيين كذب المفتري » : ٢٧٢ .
(٣) « تاريخ بغداد » ١١/٨٣ .
(٤) إسناده صحيح ، وأخرجه البخاري (٣٤٧١) في الأنبياء : باب ماذكر عن بني إسرائيل من طريق علي بن عبد الله ، ومسلم (٢٣٨٨) في فضائل الصحابة : باب فضائل أبي بكر من طريق محمد ابن عباد ، كلاهما عن سفيان بن عيينة عن أبي الزناد ، عن الأعرج ، عن أبي سلمة ، عن أبي هريرة ، وأخرجه الترمذي (٣٦٧٧) من طريق محمود بن غيلان ، عن أبي داود ، عن شعبة ، عن سعد بن إبراهيم ، عن أبي سلمة ، عن أبي هريرة .

٢٣٠

خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں: ”قشیری ۴۴۸ھ میں بغداد تشریف لائے اور حدیثوں کی روایت کی، ہم نے بھی ان سے حدیثیں لکھیں، آپ ثقہ تھے“۔ (تاریخ مدینۃ السلام، الامام خطیب بغدادیؒ: ج ۱۲، ص ۳۶۶)

امام سبکیؒ لکھتے ہیں: ”آپ کی مجلس وعظ و نصیحت کے بارے میں آپ کے معاصرین کا اجماع ہے کہ آپ اس فن میں عدیم النظیر تھے“۔ (الطبقات شافعیۃ الکبریٰ: ج ۳، ص ۱۵۳)

طبقات الشافعية الكبرى

لتاج الدين أبي نصر عبد الوهاب بن علي بن عبد الكافي السبكي

٧٢٧ — ٧٧١هـ

تحقيق

محمود محمد الطناحي　　عبد الفتاح محمد الحلو

الجزء الخامس

روى عنه ابنه عبد المنعم ، وابن ابنه أبو الأسعد هبة الرحمن ، وأبو عبد الله الفُرَاوِيّ ، وزاهر الشَّحَّامِيّ ، وعبد الوهّاب بن شاه الشاذياخي[1] ، ووجيه الشَّحَّامِيّ ، وعبد الجبار الخُوارِيّ ، وخلق .

وروى عنه من القدماء أبو بكر الخطيب ، وغيره .

ووقع لنا الكثير من حديثه .

وأخذ الفقه عن أبي بكر محمد بن بكر الطُّوسِيّ ، وعِلْمَ الكلام عن الأستاذ أبي بكر ابن فُورَك .

واختلف أيضا يسيرا إلى الأستاذ أبي إسحاق[2] .

وأخذ التصوف عن أستاذه أبي عليّ الدقاق .

وكان فقيها بارعاً أصوليًّا ، محققًا متكلّما ، سُنّيا محدّثا ، حافظا ، مفسّرا ، متفننا ، نحويا لغويا ، أديبا كاتبا شاعرا ، مليح الخطّ جدا ، شجاعا بطلا ، له في الفُروسية واستعمال السلاح الآثار الجميلة .

أجمع أهل عصره على أنه سيّد زمانه ، وقدوة وقته ، وبركة المسلمين في ذلك العصر .

قال الخطيب : حدّث ببغداد ، وكتبنا عنه ، وكان ثقة ، وكان يعظ ، وكان حسن الوعظة ، مليح الإشارة ، وكان يعرف الأصول على مذهب الأشعريّ ، والفروع على مذهب الشافعيّ .

وقال[3] عبد الغافر بن إسماعيل فيه : الإمام مطلقا ، الفقيه المتكلّم الأصولي ، المفسِّر الأديب النحوي ، الكاتب الشاعر ، لسان عصره وسيّد وقته ، وسرُّ الله بين خلقه ،

(١) في المطبوعة : « الشاذياخي » وأهمل الإعجام في س ، د . وأثبتنا الصواب من اللباب ٢/٣ . وسبق الكلام على هذه النسبة في الجزء الرابع ٣٩٤ . وقال صاحب اللباب : « هذه النسبة إلى موضعين أحدهما على باب نيسابور مثل قرية متصلة بالبلد ... ينسب إليها أبو بكر شاه بن أحمد بن عبد الله الشاذياخي الصوفي من أهل الدين ، مشهور بخدمة أبي القاسم القشيري » .

(٢) الإسفرايني . كذا في التبيين ٢٧٣ . (٣) كلام عبد الغافر هذا يحرونه في التبيين . وانظر

٦۔ سیدنا شیخ عبد القادر جیلانیؒ (متوفی ۵۶۱ھ) کی ابن منصورؒ کے بارے میں رائے

ابن منصورؒ کو معذور ماننے والے چھٹے بزرگ شیخ عبد القادر جیلانیؒ ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ: ''حسین بن منصور حلّاج کو (طریق میں) ایک دشواری پیش آگئی تھی تو ان کے زمانہ میں کوئی ایسا نہ تھا جو ان کا ہاتھ پکڑ لیتا (اور سلامتی کے ساتھ اس دشواری سے نکال دیتا)، اور میں اپنے اصحاب و مریدین اور محبین میں سے ہر اس شخص کا ہاتھ پکڑنے والا ہوں جسکی سواری کو ٹھوکر لگ جائے''۔ (الطبقات الکبریٰ للشعرانی: ج ۱، ص ۲۲۷)

الطبقات الكبرى

المسمى لواقح الأنوار القدسية في مناقب العلماء والصوفية

للعارف بالله الإمام عبد الوهاب الشعراني

تحقيق وضبط

أ.د. أحمد عبد الرحيم السايح　　المستشار/ توفيق علي وهبة

الجزء الأول

الناشر

مكتبة الثقافة الدينية

٢٤٨ـ ومنهم أبو صالح سيدي عبد القادر الجيلي رضي الله تعالى عنه :

وهو ابن موسى بن عبد الله بن يحيى الزاهد بن محمد بن داود بن موسى بن عبد الله بن موسى الجون بن عبد الله المحض بن الحسن المثنى بن الحسن بن علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنهم أجمعين ولد ﷺ سنة سبعين وأربعمائة وتوفي سنة إحدى وستين وخمسمائة ودفن ببغداد رضي الله تعالى عنه وقد افرده الناس بالتآليف ونحن نذكر إن شاء الله تعالى ملخص ما قالوه مما به نفع وتأديب للسامع فنقول وبالله التوفيق: كان ﷺ يقول: عثر الحسين الحلاج فلم يكن في زمنه من يأخذ بيده وأنا لكل من عثر مركوبه من أصحابي ومريدي ومحبي إلى يوم القيامة آخذ بيده يا هذا فرسي مسرج ورمحي منصوب وسيفي شاهر وقوسي موتر أحفظك وأنت غافل وحكى عن أمه رضي الله عنها.

وكان لها قدم في الطريق أنها قالت لما وضعت ولدي عبد القادر كان لا يرضع ثديه في نهار رمضان ولقد غم على الناس هلال رمضان فأتوني وسألوني عنه فقلت لهم إنه لم يلتقم اليوم له ثديا ثم اتضح أن ذلك اليوم كان من رمضان واشتهر ببلدنا في ذلك الوقت أنه ولد للأشراف ولد لا يرضع في نهار رمضان وكان ﷺ يلبس لباس العلماء ويتطيلس ويركب البغلة وترفع الغاشية بين يديه ويتكلم على كرسي عال.

وكان ﷺ يقول بقيت أياما كثيرة لم استطعم فيها بطعام فلقيني إنسان أعطاني صرة فيها دراهم فأخذت منها خبزا سميذا وخبيصا فجلست آكله فإذا برقعة مكتوب فيها قال الله تعالى في بعض كتبه المنزلة: إنما جعلت الشهوات لضعفاء خلقي ليستعينوا بها على الطاعات أما الأقوياء فما لهم وللشهوات فتركت الأكل وانصرفت.

وكان ﷺ يقول: إنه لترد على الأثقال الكثيرة لو وضعت على الجبال تفسخت فإذا كثرت على الأثقال وضعت جنبي على الأرض وتلوت ﴿ إِنَّ مَعَ ٱلْعُسْرِ يُسْرًا ﴾[1] ثم ارفع رأسي وقد انفرجت عني تلك الأثقال. وكان ﷺ يقول قاسيت الأهوال في بدايتي فما تركت هولا إلا ركبته وكان لباسي جبة صوف وعلى رأسي خريقة

(١) أمر الإسلام أتباعه أن يأخذوا بالأسباب، وما ذكر أعلاه تأويل غير صحيح للآية. فللمسافر أن يتخذ وسيلة السفر إلا إذا عجز واضطر إلى أن يمشي داعيا الولي أن يعينه ويقويه.

۷۔ شیخ فرید الدین عطارؒ (متوفی ۵۴۰ھ) کی ابن منصورؒ کی حمایت

ابن منصورؒ کو ماننے والے ساتویں بزرگ حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ ہیں جنھوں نے اپنی کتاب تذکرۃ الاولیاء میں ان کا ذکر جمیل بہت عمدہ طریقے سے تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔

شیخ فرید الدین عطارؒ کی جلالت شان اس سے ظاہر ہے کہ مولانا رومی آپ کی شان میں فرماتے ہیں:

ہفت شہر عشق را عطار گشت ۔۔۔۔ ما ہنوز اندر خم یک کوچہ ایم

اور مثنوی مولوی معنوی میں ان کا کلام بطور حجت کے لاتے ہیں اور اس کی شرح فرماتے ہیں۔

۸۔ مولانا رومیؒ (متوفی ۶۷۲ھ) کی ابن منصور کی مدح وثنا کرنا

ابن منصورؒ کو ماننے والے آٹھویں بزرگ حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ ہیں۔ آپ نے مثنوی مولوی معنوی میں ان لوگوں کو بہت برا بھلا کہا ہے جنھوں نے ابن منصورؒ کو ناحق سولی دی، چنانچہ فرماتے ہیں:

چون قلم در دست غدارے بود ۔۔۔۔ لاجرم منصور بر دارے بود

جب قلم کسی غدار کے ہاتھ میں ہوگا ۔۔۔۔ تولامحالہ منصور سولی پر ہوگا

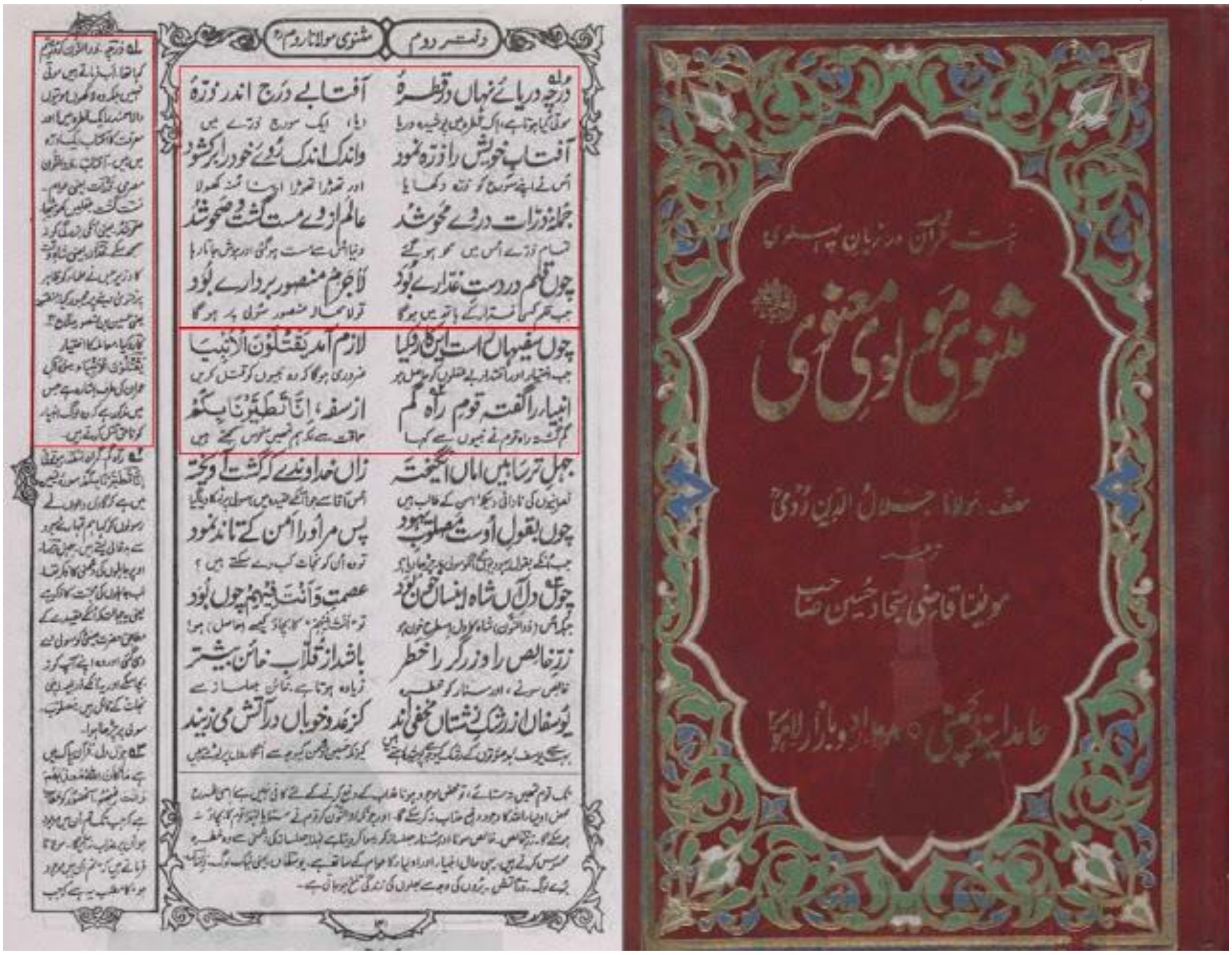
دفتر دوم ۔ مثنوی مولانا روم

در چہ دریائے نہان قطرہ ۔۔۔۔ آفتابے درج اندر ذرہ

آفتاب خویش را ذرہ نمود ۔۔۔۔ واندک اندک روئے خود را برکشود

جملہ ذرات در وے محو شد ۔۔۔۔ عالم از وے مست گشت و صحو شد

چون قلم در دست غدارے بود ۔۔۔۔ لاجرم منصور بر دارے بود

چون سفیہان راست این کار و کیا ۔۔۔۔ لازم آمد یقتلون الانبیاء

انبیاء را گفت قوم راہ گم ۔۔۔۔ از سفہ انا تطیرنا بکم

مثنوی مولوی معنوی

مصنف مولانا جلال الدین رومی

اس میں غدار سے مراد وزیر حامد العباس ہے جو ابن منصور کا دشمن ہو گیا تھا، جس نے علماء کو ان کی تکفیر پر مجبور کیا۔ نیز ابن منصور کی مدح میں مزید فرماتے ہیں کہ:

بود انا الحق درلب منصور نور   بود انا اللہ درلب فرعون زور

”انا الحق“ منصور کے لب پر نور تھا   ”میں خدا ہوں“ فرعون کے لب پر جھوٹ تھا

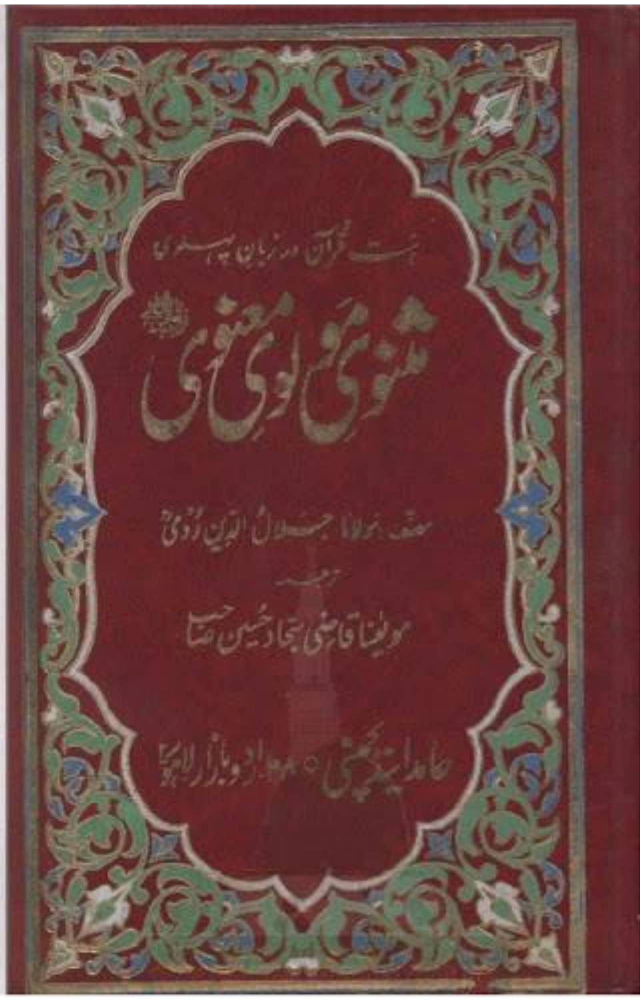

آن انا منصور، را رحمت بُدہ   ایں انا فرعون، را لعنت بُدہ

وہ انا منصور کے لئے (باعث) رحمت تھا   یہ انا فرعون کے لئے (موجب) لعنت تھا

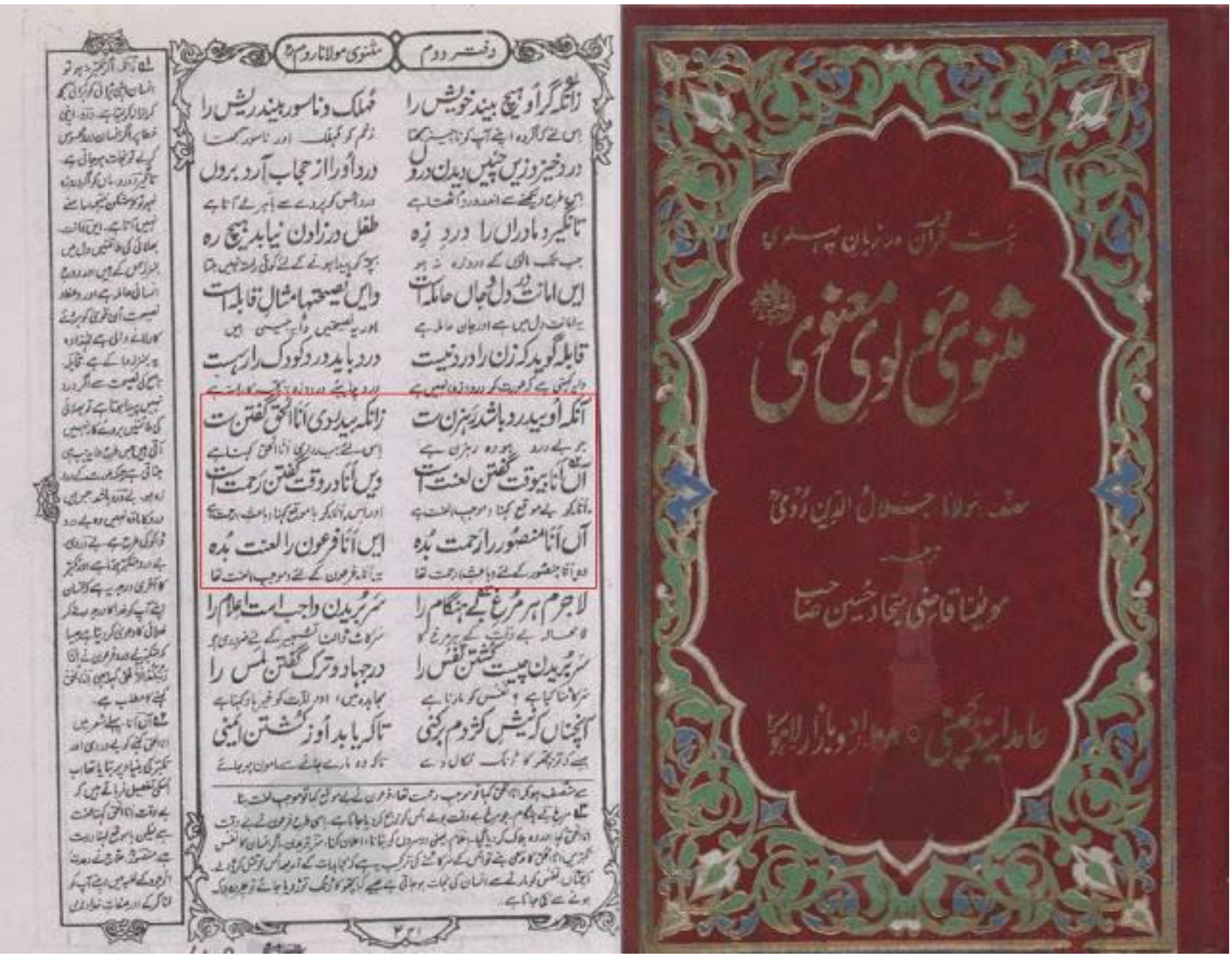

گفت فرعونے "انا الحق"، گشت پست	گفت منصورے "انا الحق" و برَست
کسی فرعون نے انا الحق کہا وہ پست ہوا	کسی منصور نے انا الحق کہا وہ بالا ہے
آن انا را لعنه الله، در عقب	ویں انا را رحمه الله، اے محب
اس انا کے لئے اللہ تعالیٰ کی لعنت درپے ہے	اور یہ انا اے دوست! اللہ کی رحمت ہے

دفتر پنجم — مثنوی مولانا رومؒ

گفت فرعونے اناالحق گشت پست — گفت منصورے اناالحق و برست

آں انارا لعنۃ اللہ در عقب — ویں انارا رحمۃ اللہ اے محب

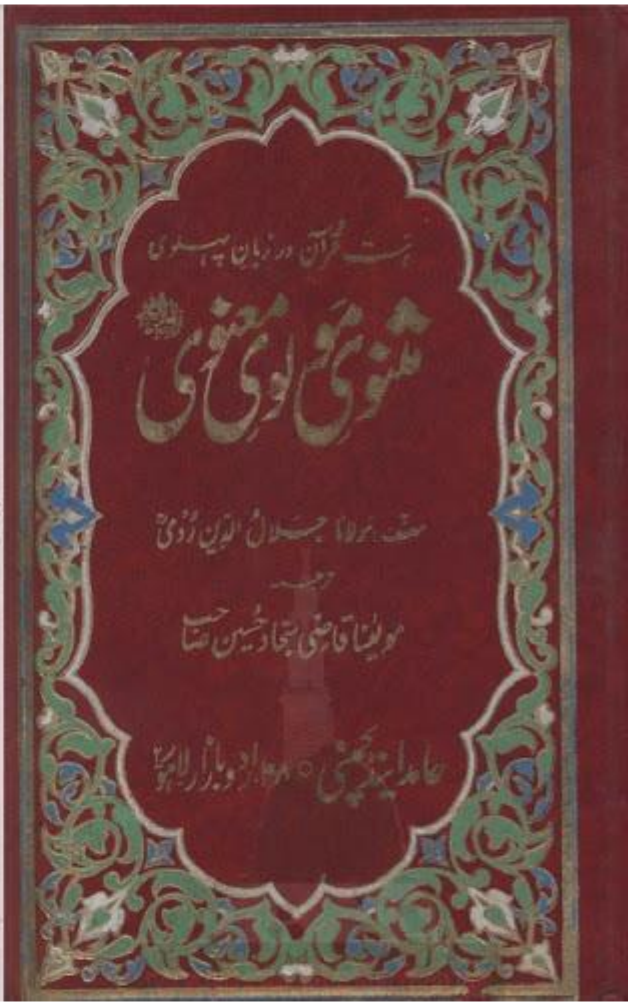

مولانارومیؒ کی جلالت شان علمائے ظاہر اور علمائے باطن دونوں کے نزدیک مسلم ہے، ان کا ابن منصور کو ماننا اور مدح وثنا کرنا، ابن منصورؒ کے صوفی، عارف ومقبول ہونے کی کافی دلیل ہے۔

۹۔ شیخ الاکبر ابن عربیؒ (متوفی ۶۳۸ھ) کی ابن منصور سے عقیدت

نویں بزرگ جنہوں نے ابن منصورؒ کی بڑی تعظیم کی وہ شیخ محی الدین ابن عربیؒ ہیں۔ لسان المیزان میں حافظ ابن حجرؒ کا تنقیدی قول اس کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ "ابن عربیؒ صاحب الفصوص حسین بن منصورؒ کی بہت تعظیم کرتے اور اور جنید میں کلام کرتے تھے"۔ (لسان المیزان: ج ۲، ص ۳۱۵)

شیخ ابن عربیؒ کا درجہ مشائخ صوفیہ کے نزدیک تو بہت بلند ہے، علمائے ظاہر بھی ان کی جلالت شان کے معترف ہیں۔ لسان المیزان میں حافظ ابن حجرؒ نے حافظ ذھبیؒ کی جرح کورد کرکے بہت سے محدثین کے اقوال انکی توثیق وتعدیل میں نقل کئے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے ابن النجار وابن نقطہ وابن العدیم اورزکی مندری وابن الابار وغیرہم کے اقوال ان کی مدح وثنا میں چار صفحات کے اندر بیان کئے ہیں۔ (لسان المیزان: ج ۵، ص ۳۱۵-۳۱۲)

فرقہ اہلحدیث کے عالم جناب نواب صدیق حسن خان صاحب اپنی کتاب التاج المکلل میں شیخ ابن عربی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: "شیخ ابن عربی میں اتنی خوبیاں ہیں کہ جن کا احاطہ ممکن نہیں اور وہ اللہ کی مابین دلیل اور کھلی نشانی ہیں۔ اور ان کی اتنی کرامات ہیں جنہیں کئی جلدوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا"۔ (التاج المکلل: ص ۱۶۸)

فرقہ اہلحدیث کے عالم جناب نواب صدیق حسن خان صاحب اپنی کتاب التاج المکلل میں شیخ ابن عربی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: "شیخ ابن عربی میں اتنی خوبیاں ہیں کہ جن کا احاطہ ممکن نہیں اور وہ اللہ کی مابین دلیل اور کھلی نشانی ہیں۔ اور ان کی اتنی کرامات ہیں جنہیں کئی جلدوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا"۔ (التاج المکلل: ص ۱۶۸)

ذلك منهم في حال السكر والغيبة، والسكران سُكراً مباحاً غيرُ مؤاخَذ، ولا مكلّف، انتهى حاصله وله ببلاد اليمن والروم صيتٌ عظيم، وهو من عجائب الزمان، وأثنى عليه الشيخ محمد بن سعد الكشني، قال المَقَّرِيُّ في «نفح الطيب»: الشيخ الأكبر، ذو المحاسن التي تبهر، الصوفي، الفقيه المشهور، الظاهري، ثم أطنب في ترجمته والثناء عليه من أهل العلم، وذكر نبذة من أشعاره الرائقة، منها قوله:

ما فازَ بالتوبةِ إلا الذي ... قد تابَ قِدْماً والورَى نُوَّمُ
فمنْ يتبْ أدركَ مطلوبَهُ ... من توبةِ الناسِ ولا يعلَمُ

قال: وله من المحاسن ما لا يستوفى. وبالجملة: فهو حجة الله الظاهرة، وآيته الباهرة، أما كراماته، فلا تحصرها مجلدات. قال الشعراني: وقولُ المنكرين في حقه مثلُ غُثاء وهباء لا يُعبأ به. وبنى السلطان سليم خان على قبره مدرسة عظيمة، ورتب له الأوقاف. قال المَقَّرِي: وقد زرتُ قبره، وتبركت به مراراً، ورأيتُ لوائح الأنوار عليه ظاهرة، ولا يجد منصف محيداً إلى إنكار ما يشاهد عند قبره من الأحوال الباهرة.

وكان يحدِّث بالإجازة العامة عن الحافظ السِّلفي، وأثنى عليه الإمام الصفي بن ظافر الأزدي في «رسالته»، وذكر له النعمان أفندي في «الروضة الغناء» ترجمة جميلة موجزة، وقال: إمام الصوفية، ورب طريقهم. ولد بمرسية سنة ٥٦٠، وكان مسكنه في دمشق، وظهوره فيها، وبها نشر علومه، توفي في دمشق سنة ٦٣٨، ألف في مناقبه ومواهبه الشيخ عبد الغني النابلسي مؤلفاً حسناً سماه: «السر المختبي في ضريح ابن عربي»، وألف فيه أيضاً كتاباً جليلاً سماه: «الرد المتين على منتقص العارف محيي الدين»، والقوم لا ينقطعون عن زيارة الشيخ، يعتبرونه من أعظم أولياء، وفي كل يوم جمعة ترى مثاباتٍ من الناس حول ضريحه للصلاة والزيارة، انتهى.

قلتُ: والمذهب الراجح فيه على ما ذهب إليه العلماء المحققون الجامعون بين العلم والعمل والشرع والسلوك: السكوتُ في شأنه، وصرفُ كلامه

١٦٨

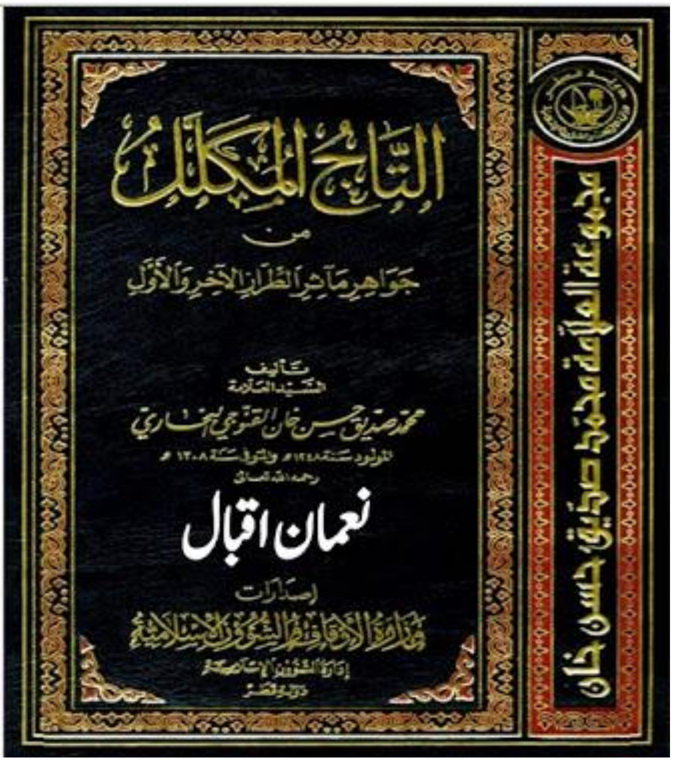

۱۰۔ شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ (متوفی ۹۷۳ھ) نے ابن منصورؒ کو اپنی کتاب میں اولیاء اللہ میں شمار کیا ہے

ابن منصورؒ کو ماننے والے دسویں بزرگ شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ شافعی ہیں جو اپنے وقت میں علوم ظاہر و باطن کے مسلم امام تھے۔ آپ نے اپنی کتاب طبقات الکبریٰ میں جو طبقات صوفیہ کے لئے مخصوص ہے ابن منصورؒ کو اولیاء اللہ میں شمار کیا اور ان کے عارفانہ اقوال سے تصریح کر دی ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ ابن منصورؒ صوفیائے کرام میں سے تھے۔

برکاتِ روحانی (اردو ترجمہ) ﴿۷۳﴾ طبقات امام شعرانی

ہوتے تو ہمیں گفتگو کی ضرورت ہی نہیں تھی اور لوگوں نے ان کے بارے بہت اختلاف کیا ہے ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں فرمایا کہ انہیں حلاج اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ کپاس بیلنے والے کی دکان پر بیٹھے تھے اور وہاں بیلے بغیر کپاس کا سٹاک تھا دکاندار کسی کام کے لئے چلا گیا جب واپس آیا تو دیکھا کہ تمام کپاس بیلی ہوئی ہے اسی وجہ سے آپ کا نام حلاج پڑ گیا آپ موسم گرما کے پھل موسم سرما میں اور اس کے برعکس پیش کیا کرتے اپنا ہاتھ ہوا میں پھیلاتے اور واپس لاتے تو دراہم سے بھر ہوتا آپ انہیں دراہم قدرت کا نام دیتے۔

حلاج کے قتل کا سبب اور واقعہ

آپ کا قتل کسی ایسے امر کی وجہ سے نہ تھا جو کہ قتل کا موجب ہو صرف وزیر نے آپ کے خلاف سازش کی جب آپ کو کمرہ عدالت میں کئی بار لایا گیا اور آپ سے خلاف شرع کچھ بھی ثابت نہ ہوا تو اس نے کہا کہ کیا اس کی تصنیفات ہیں کہا گیا کہ ہیں پس انہوں نے ذکر کیا کہ انہوں نے اس کی ایک کتاب دیکھی ہے جس میں یہ لکھا ہے کہ انسان جب حج کرنے سے عاجز ہو جائے تو چاہیے کہ اپنے گھر کا ایک بالا خانہ پاک صاف کر کے اس کا طواف کرے گویا اس نے حج کر لیا اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس کا یہ قول صحیح ہے یا کیا۔ پس قاضی نے آپ کو طلب کیا اور کہا کہ یہ کتاب آپ کی تصنیف ہے؟ فرمایا ہاں اس نے کہا کہ آپ نے اسے کس سے لیا ہے فرمایا حسن بصری سے اور حلاج کو یہ معلوم نہیں کہ ان کی کتاب میں جعل سازی کی گئی ہے تو قاضی نے کہا کہ اے خون گرائے جانے کے لائق انسان! تو نے جھوٹ کہا حسن بصری کی کتابوں میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جب قاضی نے آپ کو مراق الدم یعنی خون گرائے جانے کے لائق کہہ کر خطاب کیا تو وزیر نے قاضی پر اس کلمہ سے دلیل قائم کی کہا کہ یہ کلمہ اس بات کا نتیجہ ہے کہ آپ نے اس پر کفر کا فیصلہ کیا ہے اور قاضی سے کہا کہ اپنی قلم سے تکفیر کا حکم لکھ دیں لیکن قاضی نے ایسا لکھنے سے انکار کیا۔ لیکن وزیر نے دباؤ ڈالا تو اسے لکھ دیا۔ پس عوام اس وزیر کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے وزیر کو اپنی جان کا خطرہ پڑ گیا۔ اس نے اس مسئلہ میں خلیفہ سے بات کی تو اس نے حلاج کو سزا دینے کا حکم دیا اور جزار کوڑا مارا گیا آپ نے ہائے تک نہ کی آپ کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹ دیئے گئے پھانسی پر لٹکایا گیا پھر آگ میں جلا دیا گیا اور لوگوں میں آپ کے بارے میں اختلاف پڑ گیا کہ کیا یہ وہی ہے جسے پھانسی دی گئی یا اسے اٹھا لیا گیا جس طرح کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق واقعہ رونما ہوا۔

اور امام غزالی رضی اللہ عنہ کی تکفیر کا فتویٰ دیا گیا اور آپ کی کتاب الاحیاء کو جلا دیا گیا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے خلاف آپ کی مدد فرمائی اور کتاب "الاحیاء" کو سونے کے پانی سے لکھا گیا اور امام غزالی پر انکار اور اعتراض کرنے والوں اور آپ کی کتاب کو جلانے کا فتویٰ دینے والوں میں سے قاضی عیاض اور ابن رشید ہیں تو جب غزالی تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے قاضی عیاض کے لئے بددعا فرمائی اور جس دن بددعا کی اسی دن قاضی عیاض حمام کے اندر اچانک فوت ہو گئے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ خلیفہ مہدی نے آپ کے قتل کا حکم صادر کیا کیونکہ آپ کے شہر والوں نے دعویٰ کیا کہ یہ یہودی ہے کیونکہ آپ ہفتہ کے دن باہر نہیں نکلتے تھے کیونکہ آپ کتاب الشفاء کی تصنیف ہفتے کے دن کرتے تھے تو امام غزالی کی دعا کی وجہ سے قاضی عیاض کو مہدی نے قتل کرا دیا۔ اور ابوالحسن الشاذلی رضی اللہ عنہ کو آپ کے رفقاء سمیت بلاد مغرب سے نکال دیا گیا۔ پھر انہوں نے اسکندریہ کے نائب کو لکھا کہ تمہارے پاس

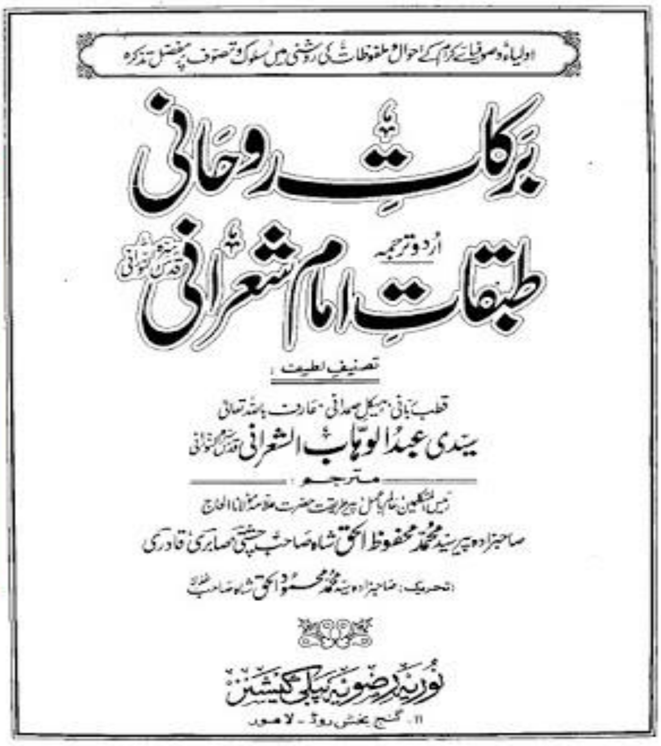

مندرجہ بالا دس بزرگ تو وہ ہیں جو علمائے ظاہر و باطن سب کے نزدیک مسلم ہیں۔ عرب و عجم ان کی جلالت و شان کے معترف ہیں۔ ان حضرات میں سے ایک بزرگ کا بھی کسی کو ولی کامل کہہ دینا اس کی سعادت و کامیابی کی بڑی دلیل ہے۔ پھر جس کو یہ سب قبول کر لیں اس شخص کا کیا مقام ہو گا۔ ان کے علاوہ بھی مصر، شام اور ہندوستان کے بڑے بڑے علماء کرام نے ابن منصور کو صوفیہ اور اولیاء اللہ میں شمار کیا ہے جن کی فہرست طویل ہے۔ بہر حال ہم ان ہی دس ناموں پر اکتفاء کرتے ہیں۔

حسین بن منصور حلاّجؒ پر معترضین کی طرف سے کیئے جانے والے اعتراضات

موجودہ دور کے ایک غیر مقلد عالم جناب زبیر علی زئی صاحب جنہوں نے تقریباً اپنی ہر تصنیف میں عام اور لا علم عوام کے سامنے جھوٹے و بے بنیاد دعووں، نہایت قلیل اور کھوکھلے دلائل پیش کر کے عام لوگوں کو بے وقوف بنانے کی جان توڑ کوشش کی ہے، بالکل ویسی ہی کوشش موصوف نے اپنے ایک رسالے ماہنامہ الحدیث حضرو، شمارہ ۲۱ کے صفحہ نمبر ۷ تا ۱۰ میں حسین بن منصور حلاّجؒ بارے میں لکھے گئے سوال کے جواب میں صرف چار محدثین کی جرحیں نقل کرتے ہوئے اور چند باطل اور کھوکھلے دعووں کے ساتھ کی ہے۔

زبیر علی زئی صاحب اپنے رسالے ماہنامہ الحدیث حضرو، شمارہ ۲۱ کے صفحہ نمبر ۷ پر لکھتے ہیں:

"حسین بن منصور الحلاج، جسے جاہل لوگ منصور الحلاج کے نام سے یاد کرتے ہیں، کا مختصر و جامع تعارف درج ذیل ہے:

۱۔ حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ: اسے زندیق ہونے کی وجہ سے قتل کیا گیا تھا، اللہ کا شکر ہے کہ اس نے علم کی کوئی چیز روایت نہیں کی۔ اُس کی ابتدائی حالت (بظاہر) اچھی تھی، عبادت گزاری اور تصوف (کا اظہار کرتا تھا) پھر وہ دین (اسلام) سے نکل گیا، جادو سیکھا اور (استدراج کرتے ہوئے) خرق عادت چیزیں لوگوں کو دکھائیں، علماء کرام نے فتویٰ دیا کہ اس کا خون (بہانا) جائز ہے لہٰذا اسے ۳۱۱ھ میں قتل کیا گیا۔ (میزان الاعتدال: ج ۱، ص ۵۴۸)

۲۔ حافظ ابن حجر العسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ: لوگوں کا اس (حسین بن منصور الحلاج) کے بارے میں اختلاف ہے، اکثریت کے نزدیک وہ زندیق گمراہ (تھا) ہے۔ (لسان المیزان: ج ۲، ص ۳۱۴، والنسخۃ المحققۃ: ۵۸۲/ ۲)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ: میری رائے میں حلاج کی حمایت ان لوگوں کے سوا کوئی نہیں کرتا جو اس کی اس بات کے قائل ہیں جس کو وہ عین جمع کہتے ہیں اور یہی اہل وحدت مطلقہ کا قول ہے اس لئے تم ابن عربی صاحب فصوص کو دیکھو گے کہ وہ حلاج کی تو تعظیم کرتے ہیں اور جنید کی تحقیر کرتے ہیں۔ (لسان المیزان: ج ۲، ص ۳۱۵)

۳۔ جلیل القدر امام ابو عمر محمد بن العباس بن محمد بن زکریا بن یحییٰ البغدادی (ابن حیویہ)ؒ فرماتے ہیں کہ: جب حسین (بن منصور) حلاج کو قتل کے لئے (جیل سے) نکالا گیا تو لوگوں کے ساتھ میں بھی (دیکھنے کے لئے) گیا، میں نے لوگوں کے رش کے باوجود اُسے دیکھ لیا، وہ اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا: "تم اس سے نہ ڈرنا، میں تیس (۳۰) دنوں بعد تمہارے پاس دوبارہ (زندہ ہو کر) آجاؤں گا" پھر وہ قتل کر دیا گیا۔ (تاریخ بغداد: ج ۸، ص ۱۳۱ ت ۴۲۳۲ وسندہ صحیح، المنتظم لابن الجوزی ۲۰۶/ ۱۳ وقال: "وھذا الاِسناد صحیح لا شک فیہ" لسان المیزان ۳۱۵/ ۲ وقال: "واِسنادھا صحیح")

۴۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ: جمہور مشائخ تصوف اور اہلِ علم (علمائے حق) کے نزدیک حلاج نیک لوگوں میں سے نہیں تھا بلکہ زندیق (بہت بڑا ملحد و گمراہ) تھا۔ (مجموع فتاویٰ: ج ۸، ص ۳۱۸)

اللہ رب العالمین کا شکر ہے، حلاج کو زندیق ہونے کی وجہ سے قتل کیا گیا تھا۔ (مجموع فتاوی: ۱۰۸/ ۳۵)

شیخ الاسلام مزید فرماتے ہیں کہ: اور اسی طرح جو شخص حلاج کے قتل کو جائز نہیں سمجھتا تو وہ (شخص) دینِ اسلام سے خارج ہے۔ (مجموع فتاویٰ: ج ۲، ص ۴۸۶)

۵۔ حافظ ابن الجوزیؒ نے اس (حسین بن منصور) کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے "القاطع المحال اللجاج القاطع بمحال الحلاج"۔ (المنتظم: ۲۰۴/ ۱۳)

ابن جوزی فرماتے ہیں: بے شک وہ جھوٹا باطل پرست تھا۔ (ایضاً: ۲۰۶/ ۱۳)"

زبیر علی زئی صاحب کی پیش کردہ مبہم و منقطع جرحوں اور باطل و کھوکھلے دعووں کے مدلل جوابات

ا۔ حافظ ذہبیؒ کی جرح کا جواب

حافظ ذہبیؒ نے اپنی جرح میں ابن منصورؒ پر جتنے بھی الزامات لگائے ہیں ان میں سے ایک الزام بھی صحیح سند سے ثابت نہیں ہے جبکہ انہوں نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ "ابن منصورؒ کی ابتدائی حالت اچھی تھی، عبادت گزاری اور تصوف کا اظہار کرتا تھا"۔

حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ: "اسے زندیق ہونے کی وجہ سے قتل کیا گیا تھا۔۔۔ علماء کرام نے فتویٰ دیا کہ اس کا خون (بہانا) جائز ہے" جبکہ تمام روایات کا جائزہ لینے کے بعد یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ وزیر حامد العباس نے حج کے مضمون کو جواز بناتے ہوئے قاضی ابو عمر سے زبردستی فتویٰ لکھوایا تھا، حالانکہ حج کے مضمون میں ایسی کوئی بات نہ تھی جس سے کسی کو کافر و زندیق قرار دیا جا سکے۔

حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ: "پھر وہ دین (اسلام) سے نکل گیا، جادو سیکھا اور (استدراج کرتے ہوئے) خرق عادت چیزیں لوگوں کو دکھائیں" جبکہ جادو سیکھنے والی پہلی روایت کی سند ابن باکویہ شیرازی، علی بن احمد شروانی اور اس کے باپ کی وجہ سے سخت ضعیف ہے اور دوسری روایت کی سند میں علی بن محمد بن مزین صوفی اور ابو عبدالرحمٰن السلمی صوفی ہیں، تو سند میں بجز اسماعیل بن احمد حیری شیخ الخطیب کے اور کوئی محل نظر نہیں۔ انساب سمعانی میں ان کا بہت مختصر تذکرہ ملتا ہے جبکہ جرح و تعدیل کچھ مذکور نہیں۔ پھر ابو عبدالرحمٰن السلمی کے بارے میں تو زبیر علی زئی صاحب نے اپنی اسی تحریر میں خود اعتراف کیا ہے کہ "ابو عبدالرحمٰن السلمی غیر ثقہ تھا" تو پھر موصوف نے کس منہ سے حافظ ذہبیؒ کی اس جرح کو دلیل کے طور پر پیش کر دیا، جبکہ موصوف اپنی اسی تحریر میں ماہنامہ الحدیث حضرو، شمارہ ۲۱ کے صفحہ نمبر ۱۰ پر دعویٰ کرتے ہیں کہ "الحدیث حضرو کا یہ امتیاز ہے کہ الحدیث میں صرف صحیح و ثابت حوالہ ہی بطور استدلال لکھا جاتا ہے"۔ الحمد للہ! زبیر علی زئی صاحب کا یہ باطل اور کھوکھلا دعویٰ تو ہم نے ابتداء میں ہی غلط ثابت کر دکھایا۔

حافظ ذہبیؒ کی مبہم، متشدد اور بلا دلیل جرح کی ایک اور اہم کمزوری یہ بھی ہے کہ آپ آٹھویں صدی ہجری کے درمیانی دور سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ حسین بن منصورؒ کے قتل کا واقعہ چوتھی صدی ہجری کے شروع میں رونما ہوا، لہٰذا اس واقعہ کے چار سو سال بعد پیدا ہونے والے

امام ذہبیؒ کی مبہم جرح ابن منصورؒ کے دور کے جلیل القدر محدثین و بزرگان دین اور اولیاء کرام ابو العباس بن عطاء بغدادیؒ، محمد بن خفیف شیرازیؒ، ابراہیم بن محمد نصر آبادی نیشاپوریؒ اور امام ابو بکر شبلیؒ کی ابن منصورؒ کے حق میں دیگئی گواہی سے زیادہ معتبر کیسے ہو سکتی ہے؟

۲۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی جرح کا جواب

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کا یہ کہنا کہ "اکثریت کے نزدیک وہ زندیق گمراہ (تھا) ہے" کسی ایک بھی مستند دلیل سے یہ بات ثابت نہ ہو سکی کہ ابن منصورؒ زندیق اور گمراہ تھے۔ ان کے گمراہ ہونے سے متعلق جتنی بھی روایات ہیں سب کی سب سخت ضعیف ہیں اور ان ضعیف روایات میں سے کسی ایک سے بھی براہِ راست ان سے کسی بھی قسم کا کلمہ کفر ثابت نہیں ہوتا بلکہ صرف لوگوں کی سنی سنائی باتیں ملتی ہیں جن کے جوابات پہلے ہی دیئے جا چکے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر ابن منصورؒ اکثریت کے نزدیک گمراہ ہوتے تو جب وزیر حامد نے قاضی ابو عمرو قاضی ابو جعفر بن بہلول اور بڑے بڑے فقہاء اور شہود کو جمع کر کے ان سے فتویٰ پوچھا تو سب نے فتویٰ دینے سے انکار کرتے ہوئے یہ کیوں کہا کہ جب تک ہمارے سامنے اس کی کوئی بات پایۂ ثبوت کو نہ پہنچ جائے جو موجب قتل ہو اس وقت تک اس کے متعلق فتویٰ نہیں دیا جا سکتا اور لوگوں نے جن باتوں کا دعویٰ ان کی طرف منسوب کیا ہے بدون بینہ یا اقرار کے قبول نہیں کی جا سکتیں۔ اور وزیر حامد بن عباس کو قاضی ابو عمر سے زبردستی فتویٰ لکھوانا کیوں پڑا؟

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی مبہم، متشدد اور بلا دلیل جرح کی ایک اور اہم کمزوری یہ بھی ہے کہ آپ آٹھویں صدی ہجری کے درمیانی دور سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ حسین بن منصورؒ کے قتل کا واقعہ چوتھی صدی ہجری کے شروع میں رونما ہوا، لہٰذا اس واقعہ کے چار سو سال بعد پیدا ہونے والے حافظ ابن حجرؒ کی مبہم جرح ابن منصورؒ کے دور کے جلیل القدر محدثین و بزرگان دین اور اولیاء کرام ابو العباس بن عطاء بغدادیؒ، محمد بن خفیف شیرازیؒ، ابراہیم بن محمد نصر آبادی نیشاپوریؒ اور امام ابو بکر شبلیؒ کی ابن منصورؒ کے حق میں دیگئی گواہی سے زیادہ معتبر کیسے ہو سکتی ہے؟

۳۔ امام ابو عمر محمد بن العباس بن محمد بن زکریا بن یحییٰ البغدادی (ابن حیویہ)ؒ کی جرح کا جواب

امام ابو عمر ابن حیویہ کی اس روایت کی بنا پر کسی ولی اللہ کو تو دور کی بات کسی عام مسلمان کو بھی کافر و زندیق قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس واقعہ کے ظاہری الفاظ اور ظاہری مفہوم کا حاصل اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ ابن منصورؒ نے اپنے اصحاب کو تسلی دی تھی تو ایسے موقع پر دوستوں کو تسلی دینا جرم تو نہیں اور جس عنوان سے تسلی دی گئی ہے اس کو بھی کوئی عالم کفر یا زندقہ قرار نہیں دے سکتا کیونکہ شہداء کی حیات برزخیہ مسلّم ہے۔ اور اس بات پر بھی کوئی شک نہیں کہ ابن منصورؒ اپنے آپ کو مظلوم اور (وزیر حامد) قاتلوں کو ظالم جانتے تھے۔ تو ان کو اپنی شہادت کا یقین ہونا کچھ مستبعد نہیں اور اس یقین کے لئے حیات برزخیہ کا اعتقاد لازم ہے تو پھر اس جرح کو دلیل کے طور پر کیسے پیش کیا جا سکتا ہے؟ جبکہ ان پر لگائے گئے الزامات بھی صحیح ثابت نہ ہو سکے اور ابن عطاءؒ، خفیف شیرازیؒ، ابو القاسم نصر آبادیؒ اور امام شبلیؒ جیسے شیخ طریقت نے ان کی تائید کر رکھی ہو۔ لہٰذا ان کے اس کلام کی تاویل بھی شریعت کے عین مطابق ہونی چاہیئے جو ہم نے بیان کی۔

۴۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی جرح کا جواب

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اپنی جرح میں جتنے بھی الزامات لگائے ہیں کوئی ایک الزام بھی صحیح سند سے ثابت نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر ابن منصورؒ زندیق، ملحد اور گمراہ ہوتے اور انہیں اسی وجہ سے قتل کیا گیا ہوتا پھر تو جب وزیر حامد نے قاضی ابو عمرو قاضی ابو جعفر بن بہلول اور بڑے بڑے فقہاء اور شہود کو جمع کر کے ان سے فتویٰ پوچھا تھا تو سب نے فتویٰ دینے سے انکار کیوں کر دیا تھا؟

اگر ابن منصورؒ زندیق، ملحد اور گمراہ ہوتے اور انہیں اسی وجہ سے قتل کیا گیا ہوتا پھر تو وزیر حامد بن عباس کو قاضی ابو عمر سے زبردستی فتویٰ لکھوانا پڑا؟

ابن تیمیہؒ کا یہ کہنا کہ "جو شخص حلاج کے قتل کو جائز نہیں سمجھتا تو وہ (شخص) دینِ اسلام سے خارج ہے" ان کے اپنے ہی قول میں تضاد ظاہر کرتا ہے، کیونکہ آپ ایک طرف ایسے شخص کو دین اسلام سے خارج کہتے ہیں اور دوسری طرف اپنی کتاب تلبیس الجھمیہ اور کتاب الصفدیۃ میں ابن منصورؒ کی کھل کر حمایت کرنے والے ابو العباس ابن عطاءؒ اور انہیں عالم ربانی کہنے والے ابوعبداللہ محمد بن خفیف شیرازیؒ کو زاہد اور عابد بھی تسلیم کرتے ہیں اور ان کے کلام کو سنت و عقائد صحیحہ کے مطابق بھی قرار دیتے ہیں۔

ابوعبدالرحمٰن سُلمی نے ابن منصورؒ کا تذکرہ اپنی کتاب "طبقات الصوفیہ" میں تفصیل سے بیان کیا ہے اور ابو القاسم قُشیری نے اپنے رسالہ قشیریہ میں حسین بن منصورؒ کا مکمل عقیدہ توحید بیان کیا ہے جسے اوپر نقل کیا جا چکا ہے۔ جبکہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب الصفدیۃ میں خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ "صوفیاء کے جن اکابر مشائخ کا تذکرہ ابوعبدالرحمٰن سُلمی نے "طبقات الصوفیہ" میں اور ابو القاسم قُشیری نے "الرسالہ" میں کیا ہے، یہ سب مذہب اہل السنہ والجماعہ اور مذہب اہل الحدیث پر تھے"۔ ابن تیمیہؒ کے اس بیان سے خود ان ہی کی جرح کا رد ہوتا ہے اور ساتھ ہی زبیر علی زئی صاحب کا ابوعبدالرحمٰن سُلمی کی رسالہ قشیریہ والی روایت پر کیئے جانے والے اعتراض کی بھی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی۔

[١٣ – الحسين بن منصور الحلاج*]

ومنهم الحلاجُ ، وهو الحسين / بنُ منصور ، وكُنيتُه أبو مُغيث . وهو من [٧٨ظ] أهل بيضاء(أ) فارس . ونشأ بواسِط(ب) ، والعراق .

وصحب الجُنَيْد ، وأبا الحسين النُّوري ، وعَمْرًا المكى ، والفُوطى(ج) ، وغيرهم .

والمشايخُ فى أمْرِه مختلفون . رَدَّه أكثرُ المشايخ ، ونفَوْه ، وأبَوا أن يكونَ

(*) انظر ترجمته فى : وفيات الأعيان : جـ ١ ص ١٨٣ — ١٩٠ ؛ تاريخ بغداد : جـ ٨ ص ١١٢ — ١٤١ ؛ الأنساب : ١٨١ ؛ اللباب : جـ ١ ص ٣٣٠ ؛ شذرات الذهب : جـ ٢ ص ٢٣٣ ، ٢٥٣ — ٢٥٧ ؛ طبقات الشعرانى : جـ ١ ص ١٢٦ — ١٢٨ ؛ المختصر فى أخبار البشر : جـ ٢ ص ٧٠ ؛ سير أعلام النبلاء : جـ ٩ ق ٢ ورق ٢١٨ — ٢٣٢ ؛ البداية والنهاية : جـ ١١ ص ١٣٢ — ١٤٤ ، مرآة الجنان : جـ ٢ ص ٢٥٣ — ٢٦١ ؛ المنتظم جـ ٦ ص ١٦٠ — ١٦٤ ؛ ومن أهم المباحث كتاب الأستاذ لويس ماسينيون [استشهاد الحلاج = La passion d'al-Husayn-ibn-Mansour Al-Hallaj, in 2 Vols, Paris 1922] وكذلك كتاب : أخبار الحلاج باريس سنة ١٩٣٦ ، له بالاشتراك مع الأستاذ بول كراوس .

٢ — م : ومنهم الحسين بن منصور الحلاج || ٤ — م : صحب الجنيد ... وعمرو المكى ؛ ق : وعمرو المكى ، والفوطى .

(أ) البيضاء ، فى عدة مواضع ، منها مدينة مشهورة بفارس . وهى أكبر مدينة فى كورة اصطخر . وإنما سميت البيضاء لأن لها قلعة تبين من بعد ، ويرى بياضها . وكانت معسكراً للمسلمين ، يقصدونها فى فتح اصطخر . وهى تامة العمارة ، خصبة جداً بينها وبين شيراز ثمانية فراسخ .

معجم البلدان [W] : جـ ١ ص ٧٩٣

(ب) واسط ، فى عدة مواضع . والمراد بها هنا المدينة التى بناها الحجاج بن يوسف الثقفى المتوفى سنة خمس وتسعين . وهى أعظمها وأشهرها . تقع بين البصرة والكوفة . وقد شرع الحجاج فى عمارتها سنة أربع وثمانين وفرغ منها سنة ست وثمانين .

معجم البلدان : [W] جـ ٤ ص ٨٨١ — ٨٨٨

(ج) أبو بكر الفوطى — بالفاء الموحدة ، لا بالقاف المثناة ، كما فى [تاريخ بغداد] ، ولا التين — معاصر أبى الحسين الدراج ، المتوفى سنة عشرين وثلثمائة . من مشايخ الصوفية . حكى عنه محمد بن داود الدقى . وكان يؤاخى أبا عمرو بن الأدمى .

اللباب : جـ ٢ ص ٢٢٨

له قدمٌ فى التصوُّف . وقَبِلَه من جملتهم أبو العباس بنُ عطاء ؛ وأبو عبد الله ، مُحمّد خَفيف ؛ وأبو القاسم ، إبرهيمُ بنُ محمدٍ النَّصْرابادِيّ ؛ وأثْنَوا عليه ، وصَحَّحوا له حالَه ، وحكوا عنهُ كلامَه ، وجعلوه أحدَ المحققين ؛ حتى قال محمدُ بنُ خفيف : « الحسينُ بنُ منصورٍ عالمٌ ربانىٌّ » .

قُتل ببغدادَ ببابِ الطاقِ ، يومَ الثلاثاء ، لستٍّ بقِين من ذى القعدة ، سنة تِسعٍ وثلثمائة .

* * *

١ — سمعتُ عبدَ الواحدِ بنَ بكرٍ ، يقولُ : سمعتُ أحمدَ بنَ فارسٍ ، يقولُ : سمعتُ الحسينَ بنَ منصورٍ ، يقولُ : « حجبَهُم بالاسم فعاشوا ؛ ولو أبرَزَ لهم عُلومَ القُدْرةِ لَطَاشوا ؛ ولو كشَفَ لهمُ الحجابَ عن الحقيقةِ لماتوا » .

٢ — قال ، وكان الحلاَّجُ ، يقولُ : « إلهى ! . أنتَ تعلمُ عَجْزى عن مواضِعِ شكرِك ، فاشكر نَفْسَك عنّى ، فإنّه الشكرُ لا غيرُ » .

٣ — قال ، وسمعتُ الحلاَّجَ ، يقولُ : « من لاحظَ الأعمالَ حُجِبَ عن المعمول له ؛ ومن لاحظَ المعمولَ لهُ حُجِبَ عن رؤيةِ الأعمالِ » .

٤ — وسمعتُ عبدَ الواحدِ ، يقول : سمعتُ أحمدَ بنَ فارسٍ ، يقولُ : سمعتُ الحسينَ بن منصورٍ ، يقول : « أسماء الله تعالى ، من حيثُ الإدراكُ اسمٌ ؛ ومن حيثُ الحقُّ حقيقةٌ » .

٥ — قال ، وسمعتُ الحسينَ ، يقولُ : « خاطِر الحق هو الذى لا يعارِضُه شىء » .

٦ — قال ، وسمعتُ الحسينَ ، يقولُ : « إذا تخلَّصَ العبدُ إلى مقامِ المعرفةِ أوحى اللهُ تعالى إليهِ بخاطِرِه ، وحَرَسَ سِرَّه أن يسْنَحَ فيه خاطرٌ غيرَ الحقِّ » .

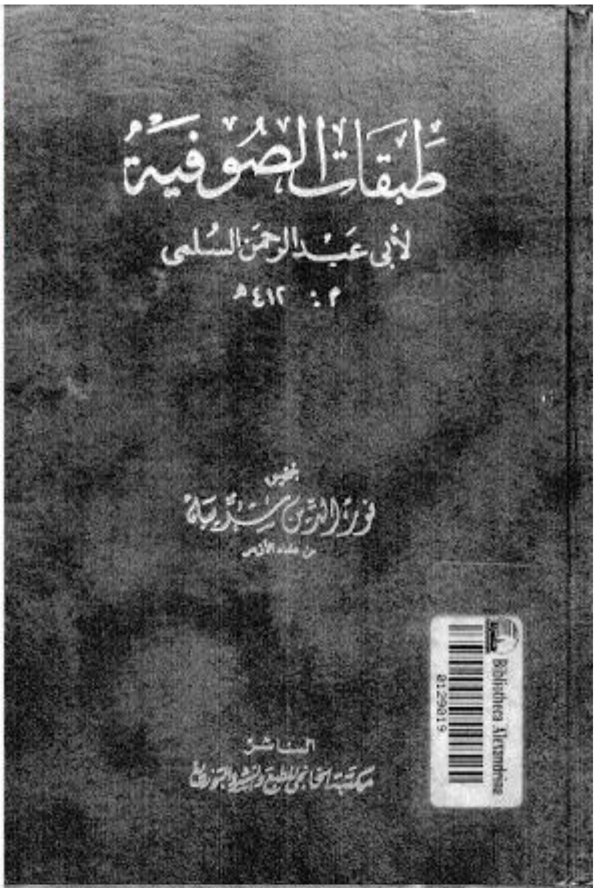

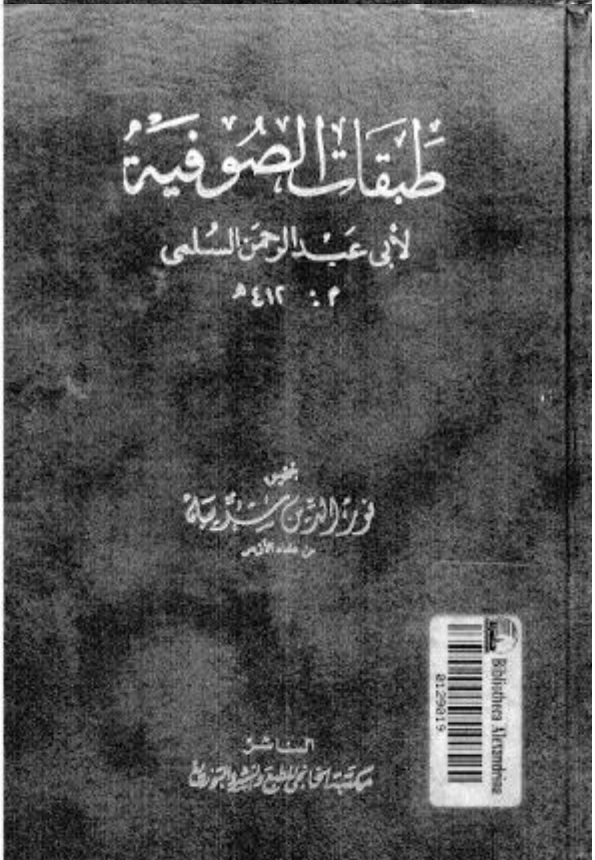

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں: ’’صوفیاء کے جن اکابر مشائخ کا تذکرہ ابو عبد الرحمٰن سُلمی نے "طبقات الصوفیہ" میں اور ابو القاسم قُشیری نے "الرسالہ" میں کیا ہے، یہ سب مذہب اہل السنہ والجماعہ اور مذہب اہل الحدیث پر تھے، مثلاً: فضیل بن عیاض، جنید بن محمد [بغدادی]، سہل بن عبد اللہ تستری، عمرو بن عثمان مکی، ابو عبد اللہ محمد بن خفیف شیرازی وغیرہ، انکا کلام سنت وعقائد صحیحہ کے مطابق ہے، اور انہوں نے اس بارے میں کتب بھی تصنیف کی ہیں‘‘۔(کتاب الصفدیۃ: ج۱، ص۲۶۷)

كتاب الصفدية

تاليف شيخ الإسلام ابن تيمية

أبي العباس تقي الدين أحمد بن عبد الحليم

تحقيق

الدكتور محمد رشاد سالم

طبع على نفقة أحد المحسنين

وقف لله تعالى

١٤٠٦هـ

كما قالوا لعبد الله بن المبارك : بماذا نعرف ربنا ؟ قال : بأنه فوق سمواته على عرشه بائن من خلقه . وهكذا قال سائر الأئمة كأحمد بن حنبل واسحق بن راهويه وعثمان بن سعيد والبخاري وغيرهم ، حتى قال محمد بن اسحق بن خزيمة الملقب بامام الأئمة : من لم يقل ان الله فوق سمواته على عرشه بائن من خلقه فانه يستتاب فان تاب والا قتل ، كما ذكر ذلك عنه الحاكم أبو عبد الله النيسابوري وصاحبه الملقب بشيخ الاسلام أبي عثمان الصابوني وغيرهما .

والشيوخ الأكابر الذين ذكرهم أبو عبد الرحمن السُلَمي في « طبقات الصوفية » وأبو القاسم القشيري في « الرسالة » كانوا على مذهب أهل السنة والجماعة ومذهب أهل الحديث كالفضيل بن عياض والجنيد بن محمد وسهل بن عبد الله التستري وعمرو بن عثمان المكي وأبو عبد الله محمد بن خفيف الشيرازي وغيرهم، وكلامهم موجود في السنة،/ وصنفوا فيها الكتب ، لكن بعض المتأخرين منهم كان على طريقة بعض أهل الكلام في بعض فروع العقائد ، ولم يكن فيهم أحد على مذهب الفلاسفة ، وانما ظهر التفلسف في المتصوفة المتأخرين ، فصارت المتصوفة تارة على طريقة صوفية أهل الحديث وهم(١) خيارهم وأعلامهم ، وتارة على اعتقاد صوفية أهل الكلام فهؤلاء دونهم، وتارة على اعتقاد صوفية الفلاسفة كهؤلاء الملاحدة .

ظ ٨٣

ذكره ثلاث عقائد في أول الفتوحات

ولهذا ذكر ابن عربي في أول « الفتوحات » ثلاث عقائد : عقيدة مختصرة من «ارشاد» أبي المعالي بحججها الكلامية (٢)،

(١) في الاصل : وهو .

(٢) في الأصل : عقيدة مختصرة من ارشاد ابي المعالي وعقيدة بحججها الكلامية - ورأيت ان حذفكلمة (وعقيدة) أولى - والاشارة هذا الى كتاب « الارشاد الى قواطع الادلة في أصول الاعتقاد » لأبي المعالي الجويني .

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی مبہم، متشدد اور بلا دلیل جرح کی ایک اور اہم کمزوری یہ بھی ہے کہ آپ آٹھویں صدی ہجری کے درمیانی دور سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ حسین بن منصورؒ کے قتل کا واقعہ چوتھی صدی ہجری کے شروع میں رونما ہوا، لہٰذا اس واقعہ کے چار سو سال بعد پیدا ہونے والے امام ابن تیمیہؒ کی مبہم جرح ابن منصورؒ کے دور کے جلیل القدر محدثین و بزرگان دین اور اولیاء کرام ابو العباس بن عطاء بغدادیؒ، محمد بن خفیف شیرازیؒ، ابراہیم بن محمد نصر آبادی نیشاپوریؒ اور امام ابو بکر شبلیؒ کی ابن منصورؒ کے حق میں دیگئی گواہی سے زیادہ معتبر کیسے ہو سکتی ہے؟

۵۔ حافظ ابن الجوزیؒ کی جرح کا جواب

حافظ ابن الجوزیؒ کا یہ کہنا کہ ''بے شک وہ جھوٹا باطل پرست تھا'' مبہم اور بلا دلیل دعویٰ ہے کیونکہ کسی ایک ضعیف روایت سے بھی یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ ابن منصورؒ جھوٹے تھے۔ لہٰذا جرح و تعدیل کے میدان میں اس جرح کی بھی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ محض صرف دعویٰ کر دینے سے الزام ثابت نہیں ہوتا جب تک کہ صحیح سند سے وجوہ طعن ثابت نہ ہو۔ اگر اس طرح سے کسی بھی مبہم جرح کو قبول کر لیا جائے تو پھر بڑے سے بڑے محدث امام کی ثقاہت و عدالت ثابت نہ ہو سکے گی۔

حافظ ذہبیؒ، حافظ ابن حجرؒ، امام ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن الجوزیؒ کی جرحوں کی بہترین مثال کچھ اس طرح سے دی جا سکتی ہے کہ عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ و نافع مولیٰ ابن عمرؓ پر بھی بعض ائمہ نے سخت جرح کی ہیں مگر دوسرے علماء کی توثیق و تعدیل سے ان کو مقبول قرار دیا گیا ہے اور جرح مبہم پر التفات نہیں کیا گیا۔ بالکل یہی معاملہ ابن منصورؒ کے ساتھ بھی کرنا چاہیئے کیونکہ ابن منصورؒ کی توثیق و تعدیل ابراہیم بن

محمد نصر آبادیؒ جیسے حافظ الحدیث ومتبع سنت، امام شبلیؒ جیسے امام طریق، ابوعبداللہ بن خفیفؒ جیسے شیخ طریقت اورابوالعباس بن عطاءؒ جیسے ولی اللہ ومحدث نے کررکھی ہے۔

زبیر علی زئی صاحب مولانا اشرف علی تھانویؒ کے دعوے پر اشکال کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "تھانوی صاحب نے یہ دعویٰ بھی کیاہے کہ ابن منصوراور جنید کاعقیدۃ توحید ایک ہی تھا"۔ مگرانہوں نے اس دعوی پرکوئی صحیح دلیل پیش نہیں کی"۔ (ماہنامہ الحدیث حضرو: شمارہ ۲۱، ص ۱۰)

ماہنامہ "الحدیث" حضرو | 10 | شمارہ: 21

ویقع فی الجنید واللہ الموفق"

"میری رائے میں حلاج کی حمایت ان لوگوں کے سوا کوئی نہیں کرتا جو اس کی اس بات کے قائل ہیں جس کو وہ عین جمع کہتے ہیں اور یہی اہل وحدت مطلقہ کا قول ہے اس لئے تم ابن عربی صاحب فصوص کو دیکھو گے کہ وہ حلاج کی تو تعظیم کرتے ہیں اور جنید کی تحقیر کرتے ہیں" (لسان المیزان ج ۲ ص ۳۱۵، وسیرت منصور حلاج ص ۴۵ حاشیہ)

اہل وحدت مطلقہ سے مراد وہ صوفی حضرات ہیں جو وحدت الوجود اور حلولیت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

تعالی اللہ عما یقولون علواً کبیراً ،

اس قول کا رد ظفر احمد تھانوی صاحب نے رسالہ قشیریہ کی موضوع روایت سے کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ رد تحقیقی میدان میں بذات خود مردود ہے۔ تھانوی صاحب نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ "ابن منصور اور جنید کا عقیدہ توحید ایک ہی تھا" [ص ۴۶] مگر انہوں نے اس دعوی پر کوئی صحیح دلیل پیش نہیں کی۔ علمی میدان میں عبدالوہاب الشعرانی، خرافی صوفی بدعتی کے بے سند حوالوں سے کام نہیں چلتا بلکہ صحیح وثابت سندوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

"الحدیث" حضرو کا یہ امتیاز ہے کہ "الحدیث" میں صرف صحیح وثابت حوالہ ہی بطور استدلال لکھا جاتا ہے۔ اسماء الرجال کے حوالے بھی اصل کتابوں سے صحیح وثابت سندوں کے ساتھ پیش کئے جاتے ہیں۔ ضعیف روایات اور ضعیف حوالوں کی ہمیں ضرورت ہی نہیں ہے والحمد للہ علی ذلک

رسول اللہ ﷺ کی احادیث ہوں یا سلف صالحین کے آثار و اسماء الرجال کے حوالے، سب کے لئے صحیح وحسن لذاتہ اسانید کی ضرورت ہے۔ شیخ الاسلام عبداللہ بن المبارک المروزی رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں کہ:

"الإسناد من الدین ، ولو لا الإسناد لقال من شاء ما شاء "سند دین میں سے ہے، اگر سند نہ ہوتی تو جو شخص جو چاہتا کہہ دیتا (مقدمہ صحیح مسلم ترقیم دارالسلام: ۳۲ وسندہ صحیح)

وما علینا إلا البلاغ (۱۴ شوال ۱۴۲۶ھ)

سوال: درج ذیل روایت کی تحقیق درکار ہے:

"جب رسول اللہ ﷺ کو غسل دیا گیا تو پانی آپ کی آنکھوں کے گڑھوں پر بلند ہوگیا۔ علی رضی اللہ عنہ نے اسے پی لیا تو انہیں اولین اور آخرین کا علم دے دیا گیا۔" (کلیم حسین شاہ، راولپنڈی)

الجواب: یہ روایت بے سند و بے اصل ہے۔ اسے عبدالحق دہلوی نے اپنی کتاب "مدارج النبوۃ" میں "روایت کیا گیا ہے کہ" کے الفاظ سے بے سند و بے حوالہ لکھا ہے (جلد دوم ص ۵۹۱، اردو مترجم، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ، ۴۰ اردو بازار لاہور)

مشہور صوفی احمد بن محمد القسطلانی (متوفی ۹۲۳ھ) لکھتے ہیں کہ:

"وذکر ابن الجوزی أنه روی عن جعفر بن محمد قال: کان الماء یستنقع فی جفون النبی ﷺ فکان علی یحسوه ، وأما ماروي أن علیاً لما غسله ﷺ امتص ماء محاجر عینیه فشربه وأنه قدورث بذلک علم الأولین والآخرین، فقال النووي: لیس بصحیح"

10

اشکال کا جواب

زبیر علی زئی صاحب کی علمی قابلیت وصلاحیات پر تعجب ہوتا ہے کہ موصوف کو مولانا اشرف علی تھانویؒ کے دعوے کی دلیل ہی نظر نہ آسکی، حالانکہ امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیریؒ (متوفی: ۴۶۵) کے رسالۃ القشیریہ میں عقیدۃ توحید کے بیان میں جہاں حضرت جنید بغدادیؒ کے اقوال درج ہیں، وہیں ابن منصورؒ کے اقوال بھی درج ہیں لیکن موصوف نے انہیں پڑھنے کی زحمت ہی گوارہ نہ کی یا پھر پڑھے جانے کے باوجود بھی لاعلمی ظاہر کررہے ہیں تاکہ عام اورلاعلم مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول جھونک سکیں۔

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیریؒ (متوفی: ۴۶۵) لکھتے ہیں: ”محمد بن احمد اصفہانیؒ نے بتایا کہ ایک شخص حضرت حسین بن منصورؒ کے قریب آکھڑا ہوا اور کہنے لگا، وہ حق کون ہے جس کی طرف صوفیہ اشارہ کرتے رہتے ہیں؟ فرمایا جو سب کو بنا دینے والا ہے مگر اسے بنانے والا کوئی نہیں جسے اس کی علت قرار دیا جائے“۔(الرسالۃ القشیریۃ الامام ابوالقاسم القشیری: ص ۴۹۶)

”حسین بن منصورؒ اللہ تعالیٰ سے اپنی محبت کا اظہار یوں فرماتے ہیں کہ: محبوب سے تمہاری محبت یہ ہے کہ اس کے سامنے اپنے تمام اوصاف بالائے طاق رکھ دو“۔(الرسالۃ القشیریۃ الامام ابوالقاسم القشیری: ص ۵۲۳)

خطیب بغدادیؒ نے ابوالطیب محمد بن الفرخان کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ: ”میں نے حسین بن منصور سے سنا وہ فرماتے تھے کہ اولین وآخرین کے علوم کا خلاصہ چار باتوں میں ہے۔(۱) رب جلیل کی محبت (۲) متاع قلیل (یعنی دنیا) سے نفرت (۳) کتاب منزل کا اتباع (۴) تغیّر حال کا خوف“۔(تاریخ مدینۃ السلام، الامام خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص ۶۹۲)

تَشْغَلها بالحقّ، شَغَلتك عن الحقّ. وقال له آخر: عِظْني، فقال له: كن مع الحقّ بحكم ما أوْجَب.

أخبرنا محمد بن عيسى بن عبدالعزيز البزّاز بهَمَذان، قال: حدثنا عليّ بن الحسن الصَّيقلي، قال: سمعتُ أبا الطَّيب محمد بن الفَرُّخان يقول: سمعتُ الحُسين بن منصور الحَلاَّج يقول: علم الأولين والآخرين مَرجِعهُ إلى أربع كلمات: حبُّ الجَليل، وبُغض القليل، واتِّباع التَّنزيل، وخَوف التَّحويل.

حدثنا عبدالعزيز بن عليّ الوَرّاق، قال: سمعتُ عليّ بن عبدالله بن جَهْضَم يقول: كتبَ الحُسين بن منصور إلى أحمد بن عطاء: أطالَ الله لي حياتَك، وأعدَمَني وفاتَك، على أحسن ما جَرَى به قدرٌ، أو نَطَقَ به خَبرٌ، مع ما أنَّ لك في قلبي من لواهج[1] أسرار مَحبَّتِك، وأفانينَ ذَخائِر مَوَدَّتك، ما لا يُتَرجِمهُ كتابٌ، ولا يُحصيه حسابٌ، ولا يُفنيه عتابٌ، وفي ذلك أقول[2] [من الطويل]:

كتبتُ ولم أكتب إليكَ وإنما كتبتُ إلى رُوحي بغير كتابِ
وذلك أنَّ الرُّوح لا فَرْقَ بينها وبين مُحبيها بفَصْلِ خطابِ
فكُلُّ كتابٍ صادرٍ منك واردٌ إليكَ بما رَدُّ الجواب جوابي

أنشدنا محمد بن الحسن بن أحمد الأهوازي، قال: أنشدنا أبو حاتِم الطَّبَري للحُسين بن منصور[3] [من الرمل]:

جُبِلت روحُكَ في روحي كما يُجبَلُ العَنبرُ بالمِسكِ الفَتِق[4]
فإذا مَسَّك شيءٌ مَسَّني فإذا أنت أنا لا نَفْتَرِق

(١) في م: «لواعج»، وأثبتنا ما في النسخ.
(٢) ديوانه ٣١.
(٣) ديوانه ٦٧.
(٤) في م: «الفَتِق»، وفي الديوان: «الفتق»، وما أثبتناه مجود التقييد في النسخ العتيقة، وهو بمعنى الفتق.

٦٩٢

زبیر علی زئی صاحب کے دجل وفریب وکذب بیانیاں اور باطل وکھوکھلے دعووں کے مدلل جوابات

زبیر علی زئی صاحب کا پہلا جھوٹ: زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں: ”ان شدید جرحوں کے مقابلے میں حلّاج مذکور کی تعریف و توثیق ثابت نہیں ہے“۔(ماہنامہ الحدیث حضرو: شمارہ ۲۱، ص ۸)

ماہنامہ "الحدیث" حضرو | 8 | شمارہ:21

علماء کے نزدیک حلاج مذکور کا زندیق و گمراہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۳۔ جلیل القدر امام ابوعمر محمد بن العباس بن محمد بن زکریا بن یحییٰ البغدادی (ابن حیویہ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"لما أخرج حسين الحلاج ليقتل مضيت في جملة الناس، ولم أزل أزاحم حتى رأيته، فقال لأصحابه: لا يهولنكم هذا، فإني عائد إليكم بعد ثلاثين يوماً، ثم قتل"

جب حسین (بن منصور) حلاج کو قتل کے لئے (جیل سے) نکالا گیا تو لوگوں کے ساتھ میں بھی (دیکھنے کے لئے) گیا، میں نے لوگوں کے رش کے باوجود اُسے دیکھ لیا، وہ اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا: "تم اس سے نہ ڈرنا، میں تیس (۳۰) دنوں کے بعد تمہارے پاس دوبارہ (زندہ ہوکر) آجاؤں گا" پھر وہ قتل کر دیا گیا۔

(تاریخ بغداد ج ۸ ص ۱۳۱ ت ۴۲۳۲ وسندہ صحیح، المنتظم لابن الجوزی ۲۰۶/۱۳ وقال: "وھذا الإسناد صحیح لاشک فیہ" لسان المیزان ۳۱۵/۲ وقال: "وإسنادھا صحیح")

اس صحیح سند سے معلوم ہوا کہ حسین بن منصور حلاج جھوٹا شخص تھا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"وعند جماهير المشائخ الصوفية وأهل العلم أن الحلاج لم يكن من المشائخ الصالحين، بل كان زنديقاً"

جمہور مشائخِ تصوف اور اہلِ علم (علمائے حق) کے نزدیک حلاج نیک لوگوں میں سے نہیں تھا بلکہ زندیق (بہت بڑا ملحد و گمراہ) تھا (مجموع فتاویٰ ج ۸ ص ۳۱۸)

"الحمد لله رب العالمين، الحلاج قتل على الزندقة"

اللہ رب العالمین کا شکر ہے، حلاج کو زندیق ہونے کی وجہ سے قتل کیا گیا تھا [مجموع فتاویٰ ۱۰۸/۳۵]

شیخ الاسلام مزید فرماتے ہیں کہ: "وكذلك من لم يجوز قتل مثله فهو مارق من دين الاسلام"

اور اسی طرح جو شخص حلاج کے قتل کو جائز نہیں سمجھتا تو وہ (شخص) دین اسلام سے خارج ہے [مجموع فتاویٰ ج ۲ ص ۴۸۶]

۴۔ حافظ ابن الجوزی نے اس (حسین بن منصور) کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے "القاطع المحال اللجاج القاطع بمحال الحلاج" (المنتظم ۲۰۴/۱۳)

ابن جوزی فرماتے ہیں: "انه كان مُمَخرِقاً" بے شک وہ جھوٹا باطل پرست تھا۔ (ایضاً ۲۰۶/۱۳)

ان شدید جرحوں کے مقابلے میں حلاج مذکور کی تعریف و توثیق ثابت نہیں ہے۔

ظفر احمد عثمانی تھانوی دیوبندی صاحب نے اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب کی زیرِ نگرانی ایک کتاب لکھی ہے "القول المنصور فی ابن منصور، سیرت منصور حلاج" یہ کتاب مکتبہ دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴ سے شائع شدہ ہے۔ اس کتاب میں تھانوی صاحب نے موضوع، بے اصل اور مردود روایات جمع کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ (دیوبندیوں کے نزدیک) حسین بن منصور حلاج اچھا آدمی تھا (!)

8

یہاں زبیر علی زئی صاحب نے کتنی ڈھٹائی اور بے شرمی کے ساتھ اتنا بڑا جھوٹ بولا ہے، حالانکہ ابوالعباس ابن عطاؒ جیسے محدث بزرگ، ابوعبداللہ بن خفیف شیرازیؒ جیسے شیخ طریقت، امام شبلیؒ جیسے جلیل القدر امام و متبع سنت، ابراہیم بن محمد نصرآبادیؒ جیسے حافظ الحدیث و متبع سنت، امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ھوازن القشیری جیسے جلیل القدر محدث و مفسر، سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ شیخ فریدالدین عطاؒ اور مولانا جلال الدین رومیؒ جیسے اولیاء اللہ نے ابن منصورؒ کی تعریف و توثیق کر رکھی ہے جنہیں ہم اوپر تفصیل کے ساتھ بحوالہ بیان کر چکے ہیں۔

زبیر علی زئی صاحب کا دوسرا جھوٹ: زبیر علی زئی صاحب تاریخ بغداد کے حوالے سے محمد بن یوسف القطان کی مبہم جرح نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ابوعبدالرحمٰن السلمی اگرچہ اپنے عام شہر والوں اور اپنے مریدوں کے نزدیک جلیل القدر تھا مگر اسی شہر کے محدث محمد بن یوسف القطان النیسابوری فرماتے ہیں کہ: "كان أبو عبدالرحمٰن السلمي غير ثقة----وكان يضع للصوفية الأحاديث"۔ "ابوعبدالرحمٰن السلمی غیر ثقہ تھا----اور صوفیوں کے لئے احادیث گھڑتا تھا"۔ (ماہنامہ الحدیث حضرو: شمارہ ۲۱، ص ۹)

ماہنامہ "الحدیث" حضرو <9> شمارہ:21

مثال نمبرا۔ تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"لوگوں کے اسرار بیان کر دیتے، ان کے دلوں کی باتیں بتلا دیتے (یعنی کشف ضمائر بھی حاصل تھا) اسی وجہ سے ان کو حلاج الاسرار کہنے لگے، پھر حلاج لقب پڑ گیا" (سیرت منصور حلاج ص ۳۱)

تبصرہ: اس قول کی بنیاد تاریخ بغداد کی ایک روایت ہے جسے احمد بن الحسین بن منصور نے تستر میں بیان کیا تھا [ج ۸ ص ۱۱۳] احمد بن الحسین بن منصور کے حالات معلوم نہیں ہیں لہذا یہ شخص مجہول ہے۔

مثال نمبر۲۔ تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"حسین بن منصور نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لئے حدوث کو لازم کر دیا ہے......"

(سیرت منصور حلاج ص ۴۷ بحوالہ رسالہ قشیریہ)

عبدالکریم بن ہوازن القشیری کے الرسالۃ القشیریۃ میں یہ عبارت بحوالہ ابوعبدالرحمٰن (محمد بن الحسین) السلمی النیسابوری لکھی ہوئی ہے (ص ۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

ابوعبدالرحمٰن السلمی اگرچہ اپنے عام شہر والوں اور اپنے مریدوں کے نزدیک جلیل القدر تھا مگر اسی شہر کے محدث محمد بن یوسف القطان النیسابوری (وكان صدوقاً، له معرفة بالحديث وقد درس شيئاً من فقه الشافعي، وله مذهب مستقيم وطريقة جميلة / تاریخ بغداد ۳/ ۲۱۱) فرماتے ہیں کہ:

"كان أبو عبدالرحمٰن السلمي غير ثقة...... وكان يضع للصوفية الأحاديث" ابوعبدالرحمٰن السلمی غیر ثقہ تھا...... اور وہ صوفیوں کے لئے احادیث گھڑتا تھا (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۲۴۸ وسندہ صحیح)

اس شدید جرح کے مقابلے میں سلمی مذکور کی تعدیل بطریقِ محدثین ثابت نہیں ہے۔ سلمی کے استاد محمد بن محمد بن غالب اور اس کے استاد ابونصر احمد بن سعید الاسفنجانی کی توثیق بھی مطلوب ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس موضوع سند کو تھانوی صاحب نے فخریہ پیش کیا ہے۔

تنبیہ بلیغ: عبدالکریم بن ہوازن نے رسالہ قشیریہ میں حسین الحلاج کو بطور ولی ذکر نہیں کیا۔ رسالہ قشیریہ اس کے ترجمہ سے خالی ہے۔ کسی دوسرے شخص کے حالات میں ذیلی طور پر اگر ایک موضوع روایت میں اُس کا نام آ گیا ہے تو اس پر خوشی نہیں منانی چاہئے۔

خلاصۃ التحقیق: حسین بن منصور الحلاج اولیاء اللہ میں سے نہیں تھا بلکہ وہ ایک گمراہ و زندیق صوفی تھا جسے جلیل القدر فقہاء اسلام کے متفقہ فتوے کی بنیاد پر چوتھی صدی ہجری کے شروع میں قتل کر دیا گیا تھا۔ اس کی کرامتوں کے بارے میں سارے قصے موضوع و بے اصل ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "ولا أرى يتعصب للحلاج إلا من قال بقوله الذي ذكر أنه عين الجمع فهذا هو قول أهل الوحدة المطلقة ولهذا ترى ابن عربي صاحب الفصوص يعظمه

<9>

زبیر علی زئی صاحب کا یہ دوسرا بڑا جھوٹ ہے، کیونکہ ابوعبدالرحمٰن السلمی صرف اپنے عام شہر والوں اور مریدوں کے نزدیک جلیل القدر نہ تھے بلکہ ہر خاص و عام، موافق و مخالف، حکمراں و رعایا، سب کے درمیان اور ان کے اپنے شہر میں اور بلاد اسلامیہ کے ہر شہر میں یکساں مقبول تھے۔

حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں: "ان (ابوعبدالرحمٰن السلمی) کی تصنیفات بہت مقبول تھیں اور لوگ ان کو بہت پسند کرتے تھے اور بڑی گراں قیمت پر خریدتے تھے اور ان سے ان کی تصنیفات روایت کرتے تھے۔ وہ خاص و عام، موافق و مخالف، حکمراں و رعایا، سب کے درمیان اور ان کے اپنے شہر میں اور بلاد اسلامیہ کے ہر شہر میں یکساں مقبول تھے اور اسی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہو گئے"۔ (سیر اعلام النبلاء: ج ۱۷، ص ۲۴۷؛ سؤالات السجزی للحاکم: ص ۶۵)

آگے مزید لکھتے ہیں: "حافظ عبدالغافر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ابوعبدالرحمٰن اپنے عہد میں طریقہ تصوف کے شیخ تھے۔ ان کو تمام علوم کے حقائق اور طریقہ تصوف کی معرفت حاصل تھی۔ انھوں نے فن تصوف میں بڑی نادر و مشہور کتابیں لکھیں اور انھوں نے ایسا کتب

خانہ تشکیل دیا تھا کہ ان سے قبل کوئی بھی ایسا کتب خانہ تیار نہ کر سکا حتیٰ کہ سو سے زیادہ کتابیں لکھیں اور چالیس سال سے زیادہ درس وتدریس کا کام کیا اور نیساپور، مرو، عراق اور حجاز میں حدیثیں لکھیں اور حفاظ کو اس پر منتخب فرمایا"۔(سیر اعلام النبلاء: ج۱۷، ص۲۴۹)

سِيَر أعلام النُّبَلاء

تصنيف

الإمام شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي

المتوفى

٧٤٨هـ - ١٣٧٤م

الجزء السابع عشر

حققه وخرج أحاديثه وعلق عليه

شعيب الأرنؤوط — محمد نعيم العرقسوسي

مؤسسة الرسالة

١٥٢ - السُّلَمي *

محمَّد بنُ الحُسين بنِ محمد بن موسى بن خالد بن سالم بن زاوية بن سعيد بن قَبيصة بن سَرّاق ، الأزْدِيُّ ، السُّلَميُّ الأُمّ ، الإمامُ الحافظُ المحدِّثُ ، شيخُ خراسان وكبيرُ الصوفيَّة ، أبو عبد الرحمٰن النيسابوريُّ الصوفيُّ ، صاحبُ التصانيف .

أفرد له المحدثُ أبو سعيد محمدُ بنُ علي الخَشّابُ ترجمةً في جُزء ، فقال : وُلد في عاشر جُمادى الآخرة سنةَ خمس وعشرين وثلاث مئة ، وذلك بعد موت مَكّيِّ بن عَبْدان بستةِ أيام ، وكتب بخطِّه في سنة ثلاث وثلاثين عن أبي بكر الصِّبْغي ، ومن الأصمِّ ، وأبي عبد الله بن الأخرم ، وسمع كثيراً من جَدِّه لأُمِّه إسماعيل[1] بن نُجيد ، ومن خلقٍ كثير . وله رحلةٌ ـ يعني إلى العراق ـ ابتدأ بالتصنيف سنةَ نيِّفٍ وخمسين وثلاث مئة ، وصنَّف في علوم القوم[2] سبع مئة جُزء ، وفي أحاديث النبي ﷺ من جمع الأبواب والمشايخ وغير ذلك ثلاث مئة جزء ، وكانت تصانيفُهُ مقبولةً .

* تاريخ بغداد ٢ / ٢٤٨ ، ٢٤٩ ، الرسالة القشيرية ١٤٠ ، الأنساب ٧ / ١١٣ ، المنتظم ٨ / ٦ ، الكامل في التاريخ ٩ / ٣٢٦ ، اللباب ٢ / ١٢٩ ، المختصر في أخبار البشر ٢ / ١٦٠ ، تاريخ الإسلام ٢١ / ٢١٩ ، العبر ٣ / ١٠٩ ، ميزان الاعتدال ٣ / ٥٢٣ ، ٥٢٤ ، دول الإسلام ١ / ٢٤٦ ، تذكرة الحفاظ ٣ / ١٠٤٦ ، ١٠٤٧ ، عيون التواريخ ١٢ / ١٤٧ / ١ ، الوافي بالوفيات ٢ / ٣٨٠ ، ٣٨١ ، مرآة الجنان ٣ / ٢٦ ، مختصر دول الإسلام ١ / ١٩٠ ، طبقات السبكي ٤ / ١٤٣ ـ ١٤٧ ، البداية والنهاية ١٢ / ١٢ ، ١٣ ، طبقات الأولياء ٣١٣ـ ٣١٥ ، النجوم الزاهرة ٤ / ٢٥٦ ، لسان الميزان ٥ / ١٤٠ ، ١٤١ ، طبقات الحفاظ ٤١١ ، طبقات المفسرين للسيوطي ٣١ ، طبقات المفسرين للداوودي ٢ / ١٣٧ ـ ١٣٩ ، كشف الظنون ٢ / ١١٠٤ ، شذرات الذهب ٣ / ١٩٦ ، ١٩٧ ، هدية العارفين ٢ / ٦١ . وانظر المقدمة التي كتبها نور الدين شريبة لكتابه « طبقات الصوفية » .

(١) مرت ترجمته في الجزء السادس عشر .

(٢) يعني الصوفية .

سِيَر أعلام النُّبَلاء

تصنيف

الإمام شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي

المتوفى

٧٤٨هـ - ١٣٧٤م

الجزء السابع عشر

حققه وخرج أحاديثه وعلق عليه

شعيب الأرنؤوط — محمد نعيم العرقسوسي

مؤسسة الرسالة

يسمعَ الأميرُ الكتابَ . فقلت : لا آتيه البتَّة . ثم جاؤوا خلفي إلى الخانقاه ، فاختفيتُ ، ثم بعثَ بالمجلَّد الأول ، وكتبتُ له بالإجازة .

قال : ولما تُوفي جدّي أبو عمرو ، خلَّف ثلاثةَ أسهمٍ في قرية ، قيمتُها ثلاثةُ آلاف دينار ، وكانوا يتوارثُون ذلك عن جدِّه أحمدَ بن يوسف السُّلَمي ، وكذلك خلَّف أيضاً ضِياعاً وَمَتاعاً ، ولم يكن له وارثٌ غيرَ والدتي ، وكان على التَّركات رجلٌ متسلِّطٌ ، فكان من صنعِ الله أنه لم يأخذ من ذلك شيئاً ، وسلَّم إليَّ الكُلَّ ، فلما تهيَّأ أبو القاسم النصراباذي للحج ، استأذنتُ أمي في الحج ، فبِعتُ سهماً بألف دينار ، وخرجتُ سنة ٣٦٦ ، فقالت أمي : توجَّهْتَ إلى بيت الله ، فلا يكتُبَنَّ عليك حافظاك شيئاً تستحي منه غداً . وكنتُ مع النصراباذي أيَّ بلدٍ أتيناهُ يقولُ : قُم بنا نسمعِ الحديثَ . وسمعتُه يقول : إذا بدا لك شيءٌ من بوادي الحق ، فلا تلتفتْ معها إلى جنةٍ ولا نارٍ ، وإذا رجعتَ عن تلك الحالِ ، فعظِّم ما عظَّمه اللهُ .

وقال : أصلُ التصوُّفِ ملازمةُ الكتابِ والسُّنَّة ، وتركُ الأهواءِ والبِدَع ، وتعظيمُ حُرمات المشايخ ، ورؤيةُ أعذار الخَلْق ، والدوامُ على الأوراد .

قال عبدُ الغافر بن إسماعيل الفارسي في « سياق التاريخ » : أبو عبد الرحمٰن شيخُ الطريقة في وقته ، المُوفَّقُ في جميع علوم الحقائق ، ومعرفةِ طريق التصوف ، وصاحبُ التصانيف المشهورةِ العجيبة ، وَرِثَ التصوُّفَ من أبيه وجدِّه ، وجمع من الكُتُب ما لم يُسْبَقْ إلى ترتيبه حتى بلغ فهرسُ كتبه المئةَ أو أكثر ، حدّث أكثر من أربعين سنة قراءةً وإملاءً ، وكتب الحديثَ بنيسابور وَمَرْوٍ والعراق والحجاز ، وانتخب عليه الحُفّاظ . سمع من أبيه وجدِّه ابن نُجيد ، وأبي عبد الله الصَّفّار ، وأبي العبّاس الأصمِّ ، ومحمد بن يعقوب الحافظ ، وأبي إسحاق الحِيري ، وأبي جعفرٍ الرازي ، وأبي الحسن

خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں: "ابو عبد الرحمٰن کا مقام و مرتبہ ان کے اہل شہر میں بہت بلند تھا اور صوفیہ کے درمیان ان کی بڑی حیثیت تھی۔ ساتھ ہی وہ حدیث کے بھی عالم تھے۔ انھوں نے مشائخ حدیث سے روایات جمع کیں اور کتابیں لکھیں۔ نیشا پور میں ان کا ایک دائرہ (خانقاہ) اب بھی ہے جس میں صوفیہ رہتے ہیں، میں خود وہاں گیا تھا اسی دائرہ میں ان کی قبر ہے میں نے قبر کی زیارت بھی کی"۔ (تاریخ بغداد: ج۳، ص۴۳)

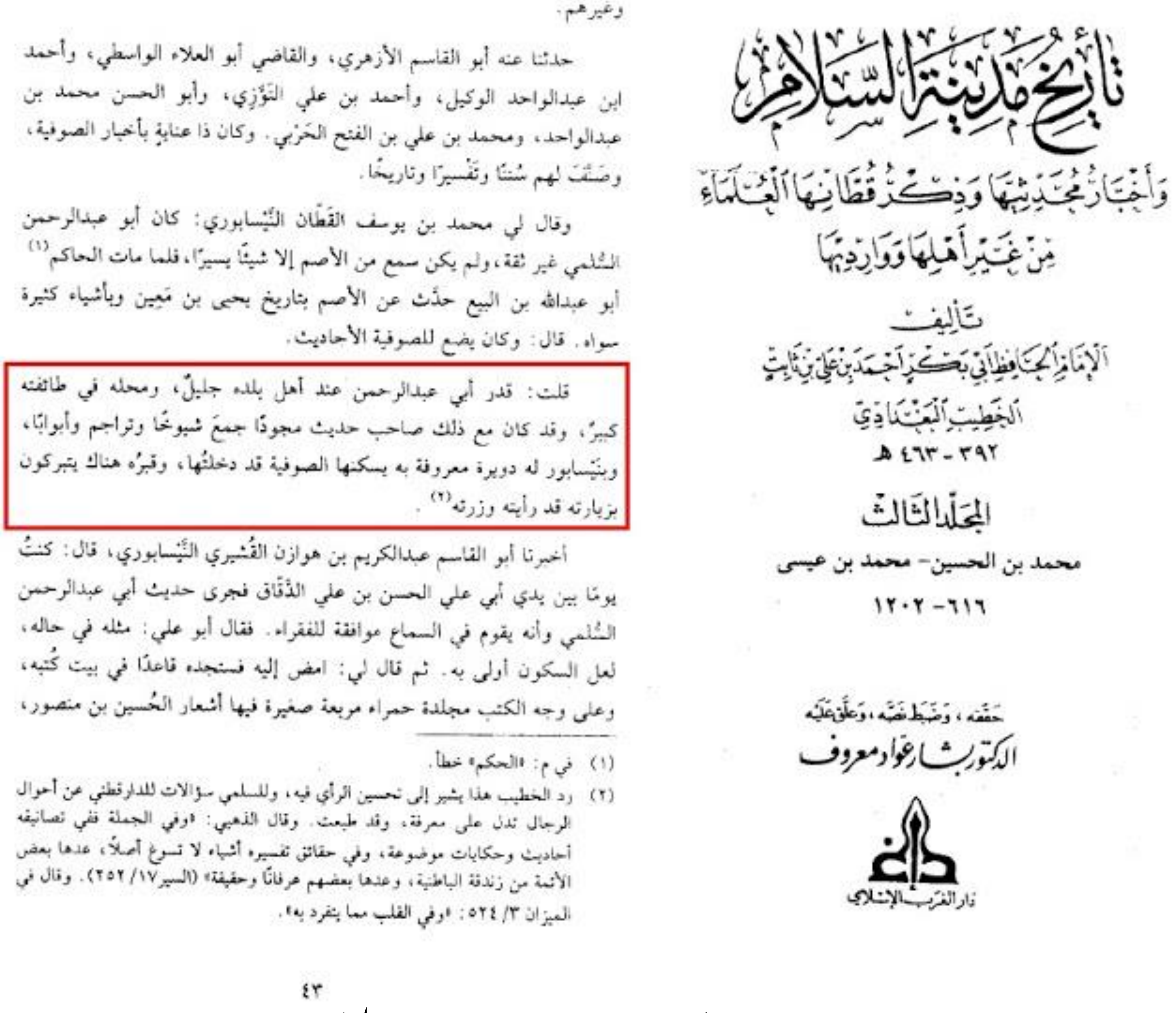

تاريخ مدينة السلام
وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء
من غير أهلها ووارديها

تأليف
الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت
الخطيب البغدادي
٣٩٢ - ٤٦٣ هـ

المجلد الثالث
محمد بن الحسين - محمد بن عيسى
٦١٦ - ١٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه
الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

وغيرهم.

حدثنا عنه أبو القاسم الأزهري، والقاضي أبو العلاء الواسطي، وأحمد ابن عبدالواحد الوكيل، وأحمد بن علي التَّوَّزي، وأبو الحسن محمد بن عبدالواحد، ومحمد بن علي بن الفتح الحَرْبي. وكان ذا عنايةٍ بأخبار الصوفية، وصنَّفَ لهم سُننًا وتَفْسيرًا وتاريخًا.

وقال لي محمد بن يوسف القَطَّان النَّيسابوري: كان أبو عبدالرحمن السُّلمي غير ثقة، ولم يكن سمع من الأصم إلا شيئًا يسيرًا، فلما مات الحاكم[1] أبو عبدالله بن البيع حدَّث عن الأصم بتاريخ يحيى بن مَعِين وبأشياء كثيرة سواه. قال: وكان يضع للصوفية الأحاديث.

قلت: قدر أبي عبدالرحمن عند أهل بلده جليلٌ، ومحله في طائفته كبيرٌ، وقد كان مع ذلك صاحب حديث مجودًا جمعَ شيوخًا وتراجم وأبوابًا، وبنَيْسابور له دويرة معروفة به يسكنها الصوفية قد دخلتُها، وقبرُه هناك يتبركون بزيارته قد رأيته وزرته[2].

أخبرنا أبو القاسم عبدالكريم بن هوازن القُشيري النَّيسابوري، قال: كنتُ يومًا بين يدي أبي علي الحسن بن علي الدَّقَّاق فجرى حديث أبي عبدالرحمن السُّلمي وأنه يقوم في السماع موافقة للفقراء. فقال أبو علي: مثله في حاله، لعل السكون أولى به. ثم قال لي: امض إليه فستجده قاعدًا في بيت كُتبه، وعلى وجه الكتب مجلدة حمراء مربعة صغيرة فيها أشعار الحُسين بن منصور،

(١) في م: «الحكم» خطأ.
(٢) رد الخطيب هذا يشير إلى تحسين الرأي فيه، وللسلمي سؤالات للدارقطني عن أحوال الرجال تدل على معرفة، وقد طبعت. وقال الذهبي: «وفي الجملة ففي تصانيفه أحاديث وحكايات موضوعة، وفي حقائق تفسيره أشياء لا تسوغ أصلاً، عدها بعض الأئمة من زندقة الباطنية، وعدها بعضهم عرفانًا وحقيقة» (السير ١٧/ ٢٥٢). وقال في الميزان ٣/ ٥٢٤: «وفي القلب مما يتفرد به».

٤٣

امام ذہبیؒ اور خطیب بغدادیؒ کے بیان سے اس بات کی واضح دلیل مل گئی کہ ابو عبد الرحمٰن السلمی نہ صرف اپنے عام شہر والوں میں مقبول تھے بلکہ بلاد اسلامیہ کے ہر شہر میں یکساں مقبول تھے۔

ابو عبد الرحمٰن السلمی پر زبیر علی زئی کی تنقید کے حوالے سے آخری بات یہ ہے کہ ان پر حدیث وضع کرنے کا الزام محمد بن یوسف القطان نے لگایا ہے، لیکن ان کا الزام بھی مبہم ہے۔ ان کی جرح ہے "وكان يضع للصوفيه احاديث" اس طرح کی مبہم جرح کسی کو متہم کرنے کے لیے کافی نہیں ہے جبکہ اس جرح کے خلاف آئمہ حدیث کے اقوال بھی موجود ہوں۔ اس لیے خطیب بغدادیؒ جنہوں نے یہ جرح سب سے پہلے نقل کی ہے، انھوں نے بھی کہا ہے کہ "وقدكان مع ذلك صاحب حديث مجوداً"۔ "تاہم وہ حدیث کے ماہر تھے"۔ (تاریخ بغداد: ج۳، ص۴۳) (سیر اعلام النبلاء: ج۱۷، ص۲۵۰)

سِيَرُ أَعْلَامِ النُّبَلَاءِ

تصنيف

الإمام شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي

المتوفى

٧٤٨هـ - ١٣٧٤م

الجزء السابع عشر

حققه وخرج أحاديثه وعلق عليه

شعيب الأرنؤوط

محمد نعيم العرقسوسي

مؤسسة الرسالة

الكارزي ، وأبي الحسن الطَّرائفي ، والإمام أبي بكر الصِّبْغي ، والأستاذ أبي الوليد حسان ، وابني المُؤَمَّل ، ويحيى بن منصور القاضي ، وأبي سعيد بن رُميح ، وأبي بكر القَطِيعي ، وطبقتِهم .

ووُلِد في سنة ثلاثين وثلاث مئة ، كذا ورخه عبد الغافر ، فالله أعلم .

وقال : حدثنا عنه جدّي زينُ الإسلام القُشيري ، وأبو سعيد بن رامش ، وأبو بكر بن زكريا ، وأبو صالح المُؤذِّن ، وأبو بكر بنُ خَلَف ، ومحمدُ بنُ إسماعيل التَّفْليسي ، وأبو نَصْر الجُوريُّ ، وعليٌّ بن أحمد المديني .

قلت : ومحمد بن يحيى المُزَكِّي ، وأبو بكر البيهقي ، والقاسمُ بن الفضل الثَّقفي ، وخلقٌ كثير ، وما هو بالقويْ في الحديث .

ذكره الخطيبُ[1] ، فقال : محلُّه كبيرٌ ، وكان مع ذلك صاحبَ حديث ، مُجوِّداً ، جمع شيوخاً وتراجمَ وأبواباً ، وعمل دُوَيرةً للصوفيَّة ، وصنَّف سُنناً وتفسيراً .

قال أبو الوليد القُشَيري : سمعتُ أبا عبد الرحمٰن السُّلَمي يسألُ أبا علي الدقّاق ، فقال : الذِّكْرُ أتمُّ أم الفِكْرُ ؟ فقال : ما الذي يُفتَح للشيخ فيه ؟ قال أبو عبد الرحمٰن : عندي الذكرُ أتمُّ ، لأنّ الحقَّ يُوصف بالذِّكْرِ ، ولا يُوصف بالفِكْر . فاستحسنه أبو علي .

السُّلَمي : حدثنا محمدُ بنُ العباس الضَّبِّي ، حدثنا محمدُ بنُ أبي علي ، حدثنا الفضلُ بن محمد بن نعيم ، سمعتُ عليَّ بن حُجرٍ ، سمعتُ أبا

(١) في « تاريخ بغداد » ٢ / ٢٤٨ .

طبقات شافعیہ میں امام تاج الدین سبکیؒ (متوفی ۷۷۱ھ) محمد بن یوسف القطان کی جرح نقل کرنے کے بعد خطیب بغدادیؒ کا قول رقم کرتے ہوئے جواب میں لکھتے ہیں: ”قول الخطیب فیہ ھوالصحیح، وابو عبدالرحمن ثقہ، ولاعبرۃ بھذا الکلام فیہ“۔ ”خطیب کا قول بالکل صحیح ہے اور ابو عبدالرحمٰن ثقہ ہیں اور اس قول (یعنی یوسف القطان کے قول) کا کوئی اعتبار نہیں“۔ (الطبقات الشافعیہ: ج۵، ص۱۴۵؛ سؤالات السجزی للحاکم: ص۶۵)

طبقات الشافعية الكبرى

لتاج الدين أبي نصر عبد الوهاب بن علي بن عبد الكافي السبكي

٧٢٧ — ٧٧١ هـ

تحقيق

عبد الفتاح محمد الحلو — محمود محمد الطناحي

الجزء الرابع

قال الخطيب : قدْرُ أبى عبد الرحمن عند أهل بلده جليل[1] ، [2]وكان مع ذلك مجوداً، صاحب حديث[2] .

قلتُ : قول الخطيب فيه هو الصّحيح ، وأبو عبد الرحمٰن ثِقَةٌ ، ولا عِبْرَةَ بهذا الكلام فيه .

قال الخطيب : وأخبرنا أبو القاسم القُشَيْرِيّ ، قال : كنت[3] بين يدى أبى على الدَّقَّاق، فجرى حديثُ أبى عبد الرحمن السُّلَمِيّ ، وأنه يقوم فى[4] السَّماع موافقةً للفقراء ، فقال أبو على : مثلُه فى حاله لعل السُّكونَ أولى به[5] امضِ إليه فستجده قاعداً[6] فى بيت كتبه، وعلى وجه الكتب [7]مجلَّدة صغيرة[7] مُرَبَّعة ، فيها أشعار الحسين بن منصور [فهاتها][8] ، ولا تقل له شيئاً[9] .

قال : فدخلتُ عليه ، فإذا هو فى بيت كُتُبه ، والمجلَّدة بحيث ذكر أبو على ، فلما قعدت أخذ فى الحديث ، وقال : كان بعض الناس يُنكِر على واحدٍ من العلماء حركتَه فى السَّماع ، فرُئى ذلك الإنسان يوماً خاليا فى بيتٍ ، وهو يدور كالمُتواجد ، فسُئل عن حاله ، فقال : كانت مسألة مُشكلة علىّ ، فبيَّن لى معناها ، فلم أتمالك من السرور حتى قمتُ أدور ، فقال له : مثل هذا يكون حالهم .

فلما رأيتُ ذلك منهما تحيَّرتُ كيف أفعل بينهما ؟ فقلت : لا وجهَ إلا الصِّدق[10] ، فقلت : إن أبا علىّ وصف هذه المجلَّدة ، وقال : احملها إلىّ من غير أن يعلم الشيخ ، وأنا أخافُك ، وليس يُمكنُنى مخالفتُه ، فأيش تأمر ؟

(١) بعد هذا فى تاريخ بغداد ٢/٢٤٨ : « ومحله فى طائفته كبير » .
(٢) مكان هذا فى تاريخ بغداد : « وقد كان مع ذلك صاحب حديث » .
(٣) بعد هذا فى تاريخ بغداد زيادة « يوما » . (٤) فى د ، ز : « إلى » والمثبت فى المطبوعة ، وتاريخ بغداد . (٥) بعد هذا فى تاريخ بغداد زيادة « ثم قال لى » . (٦) فى المطبوعة : « قاعدا » والصواب من : د ، ز ، وتاريخ بغداد . (٧) فى تاريخ بغداد : « مجلدة حمراء » .
(٨) مكان هذه الكلمة فى تاريخ بغداد : « فاحمل تلك المجلدة » . (٩) بعد هذا فى تاريخ بغداد زيادة : « وجئنى بها » . (١٠) فى د ، ز : « الصدق » ، والمثبت فى المطبوعة ، وتاريخ بغداد ٢/٢٤٩ (١٠ / : طبقات)

سؤالات مسعود بن علي السجزي

مع "أسئلة البغداديين عن أحوال الرواة"

للإمام الحافظ أبي عبد الله محمد بن عبد الله الحاكم النيسابوري

المتوفى سنة ٤٠٥ هـ

دراسة وتحقيق

الدكتور موفق بن عبد الله بن عبد القادر

دار الغرب الإسلامي

٣٠ ـ أبو عبد الرَّحمٰن مُحمَّد بْنُ الحُسَيْن السُّلَمي[1]، كَثير السَّماعِ والطَّلَب مُتقنٌ فيهِ، مِن بيتِ الحديثِ والزُّهْدِ، والتَّصوُّفِ. *

= المَغْرِبيُّ، القَيْرواني، نزيل نيسابور. قال الحاكم: خرجتُ مِن مَكَّة متحسِّراً على رؤيتِه، ثُمَّ خَرَج لمحنة، وقدم نَيسابور، فاعتزل الناس أوّلاً، ثم كان يَحْضُر الجامع. توفِّي سنة ثلاث وسبعين وثلاثمائة، ترجمته في: طبقات الصُّوفية للسلمي: (٤٧٩ ـ ٤٨٣)، تاريخ بغداد: (٩/١١٢ ـ ١١٣)، الرسالة القشيرية: (٢٩ ـ ٣٠)، المنتظم: (٧/١٢٢ ـ ١٢٣)، سير أعلام النبلاء: ١٦/٣٢٠، تاريخ الإسلام: وفيات (٣٧٣ هـ) ، العبر: ٢/٣٦٥، البداية والنهاية: ١١/٣٠٢، طبقات الأولياء لابن المُلَقِّن: (٢٣٧ ـ ٢٣٨)، النجوم الزاهرة: ٤/١٤٤، طبقات الشعراني: ١/١٤٣، شذرات الذهب: ٣/٨١، نتائج الأفكار القدسية: ٢/١٢، هدية العارفين: ١/٣٨٩.

٣٠ ـ لسان الميزان: ٥/١٤٠.

(١) «الإمام الحافظ المُحَدِّث شيخ خُراسان وكبير الصوفية، أبو عبد الرَّحمٰن مُحمَّد بن الحُسَيْن بن مُحمَّد السُّلَمي النَّيسابوري الصوفي.

قال الخَشّاب: كانَ مَرْضِياً عند الخاصّ والعامّ، والمُوافق والمُخالِف، والسلطان والرَّعيَّة. قال الخطيب: قال لي محمدُ بنُ يوسُف القطان النيسابوري: كان أبو عبد الرَّحمٰن السُّلَمي غير ثقة، وكان يضع للصُّوفية الأحاديث.

وقال الخطيب: قَدْرُ أبي عبد الرَّحمٰن عند أهل بلده جَليل، ومحله في طائفته كبير، وقد كانَ مع ذلك صاحب حديث مُجوداً جمع شيوخاً وتراجم وأبواباً. وقال السُّبكي: قول الخطيب فيه هو الصحيح، وأبو عبد الرَّحمٰن ثِقَةٌ، ولا عِبْرَةَ بهذا الكلام فيه.

قال الذَّهبي في الميزان: تَكَلَّموا فيه، وليس بعُمْدَة، وقال في سير أعلام النبلاء: وما هو بالقويِّ في الحديث. وقال أيضاً: وللسُّلَمي سؤالات للدَّارقطني عَن أحوال المشايخ الرُّواةِ سؤال عارفٍ، وفي الجملةِ ففي تصانيفه أحاديث وحكاياتٌ موضوعَة، وفي «حقائق تفسيره» أشياء لا تسوغُ أصلاً، عَدَّها بعض الأئمَّةِ مِن زَنْدَقَةِ الباطنيَّة، وعدَّها بعضُهم عِرْفاناً وحَقيقةً، نعوذُ بالله مِنَ الضَّلال ومِنَ الكلام بهوىً، فإنَّ الخير كُلَّ الخيرِ في متابعَةِ السُّنةِ والتَّمسك بهَدْي الصَّحابةِ والتَّابعين رضي الله عنهم.

وكتابه «حقائق التفسير» له نسخ خطيَّة في مكتبة الأزهر، ودار الكتب المصرية بالقاهرة، ومكتبة البلدية بالإسكندرية، وليته لم يكتبه فقد نقل فيه أقوال الصوفية، دون تمحيص.

حافظ ابو یعلی الخلیلیؒ (المتوفی ۴۶۶ھ) فرماتے ہیں: "ثِقَةٌ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ"۔ "ان (یعنی ابو عبدالرحمٰن سُلمی) کے ثقہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے"۔ (الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث: ص ۸۶۰)

٨٦٠

(٧٧٠) = / أبو محمد عبدُ الله بن محمد الرومي الصَّيرفي النيسابوري :

سمع محمدَ بن إسحاق السَّرّاج ، ومحمدَ بن حمدون بن خالد ، وزنْجَويه اللبّاد . وروى لنا حكايةَ الشافعي عن ابن خُزيمة . لَيِّنوهُ ، وقالوا : إنه يَزيدُ في روايتِهِ عن السرّاج ما لم يكُنْ يدّعيه قبلَ هذا . وسَماعُه مِنَ السرّاج صَحيحٌ . مات سنة اثنتينِ وتسعين وثلاثمائة .

(٧٧١) = / أبو سعيد محمدُ بن محمد بن زكريا الأعلمُ النيسابوريُّ :

له مَعْرِفَةٌ بعلومِ الفقهِ ، والتفسيرِ . في روايتِهِ ثقةٌ . سمع الأخْرَمَ ، والأصمَّ ، ومَنْ كانَ في أيامهما مِنَ الشُّيوخِ . سمعنا مِنْهُ بقزوين . قدِمَ غازياً سنة خمسٍ وثمانين . ومات بعدَ التسعين (١) بقليلٍ .

(٧٧٢) = / أبو عبد الرحمن مُحمّدُ بن الحسين بن موسى السُّلَمي الأزْدي :

حَفيدُ إسماعيلَ بن نُجيد (٢) السُّلمي ، ثقةٌ ، متفقٌ عليه . من الزُّهادِ ، له

٨٦١

معرفةٌ بدقائقِ علومِ الصوفيةِ ، وله تصانيفُ في ذلك لم يُسْبَقْ إليها (١) .

سمع محمدَ بن يعقوب الأصم ، وأبا حامدٍ أحمد بن علي المقري ، ويحيى بنَ منصور ، وأبا الوليد حسّان بن محمد وأقرانَهُمْ بنيسابور . وله معرفةٌ بالحديث . جمع الأبوابَ ، والمُقِلِّينَ وغيرَ ذلك . كثيرُ السماعِ . مات بعد الأربعمائة (٢) . سَمِعْتُهُ يقول : سمعتُ جدّي إسماعيلَ بن نُجَيْد السُّلمي يقولُ : سمعتُ أبا عثمان سعيد بن إسماعيل الرازي الزاهدَ (٣) يقول : مَنْ خالفَ عقدَه عقْدَكَ خالفَ قلبُهُ قلبَكَ .

كِتاب
الأرشاد
في معرفة علماء الحديث
(مِن تخرِيجِه السِّلَفي)
للحافظ أبي يعلى الخليل بن عبد الله بن أحمد
ابن الخليل الخليلي القزويني
٣٦٧ - ٤٤٦ هـ

دراسة وتحقيق وتخريج
الدكتور محمد سعيد بن عمر إدريس

مكتبة الرشد
الرياض

زبیر علی زئی صاحب کا تیسرا جھوٹ: زبیر علی زئی صاحب اپنے رسالے ماہنامہ الحدیث حضرو میں تیسرا جھوٹ بولتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس شدید جرح کے مقابلے میں سلمی مذکور کی تعدیل بطریقِ محدثین ثابت نہیں ہے"۔ (ماہنامہ الحدیث حضرو: شمارہ ۲۱، ص ۹)

ماہنامہ "الحدیث" حضرو ‏ 9 ‏ شمارہ:21

مثال نمبر ا۔ تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"لوگوں کے اسرار بیان کر دیتے، ان کے دلوں کی باتیں بتلا دیتے (یعنی کشف ضمائر بھی حاصل تھا) اسی وجہ سے ان کو حلاج الاسرار کہنے لگے، پھر حلاج لقب پڑ گیا" (سیرت منصور حلاج ص ۳۱)

تبصرہ: اس قول کی بنیاد تاریخ بغداد کی ایک روایت ہے جسے احمد بن الحسین بن منصور نے تستر میں بیان کیا تھا [ج ۸ ص ۱۱۳] احمد بن الحسین بن منصور کے حالات معلوم نہیں ہیں لہذا یہ شخص مجہول ہے۔

مثال نمبر ۲۔ تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"حسین بن منصور نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لئے حدوث کو لازم کر دیا ہے......"

(سیرت منصور حلاج ص ۴۷ بحوالہ رسالہ قشیریہ)

عبدالکریم بن ہوازن القشیری کے الرسالۃ القشیریۃ میں یہ عبارت بحوالہ ابوعبدالرحمٰن (محمد بن الحسین) السلمی النیسابوری لکھی ہوئی ہے (ص ۱۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

ابوعبدالرحمٰن السلمی اگرچہ اپنے عام شہر والوں اور اپنے مریدوں کے نزدیک جلیل القدر تھا مگر اسی شہر کے محدث محمد بن یوسف القطان النیسابوری (وكان صدوقاً، له معرفة بالحديث وقد درس شيئاً من فقه الشافعي، وله مذهب مستقيم وطريقة جميلة/ تاریخ بغداد ۳/۴۱۱) فرماتے ہیں کہ:

"كان أبو عبدالرحمٰن السلمي غير ثقة...... وكان يضع للصوفية الأحاديث" ابوعبدالرحمٰن السلمی غیر ثقہ تھا...... اور وہ صوفیوں کے لئے احادیث گھڑتا تھا (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۲۴۸ وسندہ صحیح)

اس شدید جرح کے مقابلے میں سلمی مذکور کی تعدیل بطریقہ محدثین ثابت نہیں ہے۔ سلمی کے استاد محمد بن محمد بن غالب اور اس کے استاد ابونصر احمد بن سعید الاسفنجانی کی توثیق بھی مطلوب ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس موضوع سند کو تھانوی صاحب نے فخریہ پیش کیا ہے۔

تنبیہ بلیغ: عبدالکریم بن ہوازن نے رسالہ قشیریہ میں حسین الحلاج کو بطور ولی ذکر نہیں کیا۔ رسالہ قشیریہ اس کے ترجمہ سے خالی ہے۔ کسی دوسرے شخص کے حالات میں ذیلی طور پر اگر ایک موضوع روایت میں اُس کا نام آ گیا ہے تو اس پر خوشی نہیں منانی چاہئے۔

خلاصۃ التحقیق: حسین بن منصور الحلاج اولیاء اللہ میں سے نہیں تھا بلکہ وہ ایک گمراہ وزندیق صوفی تھا جسے جلیل القدر فقہاء اسلام کے متفقہ فتوے کی بنیاد پر چوتھی صدی ہجری کے شروع میں قتل کر دیا گیا تھا۔ اس کی کرامتوں کے بارے میں سارے قصے موضوع و بے اصل ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "ولا أرى يتعصب للحلاج إلا من قال بقوله الذي ذكر أنه عين الجمع فهذا هو قول أهل الوحدة المطلقة ولهذا ترى ابن عربي صاحب الفصوص يعظمه

9

امام تاج الدین سبکیؒ کا محمد بن یوسف القطان کی جرح کو رد کرتے ہوئے ابو عبد الرحمٰن السلمی کو ثقہ قرار دینا اور ساتھ ہی حافظ ابو یعلی الخلیلیؒ کا انہیں "ثِقَةٌ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ" کہنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ زبیر علی زئی صاحب نے یہاں بھی انتہائی جھوٹ اور کذب بیانی کی ہے اور کس ڈھٹائی کے ساتھ جھوٹ بولتے ہوئے عام اور لاعلم مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ کسی عالم کو اتنا بڑا جھوٹ بولتے ہوئے شرم آنی چاہیے جبکہ یہ لوگ اپنے آپ کو اہلحدیث کہتے ہیں۔

امام ذہبیؒ اُن کے ضعف کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: "اگرچہ محمد بن یحیٰی المزکی، امام ابو بکر بیہقی اور قاسم بن الفضل الثقفی نے ان سے روایات لی ہیں، لیکن حدیث کے معاملے میں وہ ضعیف ہیں"۔ اس کے بعد خطیب بغدادیؒ کا قول نقل کرتے ہوئے امام ذہبیؒ نے ان کا دفاع بھی کیا ہے اور محمد بن یوسف القطان کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ: "السلمی نے سوالات دار قطنی لکھی ہے جس میں رواۃ اور مشائخ کے بارے میں ماہرانہ سوالات کیے ہیں"۔ (سیر اعلام النبلاء: ج ۱۷، ص ۲۵۰، ۲۵۲؛ سؤالات السجزی للحاکم: ص ۶۵)

الكارزي ، وأبي الحسن الطَّرائفي ، والإمام أبي بكر الصِّبْغي ، والأستاذ أبي الوليد حسان ، وابني المُؤَمَّل ، ويحيى بن منصور القاضي ، وأبي سعيد بن رُميح ، وأبي بكر القَطِيعي ، وطبقتِهم .

ووُلِد في سنة ثلاثين وثلاث مئة ، كذا ورخه عبد الغافر ، فالله أعلم .

وقال : حدثنا عنه جدِّي زينُ الإسلام القُشَيري ، وأبو سعيد بن رامش ، وأبو بكر بن زكريا ، وأبو صالح المُؤذِّن ، وأبو بكر بنُ خَلَف ، ومحمدُ بنُ إسماعيل التَّفْليسي ، وأبو نَصْر الجُوريُّ ، وعليُّ بن أحمد المديني .

قلت : ومحمد بن يحيى المُزَكّي ، وأبو بكر البيهقي ، والقاسمُ بن الفضل الثَّقفي ، وخلقٌ كثير ، وما هو بالقويِّ في الحديث .

ذكره الخطيبُ(1) ، فقال : محلُّه كبيرٌ ، وكان مع ذلك صاحبَ حديث ، مُجوِّداً ، جمع شيوخاً وتراجمَ وأبواباً ، وعمل دُوَيرةً للصوفيَّة ، وصنَّف سُنناً وتفسيراً .

قال أبو الوليد القُشَيري : سمعتُ أبا عبد الرحمٰن السُّلَمي يسألُ أبا علي الدقّاق ، فقال : الذِّكْرُ أتمُّ أم الفِكْرُ ؟ فقال : ما الذي يُفتَح للشيخ فيه ؟ قال أبو عبد الرحمٰن : عندي الذكرُ أتمُّ ، لأنَّ الحقَّ يُوصف بالذِّكْر ، ولا يُوصف بالفِكْر . فاستحسنه أبو علي .

السُّلَمي : حدثنا محمدُ بنُ العباس الضَّبِّي ، حدثنا محمدُ بنُ أبي علي ، حدثنا الفضلُ بن محمد بن نعيم ، سمعتُ عليَّ بن حُجرٍ ، سمعتُ أبا

---

(1) في « تاريخ بغداد » 2 / 248 .

سِيَرُ أَعْلَامِ النُّبَلَاءِ

تصنيف

الإمام شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي

المتوفى

٧٤٨هـ - ١٣٧٤م

الجزء السابع عشر

حققه وخرج أحاديثه وعلق عليه

شعيب الأرنؤوط — محمد نعيم العرقسوسي

مؤسسة الرسالة

وقال : ﴿وتَواصَوْا بالحقِّ﴾ [العصر : 3] ﴿وتَواصَوْا بالمَرْحَمَةِ﴾ [البلد : 17] بلى هنا مُريدون أثقالٌ أنكاد ، يعترِضُون ولا يقتدون ، ويقولُون ولا يعملُون ، فهؤلاء لا يُفلحون(1) .

قال الخطيبُ(2) : قال لي محمدُ بنُ يوسُف القطّان النيسابوريُّ : كان أبو عبد الرحمٰن السُّلَمي غيرَ ثقةٍ ، وكان يضعُ للصوفيَّة الأحاديثَ .

قلتُ : وللسُّلَميِّ سؤالاتٌ للدارقطنيِّ عن أحوالِ المَشايخ الرُّواةِ سؤالَ عارفٍ ، وفي الجُملة ففي تصانيفه أحاديثُ وحكاياتٌ موضوعة ، وفي « حقائق تفسيره » أشياءُ لا تسوغُ أصلاً ، عدّها بعضُ الأئمة من زَنْدَقَة الباطنيَّة ، وعدّها بعضُهم عِرْفاناً وحقيقةً ، نعوذُ باللهِ من الضلال ومن الكلام بهوى ، فإنَّ الخيرَ كُلَّ الخيرِ في مُتابعةِ السُّنَّة والتمسُّكِ بهَدْي الصحابة والتابعين رضي الله عنهم .

مات السُّلَميُّ في شهر شعبان سنة اثنتي عشرة وأربع مئة ، وقيل : في رجب بنيسابور ، وكانت جنازتُه مشهودةً .

وفيها مات عبدُ الجبّار الجَرّاحي(3) ، والحسينُ بنُ عمر بن بَرْهان الغَزّال(4) ، وأبو الحسن بن رَزْقويه(5) ، ومنيرُ بن أحمد الخشّاب(6) ،

---

(1) فينبغي على التلميذ أن يسأل أستاذه أو يناقشه في أمر ما بأسلوب مهذب وسائغ ، وينبغي على الأستاذ أن يأذن له ويستمع إليه ، ويعترف بالخطأ إذا تبين له ، وأن يغرس في نفس طالب العلم ملكة النقد ، كما كان يفعل السلف الصالح رضوان الله عليهم .

(2) في « تاريخ بغداد » 2 / 248 .

(3) ستَرِد ترجمته برقم (154) .

(4) ستَرِد ترجمته برقم (161) .

(5) ستَرِد ترجمته برقم (155) .

(6) ستَرِد ترجمته برقم (163) .

سِيَرُ أَعْلَامِ النُّبَلَاءِ

تصنيف

الإمام شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي

المتوفى

٧٤٨هـ - ١٣٧٤م

الجزء السابع عشر

حققه وخرج أحاديثه وعلق عليه

شعيب الأرنؤوط — محمد نعيم العرقسوسي

مؤسسة الرسالة

سؤالات مسعود بن علي السجزي

مع "أسئلة البغداديين عن أحوال الرواة"

للإمام الحافظ أبي عبد الله محمد بن عبد الله الحاكم النيسابوري

المتوفى سنة ٤٠٥هـ

دراسة وتحقيق

الدكتور موفق بن عبد الله بن عبد القادر

دار الغرب الإسلامي

٣٠ ـ أبو عبد الرحمن محمد بن الحسين السلمي(١)، كثير السماع والطلب متقن فيه، من بيت الحديث والزهد، والتصوف. *

= المغربي، القيرواني، نزيل نيسابور. قال الحاكم: خرجت من مكة متحسراً على رؤيته، ثم خرج لمحنة، وقدم نيسابور، فاعتزل الناس أولاً، ثم كان يحضر الجامع. توفي سنة ثلاث وسبعين وثلاثمائة، ترجمته في: طبقات الصوفية للسلمي: (٤٧٩ ـ ٤٨٣)، تاريخ بغداد: (٩/١١٢ ـ ١١٣)، الرسالة القشيرية: (٢٩ ـ ٣٠)، المنتظم: (٧/١٢٢ ـ ١٢٣)، سير أعلام النبلاء: ١٦/٣٢٠، تاريخ الإسلام: وفيات (٣٧٣ هـ)، العبر: ٢/٣٦٥، البداية والنهاية: ١١/٣٠٢، طبقات الأولياء لابن الملقن: (٢٣٧ ـ ٢٣٨)، النجوم الزاهرة: ٤/١٤٤، طبقات الشعراني: ١/١٤٣، شذرات الذهب: ٣/٨١، نتائج الأفكار القدسية: ٢/١٢، هدية العارفين: ١/٣٨٩.

٣٠ ـ لسان الميزان: ٥/١٤٠.

(١) «الإمام الحافظ المحدث شيخ خراسان وكبير الصوفية، أبو عبد الرحمن محمد بن الحسين بن محمد السلمي النيسابوري الصوفي.

قال الخشاب: كان مرضياً عند الخاص والعام، والموافق والمخالف، والسلطان والرعية. قال الخطيب: قال لي محمد بن يوسف القطان النيسابوري: كان أبو عبد الرحمن السلمي غير ثقة، وكان يضع للصوفية الأحاديث.

وقال الخطيب: قدر أبي عبد الرحمن عند أهل بلده جليل، ومحله في طائفته كبير، وقد كان مع ذلك صاحب حديث مجوداً جمع شيوخاً وتراجم وأبواباً. وقال السبكي: قول الخطيب فيه هو الصحيح، وأبو عبد الرحمن ثقة، ولا عبرة بهذا الكلام فيه.

قال الذهبي في الميزان: تكلموا فيه، وليس بعمدة، وقال في سير أعلام النبلاء: وما هو بالقوي في الحديث. وقال أيضاً: وللسلمي سؤالات للدارقطني عن أحوال المشايخ الرواة سؤال عارف، وفي الجملة ففي تصانيفه أحاديث وحكايات موضوعة، وفي «حقائق تفسيره» أشياء لا تسوغ أصلاً، عدها بعض الأئمة من زندقة الباطنية، وعدها بعضهم عرفاناً وحقيقة، نعوذ بالله من الضلال ومن الكلام بهوى، فإن الخير كل الخير في متابعة السنة والتمسك بهدي الصحابة والتابعين رضي الله عنهم.

وكتابه «حقائق التفسير» له نسخ خطية في مكتبة الأزهر، ودار الكتب المصرية بالقاهرة، ومكتبة البلدية بالإسكندرية، وليته لم يكتبه فقد نقل فيه أقوال الصوفية، دون تمحيص.

٦٥

محمد بن یوسف القطان کی جرح کو اگر قبول بھی کر لیا جائے تو بھی امام ذہبیؒ کے قول سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ وہ السلمی کو روایات حدیث میں ضعیف کہہ رہے ہیں تاریخی روایات میں نہیں اور ابو عبد الرحمٰن السلمی کا ابن منصورؒ کے حالات وواقعات نقل کرنا بھی تاریخی روایات ہیں۔

اصول جرح وتعدیل کی رو سے ایسا ممکن ہے کہ ایک آدمی ایک فن میں ماہر اور ثقہ نہ ہو لیکن دوسرے فن کا امام ہو۔ اسی حقیقت کے پیش نظر محدثین نے یہ اصول بیان کیا ہے کہ بعض ائمہ فن حدیث میں تو نا قابل اعتبار ہیں لیکن فن تفسیر یا فن مغارزی میں ان کی روایات قابل قبول ہوتی ہیں۔

”قال الامام البیہقی: قال یحیی بن سعید یعنی القطان تساھلوا فی التفسیر عن قوم لایوثقونھم فی الحدیث ثم ذکر لیث بن ابی سلیم و جُوَیْبِر بن سعید والضحاک ومحمد بن السائب یعنی الکلبی وقال ھولاء لایحمد حدیثھم ویکتب التفسیر عنھم“۔
(دلائل النبوۃ للبیہقی: ج۱، ص۳۳؛ میزان الاعتدال للذہبی: ج۱، ص۳۹۱؛ التہذیب لابن حجر: ج۱، ص۳۹۸)

محدثین کے اس اصول کی بہترین مثال محمد بن اسحاق بن یسار راوی ہے جو جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے لیکن مغارزی میں امام مانا جاتا ہے۔ اسی بنیاد پر غیر مقلدین حضرات فاتحہ خلف الامام اور طلاق ثلاثہ جیسے موضوعات پر محمد بن اسحاق بن یسار کی روایات کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

مشہور غیر مقلد محدث علامہ ناصر الدین البانیؒ لکھتے ہیں: ''محمد بن اسحاق مغارزی میں حجت ہے احکام میں حجت نہیں خصوصاً جب وہ دوسرے ثقات کی مخالفت کرے''۔ (ضعیف ابی داؤد: ج ۲، ص ۱۶۵)

٥ - كتاب المناسك ٤٤ - الإحصار ٣٢٥ - حديث

فحلقت رأسي ، ثم نسكت .

(قلت : إسناده حسن ؛ لكن قوله : « فرقاً من زبيب » . . شاذ ، والمحفوظ بلفظ : « ثلاثة آصع من تمر » . كذلك رواه مسلم والمصنف في الكتاب الآخر (١٦٢٤ - ١٦٢٦) ، قال الحافظ : « وهو المحفوظ ») .

إسناده : حدثنا محمد بن منصور : ثنا يعقوب : حدثني أبي عن ابن إسحاق .

قلت : وهذا إسناد حسن للخلاف المعروف في ابن إسحاق ، وقد صرح بالتحديث ، فزالت شبهة تدليسه ، وإنما يخشى منه الوهم ، فقد ذكر لفظة غريبة في هذه القصة ، وهي : « الزبيب » : فإن المحفوظ عند مسلم وغيره - كالمصنف من طرق - بلفظ : « تمر » ؛ ولذلك قال الحافظ (٤/١٤) :

« وأمّا الزبيب ؛ فلم أره إلا في رواية ابن إسحاق عن الحكم ، وابن إسحاق حجة في المغازي ، لا في الأحكام إذا خالف ، والمحفوظ رواية التمر . . . » .

قلت : وقد خالفه شعبة فرواه عن الحكم . . . مختصراً جداً ، فقال أحمد (٤/٢٤٣) : ثنا عفان : ثنا شعبة : أنا الحكم عن ابن أبي ليلى عن كعب بن عجرة قالت : نزلت فيّ .

والحديث أخرجه البيهقي (٥/٥٥) من طريق المصنف .

٤٤ - باب الإحصار

٣٢٥ - عن محمد بن إسحاق عن عمرو بن ميمون قال : سمعت أبا حاضر الحميري يحدث أبي ميمون بنَ مهران قال :

خرجت معتمراً عام حاصر أهلُ الشام ابنَ الزبير بمكة ، وبعث معي رجالٌ من قومي بهدي ، فلما انتهينا إلى أهل الشام ؛ منعونا أن ندخل

١٦٥

محمد بن یوسف القطان نے السلمی پر دوسرا الزام یہ بھی لگایا ہے کہ وہ امام حاکم کی وفات کے بعد یحییٰ بن معین کی تاریخ سے اصم کی روایات بیان کرنے لگے۔ یہ جرح بھی مبہم ہے کیونکہ اس کی کوئی دلیل یا مثال نہیں ملتی۔

امام حاکم کا انتقال ۴۰۵ھ میں ہوا۔ اس وقت ابوعبدالرحمٰن السلمی کی عمر ۸۰ سال تھی۔ کیا یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ ایک شخص ساری زندگی زہد و تقویٰ کی زندگی گزارتا رہے اور بڑھاپے میں ایک معمولی بات کے ذریعے اپنے تمام نامہ اعمال کو سیاہ کرلے۔ اس لیے بظاہر السلمی کو وضع حدیث سے متہم کرنے یا دوسرے اعتراض سے قتہم کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: ج ۷، ص ۴۳۳)

امام ابوعبداللہ الحاکمؒ فرماتے ہیں: ''كثير السماع والطلب متقن فيه من بيت الحديث والزهد والتصوف''۔ (سؤالات السجزی للحاکم: ص ۶۵)

سؤالات مسعود بن علي السجزي

مع أسئلة البغداديين عن أحوال الرواة

للإمام الحافظ أبي عبد الله محمد بن عبد الله الحاكم النيسابوري

المتوفى سنة ٤٠٥ هـ

دراسة وتحقيق

الدكتور موفق بن عبد الله بن عبد القادر

دار الغرب الإسلامي

٢٠ ـ أبو عبد الرحمن محمد بن الحسين السلمي(١)، كثير السماع والطلب متقن فيه، من بيت الحديث والزهد، والتصوف. *

= المغربي، القيرواني، نزيل نيسابور. قال الحاكم: خرجت من مكة متحسراً على رؤيته، ثم خرج لمحنة، وقدم نيسابور، فاعتزل الناس أولاً، ثم كان يحضر الجامع. توفي سنة ثلاث وسبعين وثلاثمائة»، ترجمته في: طبقات الصوفية للسلمي: (٤٧٩ ـ ٤٨٣)، تاريخ بغداد: (١١٢/٩ ـ ١١٣)، الرسالة القشيرية: (٢٩ ـ ٣٠)، المنتظم: (١٢٢/٧ ـ ١٢٣)، سير أعلام النبلاء: ٣٢٠/١٦، تاريخ الإسلام: وفيات (٣٧٣ هـ)، العبر: ٣٦٥/٢، البداية والنهاية: ٣٠٢/١١، طبقات الأولياء لابن الملقن: (٢٣٧ ـ ٢٣٨)، النجوم الزاهرة: ١٤٤/٤، طبقات الشعراني: ١٤٣/١، شذرات الذهب: ٨١/٣، نتائج الأفكار القدسية: ١٢/٢، هدية العارفين: ٣٨٩/١.

٢٠ ـ لسان الميزان: ١٤٠/٥.

(١) «الإمام الحافظ المحدث شيخ خراسان وكبير الصوفية، أبو عبد الرحمن محمد بن الحسين بن محمد السلمي النيسابوري الصوفي.

قال الخشاب: كان مرضياً عند الخاص والعام، والموافق والمخالف، والسلطان والرعية. قال الخطيب: قال لي محمد بن يوسف القطان النيسابوري: كان أبو عبد الرحمن السلمي غير ثقة، وكان يضع للصوفية الأحاديث.

وقال الخطيب: قدر أبي عبد الرحمن عند أهل بلده جليل، ومحله في طائفته كبير، وقد كان مع ذلك صاحب حديث مجوداً جمع شيوخاً وتراجم وأبواباً. وقال السبكي: قول الخطيب فيه هو الصحيح، وأبو عبد الرحمن ثقة، ولا عبرة بهذا الكلام فيه.

قال الذهبي في الميزان: تكلموا فيه، وليس بعمدة، وقال في سير أعلام النبلاء: وما هو بالقوي في الحديث. وقال أيضاً: وللسلمي سؤالات للدارقطني عن أحوال المشايخ الرواة سؤال عارف، وفي الجملة ففي تصانيفه أحاديث وحكايات موضوعة، وفي «حقائق تفسيره» أشياء لا تسوغ أصلاً، عدها بعض الأئمة من زندقة الباطنية، وعدها بعضهم عرفاناً وحقيقة، نعوذ بالله من الضلال ومن الكلام بهوى، فإن الخير كل الخير في متابعة السنة والتمسك بهدي الصحابة والتابعين رضي الله عنهم.

وكتابه «حقائق التفسير» له نسخ خطية في مكتبة الأزهر، ودار الكتب المصرية بالقاهرة، ومكتبة البلدية بالإسكندرية، وليته لم يكتبه فقد نقل فيه أقوال الصوفية، دون تمحيص.

٦٥

شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒ لکھتے ہیں: ”صوفیاء کے جن اکابر مشایخ کا تذکرہ ابو عبد الرحمٰن سُلمی نے "طبقات الصوفیہ" میں اور ابو القاسم قُشیری نے "الرسالہ" میں کیا ہے، یہ سب مذہب اہل السنہ والجماعہ اور مذہب اہل الحدیث پر تھے، مثلاً: فضیل بن عیاض، جنید بن محمد [بغدادی]، سہل بن عبد اللہ تستری، عمرو بن عثمان مکی، ابو عبد اللہ محمد بن خفیف شیرازی وغیرہ، انکا کلام سنت وعقائد صحیحہ کے مطابق ہے، اور انہوں نے اس بارے میں کتب بھی تصنیف کی ہیں“۔ (کتاب الصفدیۃ: ج ۱، ص ۲٦۷)

كتاب الصفدية

تأليف شيخ الإسلام ابن تيمية

أبي العباس تقي الدين أحمد بن عبد الحليم

تحقيق

الدكتور محمد رشاد سالم

طبع على نفقة أحد المحسنين

وقف لله تعالى

١٤٠٦ هـ

كما قالوا لعبد الله بن المبارك: بماذا نعرف ربنا؟ قال: بأنه فوق سمواته على عرشه بائن من خلقه. وهكذا قال سائر الأئمة كأحمد بن حنبل وإسحق بن راهويه وعثمان بن سعيد والبخارى وغيرهم، حتى قال محمد بن اسحق بن خزيمة الملقب بإمام الأئمة: من لم يقل ان الله فوق سمواته على عرشه بائن من خلقه فانه يستتاب فان تاب والا قتل، كما ذكر ذلك عنه الحاكم أبو عبد الله النيسابورى وصاحبه الملقب بشيخ الاسلام أبي عثمان الصابوني وغيرهما.

والشيوخ الأكابر الذين ذكرهم أبو عبد الرحمن السلمى في «طبقات الصوفية» وأبو القاسم القشيرى في «الرسالة» كانوا على مذهب أهل السنة والجماعة ومذهب أهل الحديث كالفضيل بن عياض والجنيد بن محمد وسهل بن عبد الله التسترى وعمرو بن عثمان المكى وأبو عبد الله محمد بن خفيف الشيرازى وغيرهم، وكلامهم موجود في السنة، / وصنفوا فيها الكتب، لكن بعض المتأخرين منهم كان على طريقة بعض أهل الكلام في بعض فروع العقائد، ولم يكن فيهم أحد على مذهب الفلاسفة، وانما ظهر التفلسف في المتصوفة المتأخرين، فصارت المتصوفة تارة على طريقة صوفية أهل الحديث وهم(١) خيارهم وأعلامهم، وتارة على اعتقاد صوفية أهل الكلام فهؤلاء دونهم، وتارة على اعتقاد صوفية الفلاسفة كهؤلاء الملاحدة. ط ٨٣

ذكره ثلاث عقائد في أول الفتوحات

ولهذا ذكر ابن عربى في أول «الفتوحات» ثلاث عقائد: عقيدة مختصرة من «ارشاد» أبي المعالي بحججها الكلامية (٢)،

(١) في الاصل: وهو.

(٢) في الأصل: عقيدة مختصرة من ارشاد أبي المعالي وعقيدة بحججها الكلامية - ورأيت ان حذفكلمة (وعقيدة) أولى - والاشارة هنا الى كتاب «الارشاد الى قواطع الادلة في أصول الاعتقاد» لأبي المعالي الجويني.

— ٢٦٧ —

حافظ جمال الدین ابن الزکی المزیؒ نے اپنی کتاب تہذیب الکمال میں ابوعبدالرحمٰن سُلمی سے روایت نقل کر کے ان کی توثیق فرمائی ہے۔ "ابوعبدالرحمٰن محمد بن حسین السلمی صوفی کہتے ہیں کہ میں نے حافظ دار قطنی سے پوچھا کہ ابن خزیمہ اور نسائی جب کوئی حدیث روایت کریں تو آپ کس کو مقدم رکھیں گے؟ کہا: نسائی کو اس لیے کہ وہ بڑے مسند ہیں، لیکن یہ بات بھی ہے کہ میں نسائی پر کسی کو بھی فوقیت نہیں دیتا گرچہ ابن خزیمہ بے مثال امام اور پختہ عالم ہیں"۔ (تہذیب الکمال: ج۱، ص۳۳۴،۳۳۵)

وقال أيضاً: سمعتُ جعفرَ بن محمد بن الحارث يقول: سمعتُ مأمون[1] المصريَّ الحافظَ يقول: خرجنا مع أبي عبد الرحمان إلى طَرَسُوس سنةَ الفداء، فاجتمع جماعةٌ من مشايخ الإسلام، واجتمع من الحُفّاظ: عبد الله بن أحمد بن حنبل ومحمد بن إبراهيم مُرَبَّع وأبو الآذان[2] وكيلَجَة[3] وغيرهم، فتشاوروا مَن يَنتقي لهم على الشيوخ، فأجمعوا على أبي عبد الرحمان النَّسائيِّ فكتبوا كُلُّهم بانتخابه.

وقال أيضاً: سمعتُ أبا الحُسين محمد بن المُظَفَّر الحافظ يقولُ: سمعتُ مشايخَنا بمصرَ يَعْتَرِفون لأبي عبد الرحمان النَّسائيِّ بالتَقَدُّم والإمامة، ويصفون من اجتهادِهِ في العبادةِ بالليلِ والنهار ومُواظبته على الحج والاجتهاد، وأنه خرجَ إلى الفداء مع والي مصر فَوُصِفَ من شهامته وإقامته السنن المأثورة في فداء المسلمين والمشركين واحترازه عن مجالسة السلطان الذي خرج معه والانبساط بالمأكول والمَشْروب في رَحله، وأنه لم يزل ذلك دأبَهُ إلى أنْ اسْتُشهِدَ رضيَ الله عنه بدمشق من جهةِ الخوارج.

وقال أيضاً: سَمِعتُ عليَّ بنَ عُمر الحافظ غير مرة يقول: أبو عبد الرحمان مُقَدَّمٌ على كلِّ مَن يُذكر بهذا العلم من أهلِ عصره.

وقال أبو عبد الرحمان محمد بن الحسين السُّلَمِيُّ الصوفيُّ: سألتُ أبا الحسن عليَّ بن عمر الدَّارَقُطْنِيَّ الحافظ، فقلتُ: إذا حَدَّث محمد بن إسحاق بن خُزَيْمةَ وأحمد بن شُعَيب النَّسائيُّ حديثاً مَن تُقَدِّمُ منهما؟ قال: النَّسائيَّ لأنه أسند، على أنّي لا أُقدِّمُ على النَّسائي أحداً وإنْ كانَ ابن خُزَيْمَةَ إماماً ثَبْتاً مَعْدُومَ النَّظِيرِ.

(١) في حواشي النسخ من قول المؤلف: «هو أبو القاسم الحسين بن محمد بن داود».
(٢) في حواشي النسخ قول للمؤلف نصه: «وأبو الأذان اسمه عمر بن إبراهيم».
(٣) في حواشي النسخ أيضاً: «وكيلجة اسمه محمد بن صالح بن عبد الرحمان».

٣٣٤

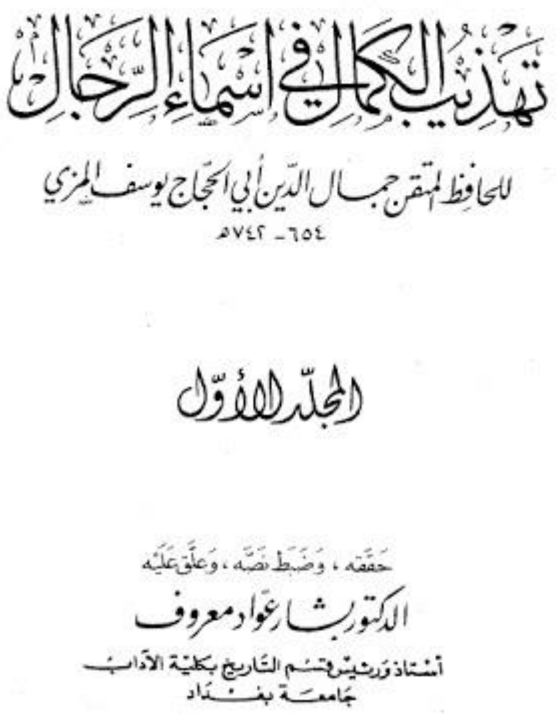
تهذيب الكمال في أسماء الرجال
للحافظ المتقن جمال الدين أبي الحجاج يوسف المزي
٦٥٤ - ٧٤٢ هـ
المجلد الأول
حققه، وضبط نصه، وعلق عليه
الدكتور بشار عواد معروف
أستاذ ورئيس قسم التاريخ بكلية الآداب
جامعة بغداد

زبیر علی زئی صاحب کا چوتھا جھوٹ: زبیر علی زئی صاحب مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کی کتاب "القول المنصور فی ابن المنصور، سیرت منصور حلّاج" پر اعتراض کرتے ہوئے اپنے رسالے ماہنامہ الحدیث حضرو میں چوتھا جھوٹ بولتے ہوئے لکھتے ہیں: "عبدالکریم بن ہوازن نے رسالہ قشیریہ میں حسین الحلاج کو بطورِ ولی ذکر نہیں کیا۔ رسالہ قشیریہ اس کے ترجمہ سے خالی ہے۔ کسی دوسرے شخص کے حالات میں ذیلی طور پر اگر ایک موضوع روایت میں اُس کا نام آگیا ہے تو اس پر خوشی نہیں منانی چاہیۓ"۔ (ماہنامہ الحدیث حضرو: شمارہ ۲۱، ص۹)

ماہنامہ "الحدیث" حضرو | 9 | شمارہ: 21

مثال نمبر ۱۔ تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"لوگوں کے اسرار بیان کر دیتے، ان کے دلوں کی باتیں بتلا دیتے (یعنی کشف ضمائر بھی حاصل تھا) اسی وجہ سے ان کو حلاج الاسرار کہنے لگے، پھر حلاج لقب پڑ گیا" (سیرت منصور حلاج ص ۳۱)

تبصرہ: اس قول کی بنیاد تاریخ بغداد کی ایک روایت ہے جسے احمد بن الحسین بن منصور نے تستر میں بیان کیا تھا [ج ۸ ص ۱۱۳] احمد بن الحسین بن منصور کے حالات معلوم نہیں ہیں لہذا یہ شخص مجہول ہے۔

مثال نمبر ۲۔ تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"حسین بن منصور نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لئے حدوث کو لازم کر دیا ہے....."

(سیرت منصور حلاج ص ۴۷ بحوالہ رسالہ قشیریہ)

عبدالکریم بن ہوازن القشیری کے الرسالۃ القشیریۃ میں یہ عبارت بحوالہ ابوعبدالرحمٰن (محمد بن الحسین) السلمی النیسابوری لکھی ہوئی ہے (ص ۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

ابوعبدالرحمٰن السلمی اگرچہ اپنے عام شہر والوں اور اپنے مریدوں کے نزدیک جلیل القدر تھا مگر اسی شہر کے محدث محمد بن یوسف القطان النیسابوری (وكان صدوقاً، له معرفة بالحديث وقد درس شيئاً من فقه الشافعي، وله مذهب مستقيم وطريقة جميلة / تاریخ بغداد ۳/ ۲۱۱) فرماتے ہیں کہ:

"كان أبو عبدالرحمٰن السلمي غير ثقة...... وكان يضع للصوفية الأحاديث" ابوعبدالرحمٰن السلمی غیر ثقہ تھا...... اور وہ صوفیوں کے لئے احادیث گھڑتا تھا (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۲۴۸ وسندہ صحیح)

اس شدید جرح کے مقابلے میں سلمی مذکور کی تعدیل بطریقِ محدثین ثابت نہیں ہے۔ سلمی کے استاد محمد بن محمد بن غالب اور اس کے استاد ابونصر احمد بن سعید الاسفنجانی کی توثیق بھی مطلوب ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس موضوع سند کو تھانوی صاحب نے فخریہ پیش کیا ہے۔

تنبیہ بلیغ: عبدالکریم بن ہوازن نے رسالہ قشیریہ میں حسین الحلاج کو بطور ولی ذکر نہیں کیا۔ رسالہ قشیریہ اس کے ترجمہ سے خالی ہے۔ کسی دوسرے شخص کے حالات میں ذیلی طور پر اگر ایک موضوع روایت میں اُس کا نام آ گیا ہے تو اس پر خوشی نہیں منانی چاہئے۔

خلاصۃ التحقیق: حسین بن منصور الحلاج اولیاء اللہ میں سے نہیں تھا بلکہ وہ ایک گمراہ و زندیق صوفی تھا جسے جلیل القدر فقہاء اسلام کے متفقہ فتوے کی بنیاد پر چوتھی صدی ہجری کے شروع میں قتل کر دیا گیا تھا۔ اس کی کرامتوں کے بارے میں سارے قصے موضوع و بے اصل ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "ولا أرى يتعصب للحلاج إلا من قال بقوله الذي ذكر أنه عين الجمع فهذا هو قول أهل الوحدة المطلقة ولهذا ترى ابن عربي صاحب الفصوص يعظمه

9

یہاں بھی زبیر علی زئی صاحب نے کتنی ڈھٹائی کے ساتھ جھوٹ بولا ہے کہ "کسی دوسرے شخص کے حالات میں ذیلی طور پر اگر ایک موضوع روایت میں اُس کا نام آگیا ہے تو اس پر خوشی نہیں منانی چاہئے"، حالانکہ عبدالکریم بن ہوازن نے کسی دوسرے شخص کے حالات میں ذیلی طور پر نہیں بلکہ رسالہ قشیریہ کے مقدمہ میں حسین بن منصور حلّاجؒ کا مکمل عقیدہ توحید بیان کیا اور ساتھ ہی کتاب الشعب (توحید سے واقفیت کے بیان) اور باب المحبۃ (عشق الٰہی کے بیان) میں بھی ان کا کلام درج کیا ہے، جس سے اس بات کا واضح ثبوت ملتا ہے کہ امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیریؒ نے حسین بن منصورؒ کا عقیدہ توحید اور عشق الٰہی کو صحیح تسلیم کیا ہے۔

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیریؒ (متوفی: ۴۶۵) اپنی کتاب رسالۃ القشیریۃ میں روایت نقل کرتے ہیں کہ: "ہم کو شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمیؒ نے خبر دی کہ میں نے محمد بن غالب سے سنا کہ انہوں نے ابو نصر احمد ابن سعید الاسفنجابی سے سنا کہ حسین بن منصور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لئے حدوث لازم کر دیا ہے کیونکہ قدیم ہونا اس کے لئے مخصوص ہے۔ پس جس چیز کا ظہور جسم سے ہے اس کے لئے عرض لازم ہے اور جو چیز آلات و اسباب سے مجتمع ہوئی ہے اس کی قوتیں اس کو تھامے ہوئے ہیں (یعنی وہ ان قوتوں کی

محتاج ہے)اور جس چیز کوایک وقت مجتمع کرتا ہے دوسرا وقت اسکو متفرق کر دیتا ہے جسکواس کا غیر قائم کرتا ہے۔ اس کو دوسرے کی احتیاج ہے جس پر وہم کی دسترس ہو سکتی ہے، تصویر خیالی اس تک پہنچ سکتی ہے۔

اور جس کو محل اور مکان اپنے اندر لئے ہوئے ہے اس کو کیفیت مکانی محیط ہے جو کسی جنس کے تحت میں ہے اس کے لئے مکیف اور ممیّز ہونا لازم ہے۔ کیونکہ جنس کے تحت میں انواع ہوتی ہیں اور ہر نوع دوسری نوع سے کسی فصل کے ذریعہ ممتاز ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ پر نہ کوئی مکان فوق سایہ فگن ہے، نہ کوئی مکان تحت اس کو اٹھائے ہوئے ہے، کوئی حد اس کے سامنے نہیں اور کوئی قریب ونزدیک اس کا مزاحم نہیں (یعنی اسکے نزدیک کوئی نہیں جو مزاحمت کا استعمال ہوسکے) نہ کوئی اس کو اپنے پیچھے لے سکتا ہے نہ سامنے ہو کر اس کو محدود کر سکتا ہے، نہ اولیّت نے اس کو ظاہر کیا نہ بعدیت نے اس کی نفی کی، نہ لفظ کل نے اس کو اپنے اندر لیا (کیونکہ نہ وہ کسی کل کا جزو ہے نہ کلی کا فرد ہے) نہ لفظ کان نے اس کو ایجاد کیا نہ لیس نے اس کو مفقود کیا (یعنی جب یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے اور ایسا نہیں ہے تو یہ مطلب نہیں کہ تمہارے بیان کے بعد وہ ایسا ہو گیا اور تمہاری تزیہ کے بعد وہ ایسا نہیں رہا، بلکہ جن صفاتِ کمال سے وہ موصوف ہے ہمیشہ سے موصوف ہے اور جن عیوب سے وہ منزہ ہے ہمیشہ سے منزہ ہے)۔

اس کے وصف کے لئے کوئی تعبیر نہیں (اور جو تعبیر ہے بھی وہ ناقص ہے) اسکے فعل کی کوئی علت نہیں، اسکے وجود کی کوئی نہایت نہیں (نہ ماضی میں نہ مستقبل میں کیونکہ وہ ازلی بھی ہے اور ابدی بھی)۔

وہ اپنی مخلوق کے احوال (وکیفیات) سے منزہ ہے اس کو اپنی مخلوق سے کسی قسم کا امتزاج (واختلاط) نہیں، نہ اس کے فعل میں آلات واسباب کی احتیاج، وہ اپنی قدامت کے سبب مخلوق سے الگ ہے، جیسا مخلوق اپنے حدوث کے سبب اس سے الگ ہے (پس خالق مخلوق کے اندر نہ حلول کر سکتا ہے نہ اس کے ساتھ متحد ہو سکتا ہے)۔

اگر تم کہو کہ وہ کب ہوا؟ تو اس کا وجود وقت (اور زمانہ سے) سابق ہے اگر تم ھو کہو (یعنی اس کی طرف ھو یا وہ کہہ کر اشارہ کرو) تو ہا اور واؤ اسی کے پیدا کیئے ہوئے ہیں اور مخلوق سے خالق پر اشارہ نہیں ہو سکتا محض یاد کے درجے ہیں یا تمام تصور ہو سکتا ہے۔ اگر تم کہو وہ کہاں ہے؟ تو ہر مکان سے اس کا وجود مقدم ہے، حرف اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں)۔

اور اس کا وجود ہی خود اس کا مثبت ہے اور اس کی معرفت یہ ہے کہ اس کو واحد جانو۔ اور توحید یہ ہے کہ مخلوق سے اس کو ممتاز (اور الگ) سمجھو، جو کچھ وہم کے تصور میں آتا ہے وہ اس کے غیر کا ہے۔

اور جو چیز اس (کے پیدا کرنے) سے پیدا ہوئی وہ اس میں کیونکر حلول کر سکتی ہے کیونکہ حال و محل میں اتحاد ہوتا ہے اور حادث قدیم کے ساتھ متحد نہیں ہو سکتا، اور جس چیز کو اس نے نشوونما دیا اس کی طرف کیونکر پہنچ سکتی ہے۔ آنکھیں اپنے اندر اس کو نہیں لے سکتیں اور گمان اس کے پاس تک نہیں پہنچ سکتا۔

اس کا قرب یہ ہے کہ مکرم بناوے، اور بعد یہ ہے کہ ذلیل کر دے۔

اسکی بلندی چڑھائی کے ساتھ نہیں، اس کا آنا بدون انتقال کے ہے۔

وہ اوّل بھی ہے اور آخر بھی، ظاہر بھی ہے اور باطن بھی ہے، قریب بھی ہے اور بعید بھی، اسکی مثال مثل کوئی شئے نہیں، وہی سننے والا دیکھنے والا ہے"۔(الرسالۃ القشیریۃ الامام ابو القاسم القشیری: ص۲۸-۲۷)

"محمد بن احمد اصفہانیؒ نے بتایا کہ ایک شخص حضرت حسین بن منصورؒ کے قریب آ کھڑا ہوا اور کہنے لگا، وہ حق کون ہے جس کی طرف صوفیہ اشارہ کرتے رہتے ہیں؟ فرمایا جو سب کو بنا دینے والا ہے مگر اسے بنانے والا کوئی نہیں جسے اس کی علت قرار دیا جائے"۔ (الرسالۃ القشیریۃ الامام ابو القاسم القشیری: ص۴۹۶)

"حسین بن منصورؒ اللہ تعالیٰ سے اپنی محبت کا اظہار یوں فرماتے ہیں کہ: محبوب سے تمہاری محبت یہ ہے کہ اس کے سامنے اپنے تمام اوصاف بالائے طاق رکھ دو"۔(الرسالۃ القشیریۃ الامام ابو القاسم القشیری: ص۵۲۳)

اسی طرح خطیب بغدادیؒ نے ابو الطیب محمد بن الفرخان کے حوالے سے بھی روایت بیان کی ہے جس سے حسین بن منصورؒ کا صحیح العقیدہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

خطیب بغدادیؒ نے ابو الطیب محمد بن الفرخان کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ:"میں نے حسین بن منصور سے سنا وہ فرماتے تھے کہ اولین وآخرین کے علوم کا خلاصہ چار باتوں میں ہے۔(۱) رب جلیل کی محبت (۲) متاع قلیل (یعنی دنیا) سے نفرت (۳) کتاب منزل کا اتباع (۴) تغیّر حال کا خوف"۔(تاریخ مدینۃ السلام، الأمام خطیب بغدادیؒ: ج۸، ص۶۹۲)

تاريخ مدينة السلام

وأخبار محدثيها وذكر قطانها العلماء

من غير أهلها ووارديها

تأليف

الإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت

الخطيب البغدادي

٣٩٢-٤٦٣ هـ

المجلد الثامن

تليد - الحسين

٣٥٣٥-٤٢٠٢

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

٨

تَشْغَلها بالحقّ، شَغَلتك عن الحقّ. وقال له آخر: عِظْني، فقال له: كن مع الحقّ بحكم ما أوْجَب.

أخبرنا محمد بن عيسى بن عبدالعزيز البَزّاز بهَمَذان، قال: حدثنا عليّ بن الحسن الصَّيْقلي، قال: سمعتُ أبا الطَّيب محمد بن الفَرُّخان يقول: سمعتُ الحُسين بن منصور الحَلاَّج يقول: علم الأولين والآخرين مَرجِعهُ إلى أربع كلمات: حبُّ الجَليل، وبُغض القليل، واتّباع التّنزيل، وخَوف التّحويل.

حدثنا عبدالعزيز بن عليّ الوَرّاق، قال: سمعتُ عليّ بن عبدالله بن جَهْضَم يقول: كتبَ الحُسين بن منصور إلى أحمد بن عطاء: أطالَ الله لي حياتَك، وأعدَمَني وفاتَك، على أحسنِ ما جَرَى به قدرٌ، أو نَطَقَ به خَبرٌ، مع ما أنّ لك في قلبي من لواهج[1] أسرار مَحبّتِك، وأفانينَ ذَخائِر مَوَدّتك، ما لايُتَرجِمهُ كتابٌ، ولا يُحصيه حسابٌ، ولا يُفنيه عتابٌ، وفي ذلك أقول[2] [من الطويل]:

كتبتُ ولم أكتب إليكَ وإنما كتبتُ إلى رُوحي بغير كتابِ

وذلك أنَّ الرُّوح لا فَرْقَ بينها وبين مُحِبيها بفَصْلِ خطابِ

فكُلُّ كتابٍ صادرٍ منك واردٌ إليكَ بما رَدُّ الجواب جوابي

أنشدنا محمد بن الحسن بن أحمد الأهوازي، قال: أنشدنا أبو حاتِم الطَّبَري للحُسين بن منصور[3] [من الرمل]:

جُبِلت روحُكَ في روحي كما يُجبَلُ العَنبرُ بالمِسكِ الفَتِق[4]

فإذا مَسّك شيءٌ مَسّني فإذا أنت أنا لا نَفْتَرق

(١) في م: «لواعج»، وأثبتنا ما في النسخ.
(٢) ديوانه ٣١.
(٣) ديوانه ٦٧.
(٤) في م: «الفَتِق»، وفي الديوان: «الفتق»، وما أثبتناه مجود التقييد في النسخ العتيقة، وهو بمعنى الفتق.

٦٩٢

زبیر علی زئی صاحب کا پانچواں جھوٹ: زبیر علی زئی صاحب مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کی کتاب ''القول المنصور فی ابن المنصور، سیرت منصور حلّاج'' پر اپنے دوسرے اعتراض میں پانچواں جھوٹ بولتے ہوئے لکھتے ہیں: ''علمی میدان میں عبدالوہاب الشعرانی، خرافی صوفی بدعتی کے بے سند حوالوں سے کام نہیں چلتا بلکہ صحیح و ثابت سندوں کی ضرورت ہوتی ہے''۔ (ماہنامہ الحدیث حضرو: شمارہ ۲۱، ص ۱۰)

ماہنامہ ''الحدیث'' حضرو 10 شمارہ:21

ویقع فی الجنید واللہ الموفق''

''میری رائے میں حلاج کی حمایت ان لوگوں کے سوا کوئی نہیں کرتا جو اس کی اس بات کے قائل ہیں جس کو وہ عین جمع کہتے ہیں اور یہی اہل وحدت مطلقہ کا قول ہے اس لئے تم ابن عربی صاحب فصوص کو دیکھو گے کہ وہ حلاج کی تو تعظیم کرتے ہیں اور جنید کی تحقیر کرتے ہیں'' (لسان المیزان ج ۲ ص ۳۱۵، وسیرت منصور حلاج ص ۴۵ حاشیہ)

اہل وحدت مطلقہ سے مراد وہ صوفی حضرات ہیں جو وحدت الوجود اور حلولیت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

تعالی اللہ عما یقولون علواً کبیراً ۔

اس قول کا رد ظفر احمد تھانوی صاحب نے رسالہ قشیریہ کی موضوع روایت سے کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ رد تحقیقی میدان میں بذات خود مردود ہے۔ تھانوی صاحب نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ ''ابن منصور اور جنید کا عقیدہ توحید ایک ہی تھا'' [ص ۴۶] مگر انہوں نے اس دعوی پر کوئی صحیح دلیل پیش نہیں کی۔ علمی میدان میں عبدالوہاب الشعرانی، خرافی صوفی بدعتی کے بے سند حوالوں سے کام نہیں چلتا بلکہ صحیح و ثابت سندوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

''الحدیث'' حضرو کا یہ امتیاز ہے کہ ''الحدیث'' میں صرف صحیح و ثابت حوالہ ہی بطور استدلال لکھا جاتا ہے۔ اسماء الرجال کے حوالے بھی اصل کتابوں سے صحیح و ثابت سندوں کے ساتھ پیش کئے جاتے ہیں۔ ضعیف روایات اور ضعیف حوالوں کی ہمیں ضرورت ہی نہیں ہے والحمد للہ علی ذلک

رسول اللہ ﷺ کی احادیث ہوں یا سلف صالحین کے آثار و اسماء الرجال کے حوالے، سب کے لئے صحیح و حسن لذاتہ اسانید کی ضرورت ہے۔ شیخ الاسلام عبداللہ بن المبارک المروزی رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں کہ:

''الإسناد من الدین ، ولو لا الإسناد لقال من شاء ما شاء ''سند دین میں سے ہے، اگر سند نہ ہوتی تو جو شخص جو چاہتا کہہ دیتا (مقدمہ صحیح مسلم ترقیم دارالسلام: ۳۲ وسندہ صحیح)

وما علینا إلا البلاغ (۱۴ شوال ۱۴۲۶ھ)

سوال: درج ذیل روایت کی تحقیق درکار ہے:

''جب رسول اللہ ﷺ کو غسل دیا گیا تو پانی آپ کی آنکھوں کے گڑھوں پر بلند ہو گیا۔ علی رضی اللہ عنہ نے اسے پی لیا تو انہیں اولین اور آخرین کا علم دے دیا گیا۔'' (کلیم حسین شاہ، راولپنڈی)

الجواب: یہ روایت بے سند و بے اصل ہے۔ اسے عبدالحق دہلوی نے اپنی کتاب ''مدارج النبوۃ'' میں ''روایت کیا گیا ہے کہ'' کے الفاظ سے بے سند و بے حوالہ لکھا ہے (جلد دوم ص ۵۹۱، اردو مترجم، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ۴۰ اردو بازار لاہور)

مشہور صوفی احمد بن محمد القسطلانی (متوفی ۹۲۳ھ) لکھتے ہیں کہ:

''وذکر ابن الجوزی أنه روی عن جعفر بن محمد قال: کان الماء یستنقع فی جفون النبی ﷺ فکان علی یحسوه ، وأما ماروي أن علیاً لما غسله ﷺ امتص ماء محاجر عینیه فشربه وأنه قدورث بذلک علم الأولین والآخرین، فقال النووي: لیس بصحیح''

10

لگتا ہے زبیر علی زئی صاحب کے خود ساختہ علمی میدان میں بے سند حوالوں سے تو کام نہیں چلتا لیکن جھوٹ اور کذب بیانیوں سے ضرور کام چلتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ موصوف نے اپنی صرف چار صفحات پر مشتمل ناقص تحقیق کو صحیح ثابت کرنے کے لئے کتنی ڈھٹائی کے ساتھ پانچ جھوٹ بول ڈالے۔ زبیر علی زئی صاحب کا بلا دلیل امام عبدالوہاب الشعرانیؒ کو خرافی صوفی بدعتی کہنا بہت بڑا جھوٹ اور صریح بہتان ہے۔

زبیر علی زئی صاحب کے اس جھوٹے اور بے بنیاد الزام کا مکمل رد امام عبدالوہاب الشعرانیؒ کی عقائد پر لکھی ہوئی کتاب ''الیواقیت والجواھر فی بیان عقائد الاکابر'' سے ہوتا ہے، جس میں انہوں نے عقیدہ توحید، عقیدہ رسالت، عقیدہ ختم نبوت، عقیدہ آخرت، عذاب قبر، جنت و جہنم اور دیگر بنیادی عقائد کو قرآن و حدیث کی روشنی میں تفصیل سے بیان کیا ہے جس سے آپ کے صحیح العقیدہ ہونے کا واضح ثبوت ملتا ہے اور ساتھ ہی بدعت کی جامع و معنیٰ تعریف قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان فرمائی ہے۔

امام عبد الوھاب الشعرانیؒ اپنی کتاب ”الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر“ میں ایک استفتاء کے جواب میں بدعت حسنہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”(فإن قلت): فهل يلحق بالسنة الصحيحة في وجوب الإذعان لها ما ابتدعه المسلمون من البدعة الحسنة؟
(فالجواب): كما قاله الشيخ في الباب الثاني و الستين و مائتين: إنه يندب الإذعان لها ولا يجب كما أشار إليه قوله تعالي: ﴿وَرَهبَانِيَّةً ٱبْتَدَعُوها مَا كَتَبْنٰها عَلَيْهِمْ﴾ [الحديد:٢٧] وكما أشار إليها قوله صلي الله عليه وآله وسلم: ﴿من سن سنة حسنة﴾ فقد أجاز لنا ابتداع كل ما كان حسناً وجعل فيه الأجر لمن ابتدعه ولمن عمل به مالم يشق ذلک علي الناس، وأخبر أن العابد لله تعالى بما يعطيه نظره إذا لم يكن على شرع من الله تعالى معين يحشر أمة وحده، يعني بغير إمام يتبعه، فجعله خيراً وألحقه بالأخيار“۔”اگر تو اعتراض کرے کہ بدعت حسنہ میں سے جو نئی چیز مسلمانوں نے اختیار کی ہے کیا وہ وجوب اقرار میں سنت صحیحہ کے ساتھ (درجہ میں) مل جاتی ہے؟

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس نئی چیز یعنی بدعت حسنہ کا اقرار کرنا مندوب ہے نہ کہ واجب جیسا کہ اس چیز کی طرف اللہ تعالیٰ کا یہ قول اشارہ کرتا ہے ﴿وَرَهبَانِيَّةً ٱبْتَدَعُوها مَا كَتَبْنٰها عَلَيْهِمْ﴾[الحدید:۲۷]،(انہوں نے اس رہبانیت کو از خود شروع کر لیا تھا یہ ہم نے ان پر فرض نہیں کی تھی)اور جیسا کہ اسی چیز کی طرف حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان اشارہ کرتا ہے ﴿من سن سنة حسنة﴾(جس نے کوئی اچھا طریقہ شروع کیا)اور ہر وہ چیز جو اچھی ہو اسے شروع کرنا ہمارے لیے جائز ہے اور اس میں شروع کرنے والے کے لئے اور اس پر عمل کرنے والے کے لئے اجر رکھ دیا گیا ہے جب تک اس اچھی چیز پر عمل کرنا لوگوں کو مشقت میں نہ ڈالے“۔(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر:ج۲،ص۳۸۳)

المبحث السابع والثلاثون: في بيان وجوب الإذعان والطاعة لكل ما جاء به ﷺ من الأحكام ٣٨٣

دعهما يا أبا بكر فإنه يوم عيد وأطال الشيخ في ذلك ثم قال: ولما كان هذا اليوم يوم حظوظ النفوس شرع أيضاً تكرار التكبير في الصلاة ليتمكن من قلوب الناس ما ينبغي للحق تعالى من الكبرياء والعظمة لئلا يشغلهم حظوظ نفوسهم عن كمال مراعاة حقه جل وعلا. قال: وبما قررنا يعرف حكمة ترك التنفل قبل صلاة العيد إذ المقصود في هذا اليوم فعل ما كان مباحاً على جهة الندب خلاف ما كان عليه ذلك الفعل في سائر الأيام فلا يتنفل في ذلك اليوم سوى بصلاة العيد خاصة لأن الحكم إذا كان مربوطاً بوقت، غلب على ما لم يكن مربوطاً بوقت وأيضاً فإنه إنما ندب اللعب والفرح والزينة في هذا اليوم تذكيراً بسرور أهل الجنة ونعيمهم فلا يدخل مع ذلك مندوب آخر يعارضه ثم إذا زال زمان ذلك الحكم المربوط فحينئذٍ يبادر العبد إلى سائر المندوبات ويرجع ما كان مندوباً إليه في ذلك اليوم مباحاً فيما عداه من الأيام وهذا كله فعل الحكيم العادل في القضايا فإن لنفسك عليك حقاً، واللهو واللعب والطرب في هذا اليوم من حق النفس فلا تكن يا أخي ظالماً لنفسك وأعطها حقها انتهى.

(فإن قلت): فهل يلحق بالسنة الصحيحة في وجوب الإذعان لها ما ابتدعه المسلمون من البدع الحسنة؟

(فالجواب): كما قاله الشيخ في الباب الثاني والستين ومائتين: إنه يندب الإذعان لها ولا يجب كما أشار إليه قوله تعالى: ﴿وَرَهْبَانِيَّةً ٱبْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَٰهَا عَلَيْهِمْ﴾ [الحديد: ٢٧] وكما أشار إليها قوله ﷺ: «من سن سنة حسنة» فقد أجاز لنا ابتداع كل ما كان حسناً وجعل فيه الأجر لمن ابتدعه ولمن عمل به ما لم يشق ذلك على الناس» وأخبر أن العابد لله تعالى بما يعطيه نظره إذا لم يكن على شرع من الله تعالى معين يحشر أمة وحده يعني: بغير إمام يتبعه فجعله خيراً وألحقه بالأخيار كما قال في حكيم بن حزام أسلمت على ما أسلفت من خير وكان سأله عن أمور تبرر بها في الجاهلية من عتق وصلة رحم وكرم وأمثال ذلك وقال أيضاً في حق إبراهيم عليه الصلاة والسلام ﴿إِنَّ إِبْرَٰهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلَّهِ﴾ [النحل: ١٢٠] وذلك قبل أن يوحى إليه وفي الحديث: «بعثت لأتمم مكارم الأخلاق» فمن كان على مكارم الأخلاق فهو على شرع من ربه وإن لم يعلم هو ذلك والله أعلم.

بذا قال سهل والمحقق مثلنا | لأنا وإياهم بمنزل إحسان
ومن عرف الأمر الذي قد ذكرته | يقول بقولي في خفاء وإعلان
ولا يلتفت قولاً يخالف قولنا | ولا يبذر السمراء في أرض عميان
هم الصم البكم الذين أتى بهم | لأسماعنا المعصوم في نص قرآن

وهذا النظم جواب لسائل سأل الشيخ كيف جعل الكبش فداء لإسماعيل عليه السلام، وهو نبي وأين مقام النبي من مقام الكبش ونظم السؤال هو قوله:

اليواقيت والجواهر
في بيان عقائد الأكابر
ويأسفله
الكبريت الأحمر
في بيان علوم الشيخ الأكبر
محيي الدين بن العربي المتوفى سنة (٦٣٨هـ)
وهو منتخب من كتاب لواقح الأنوار القدسية
المختصر من الفتوحات المكية
تأليف
الشيخ عبد الوهاب بن أحمد بن علي الشعراني
(ت ٩٧٣هـ)
طبعة جديدة مصححة ومخرجة الآيات القرآنية الكريمة
الجزء الثاني
دار إحياء التراث العربي
مؤسسة التاريخ العربي
بيروت - لبنان

جو شخص بدعت کی اتنی خوبصورت اور عمدہ تعریف قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کرے وہ خود بدعتی کیسے ہو سکتا ہے، لہٰذا یہ بات ثابت ہو گئی کہ زبیر علی زئی صاحب کا بلا دلیل بہتان جھوٹا اور بے بنیاد ہے۔

زبیر علی زئی صاحب کے اس بہتان کے جواب میں ضروری ہو گا کہ امام عبد الوھاب الشعرانیؒ کا سلسلہ نسب اور علمی قابلیت کی مختصر تفصیل پیش کی جائے تاکہ قارئین کو ان کے علمی مقام کا کچھ اندازہ ہو سکے۔

شیخ عبدالوھاب بن احمد بن علی الشعرانیؒ کے مختصر حالات

اِمام عبدالوہاب الشعرانیؒ کی وِلادت ۲۷ رمضان المبارک ۸۹۷ھ میں ہوئی اور وفات ۹۷۳ھ میں ہوئی۔ (الطبقات الکبریٰ اللشعرانی اردو: ص۳۰) (المقاصد الحسنہ، امام سخاوی: ص۲۷؛ دار الکتب العربی)

فرمایا کہ میں نے شرافت کے حوالے سے تمہارا نسب مراد لیا ہے تو انہوں نے عرض کی میرا نسب سیدی محمد بن الحنفیہ کے ساتھ ملتا ہے۔ آپ نے فرمایا بادشاہی، شرافت اور فقر باہم اکٹھے نہیں ہوتے تو انہوں نے عرض کی: یا سیدی! فقر کے ماسوا کو میں ترک کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے ان کی تربیت فرمائی۔ جب طریقت میں تکمیل ہو گئی تو آپ کو صعید مصر کی طرف سفر کرنے کا امر فرمایا۔ اور انہیں حکم دیا کہ ہوفان کی طرف سکونت اختیار کرنا وہیں تمہاری قبر ہو گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

امام شعرانی ۸۹۷ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ایک قول کے مطابق ۹۷۳ھ میں وفات پائی۔

مضافات مصر کے علاقے ریف میں ابتدائی ایام میں اقامت پذیر رہے۔ تو اذشات الہیہ کا ذکر فرماتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ریف کے علاقے میں ۸ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا آپ بچپنے سے ہی پابند صوم و صلوٰۃ تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ جب سے ہی میں پابندی وقت کے ساتھ پانچ وقت کی نماز ادا کرتا اور مجھے یاد نہیں کہ میں نے آج تک نماز کا وقت ضائع کیا ہو سوائے ایک دفعہ کے کہ سفر حجاز کے دوران راستے میں نماز ظہر پڑھنا بھول گیا اور تاخیر کی نیت کے بغیر عصر کا وقت داخل ہو گیا۔ کئی دفعہ میں ایک ہی رکعت میں پورا قرآن کریم ختم کر لیتا حالانکہ ابھی بالغ نہیں تھا۔

۹۱۱ھ کے آغاز میں ریف سے آپ مصر منتقل ہو گئے اس وقت آپ کی عمر ۱۲ سال کی تھی اور اس نقل مکانی کی توفیق کو آپ رب العزت کے احسان و انعام سے تعبیر فرماتے ہیں چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے مجھ پر انعام فرمایا کہ میں ریف کا صحرائی علاقہ چھوڑ کر مصر آ گیا اور یوں اللہ تعالیٰ نے مجھے جفاء و جہالت کی سرزمین سے لطف اور علم کے شہر کی طرف منتقل فرمایا اور اس کی طرف سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اشارہ فرمایا کہ آپ فرماتے ہیں وقد احسن بی اذا اخرجنی من السجن و جاء بکم من البدو۔ یعنی اس نے مجھ پر بڑا کرم فرمایا جب اس نے مجھے قید خانہ سے نکالا اور تمہیں صحرا سے لے آیا اور اس کے بعد کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان ناچاقی ڈال دی تھی۔ پس آپ نے اپنے بھائیوں کے صحرا سے آنے کو اپنے اوپر اور بالتبع بھائیوں پر اللہ تعالیٰ کے احسان کے طور پر ذکر فرمایا۔ گویا حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ اور اپنے ساتھ ظاہر کی گئی حکمت عملی پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور حدیث شریف میں مرفوعاً بیان کیا گیا ہے کہ جس نے صحرا میں سکونت اختیار کی اس نے جفا کی جو شکار کے پیچھے چلا غافل ہوا اور جو ارباب اقتدار کے دروازوں پر آیا فتنہ میں مبتلا ہوا۔

زمانہ نابالغی میں کفایت خداوندی

چند سطور پہلے آپ نے مصر کی سرزمین لطیف و علم میں پہنچنے کا تذکرہ فرمایا اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ جب میں ۱۲ سال کی عمر میں مصر آیا تو سیدی ابو العباس الغمری کی جامع میں اقامت پذیر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے شیخ الجامع اور ان کی اولاد کو مجھ پر بعنایت مہربان کر دیا چنانچہ میں ان کے درمیان ایسے تھا جیسے کہ انہیں میں سے ایک ہوں۔ میں وہی کھاتا جو وہ کھاتے اور وہی پہنتا جو وہ خود پہنتے۔ انہیں میری طرف سے اللہ تعالیٰ ہی جزائے خیر عطا فرمائے گا ان کے پاس وہاں رہتے ہوئے میں نے کتب شرعیہ کے متون اور ان کی اصطلاحات یاد کیں اور انہیں شیوخ پر پیش کر کے عقدہ کشائی کا شرف حاصل کیا۔ میرے ظاہر کو اللہ تعالیٰ نے گناہوں میں ملوث

اولیاء و صوفیائے کرام کے احوال و ملفوظات کی روشنی میں سلوک و تصوف پر مفصل تذکرہ

برکاتِ روحانی

اردو ترجمہ

طبقاتِ امام شعرانی قدس سرہ النورانی

تصنیفِ لطیف:

قطب ربانی ہیکل صمدانی عارف باللہ تعالیٰ

سیدی عبد الوہاب الشعرانی قدس سرہ النورانی

مترجم:

رئیس المتکلمین عالم باعمل پیر طریقت حضرت علامہ الحاج

صاحبزادہ پیر سید محمد محفوظ الحق شاہ صاحب چشتی صابری قادری

تحریک: صاحبزادہ سید محمد محمود الحق شاہ صاحب

نوریہ رضویہ پبلیکیشنز
۱۱۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور

« الدرر المنتثرة في الأحاديث المشتهرة » ، لخص فيه كتاب « التذكرة » للزركشي وزاد عليه .

ولما جاء الشيخ عبد الوهاب الشعراني (ت٩٧٣) صنف كتاباً سماه « البدر المنير في غريب أحاديث البشير النذير » .

ثم جاء غرس الدين (ت ١٠٥٧) ؛ فسلك مسلكاً جديداً في هذا الشأن ، حيث نظم قصيدة مطولة سمّاها : « كشف الالتباس عن الأحاديث التي تدور بين الناس » ، جمع فيها ـ كما يقول ـ من الأحاديث النبوية ألوفاً ، ومن الفوائد الأثرية صنوفاً ، أبياتها نحو من عشرة آلاف بيت .... ثم كتب كتاباً يسهل الوصول إلى هذه المنظومة الصعبة ، هو « تسهيل السبيل إلى كشف الالتباس عما دار من الأحاديث بين الناس » .

ثم جاء نجم الدين بن محمد الغزي (ت ١٠٦١) ؛ فصنف « اتقان ما يحسن من بيان الأخبار الدائرة على الألسن » ضمّنه كتاب « التذكرة » و« الدرر المنتثرة » و« المقاصد الحسنة » ، وزاد عليها فوائد حسنة .

ثم جاء العجلوني (ت ١١٦٢) ؛ فصنف « كشف الخفاء ومزيل الالباس عما اشتهر من الأحاديث على ألسنة الناس » حاول فيه أن يجمع كل أحاديث كتب الأئمة الذين سبقوه في هذا الفن .

ثم جاء محمد بن درويش الشهير بالحوت البيروتي (ت ١٢٧٦) ؛ فصنف كتاب « أسنى المطالب في أحاديث مختلفة المراتب » ، جرّد فيه مؤلفه أحاديث ابن الديبع التي اختصرها من كتاب « المقاصد الحسنة » ، وزاد عليها زيادات ، ثم قام ولده عبد الرحمن بعد وفاة والده فضم الزيادات إلى الأصل ورتبها كلها على حروف الهجاء تسهيلاً للفائدة .

٢٧

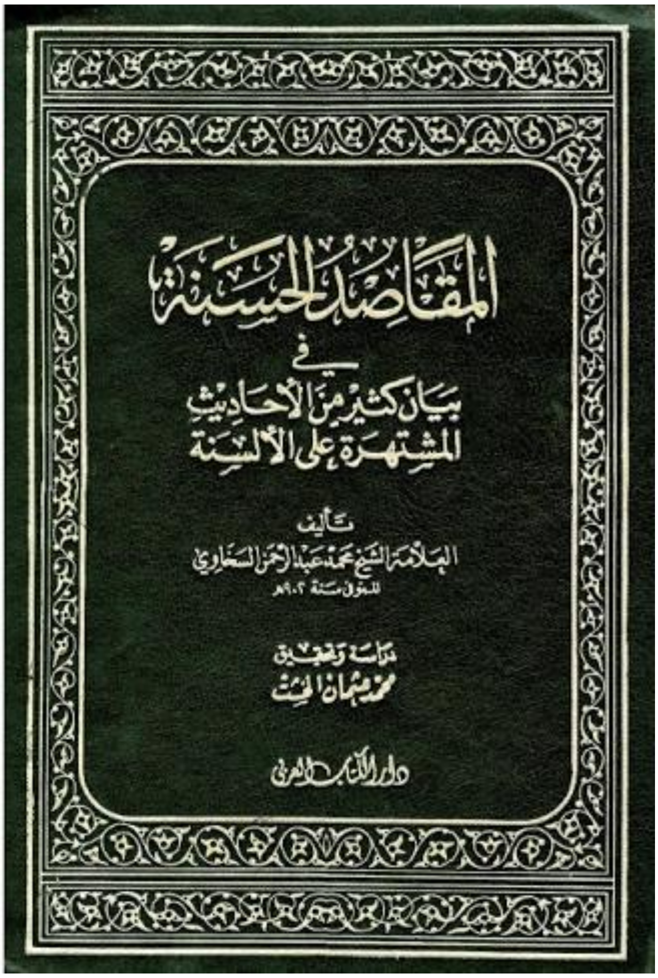

آپ کا سلسلۂ نسب حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے: ''آپ نے اپنا نسب یوں بیان فرمایا ہے عبد الوہاب بن احمد بن علی بن احمد بن علی بن محمد بن زوفا ابن الشیخ موسیٰ جنہیں بہنسا کے شہروں میں ابو عمران کی کنیت سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ میرے چھٹے دادا ہیں۔ بن سلطان احمد بن سلطان سعید ابن سلطان قاشین ابن سلطان محیا بن سلطان زوفا بن ریان بن سلطان محمد بن موسیٰ ابن السید محمد بن الحنفیہ بن الامام علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم''۔ (الطبقات الکبریٰ اللشعرانی اردو: ص۲۹) (ارشاد الطالبین الامام عبدالوہاب الشعرانی: ص۱۱؛ دار الکتب العلمیہ بیروت)

آپ اپنے سلسلۂ نسب و شرافت نسبی کی برکات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اگرچہ غالب طور پر تقویٰ کے بغیر نسبی شرافت نفع نہیں دیتی لیکن کبھی کچھ فائدہ حاصل ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا اشارہ اپنے اس ارشاد میں فرمایا ہے ﴿وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا﴾ [کہف: ۸۲] (جن دو یتیم بچوں کی دیوار حضرت خضر اور موسیٰ علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام نے کھڑی کر دی) ان دونوں کا باپ نیک تھا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان کا باپ صالح تھا تو وہ اس انعام میں داخل نہ ہوتے اور اس کی صفت صلاح کی تصریح فرمانے کا چنداں فائدہ نہ ہوتا۔ پس میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں کہ اس نے مجھے نادر فی بادشاہوں کی اولاد میں سے کیا''۔ (الطبقات الکبریٰ اللشعرانی اردو: ص۲۹)

اولیاء و صوفیائے کرام کے احوال و ملفوظات کی روشنی میں سلوک و تصوف پر مفصل تذکرہ

برکاتِ روحانی

اردو ترجمہ

طبقاتِ امام شعرانی قدس سرہ النورانی

تصنیفِ لطیف:

قطب ربانی ہیکل صمدانی عارف باللہ تعالیٰ

سیدی عبدالوہاب الشعرانی قدس سرہ النورانی

مترجم:

رئیس المتکلمین عالم باعمل پیر طریقت حضرت علامہ مولانا الحاج

صاحبزادہ پیر سید محمد محفوظ الحق شاہ صاحب چشتی صابری قادری

(تحریک: صاحبزادہ سید محمد محمود الحق شاہ صاحب مدظلہ)

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز
۱۱۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تذکرۂ نورانی

العارف باللہ تعالیٰ سیدی عبدالوہاب الشعرانی

قطب ربانی۔ ہیکل صمدانی۔ العارف باللہ تعالیٰ سیدی عبدالوہاب الشعرانی قدس سرہ النورانی ایک نسبت ہے جس سے بہت سے لوگ مشہور ہیں۔ عام طور پر اسے شعر سے مشتق بتاتے ہیں۔ جس کے معنی "بال" ہیں۔ اور اس کا اطلاق ایسے شخص پر ہوتا ہے جس کے بال بہت گھنے یا بہت لمبے ہوں بعض معروف اشخاص ایک مقام سے تعلق کی وجہ سے شعرانی کے علاوہ شعراوی بھی کہلاتے تھے۔

آپ کی کنیت ابوالمواہب ہے۔ ایک مثالی کنیت ہے۔ جب کہ آپ اپنے بیٹے کی نسبت سے ابوعبدالرحمٰن کہلاتے تھے لطائف المنن والاخلاق کے باب اول میں آپ نے اپنا نسب یوں بیان فرمایا ہے عبدالوہاب بن احمد بن علی بن محمد بن زوفا ابن الشیخ موسیٰ جنہیں بھنسا کے شہروں میں ابوعمران کی کنیت سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ میرے چھٹے دادا ہیں۔ بن سلطان احمد ابن سلطان سعید ابن سلطان قاشین ابن سلطان محیا بن سلطان زوفا ابن سلطان ریان بن سلطان محمد بن موسیٰ ابن السید محمد بن الحنفیہ ابن الامام علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ اور فرماتے ہیں کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے احسان فرمایا کہ مجھے شرافت نسبی حاصل ہے۔

شرافت نسبی کی برکت

فرماتے ہیں کہ اگرچہ غالب طور پر تقویٰ کے بغیر نسبی شرافت نفع نہیں دیتی لیکن کبھی کچھ فائدہ حاصل ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا اشارہ اپنے اس ارشاد میں فرمایا ہے و کان ابوھما صالحا (جن دو یتیم بچوں کی دیوار حضرت خضر اور موسیٰ علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام نے کھڑی کر دی) ان دونوں کا باپ نیک تھا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان کا باپ صالح تھا تو وہ اس انعام میں داخل نہ ہوتے اور اس کی صفت صلاح کی تصریح فرمانے کا چنداں فائدہ نہ ہوتا۔ پس میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں کہ اس نے مجھے نادر بادشاہوں کی اولاد میں سے کیا۔

اور اپنے نسب کے بابرکت ہونے کے متعلق ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ میری ساتویں پشت کے دادا سلطان احمد تلمسان کے بادشاہ تھے اور یہ شیخ ابومدین المغربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ تھا۔ اور جب میرے دادا موسیٰ کو شیخ سے شرف ملاقات حاصل ہوا تو آپ نے یعنی شیخ ابومدین نے پوچھا کہ آپ کی نسبت کس کے ساتھ ہے؟ انہوں نے کہا میرے والد سلطان احمد ہیں آپ نے

کُتبِ احادیث کے معروف شارح و محدثینِ متاخرین کی سَنَد حضرت امام عبد الرؤف المناویؒ (متوفی: ۱۰۳۱ھ) اپنی کتاب "الکواکب الدریہ فی تراجم السادۃ الصوفیہ الطبقات الکبریٰ" میں امام شعرانیؒ کی شان بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "عبد الوھاب بن احمد الشعرانی ہمارے شیخ ہیں، امام ہیں، عالم و عامل ہیں، لوگوں کی نظر میں فضیلت رکھنے والے باعزت شخصیت ہیں اور وصیلہ رکھتے ہیں، عبادت گزار ہیں، پرہیز گار ہیں، فقیہہ ہیں، محدث ہیں، صوفی ہیں، بزرگ ہیں، صاحب نسبت ہیں اور امام محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں"۔

(طبقات الکبریٰ للمناوی: ج۳، ص ۳۹۲؛ دار صادر بیروت)

طَبَقَاتُ الصُّوفِيَّةِ

الكَوَاكِبُ الدُّرِّيَّة

فِي تَرَاجِمِ السَّادَةِ الصُّوفِيَّةِ

الطَّبَقَاتُ الكُبْرَى

تأليف

زين الدين محمد عبد الرؤوف المناوي

(٩٥٢ - ١٠٣١)

تحقيق

محمد أديب الجادر

الجزء الثالث

دار صادر
بيروت

(٧٩٣) عبد الوهاب الشعراوي (*)

عبد الوهابِ بن أحمد الشعراوي شيخُنا الإمامُ العامِل، والهُمامُ الكامِل، إنسانُ عَينِ ذَوي الفضائِل، وعَينُ إنسانِ الواصلينَ من ذَوي الوسائِل، العابدُ، الزَّاهدُ، الفقيهُ، المُحدِّثُ، الصُّوفيُّ، المُربي، المُسلِّك، وهو من ذُرِّيَّةِ الإمام محمد ابن الحنفيَّة.

وُلِدَ ببلدِهِ، ونشأ بها، وماتَ أبواه[١] وهو طِفلٌ، ومع ذلك ظهرَتْ فيه علامَةُ النَّجابَةِ، ومخائلُ الرِّئاسةِ والولاية. فحفِظَ القرآنَ، و «أبا شجاع»[٢] و «الآجرومية» وهو ابنُ نحوِ سبعٍ أو ثمان. ثمَّ انتقَلَ من الرِّيفِ إلى مصرَ في غرَّةِ سنةِ إحدى عشرة وتسعِ مئة، وعُمرُهُ نحوَ اثنتي عشرةَ سنةً، فقطَنَ بجامعِ الغَمريّ، وجَدَّ واجتهدَ، فحفِظَ عِدَّةَ مُتونٍ منها: «مِنهاجَ النَّوويّ» والألفيَّتين، و «التَّوضيح»، و «التَّلخيص»، و «الشَّاطبيَّة»، و «قواعدَ ابنِ هشام»، بل حفِظَ «الرَّوض» إلى القضاء على الغائب. وذلك من كراماتِهِ، فقد وقفتُ على ما لا يكادُ يُحصى من الطَّبقاتِ والتَّواريخ فلم أرَ في ترجمةِ أحدٍ من الأعيانِ أنَّه حفظَهُ ولا بعضَهُ.

(*) الكواكب السائرة ٣/١٧٦، شذرات الذهب ٨/٣٧٢، هدية العارفين ١/٦٤١، طبقات الشاذلية ١٣٨، جامع كرامات الأولياء ٢/١٣٤، فهرس الفهارس ٢/١٠٧٩، معجم المطبوعات العربية ١١٢٩، تاريخ الأدب العربي لبروكلمان ٨/٢٥٥، التصوف الإسلامي ٢/٢٧٦، معجم المؤلفين ٦/٢١٨، الخطط التوفيقية ٢/٣٣٩، و ١٤/١٠٩. وقد ترجم الشعراني نفسه ترجمة كاملة في مقدمة كتابه لطائف المنن، وهناك كتب أفردت ترجمته مثل: الشعراني إمام التصوف لتوفيق الطويل، والشعراني والتصوف لطه عبد الباقي سرور. والشعراني ويقال الشعراوي نسبة إلى قرية أبي شعرة من أعمال المنوفية.

(١) في (أ): أبوه.

(٢) مختصر أبي شجاع في فروع الشافعية، مشهور، وعليه عدّة شروح. ألفه أحمد بن الحسن بن أحمد الأصبهاني العباداني البصري، المتوفى في حدود سنة ٥٠٠. انظر طبقات السبكي ٦/١٥، وكشف الظنون ١٦٢٥.

امام شہاب الدین احمد بن محمد العکری حنبلی دمشقیؒ (متوفی ۱۰۸۹ھ) اپنی کتاب ”شذرات الذھب فی اخبار من ذھب“ میں امام شعرانیؒ کی شان کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں: ”شیخ عبد الوھاب بن احمد الشعرانی شافعی کے بارے میں شیخ عبد الروٴف المناوی "طبقات الکبریٰ" میں بیان فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ امام عالم وعامل ہیں، عبادت گزار ہیں، پرہیز گار ہیں، فقیہہ ہیں، محدث ہیں، صوفی ہیں، بزرگ ہیں، صاحب نسبت ہیں اور امام محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں“۔ (شذرات الذھب ابن عماد الحنبلی: ج۸، ص۵۴۴)

المولى خير الدِّين معلّم السلطان بليمانَ، ثم تنقّل في المدارس والمناصب، إلى أن ولي قضاء حلب، ثم قضاء دمشق، ثم قضاء مصر، ثم كُفَّ فتقاعد بمدرسة أبي أيوب الأنصاري بمائة درهم.

وكان مشاركاً في أكثر العلوم، له منها حظّ وافرٌ، زكي النفس، كثير السخاء، محسناً متفضلاً، كتب حواشي على «شرح المواقف» وعلى «شرح الوقاية» لصدر الشريعة، وعلى «شرح المفتاح» للشريف الجُرجاني، وجمع «لطائف علماء الروم ونوادرهم».

وله «ديوان شعر» و «ديوان إنشاء» كلاهما بالتركي. انتهى

● وفيها الشيخ عبد الوهاب بن أحمد الشعراوي الشافعي[1].

قال الشيخ عبد الرؤوف المناوي في «طبقاته»: هو شيخنا الإمام العالم[2] العامل العابد الزاهد الفقيه المُحَدِّث الأصولي الصوفي المربِّي المُسَلِّك، من ذُرِّيَّة محمد بن الحنفيَّة.

ولد ببلده ونشأ بها، ومات أبواه[3] وهو طفل، ومع ذلك ظهرت فيه علامة النجابة ومخايل الرئاسة والولاية، فحفظ القرآن و «أبا شجاع»[4] و «الأجرومية» وهو ابن نحو سبع أو ثمان، ثم انتقل إلى مصر سنة إحدى عشرة وتسعمائة وهو مراهق، فقطن بجامع الغمري، وجدَّ واجتهد، فحفظ عدة متون، منها «المنهاج» و «الألفية» و «التوضيح» و «التلخيص»[5] و «الشاطبية» و «قواعد ابن هشام» بل حفظ «الروض إلى القضاء» وذلك من كراماته.

وعرض ما حفظ على علماء عصره، ثم شرع في القراءة، فأخذ عن الشيخ

(١) ترجمته في «الكواكب السائرة» (٣/١٧٦ - ١٧٧) و «الأعلام» (٤/١٨٠ - ١٨١) و «جامع كرامات الأولياء» (٢/١٣٤ - ١٣٩) و «معجم المؤلفين» (٦/٢١٨ - ٢١٩).

(٢) لفظة «العالم» لم ترد في «ط».

(٣) في «ط»: «أبوه».

(٤) أي «متنه».

(٥) لفظة «والتلخيص» سقطت من «آ».

٥٤٤

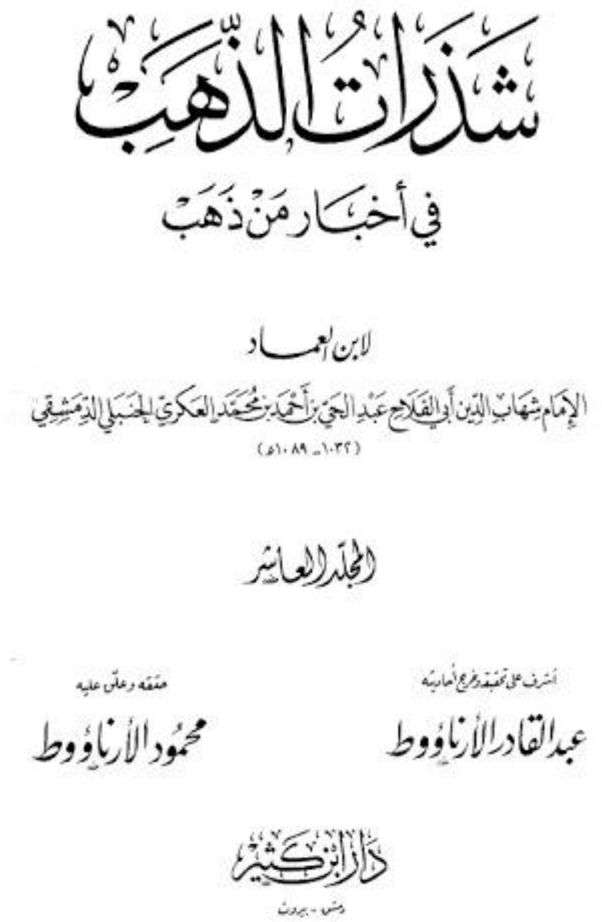

شذرات الذهب في أخبار من ذهب

لابن العماد

الإمام شهاب الدين أبي الفلاح عبد الحي بن أحمد بن محمد العكري الحنبلي الدمشقي

(١٠٣٢ - ١٠٨٩هـ)

المجلد العاشر

أشرف على تحقيقه وخرج أحاديثه

عبد القادر الأرناؤوط

حققه وعلق عليه

محمود الأرناؤوط

دار ابن كثير

دمشق - بيروت

امام عبد الروٴف المناویؒ آپ کی کرامت کے بیان میں لکھتے ہیں: ”جو کتب آپ نے حفظ فرمائیں ان میں سے صرف چند ایک کے نام یہ ہیں، المنہاج النووی، الفیتین، توضیح ابن ہشام، تلخیص المفتاح، شاطبیہ، اور قوائد ابن ہشام، الرَّوض۔ میں نے تاریخ اور طبقات کی کتب میں آج تک کسی کے حالات میں یہ نہیں دیکھا کہ اسے اتنی (یعنی امام شعرانی کی طرح) کتابیں حفظ ہوں“۔ (طبقات الکبریٰ للمناوی: ج۳، ص ۳۹۲؛ دار صادر بیروت)

حضرت امام شعرانیؒ عالم اسلام کی عظیم وقدیم درس گاہ جامعہ الازہر الشریف میں داخل ہوئے اور مصر کے تقریباً پچاس مشائخ کے سامنے زانوئے تلمّذ تہ فرمایا اور علومِ منقولات ومعقولات حاصل کیئے جن میں مشہور اساتذہ کے اسماگرامی یہ ہیں: ”شیخ امین الدین جامع الغمری کے امام جن سے آپ نے المنہاج، جمع الجوامع، شرح الفیہ عراقی، الفیہ ابن مالک پڑھیں۔ شیخ شمس الدواخلی سے شرح الارشاد، الروض، شرح الفیہ ابن مصنف، شرح التوضیح، مطول، شرح جمع الجوامع، شرح الفیہ للعراقی۔ النور المحلی سے شرح جمع الجوامع اور حاشیہ المعلقات السبع، شرح المقاصد۔ ملا علی عجمی سے نحو کی تمام کتب، الاشمعونی سے المنہاج، الفیہ، جمع الجوامع۔ شیخ الاسلام زکریا سے رسالہ قشیریہ، الروض، التحریر، آداب البحث اور ان کے علاوہ بھی بہت ساری کتب پڑھیں“۔ (طبقات الکبریٰ للمناوی: ج۳، ص ۳۹۳؛ دار صادر بیروت)

طَبَقَاتُ ٱلصُّوفِيَّةِ

الكَوَاكِبُ الدُّرِّيَّةُ

في تراجم السادة الصوفية

الطبقات الكبرى

تأليف

زين الدين محمد عبد الرؤوف المناوي

(٩٥٢ - ١٠٣١)

تحقيق

محمد أديب الجادر

الجزء الثالث

دار صادر

بيروت

(٧٩٣) عبد الوهاب الشعراوي (*)

عبد الوهاب بن أحمد الشعراوي شيخُنا الإمامُ العامِل، والهُمامُ الكامِل، إنسانُ عَينِ ذَوي الفضائِل، وعَينُ إنسانِ الواصلينَ من ذَوي الوسائِل، العابدُ، الزَّاهدُ، الفقيهُ، المُحدِّثُ، الصُّوفيُّ، المُربي، المُسلِّك، وهو من ذُرِّيَّةِ الإمام محمد ابن الحنفيَّة.

وُلِدَ ببلدِهِ، ونشأ بها، وماتَ أبواه[1] وهو طِفلٌ، ومع ذلك ظهرَتْ فيه علامَةُ النَّجابَةِ، ومخائلُ الرِّئاسةِ والولاية. فحفِظَ القرآنَ، و «أبا شجاع»[2] و «الآجرومية» وهو ابنُ نحوِ سبعٍ أو ثمان. ثمَّ انتقَلَ من الرِّيفِ إلى مصرَ في غرَّةِ سنةِ إحدى عشرة وتسعِ مئة، وعُمرُهُ نحوَ اثنتي عشرةَ سنةً، فقطَنَ بجامعِ الغَمريِّ، وجَدَّ واجتهدَ، فحفِظَ عِدَّةَ مُتونٍ منها: «مِنهاجَ النَّوويِّ» والألفيَّتَين، و «التَّوضيح»، و «التَّلخيص»، و «الشَّاطبيَّة»، و «قواعدَ ابنِ هشام»، بل حفِظَ «الرَّوض» إلى القضاء على الغائب. وذلك من كراماتِه، فقد وقفتُ على ما لا يكادُ يُحصى من الطَّبقاتِ والتَّواريخ فلم أرَ في ترجمةِ أحدٍ من الأعيانِ أنَّه حفظَهُ ولا بعضَهُ.

(*) الكواكب السائرة ٣/١٧٦، شذرات الذهب ٨/٣٧٢، هدية العارفين ١/٦٤١، طبقات الشاذلية ١٣٨، جامع كرامات الأولياء ٢/١٣٤، فهرس الفهارس ٢/١٠٧٩، معجم المطبوعات العربية ١١٢٩، تاريخ الأدب العربي لبروكلمان ٨/٢٥٥، التصوف الإسلامي ٢/٢٧٦، معجم المؤلفين ٦/٢١٨، الخطط التوفيقية ٢/٣٣٩، و١٤/١٠٩. وقد ترجم الشعراني نفسه ترجمة كاملة في مقدمة كتابه لطائف المنن، وهناك كتب أفردت ترجمته مثل: الشعراني إمام التصوف لتوفيق الطويل، والشعراني والتصوف لطه عبد الباقي سرور. والشعراني ويقال الشعراوي نسبة إلى قرية أبي شعرة من أعمال المنوفية.

(١) في (أ): أبوه.

(٢) مختصر أبي شجاع في فروع الشافعية، مشهور، وعليه عدَّة شروح. ألفه أحمد بن الحسن بن أحمد الأصبهاني العباداني البصري، المتوفى في حدود سنة ٥٠٠. انظر طبقات السبكي ٦/١٥، وكشف الظنون ١٦٢٥.

طَبَقَاتُ ٱلصُّوفِيَّةِ

الكَوَاكِبُ الدُّرِّيَّةُ

في تراجم السادة الصوفية

الطبقات الكبرى

تأليف

زين الدين محمد عبد الرؤوف المناوي

(٩٥٢ - ١٠٣١)

تحقيق

محمد أديب الجادر

الجزء الثالث

دار صادر

بيروت

وعرَضَ محفوظاتِه على مشايخِ عصرِهِ، ثمَّ شرَعَ في القراءةِ، فأخذَ عنِ الشَّيخِ أمينِ الدِّين[1] إمامِ جامعِ الغَمريِّ: شرحَيْ «المنهاج» و«جمع الجوامع» للمحلِّي، و «حاشيةً» لابن أبي شريف، و «شرحِ ألفيَّةِ العراقي» للسَّخاوي، و «ألفيَّةَ ابنِ مالك» لابن عقيل. وسمِعَ عليه الكُتُبَ السِّتَّةِ وغيرِها، وقرأ على الشَّمسِ الدَّواخليِّ[2]: «شرح الإرشاد» و «الرَّوض» و «شرح الألفيَّة» لابن المصنِّف و «شرح التَّوضيح» و «المطوَّل» و «شرح جمع الجوامع» و «شرح الألفيَّة للعراقي»[3]، وعلى النُّورِ المحلِّي «شرح جمع الجوامع» وحاشيتَهُ، و «شرح المعلَّقاتِ السَّبع»، و «شرحَ المقاصد» وغيرِها.

وعلى النور الجارحيِّ: «شرحَ ألفيَّةِ العراقي» و «الشَّاطبيَّة» وعلى مُلَّا علي العجمي[4] عِدَّةَ كُتُبٍ نحويَّة. وعلى القسطلانيِّ غالِبَ شرحِهِ «للبُخاري»، وقطعةً من «المواهب». وعلى الأشموني قطعةً من «المنهاج» و «الألفيَّة» و «جمع الجوامع». وعلى شيخِ الإسلامِ زكريَّا شرحَ «رسالةِ القُشيري» و «الرَّوض» و «التَّحرير» و «آدابَ البحث» وغيرِها. ثمَّ على الشِّهابِ الرَّمليِّ ثلاثةَ أرباعِ «الرَّوضة».

وحُبِّبَ إليه الحديثُ، فلزِمَ الاشتغالَ به، ومع ذلك لم يكُنْ عندَهُ جُمودُ المُحدِّثين، ولا كُدونَةُ النَّقَلَةِ، بل هو فقيهُ النَّظرِ، صوفيُّ الخبَرِ، له دُرْبَةٌ[5] بأقوالِ السَّلَفِ، ومذاهبِ الخَلَف.

وكان ينهى عنِ الحطِّ على الفلاسفةِ، وينفرُ ممَّن يذُمُّهم بحضرتِه، ويقولُ: هؤلاءِ عُقلاء.

ثمَّ أقبَلَ على الاشتغالِ بالطَّريقِ فجاهَدَ نفسَهُ مُدَّةً، وقطَعَ العلائِقَ الدُّنيويَّةَ،

(١) انظر ترجمته ٣/٣٤٦.

(٢) شمس الدين الدواخلي محمد، عالم عامل كتب الدقائق والسير، كثير الصيام والقيام، توفي سنة ٩٣٩ هـ. الكواكب السائرة ٢/٦٩.

(٣) في (أ): ألفية العراقي للمؤلف.

(٤) في (أ): علي جامي.

(٥) في (أ): دراية.

امام شعرانیؒ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد تھے لیکن باقی ائمہ مجتہدین اور ان کی تحقیقات کے متعلق اس قدر عقیدت و محبت رکھتے تھے جس قدر ان کے مقلدین کو اپنے امام کے ساتھ عقیدت و محبت ہوتی ہے۔ عبد الحی بن أحمد بن محمد ابن العماد العکری الحنبلیؒ لکھتے ہیں: ''آپ خود فرماتے ہیں کہ میں اپنے مذہب کی کتابوں کی بہ نسبت باقی تین مذاہب کے ائمہ یعنی امام ابو حنیفہ، امام مالک، اور امام احمد بن حنبل رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی کتابوں کا مطالعہ زیادہ کرتا ہوں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب امام شافعیؒ کے مذہب میں تبحر (مہارت) حاصل کرلیا تو مجھے ایسے مسائل کی معرفت کی ضرورت محسوس ہوئی جن پر چاروں ائمہ کرام کا اجماع ہو یا پھر تین ائمہ جن پر متفق ہوں تاکہ میں ان کے ممنوعات پر عمل سے پرہیز کرسکوں اور جس کا انہوں نے حکم دیا ہے اس پر عمل کرسکوں''۔ (الطبقات الکبریٰ اللشعرانی اردو: ص ۳۴) (شذرات الذهب ابن عماد الحنبلی: ج ۸، ص ۵۴۶)

طبقات امام شعرانی ﴿۳۴﴾ برکات روحانی (اردو ترجمہ)

جن کمالات اور درجات سے نوازے گئے اور قرب خداوندی کے جن مدارج علیا پر فائز ہوئے وہ شرک نہیں ہیں بلکہ ایمان کامل کے نتائج اور ثمرات ہیں اور ان محرومان توفیق کے لئے لمحہ فکریہ جنہیں ان نفوس قدسیہ کے خداداد کمالات اور تصرفات کو دیکھ کر یا سن کر (معاذ اللہ) عقیدۂ توحید کے مجروح ہونے کا غم مضمحل کر دیتا ہے اور بات بات پر شرک شرک کی گردان کرنے لگتے ہیں توحید و رسالت کے حقائق کو جس طرح ان نفوس کاملہ نے سمجھا اور پایا وہی آبروئے اسلام ہے یہ وہی حضرات ہیں جن کی راہ پر چلنے کی توفیق اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم کے ساتھ ہر رکعت میں بارگاہ الوہیت سے طلب کی جاتی ہے اگر ان کے عقائد و اعمال اور تعلیمات توحید سے متصادم اور اس کے خلاف ہیں تو پھر ایمان کہاں سے ملے گا؟ فهل من مدكر

میزان اعتدال

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے امام شعرانی قدس سرہ پر یہ انعام بھی فرمایا کہ باوجودیکہ آپ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں لیکن باقی ائمہ مجتہدین اور ان کی تحقیقات کے متعلق اسی قدر عقیدت و محبت رکھتے ہیں جس قدر کہ ان کے مقلدین کو اپنے اپنے امام محترم کے ساتھ ہوتی ہے چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ میں اپنے مذہب کی کتابوں کی بہ نسبت باقی تین مذاہب کے ائمہ یعنی امام ابوحنیفہ۔ امام مالک اور امام احمد بن حنبل رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی کتابوں کا مطالعہ زیادہ کرتا ہوں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب میں نے امام شافعی رضی اللہ عنہ کے مذہب میں تبحر حاصل کرلیا تو مجھے ایسے مسائل کی معرفت کی ضرورت محسوس ہوئی جن پر چاروں ائمہ کرام کا اجماع ہو یا پھر تین ائمہ جن پر متفق ہوں تاکہ میں ان کے ممنوعات پر عمل سے پرہیز کرسکوں اور جس کا انہوں نے حکم دیا ہے اس پر عمل کرسکوں چنانچہ حنفیہ جن کی کتابوں کا آپ نے مطالعہ کیا ان کا تذکرہ بھی فرمایا مثلاً شرح الکنز۔ شرح مجمع البحرین۔ الحدادی۔ فتاویٰ قاضی خان۔ شرح القدوری۔ فتاویٰ بزازیہ۔ خلاصہ۔ شرح الہدایہ اور حافظ زیلعی کی نصب الرایہ جس میں آپ نے شرح الہدایہ کی احادیث کی تخریج فرمائی ہے اور ان کے مشکل مقامات کے بارے میں معاصر علمائے حنفیہ کی طرف رجوع کیا۔ اسی طرح کتب مالکیہ کی مدونات کا مطالعہ بھی کیا اور فرماتے ہیں کتب مدونہ کا مطالعہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ پر کیا اسی طرح امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے مذہب کی کتابوں کا بھی مطالعہ کیا اور میں نے اقوال ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں مطابقت کے لئے ایک میزان مقرر کی اور اسے میزان کبریٰ کے نام سے جانا جاتا ہے اور اس کی وجہ سے پتہ چلتا ہے کہ ائمہ مجتہدین کے مذاہب اور ان کے مقلدین کے اقوال شریعت مطہرہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔

ائمہ مجتہدین شریعت وحقیقت کے جامع اور ارباب حضوری تھے

آپ اپنے شیخ طریقت علی الخواص رضی اللہ تعالیٰ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ کہ میں نے انہیں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ائمہ مذاہب نے اپنے مذاہب کی تائید شریعت کے ساتھ ساتھ حقیقت کے قواعد پر عمل کر کی ہے اور ان حضرات نے اپنے پیروکاروں کو جتلایا ہے کہ وہ شریعت اور حقیقت دونوں کے عالم تھے۔ نیز شیخ نے فرمایا کہ تمام اہل کشف کے نزدیک ائمہ مجتہدین میں سے کسی کا کوئی قول شریعت سے خارج نہیں اور ان کا شریعت سے خارج ہونا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے جب کہ ان حضرات کو اپنے اقوال کے کتاب و سنت اور اقوال صحابہ کرام سے مستفاد ہونے پر اطلاع ہے کشف صحیح سے مشرف ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی روح حضور

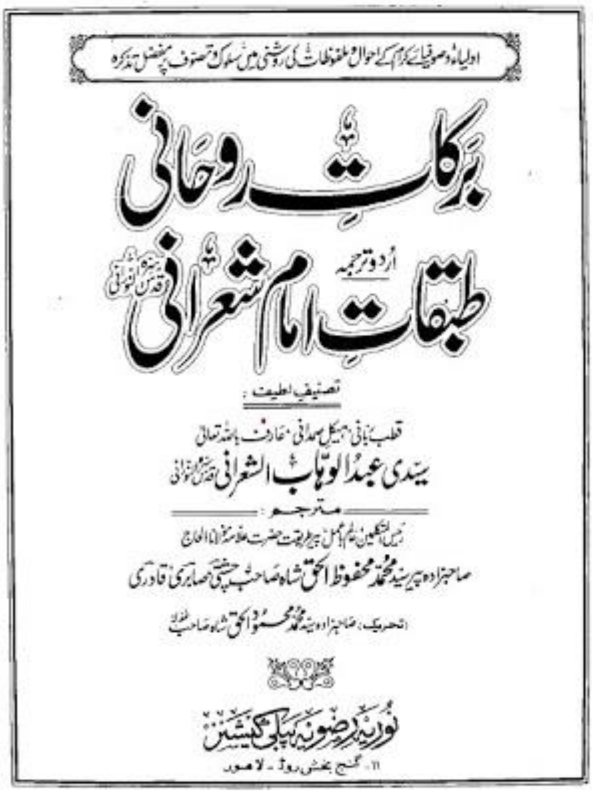

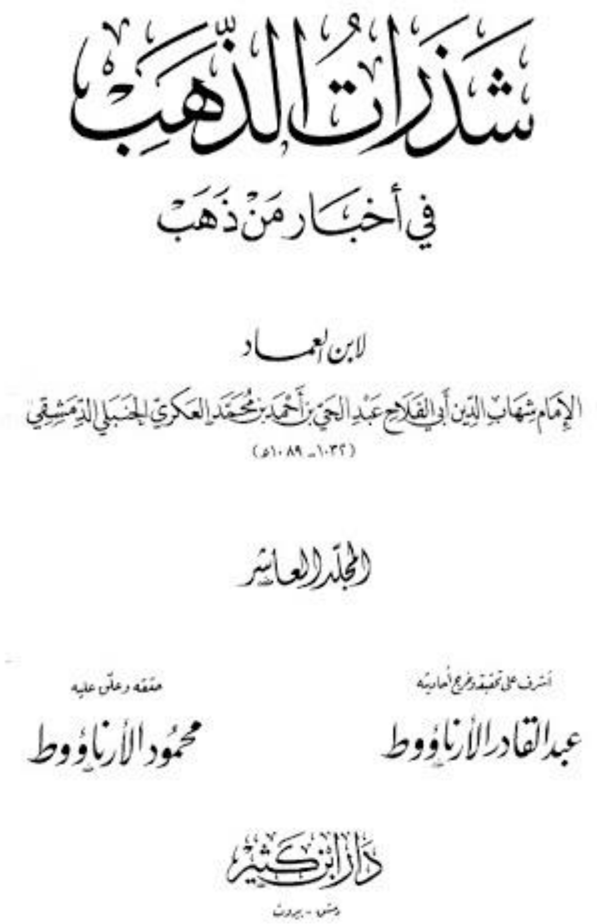

العبودية»، و «كشف الرّان عن أسئلة الجان» و «فرائد القلائد في علم العقائد» و «الجواهر والدُّرر» و «الكبريت الأحمر في علوم الكشف الأكبر» و «الاقتباس في القياس» و «فتاوى الخواص» و «العهود ثلاثة» وغير ذلك.

وحسده طوائف، فدسوا عليه كلمات يخالف ظاهرها الشرع، وعقائد زائغة، ومسائل تخالف الإجماع، وأقاموا عليه القيامة، وشنّعوا وسبُّوا، ورموه بكل عظيمة فخذلهم الله وأظهره عليهم.

وكان مواظباً على السُّنَّة، مبالغاً في الورع، مؤثراً ذوي الفاقة على نفسه حتى بملبوسه، متحملاً للأذى، موزعاً أوقاته على العبادة ما بين تصنيف وتسليك وإفادة، واجتمع بزاويته من العميان وغيرهم نحو مائة، فكان يقوم بهم نفقةً وكسوةً.

وكان عظيم الهيبة، وافر الجاه والحرمة، تأتي إلى بابه الأمراء. وكان يسمع لزاويته دويٌّ كدوي النحل ليلاً ونهاراً.

وكان يحيي ليلة الجمعة بالصلاة على المصطفى ﷺ، ولم يزل مقيماً على ذلك، معظماً في صدور الصدور، إلى أن نقله الله تعالى إلى دار كرامته.

ومن كلامه: دوروا مع الشرع كيف كان لامع الكشف، فإنه قد يخطىء.

وقال: ينبغي إكثار مطالعة كتب الفقه عكس ما عليه المتصوفة الذين لاحت لهم بارقة من الطريق فمنعوا مطالعته وقالوا: إنه حجابٌ جهلاً منهم.

وقال: كل إنسان لا يعذّب في النار إلّا من الجزء الناري الذي هو أحد أركان بدنه[(١)].

وقال: ذهب بعض أهل الكشف إلى أن جميع الحيوان لهم تكليف إلّهي برسول منهم في ذواتهم لا يشعر به إلّا من كشف عن بصره، فإن لله الحجّة على خلقه، فلا يعذّب أحداً إلا جزاءً، فلا إشكال في إيلام الدواب.

وقال: الجبر آخر ما تنتهي إليه المعاذير، وذلك سبب مآل أهل الرحمة إلى الرحمة.

(١) قلت: ليس على ذلك دليل من الكتاب والسُّنَّة وآراء الجمهور من السَّلف والخلف.

٥٤٦

آپ نے اپنے استاذ شیخ زکریا انصاری کی تصنیف ''الروض'' کا مطالعہ تیس بار کیا۔ امام شافعیؒ کی کتاب ''الأم'' کا مطالعہ تین بار کیا۔ شیخ محی الدین ابن عربی کی تیس جلدوں پر مشتمل کتاب ''المختصر'' کا ایک بار، امام الماوردی کی کتاب ''الحاوی'' اور ''الاحکام السلطانیہ'' کا ایک ایک مرتبہ، شیخ ابو محمد الجوینی کی کتاب ''المحیط'' ایک بار، امام غزالیؒ کی ''الوسیط'' ایک بار، شرح المہذب پچاس بار، شرح مسلم للنووی (اٹھارہ جلدیں) پندرہ مرتبہ، علامہ بدر الدین عینی کی شرح بخاری (۵۴ جلدیں) دو بار۔

کتب تفسیر: تفسیر کواشی دس بار، تفسیر ابن نقیب المقدسی (۱۰۰ جلدوں پر مشتمل ہے) کا ایک بار، تفسیر جلالین تیس بار، تفسیر بغوی، تفسیر خازن، تفسیر ابن عادل، تفسیر ابن زہرہ، تفسیر قرطبی، تفسیر ابن کثیر، تفسیر بیضاوی۔

کتب احادیث: صحاح ستہ، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، مسند امام احمد، مؤطا امام مالک، طبرانی، جامع الاصول، جامع کبیر، جامع صغیر، زیادات۔

کتب لغت: صحاح الجوہری، قاموس، نہایۃ ابن اثیر، نووی کی تہذیب الاسمائی اللغات۔

کتب اصول و کلام: شرح العضد، شرح منہاج البیضاوی، کتاب المستصفی، کتاب الامالی، شرح المقاصد، شرح عقائد۔

کتب فتاویٰ: فتاویٰ القفال، فتاویٰ القاضی الحسین، فتاویٰ الماوردی، فتاویٰ ابن ابی صباغ، فتاویٰ ابن الصلاح، فتاویٰ ابن السلام، فتاویٰ النووی، فتاویٰ السبکی، فتاویٰ البلقینی، فتاویٰ الشیخ زکریا۔

کتب قوائد: قواعد الشیخ عزالدین الکبریٰ والصغریٰ، قواعد العلائی، قواعد السبکی، قواعد الزرکشی۔

کتب سیرت: سیرت ابن ہشام، سیرۃ ابن اسحاق، سیرت الکلبی، سیرۃ ابی الحسن البکری، سیرت الطبری، سیرت الکلائی۔

کتب تصوف: قوت القلوب، حلیۃ الاولیائ، رسالہ قشیریہ، عوارف المعارف، احیائ العلوم، الفتوحات المکیۃ۔

امام شعرانیؒ فرماتے ہیں یہ ان چند کتابوں کا ذکر ہے جن کا مطالعہ کرنا مجھے یاد ہے۔(الطبقات الکبریٰ اللشعرانی اردو: ص ۳۳-۳۲) (المنن الکبریٰ الامام عبد الوہاب شعرانی: ص ۷۰-۷۶؛ دار الکتب العلمیہ)

کتب تفسیر

نیز تفسیر قرآن کی مشہور کتب کا مطالعہ فرمایا تفسیر بغوی ایک مرتبہ۔ تفسیر خازن تین مرتبہ۔ تفسیر ابن عادل سات مرتبہ۔ تفسیر کواشی دس مرتبہ۔ تفسیر ابن زہرہ ایک مرتبہ۔ تفسیر قرطبی دو مرتبہ۔ تفسیر ابن کثیر ایک مرتبہ۔ تفسیر بیضاوی پانچ مرتبہ۔ تفسیر ابن النقیب المقدسی ایک مرتبہ جو کہ ایک سو ضخیم جلدوں پر ہے اور اس سے زیادہ وسیع تفسیر کا میں نے مطالعہ نہیں کیا۔ امام واحدی کی تفسیر البسیط والوجیز۔ شیخ عبد العزیز الدیرینی کی کبیر و صغیر تفسیر تین مرتبہ۔ تفسیر جلالین تیس مرتبہ امام جلال الدین السیوطی کی بڑی تفسیر یعنی الدر المنثور تین مرتبہ۔ علاوہ ازیں بے شمار کتب تفسیر کا ذکر فرمایا۔

کتب حدیث

اور میں نے حدیث شریف اور دلائل مذاہب کی اتنی کتابوں کا مطالعہ کیا کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔ بعض یہ ہیں۔ صحاح ستہ۔ صحیح ابن خزیمہ۔ صحیح ابن حبان۔ مسند امام احمد۔ موطا امام مالک۔ طبرانی کی تینوں معاجیم ابن امیر کی جامع الاصول۔ امام سیوطی کی جامع کبیر۔ جامع صغیر۔ زیادات اور یہ دس ہزار احادیث کا مجموعہ ہے اور حدیث پاک کی ان کتابوں میں سے شریعت پاک کا کوئی نادر مسئلہ ہی باہر ہوگا اور سنن بیہقی کے بعد ادلہ مذاہب میں یہ سب سے جامع کتاب ہے۔ اس طرح میں نے بیہقی کی سنن کبریٰ کا مطالعہ کیا پھر میں نے اسے سند اور تکرار حذف کر کے مختصر کیا البتہ احکام باقی رکھے۔ اسی طرح میں نے شیخ مجد الدین کی کتاب المنتقیٰ من الاحکام کا مطالعہ کیا اور یہ میری کتاب کشف الغمہ عن جمیع الامہ کے مسودہ کی اصل ہے۔ اسی طرح میں نے ابن قیم کی کتاب الہدیٰ النبوی کا مطالعہ کیا۔ پھر اسے مختصر کیا۔ دلائل النبوۃ بیہقی امام سیوطی کی کتاب المعجزات والخصائص کا مطالعہ کیا پھر اسے مختصر کیا علاوہ ازیں میں نے اتنے اجزاء اور مسانید کا مطالعہ کیا کہ شمار نہیں کر سکتا۔ اور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شیخ شمس الدین المظفری کو میرے تابع فرمان کر دیا جو کہ خزائن مصر سے ہر وہ کتاب لے آتے تھے جو میں طلب کرتا۔

کتب لغت

نیز میں نے لغت میں جوہری کی صحاح۔ قاموس۔ نہایہ ابن اثیر۔ نووی کی تہذیب الاسماء اللغات کا مطالعہ کیا۔ مؤخر الذکر کا پندرہ مرتبہ مطالعہ کیا۔

کتب اصول و کلام

ان میں سے بعض یہ ہیں۔ شرح العضد۔ شرح منہاج البیضاوی۔ غزالی کی کتاب المستصفیٰ۔ امام الحرمین کی کتاب الامالی۔ شرح المقاصد۔ کتاب شرح الطوالع والمطالع۔ قزوینی کی سراج العقول۔ تفتازانی کی شرح عقائد اور حاشیہ ابن ابی شریف وغیرہ۔

کتب فتاویٰ

اور پیش آنے والے حالات و واقعات کے بارے میں علمائے متقدمین اور متاخرین کے فتاویٰ کی بے شمار کتابوں کا مطالعہ کیا ہے جیسے فتاویٰ اور ابن ابی زید المروزی۔ فتاویٰ القفال۔ فتاویٰ القاضی الحسین۔ فتاویٰ الماوردی۔ امام غزالی اور ان کے امام کے

فتاویٰ۔ فتاویٰ ابن ابی صباغ۔ فتاویٰ ابن الصلاح۔ فتاویٰ ابن السلام۔ فتاویٰ النووی۔ فتاویٰ السبکی۔ فتاویٰ البلقینی۔ فتاویٰ الشیخ زکریا۔ فتاویٰ الشیخ شہاب الدین الرملی وغیرہ۔

کتب قواعد

اور قواعد کی کتابوں میں سے ان کتب کا مطالعہ کیا۔ قواعد الشیخ عز الدین الکبریٰ والصغریٰ۔ قواعد العلائی۔ قواعد السبکی۔ قواعد الزرکشی۔

کتب سیرت

اور سیرت کی کتابوں میں سے سیرۃ ابن ہشام۔ سیرۃ ابن اسحاق۔ سیرت الکلبی۔ سیرۃ ابی الحسن البکری۔ سیرۃ المقریزی۔ سیرۃ الکلاعی۔ سیرۃ ابن سید الناس اور سیرۃ الشیخ محمد الشامی جسے آپ نے سیرت کی ایک ہزار کتب سے جمع فرمایا اور میرے گمان کے مطابق سیر میں سب سے جامع کتاب ہے۔

کتب تصوف

اور میں نے تصوف اور لطائف کی اتنی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے کہ شمار نہیں ہو سکتا ان میں سے ابو طالب مکی کی کتاب القوت حارث محاسبی کی کتاب الرعایۃ۔ ابو نعیم کی کتاب الحلیہ۔ رسالہ قشیریہ۔ سہروردی کی کتاب عوارف المعارف۔ غزالی کی کتاب الاحیاء۔ یافعی کی سب کتابیں۔ شیخ اکبر کی کتاب الفتوحات۔ پھر میں نے اس میں سے وہ مقامات حذف کر کے جو شیخ کے نام پر اس میں غلط طور پر درج کئے گئے تھے اسے مختصر کر دیا۔

علاوہ ازیں میں نے شیخ احمد زاہد کا رسالہ نور پڑھا جس کی دو جلدیں ہیں اور آپ کے مرید سیدی محمد الغمری کی کتاب فتح المریہ کا مطالعہ کیا جس کی چھ جلدیں ہیں۔ ہروی کی منازل السائرین۔ قاشانی کی شرح الفصوص اور قصری کی شعب الایمان وغیرہ کا مطالعہ کیا۔ امام شعرانی فرماتے ہیں یہ ان چند کتابوں کا ذکر ہے جن کا مطالعہ کرنا مجھے یاد ہے اور الحمد للہ میرے خیال میں بڑے زمانے میں شاید کوئی ہو جسے ان کا علم ہو۔

دعوت غور و فکر

یاد رہے کہ بے شمار کتابوں کا ذکر شیخ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے طوالت کی وجہ سے چھوڑ دیا نیز اس حوالے سے کہ فی الحال آپ کی یادداشت میں یہی کتابیں ہیں جب کہ اسی طوالت کے خوف سے اس فقیر نے حضرت مؤلف قدس سرہ کی مذکورہ فہرست سے بھی کئی کتابوں کا ذکر نہیں کیا اس کے باوجود ایک بھاری بھرکم فہرست پھر بھی درج کر دی ہے کہ قارئین کو حضرت مؤلف کے متعلق تعارف ہو کہ آپ فی الحقیقت بحر العلوم والحقائق اور شریعت و طریقت کا مجمع البحرین ہیں۔ اور اس کتاب الطبقات الکبریٰ میں جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے اس کی اہمیت واضح ہو اور طبقات کبریٰ کے مطالعہ کے دوران اس حقیقت پر نظر رہے کہ توحید وہ ہے جو کہ ان نفوس قدسیہ کی تعلیمات اور معمولات سے مترشح ہوتی ہے۔ اور فیوض و برکات توحید اور معرفت الٰہیہ سے مشرف ہو کر یہ حضرات

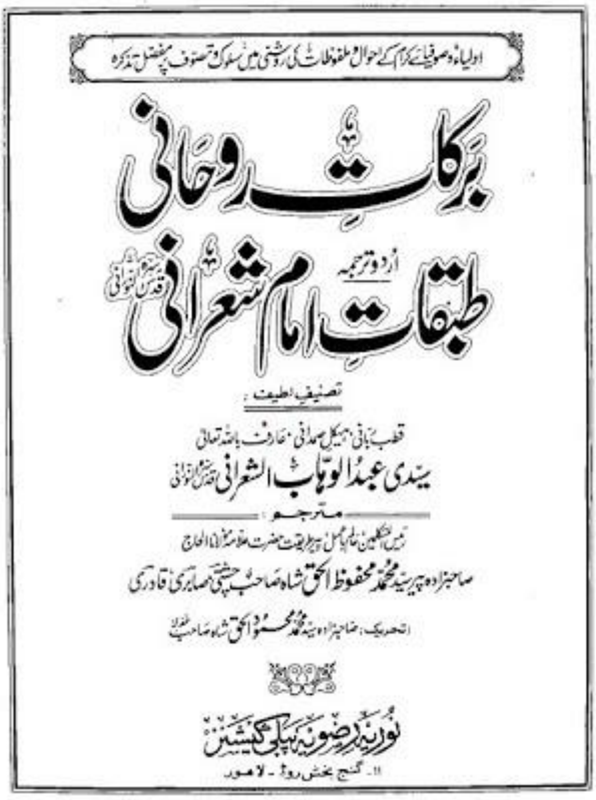

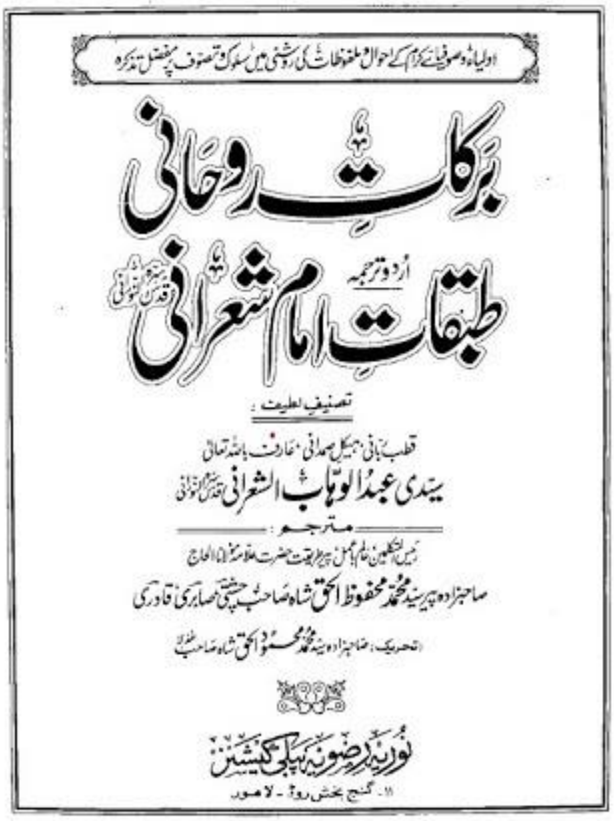

معروف مستشرق آر،اے، نکلسن نے اپنی شہرہ آفاق تحقیق ”تاریخ ادبیاتِ عرب“میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی علمی صحبت کے فوائد تسلیم کرتے ہوئے کہا کہ: ”ہمارے لئے مفید ہو گا کہ اگر ہم چند لمحات مسلمانوں کے آخری صوفی وعالم شیخ عبدالوہاب شعرانی کے ساتھ گزاریں۔ وہ(امام شعرانی) ایک ایسے محقق اور مفکر عالم ہیں کہ اُن کے اَثرات موجودہ دور میں بھی نمایاں طریقے سے محسوس کئے جارہے ہیں“۔ (Literary History of the Arabs, By R.A. Nicholson, Page # 464 Cambridge University Press)

Traditions saw a grave danger to themselves in the esoteric revelation which the mystics claimed to possess; while the latter, though externally conforming to the law of Islam, looked down with contempt on the idea that true knowledge of God could be derived from theology, or from any source except the inner light of heavenly inspiration. Hence the antithesis of *faqíh* (theologian) and *faqír* (dervish), the one class forming a powerful official hierarchy in close alliance with the Government, whereas the Ṣúfís found their chief support among the people at large, and especially among the poor. We need not dwell further on the natural antagonism which has always existed between these rival corporations, and which is a marked feature in the modern history of Islam. It will be more instructive to spend a few moments with the last great Muḥammadan theosophist, 'Abdu 'l-Wahháb al-Sha'rání, a man who, with all his weaknesses, was an original thinker, and exerted an influence strongly felt to this day, as is shown by the steady demand for his books. He was born about the beginning of the sixteenth century. Concerning his outward life we have little information beyond the facts that he was a weaver by trade and resided in Cairo. At this time Egypt was a province of the Ottoman Empire. Sha'rání contrasts the miserable lot of the peasantry under the new *régime* with their comparative prosperity under the Mamelukes. So terrible were the exactions of the tax-gatherers that the fellah was forced to sell the whole produce of his land, and sometimes even the ox which ploughed it, in order to save himself and his family from imprisonment; and every lucrative business was crushed by confiscation. It is not to be supposed, however, that Sha'rání gave serious attention to such sublunary matters. He lived in a world of visions and wonderful experiences. He conversed with angels and prophets, like his more famous predecessor, Muḥiyyu 'l-Dín Ibnu 'l-'Arabí, whose *Meccan Revelations* he studied and epitomised. His autobiography entitled *Laṭá'ifu 'l-Minan*

Sha'rání († 1565 A.D.).

A Literary History of the Arabs

By

Reynold A. Nicholson, M.A.

Lecturer in Persian in the University of Cambridge, and sometime Fellow of Trinity College

New York
Charles Scribner's Sons
153-157, Fifth Avenue
1907

displays the hierophant in full dress. It is a record of the singular spiritual gifts and virtues with which he was endowed, and would rank as a masterpiece of shameless self-laudation, did not the author repeatedly assure us that all his extraordinary qualities are Divine blessings and are gratefully set forth by their recipient *ad majorem Dei gloriam*. We should be treating Sha'rání very unfairly if we judged him by this work alone. The arrogant miracle-monger was one of the most learned men of his day, and could beat the scholastic theologians with their own weapons. Indeed, he regarded theology (*fiqh*) as the first step towards Ṣúfiism, and endeavoured to show that in reality they are different aspects of the same science. He also sought to harmonise the four great schools of law, whose disagreement was consecrated by the well-known saying ascribed to the Prophet: "The variance of my people is an act of Divine mercy" (*ikhtiláfu ummatí raḥmatun*). Like the Arabian Ṣúfís generally, Sha'rání kept his mysticism within narrow bounds, and declared himself an adherent of the moderate section which follows Junayd of Baghdád († 909–910 A.D.). For all his extravagant pretensions and childish belief in the supernatural, he never lost touch with the Muḥammadan Church.

In the thirteenth century Ibn Taymiyya had tried to eradicate the abuses which obscured the simple creed of Islam. He failed, but his work was carried on by others and was crowned, after a long interval, by the Wahhábite Reformation.[1] Muḥammad b. 'Abd al-Wahháb,[2] from whom its name is

[1] See *Materials for a History of the Wahabys*, by J. L. Burckhardt, published in the second volume of his *Notes on the Bedouins and Wahabys* (London, 1831). Burckhardt was in Arabia while the Turks were engaged in re-conquering the Ḥijáz from the Wahhábís. His graphic and highly interesting narrative has been summarised by Dozy, *Essai sur l'histoire de l'Islamisme*, ch. 13.

[2] Following Burckhardt's example, most European writers call him simply 'Abdu 'l-Wahháb.

A Literary History of the Arabs

By

Reynold A. Nicholson, M.A.

Lecturer in Persian in the University of Cambridge, and sometime Fellow of Trinity College

New York
Charles Scribner's Sons
153–157, Fifth Avenue
1907

ایسی جلیل القدر شخصیت جن کا سلسلۂ نسب حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہو، علم کا ایسا حریث جنہوں نے علم تفسیر، علم حدیث، فقہی علوم، علم لغات، اصول و قوائد، فتاوجات اور سیرت و تصوف کے تمام شعبہ جات میں مہارت حاصل کر رکھی ہو، جن کی توثیق بڑے بڑے ائمہ دین سمیت معروف مستشرق آر، اے، نکلسن جیسے مغربی مورخ نے کر رکھی ہو، ایسی جلیل القدر علمی شخصیت کے بارے میں زبیر علی زئی صاحب جیسے کذاب لوگوں کا بلا دلیل اعتراض کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

اس قدر جھوٹ بولنے کے بعد بھی زبیر علی زئی صاحب کتنی بے شرمی کے ساتھ اپنے رسالہ میں دعویٰ کرتے ہیں کہ ”الحدیث حضرو کا یہ امتیاز ہے کہ الحدیث میں صرف صحیح و ثابت حوالہ ہی بطور استدلال لکھا جاتا ہے“۔ اس قدر جھوٹ اور کذب بیانی تو کسی فرقے کے جہلا بھی نہیں کرتے جتنے جھوٹ و کذب بیانیاں غیر مقلدین کے شیخ الحدیث زبیر علی زئی صاحب نے کیں ہیں۔ ان کذب بیانیوں کے ساتھ موصوف کے دعووں پر نظر ثانی کی جائے تو افسوس کرنے کے بجائے ہنسی آنی شروع ہو جاتی ہے کہ موصوف کذب بیانیوں کے باوجود بھی کافی خوش فہم نظر آتے ہیں۔

زبیر علی زئی صاحب کے حسین بن منصور حلاجؒ پر لگائے گئے الزامات اور کیئے جانے والے کھوکھلے دعووں پر ان سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ کسی ایک صحیح صریح روایت سے حسین بن منصور حلاجؒ کا کافر و زندیق ہونا ثابت کر دیں ورنہ اپنی ان تمام کذب بیانیوں اور جھوٹے دعووں سے رجوع فرمائیں اور اپنی عاقبت خراب ہونے سے بچائیں۔ جزاکم اللہ خیراً۔